چمنستانِ ختمِ نبوّت کے گلہائے رنگا رنگ

جلد ۲

مولانا اللہ وسایا

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مصنف : مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

جزدوم : ۵۹۲ صفحات

کل صفحات : ۱۶۷۲

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : اپریل ۲۰۱۶ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

(الف)

(۱۱۹)

آزاد قلندر حیدری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سائیں

جناب سائیں آزاد قلندر حیدری قادری مقیم شاہی بھیرہ کے رہائشی تھے۔ان کی پنجابی کی ایک نظم:

''رگڑا مست قلندر دا'' تھی جو ملک فتح محمد اعوان کے پاس خاطر کے لئے آپ نے تحریر فرمائی۔اس کا قلمی نسخہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے۔اسے احتساب قادیانیت ج۴۵ میں محفوظ کردیا ہے۔

ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا محمد رمضان علوی بھیروی مرحوم جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔آپ کے پاس بھی یہ نظم تھی۔آپ نے اسے حضرت حافظ محمد حنیف ندیم مرحوم (جو کسی زمانہ میں ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے مدیر تھے) کو بھجوائی جو ہفت روزہ میں شائع ہوئی۔یاد پڑتا ہے کہ حضرت علوی مرحوم نے تحریر فرمایا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھیرہ کے گردونواح میں یہ نظم اتنی مشہور ہوئی کہ گلی کوچوں میں نوجوان ترنم سے گروہ در گروہ جمع ہوکر پڑھتے تو ایک خوبصورت ماحول بن جاتا۔رسالہ میں تو شائع ہوئی۔کتابی شکل میں پہلی بار یہ احتساب قادیانیت ج۴۵ کا حصہ بنی ہے۔ فلحمدللہ تعالیٰ!

قلمی نسخہ جو مجلس کی لائبریری میں موجود ہے اس کے ٹائٹل پر فارسی کا یہ شعر بھی درج ہے۔

محمدؐ رحمت اللعالمین است
ومرزا در کفر خانہ نشین است

(۱۲۰)

ابرار حسین پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے ملعون قادیان مرزا قادیانی کے رد میں ''فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی'' شائع فرمایا (جو احتساب قادیانیت کی جلد ۷ میں شائع ہوچکی ہے) حق تعالیٰ شانہ نے اس کتاب کو اہل اسلام کے لئے واقعی فیصلہ آسمانی بنادیا کہ کئی قادیانی اس کتابچہ کو پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ کتاب کیا شائع ہوئی کہ قادیانیوں کے گھروں میں کہرام قائم ہوگیا۔ قادیانیوں نے اس کے تین جواب لکھے۔ ''نصرت یزدانی، برق آسمانی، القاء ربانی'' خانقاہ مونگیر سے ان تینوں کتابوں کا جواب شائع ہوا۔ ''نصرت یزدانی کا جواب'' تائید ربانی درہزیمت قادیانی شائع ہوا۔ یہ کتاب احتساب قادیانیت کی جلد پینتالیس (۴۵) میں شائع ہوچکی ہے۔ ''القائے ربانی'' کا جواب یہ کتابچہ ''انوار ایمانی...... برائے کشف حقیقت القائے قادیانی'' ہے جو احتساب قادیانیت جلد چھیالیس (۴۶) میں شائع شدہ ہے۔ اس کے مرتب مولانا ابرار حسین پٹنی ہیں۔ اپریل ۱۹۱۴ء میں یہ کتاب اوّلاً شائع ہوئی۔ اٹھانوے سال بعد اب دوبارہ شائع ہورہی ہے۔ ''برق آسمانی'' کا جواب ''شہاب ثاقب برخاطف الملقب بہ صواعق ربانی برمؤلف برق آسمانی'' ہے۔ یہ کتاب ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی۔

(۱۲۱)

ابراہیم جان خلیل سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۲۶ / جولائی ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۴ / جون ۲۰۰۲ء)

مولانا پیر ابراہیم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ گلزار خلیل سامارو ضلع تھرپارکر کے رہائشی تھے۔ عالم دین، شیخ طریقت (تخلص خلیل تھا) کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ رد قادیانیت کے سلسلہ میں سیف من سیوف اللہ تھے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جب تھرپارکر سندھ کے دوروں پر جاتے آپ حضرات کے کام کی قبلہ پیر صاحب مرحوم سرپرستی فرماتے تھے۔

(۱۲۲)

جناب قاری محمد ابراہیم رحیمی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)

(وفات: ۲۶/دسمبر ۲۰۱۴ء)

جناب حاجی دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ نلی ضلع کرنال راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں اللہ نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا جس کا انہوں نے محمد ابراہیم نام تجویز کیا۔ تقسیم کے بعد یہ خاندان قصبہ شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ میں آ گیا۔ محمد ابراہیم نے اس قصبہ میں حافظ مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ کیا۔ شاہ جمال کے قریب ایک بستی شاہ عالم والہ ہے۔ وہاں مولانا حاجی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند رہتے تھے جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مولانا غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوعمر حافظ محمد ابراہیم اور ایک اور طالب علم جس نے حفظ مکمل کیا تھا۔ دونوں کو جامعہ خیرالمدارس ملتان میں استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گردان کے لیے داخل کروادیا۔ مولانا غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ اتنے سادہ تھے کہ ان دونوں طالب علموں کو جب داخلہ کے لیے ملتان لائے تو ڈیرہ اڈا سے چودہ نمبر چونگی تک پیدل لائے۔ دائیں بائیں دونوں طالب علموں کے ہاتھوں میں رسی باندھ کر چلے کہ کہیں رش میں گم نہ ہو جائیں۔ وہ ایسے خداترس تھے کہ چھٹیوں کے موقع پر ملتان سے لے جانے اور چھٹیوں کے بعد گھر سے واپس ملتان پہنچانے کی خدمت اپنے سپرد کرلی۔ یوں حافظ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گردان مکمل کی اور سبعہ عشرہ میں قراءت کا مکمل کورس پڑھا، اور حافظ سے قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے۔

قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے قراءت سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ خیرالمدارس میں درجہ کتب میں داخلہ لے لیا اور کریما سے لے کر بخاری شریف تک مکمل درس نظامی کا کورس جامعہ خیرالمدارس میں مکمل کیا۔ ۱۹۶۷ء میں سند فراغ حاصل کی۔ آپ نے حدیث شریف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساتذہ سے پڑھی۔ قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت مندی ملاحظہ ہو کہ دوپہر کو کھانا، آرام، نماز کے لیے وقفہ کے دوران بھی اپنے استاد حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ یوں قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اپنے لیے مقام پیدا کیا۔ آپ کے خیرالمدارس سے فارغ ہوتے ہی ۱۹۶۸ء میں

حضرت قاری رحیم بخش ؒ نے آپ کو فیصل آباد مدرسہ ام المدارس گلبرگ میں قرآن مجید پڑھانے کے لیے بھیج دیا۔

اس زمانہ میں ام المدارس کے مہتمم حضرت قاری عبدالحمید لدھیانوی ؒ ہوتے تھے۔فیصل آباد میں اس زمانہ میں ایک اور قاری عبدالرحمٰن ؒ تھے۔ جو قاری رحیم بخش ؒ کے شاگرد تھے۔ فیصل آباد کے دینی حلقہ میں مشہور تھا کہ یہ دو پہلوان (قاری محمد ابراہیم ؒ، قاری عبدالرحمٰن ؒ) فیصل آباد میں خدمت قرآن کے لیے قاری رحیم بخش ؒ نے بھیجے ہیں۔ ویسے دیانت داری کی بات یہ ہے کہ قاری رحیم بخش پانی پتی ؒ کا ایک خاص ذوق تدریس تھا۔ لب ولہجہ،طرز ادا،منزل کی پختگی، پانی کی طرح پڑھنے میں روانی، حفظ وقرآت میں ایک امتیازی انداز وذوق رکھتے تھے۔اپنے استاد محترم کے اس انداز وذوق کو فیصل آباد میں اگر سب سے پہلے کسی نے متعارف کرایا ہے تو وہ حضرت قاری محمد ابراہیم ؒ تھے۔

فیصل آباد اس زمانے میں لائل پور تھا۔قاری محمد ابراہیم ؒ نے کلاس کیا قائم کی۔ چہار سو آپ کے پڑھانے کی ایک دھاک بیٹھ گئی۔اب قریبی اضلاع اوکاڑہ، قصور، ساہیوال، شیخوپورہ، جھنگ اور سرگودھا تک طلباء ان کے ہاں جمع ہونا شروع ہوگئے۔آپ کے شاگردوں کی جماعت ہی مدرس بن گئی تو قرب وجوار سے گردان کے طلباء آنے لگے۔قاری عبدالحمید لدھیانوی ؒ نے ام المدارس میں پرائمری کی کلاس جاری کر رکھی تھی۔ حکومت نے پرائیویٹ تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لیے تو مدرسہ ام المدارس کی یہ بلڈنگ بھی سرکاری قبضہ میں چلی گئی۔اب قاری محمد ابراہیم ؒ سے پڑھنے والے تمام طلباء مسجد کی گیلریوں میں قیام پذیر ہوتے اور مسجد ہی درسگاہ ہوتی۔ان دنوں کا فقیر نے خود نظارہ کیا ہے کہ جامع مسجد ام المدارس کا وسیع وعریض صحن مختلف حفظ وقرآت کے حلقوں سے اٹا ہوتا تھا۔سدا بہار قرآنی ماحول کا اب بھی تصور آتے ہی دماغ مہک اٹھتا ہے۔اس زمانہ میں قاری محمد ابراہیم ؒ کی کلاس کا معائنہ وامتحان کے لئے قاری رحیم بخش ؒ اور ان کے استاد قاری فتح محمد پانی پتی ثم مدنی ؒ بھی فیصل آباد تشریف لاتے۔

اس زمانے میں مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ،علامہ خالد محمود، قاری محمد اجمل خان ؒ،مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ ؒ،مولانا ضیاء القاسمی ؒ ایسے حضرات آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔ جامعہ ام المدارس کے سالانہ جلسے پر جمع ہوتے تھے،تو ایک عجیب وغریب سماں قائم ہوجاتا۔اس پانی پتی انداز تعلیم کو فیصل آباد میں قاری محمد ابراہیم ؒ نے چار

چاند لگا دیے۔ پھر ۱۹۷۳ء میں قاری محمد یاسین مدظلہ کو قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فیصل آباد بھجوا دیا۔ ایک ماہ کے قریب آپ نے ام المدارس کی درسگاہ کو قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رونق بخشی۔ پھر قاری محمد یاسین مدظلہ کی یہ کلاس مسجد باغ والی میں بھی منتقل ہوئی۔ اب ام المدارس اور مسجد باغ والی کی کلاسیں نور علیٰ نور کا مصداق ہوگئیں۔ کچھ عرصہ بعد قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے قاری اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فیصل آباد آگئے۔ اب تو پانی پتی انداز تعلیم سے فیصل آباد گلشن صد ارونق ہوگیا۔ قاری محمد یاسین مدظلہ نے جامعہ دارالقرآن قائم کیا جواب فیصل آباد کے دینی اداروں میں ممتاز ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے ام المدارس سے زرعی یونیورسٹی کی مغربی جانب گرین ویو کالونی میں جامعہ طیبہ قائم کیا۔ حفظ و قرأت اور درس نظامی دونوں شعبوں میں کام پھیلا، تو حفظ، گردان، قرأت کے تعلیمی نظام کو علیحدہ عمارت میں قائم کیا اور درس نظامی کا بھی علیحدہ کام شروع کیا۔ آج تو مسجد، درس نظامی کا مدرسہ، حفظ و گردان، قرأت کا مدرسہ بنات و بنین کے بھی علیحدہ علیحدہ شعبے قائم ہیں جو فیصل آباد کے اداروں میں اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں۔

قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد میں ہر تحریک میں صف اول میں رہے۔ فیصل آباد کے بے تاج بادشاہ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے آپ دست راست شمار ہوتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ۱۹۸۲ء میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ سے چناب نگر منتقل ہوئی تو مہمانوں میں کھانا تقسیم کرنے کے عمل کو قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذمہ لیا۔ آپ اپنے رفقاء اور طلباء کے ساتھ برابر برابر خود اپنے ہاتھوں یہ کام سرانجام دیتے۔ جہری نمازیں کانفرنس کے دوران آپ کے ذمہ ہوتیں۔ صحت کے زمانہ میں اپنے صاحبزادہ قاری محمد ابوبکر شاگرد رشید قاری محمد اشفاق کو تربیت دی۔ تمام اساتذہ و طلباء کی پوری ٹیم کو دو دن سالانہ کانفرنس کے لیے بھی وقف کردی۔ خود سردی اور گرمی، صحت و علالت کے باوجود ہر سال برابر ربع صدی اس نظام کی نگرانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اب بھی آپ کے تربیت یافتہ متذکرہ حضرات اس نظم کو چلاتے ہیں۔ جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

پڑھنے پڑھانے کے علاوہ آپ ذکر و فکر تصوف و طریقت کے بھی شناور تھے۔ مولانا مفتی جمیل احمد رحمۃ اللہ علیہ رائیونڈ والوں سے چاروں سلسلوں میں آپ کو خلافت حاصل تھی۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود طلباء کے لیے ابر رحمت تھا، غریب طلباء کی بہت ہی مدد فرماتے۔ آپ بہت

ہی کھلے دل کے ساتھ مہمانوں کا خیال رکھتے تھے۔ دل کی طرح دستر خواں بھی بہت وسیع تھا۔ طلباء جو فارغ ہوتے مختلف مدارس میں ان کی تقرری کراتے۔ ایک وسیع نیٹ ورک کے تحت آپ کا فیض جاری ہے۔

خوب صحت مند اور تنومند، بلند و بالا قد کاٹھ کے انسان تھے۔ پہلے شوگر نے ڈیرہ ڈالا۔ پھر اس کے لوازمات نے گھیرا تنگ کیا۔ لیکن آخر وقت تک تمام تر علالت کے باوجود قرآن مجید کی خدمت کے صدقہ میں دل و دماغ کام کرتے رہے۔ بارہا حج وعمرہ کیے۔ اپنے دادا استاد قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بارہا قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کو طواف کی حالت میں منزل سنانے کا شرف حاصل کیا۔ خوب ہی مقدروں والے انسان تھے۔ آخری دنوں علالت نے زور کیا تو صاحبزادوں نے ہسپتال میں داخل کرادیا۔ وقت آخر آ گیا۔ قرآن سنتے سناتے درود شریف کا ورد کرتے آخرت کو چل دیے۔

۲۷ر دسمبر ۲۰۱۴ء کو دو بجے جنازہ ہوا جو فیصل آباد کے بہت بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ عمر بھر فیصل آباد کے عوام کی خدمت کی۔ اس دنیا سے گئے تو پورے ماحول کو سوگوار چھوڑ گئے۔

(۱۲۳)

ابراہیم سلیم پوری رحمۃ اللہ علیہ (جگرانوی)، مولانا محمد

(وفات: ۹ر ستمبر ۱۹۷۰ء)

آپ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ابتداء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ساٹھ سال تدریس کی۔ میاں چنوں میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر جب قادیانی تھے تب ایک مناظرہ میں دیکھا۔ وقت آیا کہ مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ مسلمان ہو گئے۔ تب مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب آپ کی شکل دیکھ کر دعا کی تھی یا اللہ یہ چہرہ جہنم جانے کے لئے نہیں۔ مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے۔ فرمایا: حضرت بس آپ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان واسلام کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۱۲۴)

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (سکھر)، حضرت حاجی محمد

(وفات: ۶/ مارچ ۲۰۰۰ء)

سکھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی رہنماء اور بہی خواہ حضرت حاجی محمد ابراہیم تھے۔ خوب ہی محنتی اور بہادر انسان تھے۔ معاملہ فہم اور گہری دور کی سوچ کے مالک تھے۔ زندگی کی آخری سانس تک عقیدۂ ختم نبوت کے لئے مثالی جدوجہد کی۔ ان کا گھرانہ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کا میزبان گھرانہ تھا۔

(۱۲۵)

ابراہیم مجددی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ محمد

آپ موضع سیتھل ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ، ضلع جہلم سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں ایک کتاب ''ردمرزا قادیانی'' لکھی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہوکر منصۂ شہود پر جلوہ افروز نہ ہوسکی۔

(۱۲۶)

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (منڈی بہاؤالدین)، مناظر ختم نبوت مولانا محمد

(وفات: ۸/دسمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا محمد ابراہیم صاحب بہت ہی منکسر المزاج عالم تھے۔ آپ سراپا علم تھے۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف علم تھا۔ کتب بینی ومطالعہ کے دلدادہ تھے۔ بھاری بھر کم لائبریری بنا رکھی تھی۔ جس میں قادیانیت ورد قادیانیت کی کتب کا ذخیرہ نسبتاً زیادہ تھا۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی طور پر تعلق اشاعت التوحید والسنۃ سے تھا۔ آپ کے اشاعتی بزرگوں سے مثالی تعلقات تھے۔ آپ نے رد قادیانیت کا کورس مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تھا۔ زندگی بھر ان بزرگ اساتذہ کے علوم کے خزانے لٹاتے رہے۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ نے اپنے ادارہ جامعہ عربیہ میں ان کی ردقادیانیت پر تخصص کرانے کے لئے خدمات حاصل کیں۔ چند سال پہلے تک یہ سلسلہ خوب چلتا رہا۔اس کے بعد پھر گاؤں تشریف لے گئے۔البتہ ہر سال ردقادیانیت کے سالانہ پندرہ روزہ کورس پڑھانے کے لئے حضرت مولانا چنیوٹی مرحوم کے ادارہ میں تشریف لاتے رہے۔ جب بھی حضرت تشریف لاتے معلوم ہونے پر چناب نگر مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی میں ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ یہ ان کی دوست پروری تھی۔فقیر راقم جب بھی منڈی بہاء الدین کا سفر کرتا مولانا سے ملاقات ہونا لازمی امر تھا۔لیکن ان کی غریب پروری کہ اکثر خود تشریف لاتے۔محبتوں سے سرفراز فرماتے جب بھی ملاقات ہوتی، کسی نہ کسی مسئلہ پر ضرور تبادلہ خیال کرتے۔آج سے قریباً چھ ماہ قبل منڈی بہاء الدین جانا ہوا۔حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منڈی بہاؤالدین و گجرات نے فرمایا کہ مولانا ابراہیم صاحب کی طبیعت کچھ علیل ہے۔عصر کا وقت تھا۔فقیر نے عرض کیا صبح انشاءاللہ العزیز حضرت مولانا سے ملنے کے لئے جائیں گے۔لیکن جونہی مغرب کی نماز پڑھ کر دفتر میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیڑھی پر ساتھی کے سہارے تشریف لا رہے ہیں۔فقیر نے آگے بڑھکر سینہ سے لگایا۔مولانا آبدیدہ ہوگئے،تشریف رکھتے ہی فرمایا کہ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔خیال ہوا کہ آپ مہمان ہیں۔ ہمارے علاقے میں آئے ہیں تو طبیعت پر جبر کر کے ملاقات کے لئے آ گیا ہوں اور پھر مناظرہ ڈاور کی روئیداد سنانی شروع کی۔روئیداد کیا تھی، آنکھوں دیکھا، دیدہ وشنیدہ حالات کے تہہ کو کھولتے گئے۔اتنی مربوط گفتگو فرمائی کہ لطف دوبالا ہوگیا۔مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ کی قادیانی مناظر قاضی نذیر احمد کو پٹخنی دینے کے ایسے حالات سنائے کہ بس سماں باندھ دیا۔

پھر ''بل رفعہ الیہ وکان عزیزاحکیما'' کے متعلق فرمایا کہ یہاں استاذ حضرت مولانا محمد حیات رحمہ اللہ ایک نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے۔وہ آپ سناویں فقیر نے وہ عرض کیا تو دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے فرمایا بالکل یہی تھا یہی تھا۔ بہت ہی خوشی و انبساط کا اظہار فرمایا۔ احتساب قادیانیت کی جو جلد چھپتی اسے منگواتے، پڑھتے اور پھر دعاؤں سے نوازتے۔کبھی کبھار تو تحریری مشوروں سے بھی ممنون احسان فرماتے۔فقیر کی حضرت مرحوم سے یہ آخری ملاقات تھی۔ جاتے ہوئے اجازت چاہی تو دیر تک سینے سے لگائے رکھا۔آپ کی ان اداؤں کو اب یاد کرتا ہوں تو دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی ہے کہ مولانا کتنی محبتوں والے انسان تھے۔ ہلکا جسم،لمبوترا چہرہ، داڑھی لمبی اور ورلی،بال ریشم سے زیادہ نرم و نازک۔مولانا گفتگو کے ماہر تھے۔آپ کی گفتگو میں الفاظ نرم

اور دلائل گرم ہوتے تھے۔ بات کرتے تو دل موہ لیتے تھے۔ خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ وہ کیا گئے کہ دل کا چمن ہی ویران ہو گیا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

مولانا محمد ابراہیم پہلے مڈھ رانجھا میں ہوتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ بھی ابتداً مڈھ رانجھا میں آکر قیام پذیر رہے۔ غالباً یہ اس زمانہ میں آپ نے انجمن تبلیغ اسلام قائم فرمائی تھی۔ بعد میں جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن تبلیغ اسلام کے کام کو سنبھالا۔ دسمبر ۱۹۶۳ء میں آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام تھا: ''ابن مریم زندہ ہیں حق کی قسم'' اس رسالہ کو احتساب قادیانیت ج ۴۴ میں شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کے حضور شکر بجالاتے ہیں۔ ملعون قادیان نے ایک شعر کہا جس میں تھا ۔

حق کی قسم مر گیا ابن مریم

اس مصرعہ کے جواب کو اس کتابچہ کا عنوان بنایا گیا۔ قارئین کرام! یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے۔ عجیب اتفاق ہے کہ فقیر آج ۱۴؍اپریل ۲۰۱۲ء کو عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس پھالیہ میں شرکت کے سلسلہ میں پھالیہ میں قیام پذیر ہے اور پھالیہ میں یہ سطور لکھی جارہی ہیں۔ پھالیہ مڈھ رانجھا کے بہت قریب ہے۔ انہیں حضرات کی ان محنتوں کے صدقہ میں جہاں اللہ رب العزت نے اس کتابچہ کو شائع کرنے کی توفیق دی، وہاں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کی بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو توفیق سے سرفراز فرمایا۔ پاکستان بننے کے بعد اس علاقہ میں یہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس پھالیہ پہلی بار اتنے بڑے پیمانہ پر منعقد ہو رہی ہے کہ اس پر جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس کانفرنس میں گجرات، جہلم، منڈی بہاؤالدین کے تین اضلاع سے عوام شرکت کر رہے ہیں۔ کانفرنس اپنی نوعیت کی مثالی کانفرنس ہے۔ حق تعالیٰ اسے کامیابی سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۱۲۷)

ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

(پیدائش: اپریل ۱۸۷۴ء ...... وفات: جولائی ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد ابراہیم میر بن عمر دین سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ اپریل ۱۸۷۴ء، مطابق ۱۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا ابوعبداللہ، عبیداللہ، غلام حسن اور بعض دوسرے علماء سے علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ مولانا غلام حسن نے سند

عنایت فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف کو سید نذیر حسین محدث دہلوی ؒ نے سند حدیث دی تھی۔

مولانا ابراہیم میر فارغ البال اور معاشی مسائل سے آزاد عالم دین تھے۔ انہیں وراثت میں کافی زمین اور دوسری جائیداد ملی تھی۔ اس جائیداد کی آمدنی سے خوشحالی کی زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے نادر ونایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ بہم پہنچایا تھا۔ مولانا میر پنجاب کے اہل حدیث علماء کے سرخیل تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (م۱۳۶۷ھ) کے رفقاء میں سے تھے اور ان ہی کی طرح مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (قائم شدہ دسمبر ۱۹۰۶ء، مطابق ۱۳۲۴ھ) کے بانیوں میں سے تھے۔ سیاسی طور پر جمعیۃ علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ مگر متحدہ قومیت کے مسئلے پر جمعیۃ علمائے ہند سے الگ ہوگئے۔ جب مولانا شبیر احمد عثمانی (م۱۳۶۹ھ) نے جمعیۃ علمائے اسلام کی داغ بیل ڈالی تو مولانا میر نے پیرانہ سالی کے باوجود اس کے لئے کام کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی رکھتے تھے اور ۱۹۱۸ء کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ سے ان کا تعلق خاطر پختہ ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پاکستان وجود میں آیا۔

مولانا موصوف نے تعلیمی اور دینی انجمنوں کے پلیٹ فارم سے بھی بھرپور کام کیا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تنظیم وترقی کے لئے کوشاں رہے۔ سیالکوٹ میں انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی۔ جس کے تحت ایک ادارہ ''مدرسۃ العلوم'' قائم کیا۔ ۳؍دسمبر ۱۹۱۱ء، مطابق ۱۲؍ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو سیالکوٹ کے چند اہل درد نے ''انجمن اسلامیہ سیالکوٹ'' کے نام سے ایک رفاہی سماجی انجمن بنائی۔ مولانا موصوف اس کے اوّلین اجلاس میں شامل ہوئے اور انجمن کے شعبہ تبلیغ اسلام کے نگران رہے۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے ساٹھ سال کی عمر میں یکم؍جولائی ۱۹۵۶ء، مطابق ۲۶؍جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ کو وفات پائی اور سیالکوٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔ ان کی کئی علمی ودینی کتابیں یادگار ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱...... ''تاریخ اہل حدیث''

۲...... ''شہادت القرآن''

۳...... ''سیرت المصطفیٰ (جلد اوّل، دوم)''

۴...... ''تفسیر الدر النظیم''

ان کی ادارت میں ماہنامہ ''الہادی'' (سیالکوٹ) ایک عرصہ تک طبع ہوتا رہا۔

مزاجاً معتدل اور صالح طبیعت کے انسان تھے۔ ایک اچھے انسان کی تمام خوبیوں کے حامل تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو خلوص وللّٰہیت کی نعمت سے بھرپور نوازا تھا۔

تحریر وتبلیغ کی طرح فن مناظرہ کے بھی شناور تھے۔ قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ میں ردقادیانیت کے امام تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ''شہادت القرآن فی اثبات حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام پر دو حصوں میں کتاب لکھی۔ جو مرزا قادیانی کی زندگی میں آپ نے شائع کی۔ مرزا قادیانی اس کا جواب نہ دے پایا۔ حالانکہ اسے جواب دینے کے لئے للکارا گیا تھا۔ یہ کتاب نایاب ہوگئی تو اسے پھر قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشرواشاعت سے شائع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میں اس مجلس میں موجود تھا جس مجلس میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کتاب کی اشاعت کے لئے فرمایا۔ مگر کتاب کا حصول اور طباعت کی اجازت کا مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ورثاء سے مرحلہ درپیش تھا۔ چونکہ میرا (سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ) آبائی تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ اس لئے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ یہ مرحلے میں طے کروں گا۔ چنانچہ علی الصبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سیالکوٹ چل نکلا۔ مولانا ابراہیم میر رحمۃ اللہ علیہ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولانا محمد عبدالقیوم میر رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد پروفیسر ساجد میر) آپ کے وارث تھے۔ ان کے دروازہ پر دستک دی۔ باہر تشریف لائے۔ میں (سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ) نے ان سے حضرت رائے پوری کی خواہش کا اظہار کیا۔ کتاب اور اجازت اشاعت طلب کی، وہ الٹے پاؤں گھر گئے۔ لائبریری سے وہ کتاب اٹھالائے اور یہ وہ نسخہ تھا جس پر مصنف مرحوم (مولانا محمد ابراہیم میر رحمۃ اللہ علیہ) نے ضروری اضافے وترامیم کی تھیں۔ لیکن اس نسخہ کے سرورق پر مصنف مرحوم کا نوٹ لگا تھا۔ ''بدلحاظ بن جاؤ لیکن کتاب کو لائبریری سے مت باہر جانے دو'' یہ نوٹ پڑھ کر کتاب کے حصول کی بابت مایوسی ہوئی۔ لیکن قدرت کا کرم کہ اگلے ہی لمحہ میں میر عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چھپوانا مطلوب ہے اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے۔ لیجئے کتاب بھی حاضر اور چھاپنے کی بھی اجازت ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتاب لے کر خوشی خوشی دوپہر تک لاہور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوگیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کارروائی پر بہت خوشی کا

اظہار فرمایا اور دعائیں دیں اور کتاب کی کتابت اپنی نگرانی میں کرانے کا حکم دیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی نسخہ سے کتابت کی اجازت دی اور مصنف مرحوم کے نسخہ جس میں ترامیم واضافے تھے۔ اسے سامنے رکھا گیا۔ جتنی کتابت ہوتی جاتی وہ میر عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھجوادی جاتی۔ وہ پروف پڑھتے رہے یوں مختصر عرصہ میں کتاب چھپنے کے لئے تیار ہوگئی۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا اور اس نسخہ کے پھر کئی بار ایڈیشن مجلس نے شائع کئے۔" اب اسے سرگودھا کا ایک اہلحدیث ادارہ شائع کر رہا ہے۔

اس کتاب کے علاوہ مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے رد قادیانیت پر کئی رسائل بھی شائع ہوئے۔ کس طرح اپنے دلی درد کا اظہار کیا جائے کہ وہ تمام رسائل میسر نہ آئے۔ بہت ساری لائبریریوں کو چھان مارا بعض حضرات کو خطوط بھی لکھے۔ لیکن سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ ملا۔ دنیا کو کیا ہوگیا ہے۔ فالی اللہ المشتکی!

حضرت مولانا پروفیسر ساجد میر خوب آدمی ہیں۔ عرصہ ہوا اپنے مخدوم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری دیکھنے کے لئے اجازت طلب کی۔ کئی بار خطوط کا جواب نہ ملا۔ پھر خود تاریخ مقرر کر کے حاضری کا فقیر نے اعلان پر مشتمل عریضہ لکھا۔ جواب ملا لائبریری بن رہی ہے۔ کچھ عرصہ بعد قابل استفادہ ہوگی۔ چنانچہ چھ ماہ بعد خود جا دھمکا۔ پروفیسر صاحب تو موجود نہ تھے۔ ان کے بعد جو صاحب لائبریری سے استفادہ کی اجازت کے مجاز تھے انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل پر مشتمل احتساب قادیانیت کی جلد دیکھ رکھی تھی۔ یہ نسبت کام کرگئی۔ انہوں نے آنکھوں پر بٹھایا (افسوس کہ اس محسن کا نام یاد نہیں ہے۔ جس حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھیں) لائبریری میں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ تمام تھکاوٹ دروازہ سے باہر رکھ کر تازہ دم اندر قدم رکھا۔ متعلقہ حصہ لائبریری دیکھا تو پھر کمر ٹوٹ گئی کہ مکمل رسائل وہاں بھی موجود نہیں تھے۔ جو موجود تھے انہوں نے فوٹو کرادیئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا فقیر اللہ اختر کی ہمراہی کا مجھے شرف حاصل تھا۔ سالہا سال بعد میسر آجانے والے رسائل کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد نمبر۱۹ کی مالا یدرک کلہ لایترک کلہ کے فارمولا کے تحت ان رسائل کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ لیکن "آج میرے دل میں درد سوا ہے" کے تحت جان نکلی جارہی ہے کہ کاش تمام رسائل مل جاتے۔ ہمیں کل بارہ رسائل میسر آئے۔

رسالہ "فص ختم النبوۃ" پر سلسلہ تبلیغ نمبر۲۸ درج ہے۔ باقی کہاں؟ ایک رسالہ پر کھلی چٹھی نمبر۲ ہے۔ پہلی چٹھی نہ مل سکی۔ ایک رسالہ تردید مغالطات مرزائی نمبر۲ درج ہے۔

پہلا نمبراوراس کے بعدوالے نہ مل سکے۔مل جاتے تو سونے پرسوہاگہ ہوتا۔اس کتاب کی اشاعت کے بعدکوئی کرم فرما،حاتم طائی کے ریکارڈ کوتوڑدے تووہ بھی کسی جلد میں شائع کردیں گے۔ورنہ کم ترک الاولون للاخرون ہی پر معاملہ چھوڑتے ہیں۔جوبارہ رسائل ملےوہ یہ ہیں۔

۱...... ’’فبهت الذی کفر‘‘ یہ فروری۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔صدر بازار سیالکوٹ میں قادیانی عبادت گاہ کے ابو یوسف مبارک قادیانی سے آپ کی گفتگو ہے۔قادیانی امام کوچاروں شانے چت کیا گیاہے۔پڑھیں گے جھوم اٹھیں گے۔

۲...... ’’الخبر الصحیح عن قبر المسیح‘‘۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ مسیح علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔یہ ایسا دعویٰ بدیہہ البطلان ہے کہ تینوں سماوی مذاہب کے پیروکاروں میں سے ایک شخص بھی اس کا قائل نہیں۔مولانا مرحوم نے قرآن وسنت اور حالات ومشاہدات سے اس دعویٰ کو باطل قراردیاہے۔مختصرمگر جامع،بقامت کہتر وبقیمت بہتر،کا مصداق ہے۔

۳...... ’’قادیانی مذہب بمع ضمیمہ خلاصہ مسائل قادیانیہ‘‘ یہ رسالہ ستمبر۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔پاکستان بننے کے فوری بعد مرزامحمود قادیانی......۳۱راکتوبر،۱،۲رنومبر۱۹۴۸ء کوکوئٹہ گیا۔اس دور میں مرزامحمود پر بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کا بھوت سوار تھا۔مرزامحمود کی نکیل معلم الملکوت نے تھام رکھی تھی وہ کسی کو پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیتا تھا۔تب مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ اسے لگام ڈالنے کے لئے کوئٹہ جادھمکے۔آپ کے بیانات ہوئے،علماء بلوچستان کی درخواست پرایک رات میں یہ رسالہ مرتب ہوا۔متذکرہ تاریخوں میں قادیانی جلسہ گاہ میں یہ تقسیم کیا گیا۔مرزامحمود دم دبا کر بھاگ آیااور بلوچستان میں قادیانیوں کے پاؤں نہ ٹکنے پائے۔آج بلوچستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوملکیتی دفاتر اور مدرسہ قائم ہیں۔جب کہ قادیانیوں کی پورے صوبہ میں ایک بھی عبادت گاہ نہیں۔اقتدار کا نشہ ہرن ہوا۔قادیانی بھی عنقاء ہوں گے۔ انشاء اللہ!

۴...... ’’صدائے حق‘‘ ایک مسلمان خاتون کی درخواست پر مختصر رسالہ جس میں قادیانیت کے کفرکوواضح کیاہے،ترتیب دیا۔

۵...... ''فیصلہ ربانی برمرگ قادیانی'' ایڈیشن دوم جو مارچ ۱۹۳۴ء بہار پریس ملتان سے شائع ہوا۔ پنجابی اشعار میں مرزا کی موت کی حالت واقعی دیکھائی گئی ہے۔

۶...... ''ختم نبوت اور مرزا قادیان'' مرزا قادیانی کے مزعومہ تحریفات کے جوابات پر مشتمل ہے۔

۷...... ''فص ختم النبوۃ بعموم وجامعیۃ الشریعۃ'' قرآن وسنت سے صاحب ختم نبوت کی آفاقی وعالمگیر نبوت کے دلائل کو پیش کر کے قادیانی نظریات کے لغو پن کو آشکارا کیا ہے۔

۸...... ''کشف الحقائق یعنی روئیداد مناظرات قادیانیہ'' مئی ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں کے ساتھ سیالکوٹ میں چار مسائل۔ (۱) نکاح محمدی بیگم والی پیش گوئی۔ (۲) حیات حضرت مسیح علیہ السلام۔ (۳) تنقید صدق وکذب مرزا۔ (۴) ختم نبوت بر آنحضرت ﷺ، پر قادیانیوں سے علماء اسلام کے مختلف نشستوں میں مناظرے ہوئے۔ ان علمائے اسلام میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور دیگر حضرات شامل تھے۔ ان مناظرات کی جامع رپورٹ ہے۔

۹...... ''امام زمان، مہدی منتظر، مجدددوراں'' سکندرآباد، حیدرآباد دکن میں جنوری ۱۹۳۷ء میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کے متذکرہ تین عنوانات پر بیانات ہوئے۔ جس میں مرزا کے دعویٰ، امامت، مہدویت، مجددیت کے بخیئے ادھیڑے گئے۔ ان بیانات کو انجمن اہل حدیث نے شائع کیا۔

۱۰...... ''کھلی چٹھی نمبر۲'' معروف قادیانی مناظر غلام رسول راجیکی کے نام مولانا میر ابراہیم صاحب کا مکتوب مفتوح۔

۱۱...... ''تردید مغالطات مرزائیہ نمبر۲'' ایک قادیانی مناظر کے جواب میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

۱۲...... ''مسئلہ ختم نبوت'' مولانا سیالکوٹی کی تفسیر تبصیر الرحمٰن سے نساء:۴۴ کی تفسیر میں مسئلہ ختم نبوت پر مولانا کے تفسیری نوٹ کو مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔

یہ بارہ رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۱۹ میں ص ۱۱ سے ۲۸۲ تک موجود ہیں۔

(۱۲۸)

ابراہیم کمیر پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش:۱۹۲۰ء ...... وفات:۱۹/جون۱۹۸۹ء)

اہل حدیث کے نامور عالم دین تھے۔ مصنف وخطیب اور صحافی تھے۔ آپ عرصہ تک جمعیۃ اہل حدیث کے نائب امیر بھی رہے۔ چونکی سے قومی اسمبلی کا الیکشن جیت کر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ بہت ہی نستعلیق قسم کے عالم تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر دو رسالے تحریر فرمائے جو مندرجہ ذیل تھے:

۱...... فسانۂ قادیان

۲...... مرزائے قادیان کے دس جھوٹ مع جواب الجواب

یہ دونوں کتابیں احتساب کی جلد ۳۵ میں شریک اشاعت ہیں۔

(۱۲۹)

ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ، قطب دوراں حضرت مولانا

(پیدائش:۱۲۹۷ھ ...... وفات:۴/مارچ۱۹۴۱ء)

حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۷ھ میں بکھڑا تحصیل میانوالی ضلع بنوں میں ملک مستی خان کے گھر میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ملک مستی خان اپنے علاقے کے بہت بڑے رئیس اور پنچائت کے سربراہ تھے۔ نسب کے اعتبار سے آپ راجپوت تلوکر تھے۔ پیدائش کے بعد آپ کے والد ماجد آپ کو بکھڑا کے مشہور، صاحب نسبت عالم دین حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی خدمت میں لے گئے اور دعا کی درخواست کی۔ مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ربانیہ کے حصول کی دعا کی اور آپ کے والد سے کہا: اس بچہ کو علم دین سکھانا۔ ''یہ اللہ کا بہت بڑا ولی ہوگا۔''

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ایسا ہی ہوا۔ مولانا غلام محمد صاحب کی پیش گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اور نہایت کم عرصے میں علم وعرفان کے بام عروج تک پہنچ گئے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قران بکھڑے کی مسجد ہی میں پڑھا۔ تعلیم قرآن سے فراغت کے بعد عربی علوم کا

شوق دامن گیر ہوا تو آپ موضع سیلوان میں حضرت مولانا عطاء محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد عربی کی متوسط کتابیں پڑھنے کے لئے بندھیال تشریف لے گئے۔ تکمیل علم کے لئے آپ ہندوستان تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھا۔ پھر وہاں سے کانپور تشریف لے گئے اور مولانا احمد حسین کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی۔

بندھیال کے زمانہ طالب علمی میں آپ سلوک واحسان کی شاہراہ پر چل پڑے۔ پہلے حضرت پیر سید لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد عثمان نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوگئے۔ پیر سید لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ نے ان کے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے قبول فرما کر آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرایا اور یہ حضرت خواجہ محمد عثمان کی توجہ اور فیض رسانی کا ثمرہ تھا کہ آپ نے نہایت کم وقت میں تصوف وسلوک کے بڑے بڑے منازل طے کئے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان کی وفات کے بعد آپ نے اپنے ہم عمر شیخ حضرت خواجہ سراج الدین سے تجدید بیعت کی۔ آپ نے صدق قلب سے حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خدمت کی کہ نہایت کم وقت میں انہوں نے آپکے سلوک کے اسباق مکمل کرا کر خلعہ خلافت سے نوازا۔

ابھی تک آپ کا قیام اپنے آبائی مسکن موضع بکھڑے ہی میں تھا کہ رجوع خلق عام ہوگیا اور اہل طلب آپ کے فیوضات سے بہرہ ور ہونے لگے۔ موضع بکھڑا چونکہ دور دراز دیہات میں واقع تھا۔ سفر کے ذرائع بھی نہ تھے۔ ارادتمندوں کو مشکلات کا سامنا تھا۔ اس لئے حضرت نے ایک نئی جگہ اور نئی بستی آباد کرنے کا ارادہ کیا جو آج کل ''خانقاہ سراجیہ مجددیہ'' کے نام سے ایک عالمگیر شہرت کی حامل خانقاہ ہے۔ یہاں بیٹھ کر آپ نے ارشاد وابداء کا وہ فیض جاری کیا کہ عالم اس سے سیراب ہوگیا۔ آپ صرف خانقاہ کے پیر نہیں تھے بلکہ ایک ثقہ عالم، صاحب طرز ادیب اور بدیہہ گو شاعر بھی تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے بامعنی اور باکمال اشعار کہے ہیں۔ آپ کے معلوم خلفاء کی تعداد بتیس تک ہے۔ جن میں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی فاضل دارالعلوم (دیوبند)، حضرت مولانا قاضی صدرالدین (ہری پور)، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع (سرگودھا)، حضرت مولانا نذیر احمد عرشی شامل تھے۔ آپ کے تمام خلفاء رشد وہدایت کے آفتاب ومہتاب تھے۔ حضرت اقدس مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی قدر ومنزلت اور سلوک میں اعلیٰ مقام کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کے امام مانتے تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، صدر مجلس احرار نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلے میں پورے ملک سے دو اکابر اولیاء اللہ، ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری راہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے۔ اسے جاری رکھا جائے۔ اس لئے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی۔ اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا؟

مسجد شہید گنج کے ملبے کے نیچے مجلس احرار کو دفن کرنے والے انگریز اور قادیانی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس لئے کہ انگریز کو ملک چھوڑنا پڑا۔ جب کہ مرزائیت کی تردید کے لئے مستقل ایک جماعت ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان'' کے نام سے تشکیل پاکر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔

اسی طرح فقیر نے کہیں پڑھا ہے۔ بغاوت کیس میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ جب گرفتار تھے تو اپنے ایک ملنے والے سے حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھجوایا کہ آپ کے جیتے جی میں جیل ہوں۔ آپ نے پیغام سنا تو ٹھنڈا سانس لیا کہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ صحیح فرماتے ہیں۔ مگر اب بوڑھا ہوگیا ہوں۔ (یعنی وظائف میں مجاہدہ کرنا دشوار ہے) ورنہ ایک منٹ کے لئے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں نہ رہنے دیتا۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک رات پہلے حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کروٹیں بدلتے رہے۔ پھر بے قراری میں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں (مولانا عبداللہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ حضرت خیریت ہے؟ فرمایا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا جیل میں ہونا پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ چین نہیں آرہا۔ میں (حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا حضرت کوئی خطرہ ہے۔ فرمایا بالکل نہیں وہ تو میری گود میں ہیں۔ چند دنوں بعد حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ رہا بھی ہوگئے۔ لدھارام گواہی سے منحرف ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مرزائے قادیانی کے رد کے لئے صرف ایک ہی دلیل کافی وشافی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ: ''آئندہ زمانے میں بہت سے دجال پیدا ہوں گے اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں۔'' اس دجال کی شناخت کا یہ معیار کس قدر آسان اور عام فہم ہے جس کو ایک غبی سے غبی انسان بھی

سمجھ سکتا ہے کہ وہ انا نبی کا دعویٰ کرے گا۔ اب جس شخص کو انا نبی کا دعویٰ کرتا ہوا دیکھو فوراً سمجھ لو کہ دجال ہے۔ چونکہ نبوت رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک کے لئے ختم ہو چکی۔ جس کے بعد انا نبی کے قول میں کسی قسم کا اختلاط صدق و دیانت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ یعنی اگر کوئی شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے متعلق یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ شاید وہ نبی ہو اور سچ کہتا ہو۔ بلکہ فوراً اس کے کذاب و دجال ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ دجل کے معنی ہیں حق و باطل کو اس قدر مختلط کرنے کی کوشش کرنا کہ عوام الناس ان کی تمیز نہ کر سکیں۔ پس جو مدعی کاذب خواہ مخواہ نبی بن بیٹھے وہ دجال ہے۔ اس کا علاج متذکرہ حدیث ہے۔'' (تحفہ سعدیہ ص ۲۲۹)

(۱۳۰)

ابوالاعلیٰ مودودی، سید

(پیدائش: ۲۵؍ستمبر ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۲۲؍ستمبر ۱۹۷۹ء)

''قادیانی مسئلہ'' برصغیر کے معروف صاحب قلم رہنما جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ صاحب نے فروری ۱۹۵۳ء میں ''قادیانی مسئلہ'' نامی کتابچہ تحریر فرمایا۔ درحقیقت جنوری ۱۹۵۳ء میں ۲۳ نکات بائیس علماء کرام نے منظور کئے۔ ان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ بھی تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلانے کے فیصلہ کے وقت جناب مودودی صاحب موجود تھے۔ جب تحریک چلی تو اپنے کو دور کھیتوں میں جا کھڑا کیا۔ اس زمانہ میں ۲۲ علماء کی دستوری سفارشات میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دینے کے مطالبہ کی حمایت میں یہ پمفلٹ تحریر کیا جو چھپوا کر تحریک کے زمانہ میں بھرپور تقسیم کیا۔ فوج میں بھی تقسیم ہوا۔ جب لاہور میں جنرل اعظم نے مارشل لاء لگایا تب اس پمفلٹ کی اشاعت کو بہانہ بنا کر سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ صاحب کو بھی دھر لیا گیا۔ مارشل لاء حکام نے آپ کے لئے موت کی سزا دی جو بعد میں معاف کر دی گئی۔ اسی پمفلٹ کی وجہ سے مودودی صاحب ان مراحل سے گذرے۔ ورنہ ان کا بیان ریکارڈ کا حصہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف تحریک ختم نبوت سے لاتعلقی کا اظہار کیا بلکہ ان کی جماعت کے جو رہنماء اس تحریک میں شامل ہوئے انہیں جماعت سے خارج کرنے کی سزا دی۔ واقعہ یہ ہے کہ جناب مودودی صاحب خوب لکھاری آدمی تھے۔ ان کی اس خوبی تحریر نے جماعت اسلامی کو اساس مہیا کی۔ لیکن ان کا قلم اتنا آزاد تھا کہ انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام ؓ کے متعلق وہ امت

مسلہ کے اجتماعی مؤقف کونظر انداز کر جاتے تھے۔ یہ رسالہ خوب معلوماتی اور معقولی دلائل کا حامل رسالہ ہے۔

''ختم نبوت'' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے عقیدہ ختم نبوت پر فروری ۱۹۶۲ء میں یہ رسالہ مرتب فرمایا۔ عقیدہ ختم نبوت کو نقلی وعقلی دلائل سے خوب ترمبرہن کیا۔ عقیدہ ختم نبوت پر کئی احادیث مبارکہ لائے۔ اجماع وتواتر کے مستند ترین حوالہ جات سے اپنے مؤقف کو خوب واضح کیا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی یعنی نزول من السماء الیٰ الارض بجسدہ العنصری عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس مناسبت سے نزول مسیح علیہ السلام کو احادیث سے خوب واضح کیا۔

''فتنۂ عظیم'' غالباً تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے آرٹیکل لکھا جسے جناب غلام نبی جانباز مرزا نے فتنۂ عظیم کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔

یہ تینوں رسائل احتساب ج۴۹ میں شامل اشاعت ہیں۔

''مرتد کی سزا اسلامی قانون میں'' آپ کا یہ رسالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں شامل ہے۔

(۱۳۱)

ابوالحسن تبتّی، جناب سید

یہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے رفقاء میں سے تھے۔ مرزا قادیانی نے اپنے مجموعہ اشتہارات کی جلد۳ ص۶۳، ۶۴ پر خود مولانا سید ابوالحسن کا اشتہار شائع کیا ہے وہ پڑھیں اس سے اندازہ ہوگا کہ وہ کس طرح کذاب قادیان کو ہانکتے بھگاتے اور جوتتے تھے۔ مرزا نے مولانا تبتّی کا جو اشتہار نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

''سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب''

دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال قادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے دبایا اور اس سے عہد لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے۔ (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر۹ جلد۱۰ کے صفحہ ۲۵۹ میں بتفصیل بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری سے زبان کو بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا اور پھر الہامی

دلآ زاری کے سوااس کا کام بند ہونے لگااوراس کی دکانداری میں نقصان واقع ہواتو یہ کام اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں اوراخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دل آزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنۃ نمبر۲ ج۱۹ کے ص۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ وازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے کہ اس کے چند نائبین لاہور، لدھیانہ، پٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کئے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ قادیانی کے ساتھ مباہلہ کرلیں اوراس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری وبدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور قادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیاء پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی (محمد حسین بٹالوی) اشاعۃ السنۃ نمبر۸، ۱۲ جلد۱۵ کے ص۱۶۶، ۱۸۸، ۳۱۳، اور نمبر۳ جلد۱۸ کے ص۸۶ اور دیگر مقامات میں قادیانی سے مباہلہ کے لئے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اوراس سے گریز وانکار اسی قادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اوران لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد دجال اکبر اکذب العصر (مرزا قادیانی) سے مباہلہ کرنے کے لئے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی (محمد حسین بٹالوی) ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے۔ صرف قادیانی کی شرط ومیعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لئے اس نے تسلیم کئے تھے اور قبل از مباہلہ قادیانی اس اثر کی تعیین بھی کردے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ ودلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر۸ جلد۱۵ ص۱۷۱ وغیرہ اور نمبر۳ جلد۱۸ کے ص۸۶ میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اوراس میں قادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو قادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے

لئے خود تجویز کی تھی کہ: ''اس کا منہ کالا کیا جاوے۔اس کو ذلیل کیا جاوے۔''

(دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا صفحہ اخیر)

پس ہم کو یہ شرط منظور ہے لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے...... حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں جن کو انہیں چاروں مواضع کے مرید...... آپ کی نذر کریں اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرعہ پڑھتے جاویں۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اور یہ شعر صائب کا۔

عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ہمائے بہ صاحب نظرے گوہر خودرا

اور یہ رباعی مرسل یزدانی وعیسیٰ نبی اللہ شدی، بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار، کفشہا بر سر خوری از افترائے ناسزا۔روسیہ گشتی میان مردم قرب وجوار اور یہ بیت اردو،

یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ نجولی

مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۸۹۸ء

(۱۳۲)

ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات: ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء)

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن، دمشق یونیورسٹی کے سفیر، دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن، عرب وعجم کے رئیس العلماء، قافلہ حریت کے سرخیل، برصغیر پاک وہند کی موجودہ دور میں سب سے بڑی علمی اور روحانی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء کو لکھنؤ میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!!ان کے انتقال نے اکابر علماء کی وفات کے غم تازہ کر دیئے۔

مولانا کی وفات علم وفضل کی وفات ہے۔ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:''عالم کی وفات ایک جہاں کی وفات ہے۔''

بلاشبہ مولانا مرحوم اس حدیث کا مصداق تھے۔ تین صد کتابوں کے آپ مصنف تھے۔ تاریخ، سیرت وسوانح آپ کے پسندیدہ مضامین تھے اور انہیں عنوانات پر آپ کی زیادہ تر تصانیف ہیں۔ قدرت نے اتنی جامعیت بخشی تھی کہ اردو کی طرح عربی زبان پر آپ کو نہ صرف عبور تھا بلکہ اکثر کتابیں آپ نے اصلاً عربی میں تصنیف فرمائیں۔ بعد میں اردو زبان کا ان کو جامہ پہنایا گیا۔ عربی ادب کے بھی آپ امام مانے جاتے تھے۔ ان کے علم وفضل کے سامنے عرب وعجم کے علماء کی گردنیں جھکتی نظر آتی تھیں۔ قدیم وجدید علم پر آپ کو دسترس تھی۔ شرق وغرب نے آپ کے علم کی گہرائی کا سکہ مانا۔ ہزاروں شاگرد، لاکھوں عقیدت مند، بیسویں مساجد ومدارس آپ کی یادگار ہیں۔ اے جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ رفتید ولے نہ از دل ما!

آپ کی بیعت کا تعلق قطب الارشاد حضرت عبدالقادر رائے پوری ؒ سے تھا۔ آپ مجاز بھی تھے۔ آپ کے وصال سے مساجد ومدارس کی طرح خانقاہوں کی علمی وعملی رونق بھی متاثر ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کے حکم پر آپ نے لاہور میں بیٹھ کر عرب دنیا کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کرنے کے لئے''القادیانیہ''عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ اس کے مقدمہ میں آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دو کتب خانے جمع ہیں۔ ایک خاموش یعنی کتابیں ہیں۔ دوسرا بولنے والا کتب خانہ یعنی حضرت مولانا محمد حیات ؒ ہیں۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کے حکم پر تمام تر حوالہ جات فاتح قادیان مولانا محمد حیات ؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ نے ان کو مہیا فرمائے۔ یہاں سے مسودہ تیار کر کے لکھنؤ تشریف لے گئے اور پھر سب سے پہلے عربی ایڈیشن کی اشاعت کا دمشق سے اہتمام کیا گیا اور یہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی اور پھر مصنف کے توسط سے دنیا بھر کے علماء ومشائخ بالخصوص عرب دنیا میں تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد خیال ہوا کہ اس کتاب کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ چنانچہ اردو ایڈیشن میں عربی سے اردو میں حوالہ جات کو منتقل کرنے کی بجائے مرزائیوں کی اصل اردو کتابوں سے ہی حوالہ جات کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی ؒ نے مولانا محمد علی جالندھری ؒ کو ذیل کا خط تحریر فرمایا۔ یہ ۶ر مئی ۱۹۵۸ء کا خط ہے۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

باسمہ!

محبی و مخدومی زید لطفہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ امید کہ مزاج بخیر ہوگا

میں اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے رائے بریلی میں تاخیر سے آیا۔فہرست مآخذ
ہی قادیانی کتب) کے متعلق دیکھنا تھا کچھ کتابیں ندوۃ العلماء میں ہیں یا نہیں؟ چنانچہ مقابلہ
کے ان کتابوں کو حذف کر دیا جو یہاں موجود ہیں تاکہ پاکستان سے انہیں لانے کی زحمت سے
یں۔اب وہی کتابیں لکھ رہا ہوں جو یہاں نہیں ہیں اور ان کو وہیں (پاکستان) سے لانا پڑے گا۔
پ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ ''فیصلہ آسمانی'' حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا
گیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً ۱۳، ۱۲ کتابیں اور رسالے رد قادنیت میں کتب خانہ ندوۃ العلماء میں موجود
یں۔کئی روز سے لاہور کا کوئی خط نہیں آیا جس سے کچھ نظام سفر کا حال معلوم ہوتا۔اللہ تعالیٰ کی
ت سے امید ہے کہ حضرت والا (حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) کے مزاج مبارک بالکل بعافیت
ں گے۔مخدومی مولانا عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں دو ہی روز ہوئے ہوں گے ایک خط
سال خدمت کیا ہے۔مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میری طرف سے بہت سلام۔قلم زد
ابیں یہاں کتب خانہ میں موجود ہیں۔

والسلام!

آپ کا علی

۱۶ر شوال المکرم ۱۳۷۷ھ

چنانچہ آپ کا خط ملتے ہی حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب اور پھر
ابیں ڈاک سے بھجوا دیں اور ساتھ ہی تحریر کیا کہ اردو ایڈیشن (قادیانیت) لکھنؤ سے شائع کرا
رقم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے بیت المال سے بھجوا دی جائے گی۔چنانچہ اس کے جواب
مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

حضرت مولانا المحترم زیدہ مجدہٗ و الطافہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ امید کہ مزاج بخیر ہوگا

گرامی نامہ اور اس کے بعد رجسٹرڈ پیکٹ ملا۔اس توجہ کے لئے شکر گزار ہوں۔
عالیٰ آپ کی مساعی میں برکت عطا فرمائے۔جناب نے بھی لکھنؤ میں طباعت کی تاکید فرمائی
اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ابھی مصارف کا کوئی اندازہ نہیں۔رقم کا پہنچنا بہت مشکل
البتہ یہ صورت ممکن ہے کہ حضرت والا (حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ جو رفقاء خدام

رائے پور تشریف لائیں وہ قانونی رقوم اپنے ساتھ لے آئیں۔ یعنی جتنی رقم لانے کی (قانوناً) اجازت ہے۔ ہر ایک رفیق اتنی ہی رقم لے آئے علی الحساب اور وہ رائے پور میں محفوظ رہے۔ جب ضرورت ہو وہاں سے حاصل کر لی جائے۔ ابھی مجھے خود مصارف کا اندازہ نہیں۔ کتابوں کی فہرست یہ معلوم کرنے کے بعد کہ کتب خانہ ندوۃ العلماء میں کونسی کتابیں ہیں بعد میں بھجواؤں گا۔ بڑی عنایت ہوگی۔ اگر حضرت شاہ (سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ) صاحب مدظلہ کی خدمت میں میرا اسلام نیاز پہنچا دیا۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

طالب دعا: ابوالحسن علی

جواب کا پتہ: مرکز دعوت اصلاح و تبلیغ کچہری روڈ لکھنؤ

غرض آپ کو رد قادیانیت کے عنوان پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے لگایا تھا۔ آپ کی اس متذکرہ کتاب کے عربی اردو انگریزی کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ البتہ سب سے پہلے اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت مجلس تحفظ ختم نبوت کے حصہ میں آئی۔ اس کے علاوہ رد قادیانیت پر آپ کے مندرجہ ذیل مقالہ جات بھی ہیں۔

۱...... القادیانیہ صورۃ علی نبوۃ محمدیہ۔

۲...... قادیانیت اسلام اور نبوت محمدیہ کے خلاف ایک بغاوت۔

۳...... القادیانیہ والقادیانیہ دراستہ و تحلیل۔

پاکستان میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو والا نامہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے:

''سب سے پہلے تو آپ کو اس عظیم کامیابی پر آپ کے اسلاف کے ایک ادنی نیازمند کی حیثیت سے مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں جس کے متعلق بدیع الزمان الھمدانی! کے یہ الفاظ بالکل صادق ہیں۔ فتح فاق الفتوح و امنت علیه الملائکه و الروح! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے اس کارنامہ سے آپ کے جد امجد حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شیخ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے استاذ و مربی حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی روح ضرور مسرور ہوئی اور اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیها الف الف سلام! کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔ فھنیا لکم وطوبی! اگر میری ملاقات ہوئی تو میں آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر اپنے جذبات کا اظہار ضرور کروں گا۔'' (ماہنامہ ''بینات'' حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نمبر ص ۳۶۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر میں اپنا مرکز قائم کیا۔ حضرت مولانا علی
ڈھڈیاں سے واپسی پر حضرت مولانا محمد حیات کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔
چند سالوں میں فتنہ قادیانیت نے دوبارہ انڈیا میں پر پرزے نکالنے شروع کئے تو دارالعلوم
کے ذمہ دار حضرات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کی بنیاد رکھی اور ایک عظیم الشان سیمینار کا
کیا۔ اس میں آپ برابر کے شریک سفر رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کے زیر اہتمام
جون ۱۹۹۷ء کو عظیم الشان کل ہند سطح پر کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے متعلق آپ نے حضرت
مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی منزلت جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند!

السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته زیدت مکارمہ!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دارالعلوم کے جلسہ انتظامی (مجلس شوریٰ) میں
کا دعوت نامہ اور رد قادیانیت کے جلسہ کی اطلاع لکھنؤ میں ملی تھی۔ راقم نے اپنی صحت کی
، سن رسیدگی اور کچھ دن آرام کے لئے بمبئی کے سفر اور قیام کا ذکر کر کے حاضری سے
کا خط لکھا تھا۔ جو پہنچا ہوگا۔ لیکن بمبئی میں ۴ر جون کا روزنامہ ''انقلاب'' دیکھا تو اس میں
جون کو دہلی میں رد قادیانیت کے جلسہ کی جو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اور آپ کے زیر
منعقد ہو رہا ہے اطلاع پڑھی۔ اس سے بہت خوشی ہوئی اور یہ ارادہ کر لیا کہ میں قیام کو مختصر
۱۳ر جون کو دہلی میں پہنچ جاؤں اور جلسہ میں شرکت کی سعادت جو دینی غیرت کا تقاضا ہے
کروں۔ چنانچہ یہ پروگرام بنالیا کہ ۱۳ر جون تک دہلی پہنچ جاؤں اور ۱۴ر جون کو جلسہ میں
ہوں۔ میں صدق دل سے آپ کو، دارالعلوم کو اور اس جلسہ کے تمام محرکین کو مبارکباد دیتا
انہوں نے بروقت قدم اٹھایا اور دارالعلوم کی روایات دفاع عن الدین او
ع عن العقیدة الاسلامیه ! کا ثبوت دیا۔ راقم بمبئی کے قیام میں قادیانیت
ہ اور اس کے سلسلہ میں کچھ لکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے قادیانیت پر عربی میں مستقل کتاب
لکھ چکا تھا۔ جو بلاد عربیہ میں بہت مقبول ہوئی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے اس وقت
کے پانچ ایڈیشن نکالے ہیں اور انگریزی ترجمہ کے بھی دو ایڈیشن شائع کئے۔ مجلس
و نشریات اسلام ندوۃ العلماء کی طرف سے آپ کی خدمت میں عربی اور اردو ایڈیشن کے
سائل پہنچے ہوں گے۔

اطلاعاً آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا جا رہا ہے۔ راقم کا قیام اوکھلا جامعہ نگر میں مولوی عباس صاحب ندوی کے مکان پر رہے گا۔ جلسہ میں انشاء اللہ! شرکت کی سعادت حاصل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر طرح سے مفید اور کامیاب کرے۔ برائے کرم ہمارا اسلام اور مبارکباد صاحبزادہ گرامی قدر مولانا اسعد میاں کی خدمت میں بھی پہنچا دیجئے۔ اطال اللہ بقاۂ!

راقم: ابوالحسن علی ندوی، بقلم عبدالرزاق ندوی
بمبئی، سہاگ پیلس مدن پورہ ۵؍جون ۱۹۹۷ء

(منقول از ماہنامہ آئینہ دارالعلوم دیوبند، مورخہ ۱۵؍جون تا ۱۵؍جولائی)

چنانچہ دہلی تشریف لائے اور قادیانیوں کے خلاف معرکہ کی تقریر فرمائی۔ اسی طرح لکھنؤ میں دنیا بھر کے سکالروں کا سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس میں بھی قادیانیوں کے متعلق علمی مقالہ جات پیش ہوئے۔ غرض فتنہ عمیا قادیانیت کے خلاف آپ کا وجود انعام الٰہی تھا۔

ردقادیانیت پر تصانیف

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی ردقادیانیت پر تین تصانیف دستیاب ہوئیں:

''قادیانیت (مطالعہ وتجزیہ)'' یہ عربی میں تھی۔ پھر اسے اردو کا قالب پہنایا۔ اس کے ابتدائیہ میں آپ نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ!

حرف گفتنی

دسمبر ۱۹۵۷ء کے اواخر اور جنوری ۱۹۵۸ء کے اوائل میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام لاہور میں مجلس مذاکرات اسلامی (اسلامک کلوکیم) کا انعقاد ہوا۔ جس میں عالم اسلام اور مغربی ممالک کے بہت سے ممتاز ونامور اہل علم واہل فکر نے شرکت کی۔ خاص طور پر شرق اوسط کے سربرآوردہ علماء نے اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ مجلس مذاکرات کے ناظم وداعی کی طرف سے دعوت وصول ہونے کے باوجود راقم سطور ان تاریخوں میں تو نہیں پہنچ سکا۔ مجلس کے اختتام کے بعد ہی جب لاہور پہنچا تو مجلسیں اس کے تذکروں سے گرم تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ مصر وشام کے نمائندوں نے شریعت اسلام کی جو پرزور وکالت اور اپنی دینی حمیت کا جو شاندار مظاہرہ کیا تھا۔ اس کا اعتراف اور تذکرہ عام تھا۔

اس مجلس میں شرکت کے لئے مصر وشام وعراق کے جو علماء واساتذہ آئے تھے۔ انہوں
دوستان وپاکستان کی مشہور مذہبی تحریک قادیانیت اور اس کے اساسی عقائد وخیالات کے
خ معلومات حاصل کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ ان کی یہ جستجو اور تحقیق کا شوق بالکل حق بجانب
ی امر تھا۔ اسی زمین میں اس تحریک کا ظہور اور نشو ونما ہوا اور یہیں سے اس کے متعلق مستند
ت اور مواد حاصل ہوسکتا ہے۔ اس موقع پر ان کے پاکستانی وہندوستانی دوستوں کو اس خلاء کا
کے ساتھ احساس ہوا کہ ان کو پیش کرنے کے لئے عربی میں جدید طرز کی کوئی کتاب موجود
اسی احساس کا نتیجہ تھا کہ میں جب لاہور پہنچا تو میرے شیخ ومربی حضرت ''مولانا عبدالقادر
ورائے پوری مدظلہ'' نے اس موضوع پر عربی میں ایک مکمل کتاب کی تالیف کا حکم دیا۔

شرق اوسط کی سیاحت اور مصر وشام کے قیام کے دوران میں اگرچہ بارہا اس ضرورت
ساس ہوا تھا۔ لیکن اس کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ موضوع افتاد طبع اور اس
ف کی ذہنی تربیت کے خلاف تھا۔ مصنف کا ذوق اس وقت تک قادیانی لٹریچر اور خود
یانی کی تصنیفات کے مختصر سے مختصر حصہ کے مطالعہ کے لئے بھی کبھی آمادہ نہیں ہوسکا تھا اور
چہ سے یکسر نابلد تھا۔ لیکن اس تحریک نے (جس کی تعمیل عین سعادت تھی) اس موضوع کی
ری طرح متوجہ ہونے کی تقریب پیدا کردی۔ چند ہی دن میں قیام گاہ کا ایک کمرہ قادیانی
کتاب خانہ اور دارالتصنیف بن گیا اور پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ یہ کام شروع
مہینہ اس علمی وتصنیفی اعتکاف میں اس طرح گزرا کہ گویا دنیا کی خبر نہ تھی اور سوائے اس
کے کوئی دوسرا موضوع فکر نہ تھا۔

مصنف کا ذہن چونکہ فطرۃً تاریخی واقع ہوا ہے اور وہ اس شہر میں بالکل نووارد تھا۔ اس
نے اپنا سفر تحریک کے آغاز سے شروع کیا اور اس کے نشو ونما اور ارتقاء کی ایک ایک منزل
ایک مرحلہ کا جائزہ لیتا ہوا چلا۔ گویا اس کے مشاہدات اور معلومات تحریک کے طبعی نشو ونما
ساتھ چل رہے تھے۔ اس طرز مطالعہ نے تحریک کی فطرت ومزاج اور اس کے تدریجی
راس کے مضمرات کے سمجھنے میں بڑی مدد دی اور بعض ایسے حقائق کا انکشاف کیا جو اس
و ایک شکل میں دیکھنے سے ظاہر نہیں ہوسکتے۔ مصنف نے مرزاغلام احمد قادیانی کی
ت کا براہ راست مطالعہ کیا اور انہیں کے ذریعہ ان کی دعوت وتحریک اور نظام کو سمجھنے اور ایک
ار مؤرخ اور طالب حق کی طرح آزادانہ رائے قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس مطالعہ وجستجو
عربی کتاب تھی جو ''القادیانی والقادیانیۃ'' (مرزاغلام احمد قادیانی اور ان کی

تحریک قادیانیت) کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے تیار ہو جانے کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہوا کہ اس کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا جائے۔ چونکہ اس ترجمہ میں اصل عبارتوں کو نقل کرنا تھا۔ اس لئے دوبارہ اس پورے کتب خانہ کی ضرورت پیش آئی جو لاہور میں فراہم کیا گیا تھا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اس کام کی تکمیل بھی لاہور میں ہو۔ چنانچہ دوبارہ لاہور کا سفر کیا گیا اور الحمدللہ کہ یہ عربی کتاب اردو میں منتقل ہوگئی۔ اس کتاب کو ترجمہ کہنے کے بجائے اس موضوع پر مستقل تصنیف کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ عبارتیں (جن کا کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے) پوری احتیاط کے ساتھ اپنے صحیح مآخذ سے نقل کی گئی ہیں۔ عربی کے مقابلہ میں کچھ قیمتی اضافے اور بعض مفید ترمیمیں بھی کی گئی ہیں۔

مناظرانہ ومتکلمانہ مباحث کی ہندوستان کے دور آخر میں ایک خاص زبان اور خاص اسلوب تحریر بن گیا ہے۔ جس کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ مصنف نے اس کی پابندی ضروری نہیں سمجھی۔ اس کتاب میں مناظرانہ جوش کے بجائے مؤرخانہ متانت زیادہ ملے گی اور جو لوگ مناظرانہ وفریقانہ کتابوں کے ایک خاص طرز اور لہجہ کے عادی ہیں۔ شاید ان کو اس کتاب کو پڑھ کر مایوسی اور شکایت ہو۔ لیکن مصنف اس کے لئے معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس نے یہ کتاب جس طبقہ اور جس مقصد کے لئے لکھی ہے اور جو معیار اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کے لئے یہی طرز مناسب تھا۔

میں اپنے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے میری علمی رہنمائی کی ضروری کتابیں فراہم کیں اور اس کام کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولت اور راحت کا اہتمام کیا۔ اگر ناچیز مصنف نے اس کتاب کی تالیف سے دین کی کوئی خدمت انجام دی ہے۔ تو یقیناً یہ سب اس اجر میں شریک ہیں۔

قارئین سے آخر میں یہ گزارش کرنی ہے کہ زندگی تو بڑی چیز ہے۔ انسان اپنے حقیر سے حقیر اندوختہ اور ملکیت بھی بے محل صرف کرنے سے احتیاط کرتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے بھی امین ومحافظ کی تلاش کرتا ہے۔ ایمان (جس پر نجات اور آخرت کی ابدی سعادت کا انحصار ہے) یقیناً اس سے زیادہ مستحق ہے کہ انسان اس کے بارے میں پوری احتیاط اور غور وفکر سے کام لے اور جذبات وتعلقات اور دنیوی منافع سے بالکل صرف نظر کر لے۔ یہ کتاب اپنے مستند ومرتب معلومات، بانی تحریک کے بیانات اور تحریروں اور تاریخی وثائق کے ذریعے وہ روشنی اور مواد فراہم کرتی ہے۔ جو ایک سلیم الطبع اور انصاف پسند انسان کو صحیح اور بے لاگ رائے قائم کرنے اور

صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔ ''وعلی اللہ قصد السبیل''

پروفیسر محمد الیاس برنی مرحوم کی کتاب ''قادیانی مذہب'' نے مصنف کی ابتدائی رہنمائی کی اور اس سے کتاب کی ترتیب کا خاکہ بنانے میں بڑی مدد ملی۔ اگرچہ مصنف نے منقولات واقتباسات پر اکتفا نہیں کیا اور مرزا اور قادیانی جماعت کی تصنیفات کا براہ راست اور بطور خود مطالعہ کیا۔ پھر بھی اس جلیل القدر کتاب سے بہت سے قادیانی مآخذ کا علم ہوا۔ اور یکجا بہت سے معلومات حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی حمیت اور علمی خدمت قبول فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ابوالحسن علی ندوی ...... ۱۱ر ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ

''قادیانیت اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت'' یہ مضمون آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران تحریر فرمایا۔ تخریب پسند تحریکیں نامی کتاب ۱۹۷۲ء میں رابطہ عالم اسلامی نے شائع کی۔ اس میں سے یہ مضمون لے کر اس کتاب میں شامل کیا ہے۔

ضمیمہ: تخریب پسند تحریکیں شائع کرتے وقت رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب فضیلۃ الشیخ محمد صالح قزاز نے تقریظ لکھی اور مصر کے معروف عالم وسکالر جناب حسین مخلوف نے پیش لفظ تحریر کیا۔ ہم نے ضمیمہ کے طور پر ان دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

''قادیانیت کا ظہور'' اس کا دعویٰ اور دعوت اور اس کے مؤید وسرپرست، یہ تیسرا رسالہ ہے جو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ فلحمدللہ!

(۱۳۳)

ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش ۱۸۹۶ء ...... وفات: ۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء)

مولانا سید ابوالحسنات قادری ۱۸۹۶ء میں انڈیا الور میں مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ اردو لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ پھر تمام علوم کی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بہت سے فنون بھی جانتے تھے۔ طب کی بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مسجد وزیر خان لاہور

کے خطیب تھے۔ جب سبکدوش ہوئے تو آپ نے والد گرامی کے منصب کو سنبھالا۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ پہلے صدر اور مولانا احمد سعید کاظمی ؒ پہلے سیکرٹری جنزل منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد سارقان ختم نبوت قادیانی پاکستان آگئے اور معمولی قیمت پر ربوہ (چناب نگر) کی زمین حاصل کر کے ارتدادی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔ تب قادیانیت کو لگام دینے کے لئے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا آغاز ہوا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد علی جالندھری ؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، ہر دو حضرات حضرت امیر شریعت ؒ کا پیغام لے کر مولانا ابوالحسنات ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ تحریک ختم نبوت میں ہمارا ساتھ دیں۔ آپ نے معذرت کر دی۔ اس پر مولانا محمد علی جالندھری ؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''مولانا! ہم آپ کو سواد اعظم کا نمائندہ سمجھ کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ آپ کے پاس لائے تھے۔ آپ ہمیں اس طرح خالی واپس کر رہے ہیں۔ تحریک شروع ہے، ہم جاتے ہی نامعلوم کن کن مصائب کا شکار ہوں گے۔ مگر آپ اپنے طور پر سوچ رکھیں کہ کل قیامت کے دن آقائے نامدار ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟''

یہ سن کر عشق رسالت مآب ﷺ کا یہ دیوانہ مولانا ابوالحسنات ؒ رو پڑا اور مولانا محمد علی ؒ کو فرمایا کہ: ''مولانا! میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ قیامت کے دن آقائے نامدار ﷺ کے سامنے میری شکایت نہ کریں۔''

آپ کو حضرت امیر شریعت ؒ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مجلس عمل کا سربراہ بنایا۔ آپ نے بڑی بہادری وجرأت سے تحریک کی قیادت کی۔ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جیل میں آپ جب طہارت کے لئے جاتے تو امیر شریعت ؒ ان کے لئے لوٹا پانی کا بھر کر لاتے۔ مولانا ابوالحسنات ؒ آبدیدہ ہو جاتے۔ ایسی محبت واخلاص بھری تصویر تھے کہ اس پر آسمانی فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔

جیل میں اطلاع ملی کہ آپ کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد قادری ؒ کو پھانسی کا حکم ہوا ہے۔ آپ اپنے اکلوتے فرزند کے متعلق یہ خبر سن کر سجدے میں گر گئے اور عرض کیا: ''یاالٰہی! میرے بچے کی قربانی کو منظور فرما۔'' آپ کے صبر واستقلال کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف آپ کا صاحبزادہ ؒ بلکہ مولانا مودودی ؒ، مولانا عبدالستار خان نیازی ؒ تینوں حضرات کی پھانسی کی سزا ختم کر دی گئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے۔ سکھر وکراچی میں قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔

ولانا قادری صاحب کے ردقادیانیت پر درجن بھر سے زائد رسائل ہوں گے۔لیکن
ن رسائل میسر آئے۔
ادیانی مسیح کی نادانی اس کے خلیفہ کی زبانی
رام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب
رشن قادیانی کے بیانات ہذیانی
احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

(۱۳۴)

ابوالفضل جبروتی، جناب

(وفات: ۲۰/مارچ ۱۹۶۳ء)

قلمی نام ہے۔ غالباً ''علامہ طالوت'' مراد ہیں جن کا اصل نام جناب مولانا
تھا۔ طالوت، ابوالفضل، حمادرشید کے قلمی نام بھی استعمال کرتے تھے۔ ان کا ایک
ن چور'' سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ فروری ۱۹۵۰ء میں یہ شائع ہوا۔ اس کا دیباچہ
ی'' کے قلمی نام سے لکھنے والے غالباً حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری
الہ میں ثابت کیا گیا کہ اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے کم وبیش
ں ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ دنیا میں کوئی ایک نبی بھی مصنف نہیں تھا۔
وئی کتاب نہیں لکھی۔
رزا قادیانی نہ صرف منشی تھا، بلکہ مضمون چور بھی تھا کہ دوسروں کی تحریروں کی چوری کر
دنبوت کی دکان چمکایا کرتا تھا۔ یہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔

(۱۷۵)

ابوالنذیر رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا

وری ۱۹۵۰ء میں مولانا ابوالنذیر راولپنڈی نے ''مرزائی مذہب کا خاتمہ'' نامی ایک
ادیانیت کی تردید میں بہت ہی معلوماتی اور آسان باتیں درج کی ہیں۔ احتساب
میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۳۶)

ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۱ر نومبر ۱۸۸۸ء ...... وفات: ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء)

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام محی الدین احمد تھا۔ لیکن ابوالکلام کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۱ر نومبر ۱۸۸۸ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں مکہ معظمہ سے کلکتہ آئے۔ ۱۹۰۲ء میں رسالہ لسان الصدق جاری کیا۔ ۱۹۰۴ء میں انجمن حیات اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں خطبہ پڑھا۔ ۱۹۰۹ء میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ ۱۹۱۲ء: اردو اخبار ''الہلال'' جاری کیا۔ ۱۹۱۴ء: حکومت نے ''الہلال'' کی ضمانت ضبط کر لی اور اخبار بند ہو گیا۔ ''البلاغ'' جاری کیا۔ ۱۹۱۵ء میں حکومت بنگال نے بنگال سے جلاوطن کر دیا۔ ۱۹۱۶ء: رانچی (بہار) میں نظر بند کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۰ء: رہا کر دیئے گئے۔ دہلی میں پہلی مرتبہ مہاتما گاندھی سے ملاقات ہوئی۔ مہاتما گاندھی کی قیادت میں تحریک عدم تعاون میں حصہ لیا۔ گرفتار ہوئے اور دو سال کے لئے قید کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۳ء: ستمبر میں انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ دہلی کے صدر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء: کانگریس کے قائمقام صدر ہوئے۔ پھر گرفتار کر لئے گئے اور ۱۹۳۲ء تک جیل میں رہے۔ ۱۹۳۷ء: کانگریس پارلیمنٹری سب کمیٹی کے ممبر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء: پھر کانگریس کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۴۶ء تک اس عہدے پر رہے۔ ۱۹۴۲ء: کانگریس کے خصوصی ترجمان کی حیثیت سے سر سٹیفورڈ کرپس سے بات چیت کی۔ اگست میں ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کے سلسلہ میں گرفتار کر لئے گئے اور تین سال تک نظر بند رہے۔ ۱۹۴۳ء: بیگم آزاد کا انتقال ہوا۔ آپ جیل میں تھے۔ ۱۹۴۵ء: دوسرے کانگریسی لیڈروں کے ساتھ رہا ہوئے۔ وائسرائے کی طرف سے منعقدہ شملہ کانفرنس میں کانگریس کے ترجمان کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

۱۹۴۶ء: کیبنٹ مشن کے ساتھ مذاکرات میں حصہ لیا۔ ۱۹۴۷ء: دستور ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ عبوری حکومت میں تعلیم اور فنون لطیفہ کے ممبر ہوئے۔ ملک کی آزادی کے بعد ۱۵ر اگست سے حکومت ہند کے وفاقی وزیر تعلیم ہوئے۔ ۱۹۵۱ء: پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۲ء: پہلے عام انتخابات میں پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ تعلیم، قدرتی ذرائع اور سائنسی تحقیقات کے وفاقی وزیر مقرر رہے۔ ۱۹۵۵ء: دوبارہ پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی

ب ہوئے۔ ۱۹۵۵ء: دو ماہ کے لئے یورپ اور مغربی ایشیاء کے خیر سگالی دورے پر
گئے۔ ۱۹۵٦ء: یونیسکو کی نویں عام کانفرنس منعقدہ دہلی کی صدارت کی۔
گوڑگاؤں کے حلقہ انتخاب سے لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوئے۔ وزیر تعلیم، سائنسی
دے پر برقرار رہے۔ ۲۲؍فروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں رحلت فرما گئے۔

پ کے ''سفر آخرت'' کے حالات پر آغا شورش کاشمیری ؒ نے تحریر کیا کہ:
۱۹۵۸ء کو پانچ بجے صبح حسب معمول امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ؒ چائے پی کر
گئے کہ یکایک جسم کے دائیں حصہ پر فالج نے حملہ کیا اور بے بس ہو گئے اور بالآخر
کی درمیانی شب میں دو بج کر دس منٹ پر موت نے اس عظیم انسان کے لئے اپنا
جو اس دور میں سب سے بڑا ہندوستانی، سب سے بڑا انسان اور سب سے بڑا
م ہندوستان نے اشکبار چہروں کے ساتھ اپنے جھنڈوں کو سرنگوں کر دیا۔ جہاں
ا رہے تھے وہاں لوگوں نے اپنے دلوں کے پرچم جھکا دیئے کہ اس دور کا ابن
خداوندی کی گود میں چلا گیا ہے۔ دم زدن میں موت کی خبر ہندوستان کی وساطت
س نکل گئی۔ ہندوستان دیکھتے ہی دیکھتے تعزیت کدہ نظر آنے لگا۔ کاروبار
کہ بینکوں میں بھی ہڑتال ہو گئی۔
ت کا اعلان ہوتے ہی تین چار لاکھ انسان کوٹھی کے باہر جمع ہو گئے۔ گریہ وبکا کا
یا۔ لوگوں کے غول لگاتار چھ گھنٹے تک قطار اندر قطار کوٹھی کے صحن میں اپنے عظیم
ی زیارت کے لئے آتے ہی گئے۔ ہر مذہب، ہر عقیدہ، ہر فرقہ کے انسانوں کا
دینے لگا۔ ہندو اور سکھ عورتیں اور مرد نعش کے پاس سے گزرتے تو دونوں ہاتھ جوڑ
، ہر آنکھ میں آنسو تھے۔ ایک طرف راجندر پرشاد صدر جمہوریہ، ڈاکٹر رادھا کرشن
ت جواہر لال نہرو اور دوسرے عمائدین ملک وقوم تصور ماتم بنے کھڑے تھے جیسے
نہیں چاہتے تھے۔ دوسری طرف لوگ آنسوؤں کی مالائیں چڑھاتے گزرتے
ہزار برقعہ پوش مسلمان خواتین، آزادی کے بعد پہلی مرتبہ نئی دہلی میں اس طرح
رہی تھیں۔ حضرت مولانا تاریخ انسانی کے تنہا مسلمان تھے جن کے ماتم میں کعبہ
دت سے سینہ کوب تھے۔

پنڈت جواہر لال نہرو سراپا گریہ تھے۔ انہیں سنبھالنے والے ہزاروں تھے۔ لیکن وہ لوگوں کو سنبھالنے کے لئے دوڑے پھر رہے تھے۔ تمام کوٹھی کے وسیع باغات انسانوں سے اٹ چکے تھے۔ لیکن لوگ اندر آنے کے لئے دروازہ پر ہجوم کرتے رہے۔ پنڈت نہرو پورٹیکو کے باہر لوگوں کو ایک عام رضا کار کی طرح ہاتھ پھیلا کر روکتے رہے اور جب جنازہ اٹھانے کے لئے ان کو بلایا تو ان کی نظریں، ہمرکاب سیکورٹی آفیسر پر رک گئیں۔ استفسار کیا۔ آپ کون؟ جواب ملا۔ سیکورٹی آفیسر، آپ کی حفاظت کے لئے۔ پنڈت نہرو نے کہا۔ کیسی حفاظت؟ موت تو اپنے وقت پر آتی ہے۔ بچا سکتے تو مولانا کو بچا لیتے۔ یہ کہہ کر پنڈت نہرو بلک بلک کر رونے لگے۔

پون بجے میت اٹھائی گئی۔ پہلا کندھا عرب ملکوں کے سفیروں نے دیا۔ جب کلمہ شہادت کی صداؤں میں جنازہ اٹھا تو عربی سفراء کاندھا دیتے وقت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پنڈت جواہر لال نہرو، خان محمد یونس خان، مسٹر کرشنا مینن، مسٹر پربودھ چندر اور بخشی غلام محمد نے احاطہ سے باہر میت کو توپ گاڑی پر رکھا۔ راجندر بابو، دمہ کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویر یاس بنے کھڑے تھے۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ”آج ۳۸ سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔“ پنڈت پنت نے درد سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: ”مولانا ایسے لوگ پھر کبھی پیدا نہ ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔“

پنڈت نہرو کی ہچکی بندھ گئی۔ مولانا احمد سعید ؒ کی سفید داڑھی پر آنسوؤں کے موتی جگمگا اٹھے۔ تمام فضا میں نالہ ہائے شیون تیرنے لگے۔ مولانا کی بڑی بہن آرزو بیگم نے کوٹھی کی چھت سے بھائی کی میت پر آخری نظر ڈالی اور کہا۔ ”اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔“

جنازہ کی گاڑی میں سرہانے کی سمت دائیں رخ پر پنڈت نہرو اور بائیں طرف پر صدر کانگریس دھیبر بھائی کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے جنرل شاہنواز، دھیبر بھائی کے ساتھ بخشی غلام محمد اور پروفیسر ہمایوں کبیر موجود تھے۔

جسم پر کھدر کا کفن تھا۔ میت ہندوستان کے قومی جھنڈے میں لپٹی ہوئی تھی جس پر کشمیری شال پڑا تھا۔ جنازہ کے پیچھے صدر جمہوریہ اور نائب صدر کار میں بیٹھے تھے۔ ان کے پیچھے پارلیمنٹ کے ارکان، مختلف صوبوں کے وزراء اعلیٰ، اکثر صوبائی گورنر اور غیر ملکی سفارتی نمائندے چلے آ رہے تھے۔ بھارتی افواج کے چیف آف سٹاف جنازہ کے دائیں بائیں تھے۔ جب جنازہ کا جلوس انڈیا گیٹ اور ہارڈنگ برج سے ہوتا ہوا لاکھوں انسانوں کی عقیدت ومحبت کو لئے دریا گنج کے علاقہ میں داخل ہوا تو سڑک کے دونوں کناروں درمیانی فٹ پاتھ اور دراز قد مکانوں کی

ول ہی پھول برسنے لگے۔ یہاں پھولوں اور پنکھڑیوں کی موسلا دھار بارش کے سوا
ں آتا تھا اور جب جنازہ جامع مسجد کے قرب وجوار میں پہنچا تو عالم ہی دوسرا تھا۔
بالائی چھت، سیڑھیوں کے لمبے سلسلے، محرابوں کی پیوست زنجیریں، حجروں کی ہم
مکانوں کی منڈیریں، اور دکانوں کے چھجے انسانی سروں سے لدے پڑے تھے۔
محتاط سے محتاط اندازہ کے مطابق بھی پانچ لاکھ افراد جمع تھے۔قبر کے ایک طرف علماء
جید پڑھ رہے تھے اور دوسری طرف اکابر وفضلاء سر جھکائے کھڑے تھے۔ یہاں
بری فوج کے ایک ہزار سپاہیوں، ہوائی فوج کے تین سو جانبازوں اور بحری فوج کے
وں نے اپنے عسکری بانکپن کے ساتھ میت کو سلام کیا۔ پھر مولانا احمد سعید ؒ نے
ی منٹ پر نماز جنازہ پڑھائی......ادھر نماز جنازہ پڑھائی جا رہی تھی ادھر پنڈت نہرو قبر
ں زمین پر بیٹھے ٹک ٹک دیکھ رہے تھے۔امام نے ''السلام علیکم
حمة اللہ '' کہا اور میت لحد کے قریب لائی گئی تو ہزار ہا ہندو سکھ ہاتھ باندھ کر کھڑے
نے تعزیتی بگل بجائے۔ ستاروں کی طرح پھیلے ہوئے مسلمانوں کی آنکھیں پھر
ں۔ مولانا احمد سعید ؒ نے لحد میں اتارا۔ کوئی تابوت تیار نہ کیا گیا تھا۔ ایک یادگار
میں لپٹا ہوا خاک کے حوالہ کر دیا گیا۔ راجندر بابو نے آنسوؤں کی سیل میں بھگو کر
گئے۔ پنڈت نہرو نے گلاب چھڑکا تو بے اختیار ہو گئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جب
ے تو بلک بلک کر رو رہے تھے۔ ہر چہرہ روتا ہوا نظر آتا تھا۔

سلمانوں کی عہد آفریں ہستیوں پر خود مسلمانوں کے ہاتھوں جو گذری، اس سے تاریخ
ہے۔ ہمیشہ بڑوں کی عظمت پر ان کی موت نے شہادت دی ہے۔ آج جن لوگوں پر
ں اور فکر ونظر کی عمارتیں استوار ہیں، اپنی حیات میں ان پر تبرّیٰ کیا گیا۔ قید میں ڈالا
ں پہنائی گئیں۔ بسا اوقات وہ عوام کے سب وشتم اور خواص کے جور وستم کی تاب نہ
پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے انہیں گور وکفن سے بھی محروم رکھا۔ غرض
ر کا تمام گرد وغبار ان کی ہستی پر ڈالا گیا...... مگر جب وقت نے کروٹ لی تو ان کی ذات
ح ابھر کر سامنے آ گئی اور تاریخ کی پیشانی ان کے آستانہ عظمت پر ہمیشہ کے لئے
امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ؒ کو بھی ان جانکاہ راستوں سے گذرنا پڑا۔
ن ؒ کے الفاظ میں: ''وقت کی کوئی گالی نہ تھی جو ایک زمانہ میں مسلمانوں نے ان
ل نہ کی ہو۔ مگر وہ تحمل کے اعتبار سے پہاڑ تھے۔ انہوں نے ہمیشہ صبر کیا۔'' ان کی

اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں حیرت انگیز مماثلت ہے اور یہ مماثلت موت کے بعد بھی نظر آتی ہے۔ جس طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر زندگی کا کوئی شعبہ ماتم سے خالی نہ رہا تھا۔ اسی طرح حضرت مولانا کی وفات پر زندگی کا ہر شعبہ ماتم گسار ہے۔ جب تک حیات تھے وقت کی سیاسی مصلحتیں ان کے گریبان پر ہاتھ اٹھاتی تھیں۔ آج اٹھ گئے ہیں تو مزار، عوام وخواص کا مرجع ہے۔

اس کو بے مہریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں　　مر گئے ہم، تو زمانہ نے بہت یاد کیا

جامع مسجد دہلی میں یادگار تقریر

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار تقریر پیش خدمت ہے۔ آپ نے تقسیم کے بعد نقل آبادی کے موقع پر اگست ۱۹۴۷ء میں دہلی جامع مسجد میں تقریر کی۔ وہ پڑھیں اور پھر سمجھیں کہ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے بیدار مغز قائد، قادر الکلام خطیب، معاملہ فہم اور زیرک قوی راہنما تھے۔ وہ تقریر یہ ہے۔

''عزیزان گرامی! آپ جانتے ہیں کہ وہ کون سی چیز ہے جو مجھے یہاں لے آئی ہے۔ میرے لئے شاہ جہاں کی اس یادگار مسجد میں یہ اجتماع نیا نہیں۔ میں نے اس زمانہ میں جس پر لیل ونہار کی بہت سی گردشیں بیت چکی ہیں، تمہیں یہیں سے خطاب کیا تھا۔ جب تمہارے چہروں پر اضمحلال کی بجائے اطمینان تھا اور تمہارے دلوں میں شک کی بجائے اعتماد، اور آج تمہارے چہروں کا اضطراب اور دلوں کی ویرانی دیکھتا ہوں تو مجھے بے اختیار پچھلے چند برسوں کی بھولی بسری کہانیاں یاد آجاتی ہیں۔ تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں پکارا تم نے میری زبان کاٹ لی۔ میں نے قلم اٹھایا اور تم نے میرے ہاتھ قلم کر دیئے۔ میں نے چلنا چاہا تم نے میرے پاؤں کاٹ دیئے۔ میں نے کروٹ لینی چاہی اور تم نے میری کمر توڑ دی۔ حتیٰ کہ پچھلے سات برس کی تلخ نوا سیاست جو تمہیں آج داغ جدائی دے گئی ہے۔ اس کے عہد شباب میں بھی میں نے تمہیں خطرے کی راہ پر جھنجھوڑا۔ لیکن تم نے میری صدا سے نہ صرف اعراض کیا بلکہ غفلت وانکار کی ساری سنتیں تازہ کر دیں۔ نتیجہ معلوم کہ آج ہی ان خطروں نے تمہیں گھیر لیا ہے جن کا اندیشہ تمہیں صراط مستقیم سے دور لے گیا تھا۔

سچ پوچھو، تو اب میں ایک جمود ہوں یا ایک دورافتادہ صدا، جس نے وطن میں رہ کر بھی غریب الوطنی کی زندگی گزاری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو مقام میں نے پہلے دن اپنے لئے چن لیا تھا وہاں میرے بال وپر کاٹ لئے گئے ہیں یا میرے آشیانے کے لئے جگہ نہیں رہی۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے دامن کو تمہاری دست درازیوں سے گلہ ہے۔ میرا احساس زخمی ہے

رے دل کو صدمہ ہے۔ سوچو تو سہی تم نے کون سی راہ اختیار کی؟ کہاں پہنچے اور اب کہاں
رے ہو؟ خوف کی زندگی نہیں۔ آہ! کیا تمہارے حواس میں اختلال نہیں آ گیا ہے؟ یہ خوف تم
ود ہی فراہم کیا ہے۔ یہ تمہارے اپنے ہی اعمال کے پھل ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ وقت نے
ی خواہش کے مطابق انگڑائی نہیں لی۔ بلکہ اس نے ایک قوم کے پیدائشی حق کے احترام میں
ٹ بدلی اور یہی وہ انقلاب ہے جس کی ایک کروٹ نے تمہیں بہت حد تک خوفزدہ کر دیا ہے۔
ل کرتے ہو کہ تم سے کوئی اچھی شے چھن گئی اور اس کی جگہ بری شے آ گئی۔ ہاں! تمہاری بے
ں اسی لئے ہے کہ تم نے اپنے تئیں اچھی شے کے لئے تیار نہیں کیا تھا اور بری شے کو ملجا و ماوی
کھا تھا۔ میری مراد غیر ملکی غلامی سے ہے۔ جس کے ہاتھوں تم نے مدتوں حاکمانہ طمع کا کھلونا
زندگی بسر کی ہے۔ ایک دن تھا کہ جب کسی قوم کے قدم کسی جنگ کے آغاز کی طرف تھے اور
م اس جنگ کے انجام سے مضطرب ہو۔ آخر تمہاری اس عجلت پر کیا کہوں؟ کہ ادھر ابھی سفر کی
تم نہیں ہوئی اور ادھر گمراہی کا خطرہ بھی پیش آ گیا۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کو ہمارے
ی زیر نہیں کر سکتا۔ میں نے ہمیشہ کہا اور آج پھر کہتا ہوں کہ تذبذب کا راستہ چھوڑ دو۔ شک
اتھ اٹھالو اور بدعملی ترک کر دو۔ یہ تین دھار کا انوکھا خنجر، لوہے کی اس دودھاری تلوار سے
کاری ہے۔ جس کے گھاؤ کی کہانیاں میں نے تمہارے نوجوانوں کی زبانی سنی ہیں۔

یہ فرار کی زندگی جو تم نے ہجرت کے مقدس نام پر اختیار کی ہے اس پر غور کرو۔ اپنے
و مضبوط بناؤ اور اپنے دماغوں کو سوچنے کی عادت ڈالو اور پھر دیکھو کہ تمہارے یہ فیصلے عاجلانہ
آخر کہاں جا رہے ہو اور کیوں جا رہے ہو؟

یہ دیکھو مسجد کے مینار تم سے جھک کر سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو
ں گم کر دیا ہے؟ ابھی کل کی بات ہے کہ جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج
کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ دہلی تمہارے خون سے سینچی ہوئی
عزیزو! اپنے اندر ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرو۔ جس طرح آج سے کچھ عرصہ پہلے تمہارا جوش
ں بے جا تھا۔ اسی طرح آج یہ تمہارا خوف و ہراس بھی بے جا ہے۔ مسلمان اور بزدلی یا مسلمان
تعال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ مسلمان کو نہ تو کوئی طمع ہلا سکتی ہے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکتا ہے۔

اگر دل ابھی تک تمہارے پاس ہیں تو اسے خدا کی جلوہ گاہ بناؤ جس نے آج سے تیرہ
ن پہلے عرب کے ایک امّی کی معرفت فرمایا تھا۔ ''جو خدا پر ایمان لائے اور اس پر جم گئے تو پھر
لئے نہ تو کسی طرح کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم۔'' ہوائیں آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں۔ یہ صرصر

سہی، لیکن اس کی عمر کچھ زیادہ نہیں۔ ابھی دیکھتی آنکھوں ابتلاء کا موسم گذرنے والا ہے۔ یوں بدل جاؤ جیسے تم پہلے کبھی اس حالت میں نہ تھے۔

میں کلام میں تکرار کا عادی نہیں۔ لیکن مجھے تمہاری تغافل کیشی کے پیش نظر بار بار یہ کہنا پڑتا ہے کہ تیسری طاقت اپنا گھمنڈ کا پشتارہ اٹھا کر رخصت ہو چکی ہے جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ سیاسی ذہنیت اپنا پچھلا سانچہ توڑ چکی ہے اور اب نیا سانچہ ڈھل رہا ہے۔ اگر اب بھی تمہارے دلوں کا معاملہ بدلا نہیں اور دماغوں کی چبھن ختم نہیں ہوئی تو پھر حالت دوسری ہے۔ لیکن اگر واقعی تمہارے اندر سچی تبدیلی کی خواہش پیدا ہوگئی تو پھر اس طرح بدلو۔ جس طرح تاریخ نے اپنے تیئں بدل لیا ہے۔ آج بھی کہ ہم ایک دور انقلاب کو پورا کر چکے ہیں۔ ہمارے ملک کی تاریخ میں کچھ صفحے خالی ہیں اور ہم ان صفحوں میں زیب عنوان بن سکتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم اس کے لئے تیار بھی ہوں۔

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم حاکمانہ اقتدار کے مدرسے سے وفاداری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرو اور کاسہ لیسی کی وہی زندگی اختیار کرو جو غیر ملکی حاکموں کے عہد میں تمہارا شعار رہا ہے۔ میں کہتا ہوں جو اجلے نقش و نگار تمہیں اس ہندوستان میں ماضی کی یادگار کے طور پر نظر آرہے ہیں وہ تمہارا ہی قافلہ لایا تھا۔ انہیں بھلاؤ نہیں۔ انہیں چھوڑو نہیں۔ ان کے وارث بن کر رہو اور سمجھ لو کہ اگر تم بھاگنے کے لئے تیار نہیں تو پھر تمہیں کوئی طاقت بھگا نہیں سکتی۔ آج زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود اک زلزلہ تھے۔ آج اندھیرے سے کانپتے ہو کیا یاد نہیں کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا۔ یہ پانی کی سیل کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے ڈر سے پائنچے چڑھا لئے ہیں۔ وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے۔ پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں آئیں تو ان پر مسکرا دیئے۔ بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا۔ صرصر اٹھی تو اس کا رخ پھیر دیا۔ آندھیاں آئیں تو ان سے کہا کہ تمہارا راستہ یہ نہیں ہے۔ یہ ایمان کی جانکنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے گریبانوں سے کھیلنے لگے اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے کہ جیسے اس پر کبھی ایمان نہیں تھا۔

عزیزو! میرے پاس تمہارے لئے کوئی نیا نسخہ نہیں ہے۔ وہی پرانا نسخہ ہے جو برسوں پہلے کا ہے۔ وہ نسخہ جس کو کائنات انسانی کا سب سے بڑا محسن لایا تھا۔ وہ نسخہ ہے قرآن کا یہ اعلان ”لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“ آج کی صحبت ختم ہوگئی۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں اختصار کے ساتھ کہہ چکا۔ پھر کہتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں

اپنے حواس پر قابو رکھو۔ اپنے گردوپیش اپنی زندگی خود فراہم کرو۔ یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمہیں خرید کر لادوں۔ یہ تو دل ہی کی دکان سے اعمال صالحہ کی نقدی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ والسلام!"

لیجئے! اب مولانا کی تقریر سن کر آپ ہم سب فارغ ہوئے تو اب پھر واپس چلتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قادیانی افتراء کی حقیقت

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم پر قادیانی پریس میں بڑے تواتر کے ساتھ یہ الزام شائع ہوتا رہا کہ:

۱...... مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کی کتب سے متاثر تھے۔

۲...... مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کے جنازہ ٹرین پر امرتسر سے بٹالہ تک ساتھ گئے۔

۳...... اخبار وکیل میں آپ کا مرزا قادیانی کی وفات پر تعزیتی مضمون شائع ہوا تھا۔

قادیانی ہزار بار تردید ہو جانے کے بعد برابر جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ ان کا خمیر ہی جھوٹ سے اٹھایا گیا ہے۔ بار بار جھوٹ بول کر جھوٹ پر پکا ہو جانا قادیانی نبوت کی سرشت بد ہے۔ اس خوئے بد کی تفصیل لکھنا چاہیں تو پوری قادیانیت اس کی لپیٹ میں آجائے۔ وہ کون سی شخصیت ہے جس پر قادیانیت نے اپنے کذب کا طومار نہ باندھا ہو؟ قادیانیوں کی کذب بیانی سے اللہ رب العزت، رحمت عالم ﷺ، انبیائے علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، مفسرین، محدثین، ائمہ مجتہدین، اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اگر محفوظ نہیں رہے تو اور کون ہے جن کی نسبت مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے کذب صریح کا بہتان نہ تراشا ہو؟ کل کی بات ہے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر انہوں نے مرزائیت سے متاثر ہونے کے الزامات نہ صرف لگائے بلکہ آج تک کے قادیانی وہی پرانے قادیانیوں کے نکلے ہوئے کذب وافتراء کے فضلہ سے اپنے پیٹ بھر رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بروزی نبوت نے اس کذب کے بول و براز سے نشوونما پائی ہے۔ کذب سے بھرپور ایک سوال قادیانی کریں۔ آپ اس کا جواب دے دیں۔ جو حقائق سے لبریز ہو۔ وقتی طور پر قادیانی چپ سادھ لیں گے۔ لیکن پھر موقع بموقع اسی کذب سے بھرپور سوال کا اعادہ کبھی ترک نہ کریں گے۔ حالانکہ سوال کرنے والے قادیانی کو معلوم ہوگا کہ اس کا یہ جواب شافی وکافی امت کی طرف سے دیا جا چکا ہے۔ کذب وافتراء سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا سارا کھیل اسی طرز پر کھیلا جا رہا ہے۔

اب لیجئے کہ قادیانیوں نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ تین جھوٹ تراشے۔ بارہاران کا جواب دیا گیا۔لیکن قادیانی کذاب باز نہ آئے۔کذب کے منہ میں دہ...... کہ یہی فضلہ ایک جنونی قادیانی کے بیٹے یعنی قادیانی کمائی کے ماحصل عبدالمجید سالک (جو خود قادیانی کا بیٹا، قادیانی ماحول کا پروردہ، مرزا بشیر محمود کا جگری دوست، مرزا محمود کی ملعون جلوتوں اور خلوتوں کا حاضر باش تھا) نے کتاب شائع کی۔''یاران کہن'' جو مکتبہ ''چٹان'' سے شائع ہوئی۔اس میں اس قادیانی کمینہ فطرت کے شاہکار عبدالمجید سالک نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ پر ان قادیانی الزامات کو پھر جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع کر دیا۔اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کتاب ملی تو مولانا ابوالکلام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان نے آغا شورش مدیر ''چٹان'' کے نام مکتوب لکھا جن میں ان تینوں باتوں کی تردید موجود تھی۔ خط ملتے ہی مدیر ''چٹان'' نے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی ۱۳ر فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت ص ۵ یہ چوکھٹا شائع کیا:

> ''یاران کہن'' میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے بے بنیاد باتیں منسوب کی گئی ہیں۔
>
> مناسب یہ ہے سالک صاحب خود اس کی تردید کریں۔
>
> مولانا آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان کا مکتوب۔
>
> حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں: ''مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے ایک کتاب یاران کہن کے نام سے لکھی ہے۔اس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا (آزاد) کے متعلق درج ہیں۔مثلاً یہ کہ آزاد، مرزا غلام احمد کی کتب سے بہت متاثر ہوئے یا جنازہ کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ۔مناسب یہ ہے کہ سالک صاحب خود اس کی تردید کر دیں......وکیل (رسالہ امرتسر) میں مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات پر جو مقالہ افتتاحیہ چھپا تھا وہ منشی عبدالحمید کپورتھلوی کا تھا۔مولانا (آزاد) کا اس اداریہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔'' (ہفت روزہ چٹان لاہور مورخہ ۱۳ر فروری ۱۹۵۶ء ص ۵)

اس تردید کے شائع ہونے کے بعد جس میں تینوں قادیانی الزامات کا جواب شافی موجود تھا۔ قادیانی گماشتے یا مولانا ابوالکلام آزادؒ کے معاند، بدخواہوں کے چہروں پر جھوٹ کے کالک کا برش پھر گیا۔ اب بھی اگر کوئی ان الزامات کو دہراتا ہے تو یا تو وہ انصاف کا خون کر کے اپنی قبر کالی کرتا ہے یا قادیانیوں کی کذب بیانی کے عمل کے تسلسل کو آگے بڑھا کر ملعون قادیانی کی سنت ملعونہ پر عمل پیرا ہے۔ لیکن دیکھئے کہ جھوٹے کے منہ میں وہ...... عبدالمجید سالک جس نے یہ قادیانی الزامات دہرائے تھے۔ وہ چٹان میں اس تردید کے بعد پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔ ادھر ادھر فرار، اقرار وانکار کے بعد سالک صاحب نے مولانا آزادؒ کے سیکرٹری خان محمد اجمل خان کو جوابی خط لکھا جو ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی اشاعت مورخہ ۲۰ر فروری ۱۹۵۶ء کے ص ۵ پر شائع ہوا۔ اس کے یہ جملے قادیانی الزامات کی تردید کے لئے خود عبدالمجید سالک کے قلم سے کافی ہیں۔ عبدالمجید صاحب سالک نے لکھا: ''ہوسکتا ہے کہ ان امور میں میرے (سالک) حافظہ نے میرا ساتھ نہ دیا ہو اور حضرت مولانا ہی کے وہ ارشادات درست ہوں۔ جن کی بناء پر آپ نے شورش صاحب کو مکتوب لکھا۔ بہر حال مجھے ''یاران کہن'' میں بیان کردہ واقعات کی صحت پر اصرار نہیں اور میں آپ کی تردید کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں...... سالک!''

قادیانی دماغ کا شاہکار عبدالمجید سالک تو تردید کے سامنے ''سر تسلیم خم'' ہوگیا۔ باقی معاندین اور دیگر قادیانی اسی کذب وافتراء سے پر، متعفن ہڈی کے چوسنے پر غرّا رہے ہیں تو انہیں فقیر راقم بھی حوالۂ حالات کرتا ہے۔

البتہ ایک متر بہتر سالہ کذاب نے یہ نیا انکشاف کیا ہے کہ مولانا آزادؒ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے میرے توجہ دلانے پر یہ تردید ''چٹان'' میں شائع کی تھی۔ فقیر راقم نے ۱۳ر فروری اور ۲۰ر فروری ۱۹۵۶ء کے ''چٹان'' کے اصل شمارہ کو سامنے رکھا ہوا ہے۔ بہت ہی افسوس ہو رہا ہے کہ اس کا کہیں نام تک بھی نہیں ہے۔ آج جب کہ مولانا آزادؒ، آپ کے سیکرٹری اجمل خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، سالک سب وفات پاچکے ہیں تو ایک آدمی پانچواں شاہسوار بننے کے لئے یہ جھوٹ تراشتا ہے تو اسے بھی حوالہ حالات کئے بغیر چارہ نہیں۔ ورنہ حالات صاف صاف گواہی دیتے ہیں کہ یہ بھی کذب بیانی کا وہ...... منہ میں رکھنے کی دوڑ میں پاگلوں کی طرح دوڑا جا رہا ہے۔ خیر!

''نئے ظہور پر ایمان'' ۱۹۲۶ء کے ماہ جون میں کسی صاحب نے امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ سے دریافت کیا تھا کہ قادیانیوں کے اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے کہ

’’مسلمانوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ ظہور پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘ اس کے جواب میں آپ نے جو مکتوب ارسال فرمایا وہ اس کتابچہ میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ مولانا ابوالکلام آزادی ؒ کی یہ خط وکتابت اوبستان لاہور۱۹۵۲ء نے ’’نئے ظہور پر ایمان‘‘ کے نام سے شائع کی تھی۔ یہ قادیانی عیاری کا دندان شکن جواب بھی ہے اور ایک تاریخی درثہ بھی۔ الحمدللہ! کہ احتساب قادیانیت کی جلد۳۹ میں محفوظ ہوگیا۔

(۱۳۷)

اجمل خان لاہوری ؒ، حضرت مولانا قاری محمد

(پیدائش:۱۹۳۰ء ...... وفات:۲۱؍مئی۲۰۰۲ء)

مولانا قاری اجمل خان نے ابتداء سے دورہ حدیث تک کی تعلیم علاقہ کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں حاصل کی۔ جامعہ رحمانیہ کے بانی ومدیر مولانا خلیل الرحمٰن کی عبقری شخصیت کی تعلیم وتربیت نے آپ کی شخصیت سازی میں خصوصی کردار ادا کیا۔ چنانچہ جوہر شناس استاد نے اپنے ہونہار اور لائق وفائق شاگرد کو درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے ساتھ ہی ادارے میں بحیثیت مدرس نامزد کیا۔ مولانا قاری محمد اجمل خان ؒ شروع سے ہی جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ تھے اور مولانا مفتی محمود ؒ کے دست راست سمجھے جاتے تھے اور کئی بار آپ کو حضرت مفتی محمود ؒ کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کا اعزاز بھی حاصل ہوا ہے۔ اپنے اور پرائے تمام لوگ آپ کی خطابت کو مانتے تھے۔ آپ نے اپنی خطابت سے لوگوں کے بنجر دلوں کو سیراب کیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء یا تحریک نظام مصطفےٰ ۱۹۷۷ء میں ویسی سحرانگیز خطابت کی کہ لوگوں کا ایک طوفان کھڑا ہوگیا اور آخرکار قادیانیت کا سفینہ اس طوفان میں ڈوب ہی گیا۔ آپ نے اپنے اکابر کے طرز پر لاہور میں نصف صدی تک درس قرآن دیا اور لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔ آپ اپنے درس اور بیان میں سب سے زیادہ زور دو باتوں پر دیتے تھے کہ جہاں بھی رہو بخدا ہو کے رہو۔ کوئی دیکھنے والا ہے یا نہیں اللہ ہر جگہ پر دیکھنے والا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو بھی نہ چھوڑنا۔ جب آپ آخری عمر میں نحیف اور کمزور ہوگئے تو اپنی خطابت وامامت کے فرائض اپنے صاحبزادہ مولانا امجد خان کے سپرد کردیئے۔ سیاسی حوالے سے

آپ کا شمار جمعیۃ علماء اسلام کے سابقون اوّلون میں ہوتا ہے۔
بڑے خوشی کے انداز میں فرماتے کہ ہم اقتدار نہیں چاہتے۔لیکن اقتدار والوں کو غلط راستوں پر بھی نہیں چلنے دیں گے۔علماء کو ممبری کی ضرورت نہیں۔ان کے پاس تو منبر رسولؐ موجود ہے اور ساتھ ہی یہ شعر پڑھتے ۔

تیری جدا پسند میری جدا پسند تجھ کو خودی مجھ کو خدا پسند

آپ نے تحریکات میں قائدانہ کردار پیش کئے۔ بہت ساری ایسی تحریکیں آئیں کہ حکومتی اقدام سے معلوم ہوتا تھا کہ اب دین ختم ہو جائے گا۔لیکن اکابر علماء کے قافلے کھڑے ہوئے اور تحریکیں چلائیں اور قائدین میں جہاں پر مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام نظر آتے ہیں انہیں قافلوں میں مولانا اجمل خان کا نمایاں کردار ہے۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ہو یا ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ۔ ان تحریکات میں مولانا اجمل خان کا کردار بے مثال اور قائدانہ تھا۔
چنیوٹ، چناب نگر، برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مستقل دعا گو تھے۔

(۱۴۸)

احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان حضرت مولانا

(ولادت:۱۹۱۵ء وفات:۱۱/اپریل ۱۹۸۰ء)

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے ممتاز علماء دین میں سے تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔اپنی عملی زندگی میں آپ نے قادیانیت کے خلاف تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔
تحریک ختم نبوت کے بارے میں جناب شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
''مرزائی جب پاکستان میں اپنے ناپاک عزائم کو پھیلانے کی کوشش کرنے لگے تو مجلس علماء تحفظ ختم نبوت نے فیصلہ کیا کہ پاکستان میں قادیانیوں کے ناپاک عزائم کو ابھرنے نہ دیا جائے اور ان کے عزائم سے حکومت کو مطلع کرتے رہنا چاہئے۔اس غرض کے لئے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، اور مولانا احتشام

الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو نامزد کیا کہ یہ حضرات قادیانیوں کے ناپاک عزائم سے حکومت پاکستان کو آگاہ کریں۔ چنانچہ علماء حق نے مرزائیوں کے ارادوں سے حکومت کو آگاہ کیا اور عوام کو آگاہ کرنے کے لئے بڑے بڑے شہروں میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کیں۔"

۱۵؍جون ۱۹۵۲ء میں مرزا محمود نے جن علماء کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، مرزا محمود نے ان کا نام لے کر اعلان کیا کہ: "عطاء اللہ شاہ بخاری، احتشام الحق تھانوی، مفتی محمد شفیع، عبدالحامد بدایونی اور مودودی کو ہم قتل کر دیں گے۔"

اس کے بعد ۱۷؍مئی ۱۹۵۳ء کو چوہدری ظفر خان قادیانی نے جہانگیر پارک کراچی میں ان علماء حق کے خلاف زبان درازی کی اور کہا کہ: "احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے لگایا ہے۔ اب جڑ پکڑ چکا ہے۔ اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا۔"

نتیجہ مسلمانوں اور مرزائیوں میں فساد ہو گیا اور اس صورتحال کے پیش نظر کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس بلائی گئی۔ مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی جعفر حسین مجتہد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف کلکتوی اور مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے دستخطوں سے دعوت نامے جاری کئے گئے جو مطالبات مرتب کئے گئے وہ یہ تھے۔

۱...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
۲...... چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کیا جائے۔
۳...... تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔
۴...... ان مقاصد کو قطعی شکل دینے کے لئے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن منعقد کی جائے۔

چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجلاس کی صدارت کی اور کنونشن منعقد کرنے کے لئے ایک بورڈ علماء پر مشتمل بنایا گیا۔

بورڈ کے ارکان حسب ذیل تھے:

۱...... علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۲...... مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ
۳...... مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۴...... مولانا محمد یوسف کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ
۵...... مفتی صاحب داد رحمۃ اللہ علیہ

۶...... مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ
۷...... مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
۸...... مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ
۹...... مفتی جعفر حسین مجتہد رحمۃ اللہ علیہ
۱۰...... الحاج ہاشم گزدر رحمۃ اللہ علیہ

اس بورڈ کے کنویز مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ منتخب کئے گئے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۲۹۰ سے زائد جلسے صوبہ بھر میں کئے گئے جو ہر مکتب فکر کی مختلف جماعتوں کی طرف سے ہوتے رہے اور تمام جلسوں میں مندرجہ بالا مطالبات کی تائید کی گئی۔

مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیوں کے متعلق ایک اہم مشترکہ اعلان

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق مارچ ۱۹۵۳ء میں جب بعض کارکنوں نے غلط اور غیر شرعی طریقہ اختیار کیا تو خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یوسف کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا جو من وعن درج ذیل ہے:

جیکب لائنز کراچی ۲؍مارچ ۱۹۵۳ء

تین چار روز سے مسلسل کراچی کے عام مسلمان اور باہر سے آنے والے رضا کار ڈائریکٹ ایکشن کے متعلق ہدایات اور پروگرام معلوم کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔اس بناء پر یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو مطالبہ تمام دینی ومذہبی جماعتوں کی طرف سے اٹھایا گیا اور جو ہمارے نزدیک اس ملک کی سالمیت اور دین اسلام کی بقاء کے لئے ایک بنیادی اور ناگزیر مطالبہ ہے۔اس کو تسلیم کرانے کے لئے بعض جماعتوں یا کارکنوں کی طرف سے جو طریق کار اختیار کیا گیا اور جس کے نتیجے میں علماء وزعماء کی اچانک گرفتاریاں بھی عمل میں آئیں اور سینکڑوں رضا کاروں کی گرفتاری کا سلسلہ جاری ہے۔اس کے متعلق اگرچہ ہم کو گرفتار شدہ زعماء کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے یا ہدایات دینے یا موجودہ صورتحال کو روک دینے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہم کو اس پروگرام کی تفصیلات سے باخبر کیا گیا۔جس کے تحت اس مرحلہ پر یہ اقدام عمل میں لایا گیا ہے۔لیکن اس وقت بغیر کسی سنجیدہ قیادت کے پبلک کا ایسی پوزیشن اختیار کرنا کہ جو جس کے جی میں آئے

کرگزرے یا بغیر کسی واضح اور معین پروگرام کے اپنے آپ کو ابتلاء میں ڈال دے۔ نہ صرف اس بنیادی مطالبہ کے لئے بلکہ آئندہ عام دینی جدوجہد کے لئے انتہائی مضر اور خطرناک ہوگا۔ اس لئے ہم ناموس رسول پر مر مٹنے کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جذبات اور ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کریں اور تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ کو مستقل خطرہ میں نہ مبتلا کردیں۔ جب تک پوری تدبیر اور غور وفکر کے بعد اس مطالبہ کو منوانے کے لئے دینی جماعتوں کے باہمی اتفاق سے عمل کی صحیح راہ اور واضح پروگرام طے نہ کرلیا جائے۔ اس وقت تک پبلک کی انفرادی اور گرانقدر قربانیوں کے لئے کسی معین صورت کا پیش کرنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ اس سے زیادہ اس منزل پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

دستخط نمبر:۱ (مولانا) احتشام الحق تھانوی
دستخط نمبر:۲ (مولانا مفتی) محمد شفیع
دستخط نمبر:۳ (مولانا) محمد یوسف کلکتوی

مولانا احتشام الحق تھانوی ﷫ نے نومبر ۱۹۷۹ء میں فتویٰ دیا:

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اور ظفر اللہ قادیانی کے خلاف بیان

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام جنہوں نے ایک سائنسدان کی حیثیت میں فزکس کا نوبل انعام حاصل کیا ہے۔ قادیان کے جعلی نبی کے ان امتیوں میں سے ہیں جنہیں پاکستان کے موجودہ آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاچکا ہے۔ مگر حیرت اور افسوس ہے کہ سرکاری اور پبلک حلقوں نے تبریک وتہنیت کا جو انداز اختیار کیا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ مرتد ومسلمان کے درمیان امتیاز کے نقوش دھندلے پڑ گئے بلکہ پاکستانی نیشنل ہوتے ہوئے خود ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی یہ اعلان کردیا کہ وہ ''یہ انعام حاصل کرنے والے پہلے مسلمان ہیں۔'' ربوہ سے شائع ہونے والے مرزائیوں کے سرکاری ترجمان ماہنامہ ''انصار اللہ'' نے قادیانی مسیح موعود کی ایک پیشین گوئی کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام کو مخلص احمدی مسلمان قرار دیتے ہوئے اس اعزاز کو مذہب توحید اور عالم اسلام کی خدمت کا اعلیٰ کارنامہ بھی بتایا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ افسوسناک کردار برطانیہ میں پاکستان کے سفیر ریٹائرڈ بریگیڈیئر فضل الرحمٰن کا رہا ہے جنہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کے اعزاز میں استقبالیہ دے کر اسلامی ممالک کی نظروں میں مرزائیوں کی عظمت وتوقیر بڑھادی اور مرزائیوں کے داخلہ پر پابندی کو لایعنی بنادیا۔ ایک طرف ہم ملکی ووطنی قومیتوں کی تھیوری کو خالص غیر اسلامی اور کانگریسی سمجھتے ہیں اور اسلامی قومیت پر مبنی نظریۂ پاکستان کو ملک کی بنیاد تصور کرتے ہیں، دوسری طرف پیغمبر اسلام کی نبوت کے مقابلہ میں قادیانی نبوت کا کیمپ لگانے والے

مرتدوں اور باغیوں کو محض ملکی و وطنی حیثیت سے مبارک باد دیتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ مغربی جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں قادیانی نبی کے کٹر امتی چوہدری سر ظفر اللہ خان اسلام کی تفہیم و تشریح کی اتھارٹی بنے ہوئے ہیں۔ نہ مرزائی آرگن انصار اللہ سے کسی نے باز پرس کی نہ ڈاکٹر عبدالسلام اور چوہدری ظفر اللہ خان کے پاکستانی پاسپورٹ کسی نے ضبط کئے۔ (منصورہ برانڈ بدیع الزمان کیکاؤس) جو آج کل ہز ماسٹر وائس مفتی اعظم بنے ہوئے ہیں وہ اپنے پالتو مولویوں کی مدد سے فتویٰ ہی صادر کر دیں کہ مرتدوں کو قانونی تحفظ دینا اور ان کی شان دو بالا کرنا اسلام کے مطابق ہے یا خلاف اسلام؟ مجھے اچھی طرح احساس ہے کہ مرزائیوں کے خلاف بولنا اسرائیل اور صیہونیت نواز دنیا کی استعماری طاقتوں کے ظلم کا نشانہ بننا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کی پامالی پر بہروں اور گونگوں کی طرح خاموش رہنا بھی تو قہر الٰہی کا مورد بننا ہے۔ و العذاب الآخرۃ اکبر!

احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مورخہ ۶ / نومبر ۱۹۷۹ء

(سید اکبر شاہ بخاری)

(۱۳۹)

احتشام الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد احتشام الدین مراد آبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

’’مرزا غلام احمد کے بہت سے اقوال، عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کا منکر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بہت سے اقوال بدعت اور بعض کفر تک پہنچتے ہیں۔‘‘

(۱۴۰)

احسان اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(شہادت: ۲۶ / دسمبر ۱۹۸۶ء)

مولانا احسان اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ فاروقیہ والٹن کے بانی تھے۔ مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ خطابت میں زور بیان، دلائل پر غالب ہوتا تھا۔ دبنگ انسان تھے۔ زبان کے ساتھ قوت بازو سے بھی کام لینے میں دریغ نہ تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

ضیاء القاسمی ﷫، مولانا عبدالقادر آزاد ﷫ ایسے نامور خطباء سے دوستی اور نیازمندی کے تعلقات تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ختم نبوت کانفرنسہائے چنیوٹ و چناب نگر میں تشریف آوری ہوتی تھی۔ بہت ہی دوست نواز مخلص تھے۔

(۱۴۱)

احسان الٰہی ظہیر ﷫، علامہ

(پیدائش: ۳۱؍مئی ۱۹۴۰ء ...... وفات: ۳۰؍مارچ ۱۹۸۷ء)

معروف عالم دین، شعلہ نوا خطیب و سیاستدان، مولانا علامہ احسان الٰہی اہل حدیث فاضل عالم تھے۔ آپ نے پاکستان کے بعد مدینہ منورہ اسلامیہ یونیورسٹی سے بھی سند فراغ حاصل کیا۔ عربی، اردو، پنجابی کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ بڑے دبنگ قسم کے عالم دین تھے۔ آپ عرصہ تک جمعیۃ اہل حدیث کے مرکزی ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی قیادت کے شانہ بشانہ رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ہونے والی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر میں باضابطہ بغیر ناغہ کے تشریف لاتے تھے۔ آغا شورش کاشمیری ﷫، نوابزادہ نصر اللہ خان ﷫، مولانا تاج محمود ﷫، مولانا محمد ضیاء القاسمی ﷫، مولانا محمد شریف جالندھری ﷫ سے محبت بھرا تعلق تھا۔

مولانا علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ''مرزائیت اور اسلام'' نامی یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اصلاً یہ عربی میں تھی۔ اس کا نام ''القادیانیۃ'' تھا۔ اردو میں اس کا نام ''مرزائیت اور اسلام'' رکھا گیا۔ جنوری ۱۹۹۳ء میں یہ شائع ہوئی۔ پہلے یہ قسط وار ''الاعتصام'' میں شائع ہوتی رہی۔ پھر اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۵ میں شائع شدہ ہے۔

مولانا احسان الٰہی ظہیر مرحوم لکھتے ہیں کہ جب ۱۹۶۷ء کے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب مسجد نبوی کے پڑوس میں اپنی کتاب ''القادیانیۃ'' کو مکمل کر کے سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سحرگاہ دعائے نیم شبی لبوں پر لئے باب جبرائیل کے راستے (کہ جب دیار حبیب علیہ السلام میں میرا مکان اسی جانب تھا) مسجد نبوی کے اندر داخل ہوتا ہوں۔ لیکن روضہ اطہر کے سامنے پہنچ کر ٹھٹک جاتا ہوں کہ آج خلاف معمول روضۂ معلّٰی کے دروازے وا ہیں اور پہرے دار خندہ رو استقبالیہ انداز میں منتظر ہیں۔ میں اندر بڑھا جاتا ہوں کہ سامنے سرور کونین رحمت عالم

حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رعنائیوں اور زیبائیوں کے جھرمٹ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی معیت میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ دل خوشیوں سے معمور اور دماغ مسرتوں سے لبریز ہو جاتا ہے اور جب میں دیر گئے باہر نکلتا ہوں تو دربان سے سوال کرتا ہوں: ''یہ دروازے تم روزانہ کیوں نہیں کھولتے؟'' جواب ملا: ''یہ دروازے روزانہ نہیں کھلا کرتے۔'' اور آنکھ کھلی تو مسجد نبوی کے میناروں سے یہ دلکش ترانے گونج رہے تھے: ''اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله'' اور صبح جب میں نے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کو ماجرا سنایا تو انہوں نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو، ختم نبوت کی چوکھٹ کی چوکیداری میں خاتم النبیین ﷺ کے رب نے تمہاری کاوش کو پسند فرمایا ہے۔

(مرزائیت اور اسلام ص۲۴، ۲۵، مصنف علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم)

(۱۴۲)

احسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (علی گڑھ)، سید

جناب سید احسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف ضلع علی گڑھ کے تحصیلدار تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں مرزا قادیانی کے حالات، دعاوی، عقائد پر مختصر مگر جامع و مانع بحث کی ہے۔ سید احسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا یہ رسالہ تیسری بار جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ میں مونگیر سے شائع ہوا۔ اب محرم ۱۴۳۲ھ ہے۔ گویا بانوے سال قبل کا رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی ہم سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ حق تعالیٰ مزید توفیق عنایت فرمائیں۔ اس رسالہ کا نام ہے: ''مسیح قادیان کے حالات کا بیان'' بہت ہی قیمتی دستاویز ہے۔

(۱۴۳)

احمد بزرگ سلمکی رحمۃ اللہ علیہ (سورتی مسجد رنگون)، مولانا

(وفات: ۵؍دسمبر ۱۹۵۱ء)

۱۹۲۰ء میں لاہوری مرزائی گروہ کے نفس ناطقہ خواجہ کمال الدین رنگون برما گئے اور برما کے مسلمانوں سے چندہ بٹورنے کے لئے اپنے کو اور اپنے گروہ لاہوری مرزائیوں کو اسلام کے

روپ میں پیش کیا۔اس زمانہ میں برما میں مولانا احمد بزرگ سلمکی ﷫ وہاں مسلمانوں کے نامور عالم دین تھے۔آپ نے خواجہ کمال الدین کے کذب ودجل کو پارہ پارہ کرنے کے لئے لکھنؤ سے مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ﷫ کو برما تشریف لانے کی دعوت دی۔آپ کی تشریف آوری پر برما کے مسلمانوں کے لئے پردہ غیب سے رحمت خداوندی کا مظاہرہ ہوا۔خواجہ کمال الدین کو مباحثہ کے لئے خطوط لکھے گئے۔اس کے شبہات کے جوابات دیئے گئے۔جگہ جگہ اس کی تردید میں اجتماعات منعقد ہوئے۔مولانا عبدالشکور لکھنوی ﷫ عالم دین، حاضر جواب، مناظر اور بلا کے خطیب تھے۔برصغیر میں ردرفض پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز ﷫ محدث دہلوی کے بعد سب سے زیادہ آپ نے کام کیا۔اس زمانہ میں اس مباحثہ کی تمام کارروائی کو ''صحیفہ رنگون برپیروان دجال زبون'' کے نام سے مولانا احمد بزرگ سلمکی ﷫ نے مرتب کر کے شائع کیا۔اب چند سال ہوئے دینی تعلیمی ٹرسٹ لکھنؤ نے اسے جدید خطوط پر مرتب کر کے روئیداد مباحثہ رنگون کے نام پر شائع کیا۔اب تیسری بار احتساب قادیانیت کی جلد تیس (۳۰) میں اسے شائع کیا گیا۔

(۱۴۴)

احمد بن سعد بن حمدان الغامدی، فضیلۃ الشیخ

سعودی عرب ریاض سے جناب فضیلۃ الشیخ احمد بن سعد بن حمدان الغامدی کی کتاب ''عقیدہ ختم نبوت بالنبوۃ المحمدیہ'' عربی زبان میں بڑے سائز کے ۴۳۴ صفحات پر مشتمل ۱۳۹۸ھ میں شائع ہوئی۔

اس کتاب کے کل پانچ ابواب ہیں۔باب اوّل کی چار فصلیں ہیں۔فصل اوّل: ختم نبوت کی لغوی وشرعی تعریف۔فصل دوم: کتاب وسنت آثار صحابہ ﷡ اور آج تک امت کے اجماع کی تفصیل۔فصل سوم: ختم نبوت کا عقیدہ سابقہ کتب کی روشنی میں۔فصل چہارم: خصائص امت محمدیہ اور عقیدۂ ختم نبوت۔خاتمہ باب اوّل: عقیدۂ ختم نبوت پر ائمہ احناف کے جوابات۔

باب ثانی میں شیعہ امامیہ کی عقیدہ ختم نبوت سے متعلق تاویلات کے جوابات۔

باب ثالث میں عباسی واموی دور میں مدعیان نبوت کے تعاقب کی تفصیل۔

باب رابع میں بابیت، بہائیت، قادیانیت کی اس عقیدہ کے خلاف تحریکات۔ان کے اعتراضات وجوابات۔

باب خامس میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امت محمدیہ کی ذمہ داریاں۔
خاتم الکتاب: تمام مباحث کے نتائج پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ مصنف نے بڑی کامیابی کے ساتھ ان موضوعات کو اجاگر کیا ہے۔

(۱۴۵)

احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۲۶۷ھ ...... وفات:۱۳۳۰ھ)

مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ کا مرزا غلام احمد کو مناظرہ ومباہلہ کا چیلنج

حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ کا خط

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی سلمہٗ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مدعا نگار ہے کہ امروہہ میں اور خاص محلہ دربار (کلاں) میں ایک مرض وبائی مہلک یہ پھیل رہا ہے کہ محمد احسن، جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے، اس نے حکیم آل محمد کو، جو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، مرزا کا مرید بنا چھوڑا، اور سیّد بدرالحسن کو، جس نے مدرسے میں مجھ ناکارہ سے بھی کچھ پڑھا ہے، مرزا کی طرف مائل کردیا۔ ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی، لن ترانیاں کرنی شروع کیں، طلبہ کے مقابلے سے یوں عقب گزاری (کی) احمد حسن میرے مقابلے پر آوے، جب مناظرے پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ: ”حضرت! مرزا کو بلایئے، صَرف راہ میرے ذمہ (یا) مجھ کو لے چلیے، میں خود اپنے صَرف کا متکفل ہوں گا۔ بسم اللہ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کرلیجئے یا میرے طلبہ سے مناظرہ کرلیجئے، ان کی مغلوبی میری مغلوبی۔“ تب مناظرے کا دعویٰ چھوڑ، مباہلے کا ارادہ کیا۔ بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بھیجا، بسم اللہ مرزا آوے، مباہلہ، مناظرہ جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں۔ (میں نے) اس کے بعد جامع مسجد (امروہہ میں) ایک وعظ کہا اور اس پیغام کا بھی اعلان کردیا اور مرزا کے خیالات فاسدہ کا پورا رد کیا۔

کل بروز جمعہ دوسرا وعظ ہوا، جو بفضل تعالیٰ بہت پرزور تھا، اور بہت زور کے ساتھ یہ پکار دیا کہ: ''دیکھو! مولوی فضل حق کا یہ اشتہار مطبوعہ (اور) میرا یہ اعلان مرزا صاحب کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں، کب تک خلوت خانے میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہو گے؟ میدان میں آؤ اور اللہ برتر کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم سے دجال امت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں، اگر تم کو اور تمہارے حواریین کو غیرت ہے تو آؤ، ورنہ اپنے ہفوات سے باز آؤ۔'' بفضلہٖ تعالیٰ ان دونوں وعظوں کا اثر شہر میں امید سے زیادہ پڑا اور دشمن مرعوب ہوا۔

پیش گوئی تو یہ ہے کہ نہ مباہلہ ہو، نہ مناظرہ مگر دعا سے ہر وقت یاد رکھنا، مولانا گنگوہی مدظلہٗ (اور) مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے بہت کلمات اطمینان تحریر فرمائے ہیں، ارادہ ہے دو چار وعظ اور کہوں۔ (۲۰ر ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ، مطابق یکم رمارچ ۱۹۰۲ء از امروہہ)

مولانا سیّد بدرالحسن امروہی کی فاسد عقیدے سے توبہ

مولانا سیّد بدرالحسن امروہی حضرت امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے، ان کی آمد و رفت محمد احسن (قادیانی) کے پاس رہنے لگی، اور ان کی باتیں سن کر حیات مسیح علیہ السلام میں ان کو شک وتردّد ہو گیا، بہت سے علماء نے ہر چند ان کو سمجھایا لیکن ان پر باطل کا اثر ہو گیا تھا، اس لئے کسی کی نہ سنتے تھے اور الٹا مناظرہ کرتے تھے۔ حضرت محدث امروہی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا احمد حسن) کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی، ایک دن ان کو حضرت کے پاس لایا گیا یا وہ خود بخود آئے، حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ''مولوی بدرالحسن! حقیقت میں تم ہمارے طبیب روحانی ہو، ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارا شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والا باطل میں گرفتار نہیں ہو سکتا، اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے، تم نے ہمارا غرور توڑ دیا۔'' نہ معلوم کس جذبے سے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ مولوی بدرالحسن زار و قطار رونے لگے اور قدموں پر لوٹے لوٹے پھرے اور اپنے فاسد عقیدے سے توبہ کی۔ یہی بدرالحسن، حضرت کے ساتھ مجلس مناظرہ رامپور میں موجود تھے۔ مولانا احمد حسن نے مرزا قادیانی کے متعلق فتویٰ لکھا کہ:

''قادیانی کی تحریریں عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں۔ وہ اس شیطان سے بھی زیادہ حق سے دور ہے جو اس سے کھیل رہا ہے۔''

(۱۴۶)

احمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (کلکٹر حیدر آباد دکن)، مولانا

مولوی احمد حسن دہلوی نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:
''ایسے اعتقادات رکھنے والا ملحد اور ظاہر شریعت کا منکر ہے اور اس کا حکم مخفی نہیں ہے۔''

(۱۴۷)

احمد حسین میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، جناب شیخ

جناب شیخ احمد حسین میرٹھی اور سیٹر کی تالیف لطیف ''اتمام البرھان علی مخالفی الحدیث والقرآن لاثبات الحق الصریح فی حیات المسیح'' ہے۔ یہ کتاب ملعون قادیان، مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں زیادہ تر مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر جو اشکالات کئے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ شیخ احمد حسین میرٹھی اور سیٹر شیخ مدار اللہ عرف مدار بخش کے صاحبزادے تھے۔ اخبار شحنۂ ہند کے مہتمم جناب ابوادریس احمد حسین شوکت کے تحت شوکت المطابع میرٹھ میں پہلی بار یہ کتاب شائع ہوئی۔ ایک سو نو سال بعد اس کتاب کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں ہم پر فضل ایزدی ہے۔ فلحمدللہ! یہ کتاب مجلس کے کتب خانہ میں فوٹو سٹیٹ نسخہ ہے۔ فقیر نے کہیں سے فوٹو حاصل کیا۔ اس کے فوٹو کراتے ہوئے ص ۳۴، ۳۵ کا فوٹو رہ گیا۔ یہ صفحات فوٹو سٹیٹ سے غائب تھے۔ میرے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں نے بھی جلد کراتے وقت صفحات کو چیک نہ کیا۔ اب عرصہ بعد اس پر کام کی توفیق ملی تو سرے سے یاد نہیں آ رہا کہ یہ کتاب کہاں سے فوٹو کرائی تھی؟ ماہنامہ لولاک میں اعلان کئے کہ جن کے پاس یہ کتاب ہے وہ ص ۳۴، ۳۵ کا فوٹو دیدیں۔ لیکن ''خود کردہ را علاج نیست'' میری حماقت کا مداوا نہ ہو سکا کہ فوٹو کراتے وقت صفحات کو چیک نہ کر پایا۔ مجبوراً ان صفحات کی جگہ بیاض چھوڑ کر باقی کتاب مکمل پیش خدمت ہے۔ لیجئے! اس سانحہ پر دماغ شائیں، شائیں کرنے لگ گیا ہے۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔ تن تنی کو غیر کیا جانے؟

(۱۴۸)

احمد حسین کمال رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال ایک کہنہ مشق صحافی، لیکن مائل بہ خارجیت تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ترجمان ''ترجمان اسلام'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ''مسئلہ کشمیر اور مرزائی'' ایک مضمون لکھا جو ''ترجمان اسلام'' لاہور ۸؍مارچ ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جسے مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ یہ دونوں پمفلٹ بھی محاسبہ قادیانیت جلد سوم میں شریک اشاعت ہیں۔

(۱۴۹)

احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (کمشنر بہاولپور)، جناب ملک

(وفات: ۷؍نومبر ۲۰۰۲ء، پنڈی گھیپ ضلع اٹک)

ملک احمد خان کمشنر بہاولپور ڈویژن کے ہاں ایک کیس نمبرداری کی بابت دائر ہوا۔ جس میں قادیانی فضل احمد اور مسلمان فضل محمد دو فریق تھے۔ کمشنر صاحب نے دیگر وجوہ کے علاوہ قادیانی فضل احمد کی درخواست اس بناء پر مسترد کر دی کہ چونکہ اہل دیہہ موضع مسلمان ہیں۔ اس بستی میں ایک فضل احمد قادیانی ہے۔ اگر اس قادیانی کو نمبردار بنایا جاتا ہے تو مذہبی و معاشرتی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث نئے نئے مسائل جنم لیں گے۔ اس لئے قادیانی نمبرداری کا مستحق نہیں۔ یہ فیصلہ ۱۸؍نومبر ۱۹۷۲ء کو سنایا گیا۔

(۱۵۰)

احمد دین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۴؍اپریل ۱۹۷۳ء)

موصوف اہل حدیث مکتب فکر کے عالم دین، مناظر و مصنف تھے۔ آپ کے قادیانیوں سے معرکۃ الآراء مناظرے ہوئے۔ جس میں قادیانیوں کو مبہوت کر دیا۔ بہت فاضل اور بہادر شخص اور پرانی وضع کی شخصیت تھے۔

(۱۵۱)

احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۴رجون۱۸۵۶ء، بریلی ...... وفات:۱۹۲۱ء)

مولانا احمد رضا خان بریلوی معروف عالم دین تھے۔ کثیر التصانیف حضرات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے متعدد رسائل اور فتاویٰ جات کو فتاویٰ رضویہ میں جمع کیا گیا ہے۔ اس وقت تک اس کی ۲۹رجلدیں چھپ چکی ہیں۔ مولانا احمد رضا خان نے ردقادیانیت پر پانچ رسائل تحریر کئے۔

۱...... ۱۸۹۹ء میں ''جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم نبوت ''یعنی دشمن خدا کے، ختم نبوت کے انکار کرنے پر خدائی مار۔

۲...... ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ''یہ ۱۹۰۲ء میں تحریر فرمائی۔ مولانا عبدالغنی نے امرتسر سے ایک سوال بھیجا تھا کہ ایک مرد قادیانی ہوگیا ہے تو اس کی زوجیت کا کیا حکم ہے۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کے دس وجوہات کفر بیان کئے ہیں۔

۳...... ۱۹۰۵ء میں رسالہ ''قھر الدیان علی مرتد بقادیان ''تحریر کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کے الہامات کو رد کر کے عظمت اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

۴...... ۱۹۰۸ء میں آپ نے ''المبین ختم النبیین ''

۵...... ۱۹۲۱ء میں ''الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی ''تحریر فرمایا اور یہ آپ کی زندگی کی آخری تصنیف ہے۔

آپ کی ان پانچوں کتابوں پر مشتمل مجموعہ بھی بازار میں مل جاتا ہے۔ یاد رہے کہ آپ کا مرتب کردہ متذکرہ فتویٰ ''السؤ العقاب علی المسیح الکذاب ''فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں بھی شامل ہے۔

(۱۵۲)

احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا

جمعیۃ علماء اسلام گوجرانوالہ ضلع کے ناظم عموی مولانا احمد سعید مسجد آبادی حاکم رائے نے

۱۹۶۶ء میں ایک کتابچہ ''مرزائی کا جنازہ اور مسلمان'' شائع کیا تھا۔ ایک قادیانی کا قادیانیوں نے علیحدہ قادیانی امام کے اور مسلمانوں نے علیحدہ مسلمان امام کے پیچھے جنازہ پڑھا۔ جنہوں نے محض برادری کے حوالہ سے ایسے کیا۔ علماء نے فتویٰ دیا کہ قادیانی کا جنازہ پڑھنے والے مسلمان اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے ان کا ایمان اور نکاح جاتا رہا۔ فتویٰ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اسماعیل (اہل حدیث)، مولانا عبدالقیوم ہزاروی، مولانا عزیز الرحمٰن (جامعہ اشرفیہ لاہور)، مولانا محمد سعید مونگریاں (گوجرانوالہ)، مفتی محمد خلیل، قاضی عبدالسلام، مفتی بشیر حسین، مولانا ابوداؤد صادق، مولانا محمد صادق ایسے مختلف مکاتب فکر کے حضرات نے دیا۔ یہ واقعہ باغبانپورہ میں پیش آیا۔ مسلمان مولوی گل حسن شاہ نے توبہ نامہ شائع کیا۔ ایمان اور نکاح دونوں کی تجدید ہوئی۔ جنہوں نے محض برادری کی وجہ سے جنازہ میں شرکت کی۔ انہوں نے بھی ایمان قبول کیا۔ نکاح کی تجدید کی۔ اگست ۱۹۶۶ء میں مولانا احمد سعید ہزاروی نے یہ رسالہ شائع کر کے بڑی خدمت سرانجام دی۔ فلحمدللہ!

(۱۵۳)

احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، حضرت علامہ

(پیدائش: ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۹۸۶ء)

آپ مراد آباد کے مضافاتی شہر امروہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید محمد مختار کاظمی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے بڑے بھائی سید محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ آپ نے مکمل تعلیم شاہ جہان پور کے مدرسہ بحر العلوم میں حاصل کی۔ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی سند فراغت حاصل کی۔ آپ کو دوران تعلیم ہی مباحثوں اور مناظروں کا شوق تھا۔ آپ کی تحفظ ختم نبوت اور ردمرزائیت پر بہت بڑی خدمات ہیں۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی ہوئے۔ کچھ دن آپ نے اسیری میں گزارے اور اس سے پہلے آپ نے مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں تحفظ ختم نبوت پر قرارداد بھی پیش کی۔ آپ پاکستان بننے کے بعد ملتان تشریف لائے۔ جامعہ انوار العلوم آپ کی گرانقدر خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے جامعہ عباسیہ بہاولپور میں بطور شیخ التفسیر کے عرصہ تک خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے ساتھ جمعیۃ علماء پاکستان کی قیادت بھی فرمائی۔

آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے نامور ماہر عالم دین تھے۔ عرصہ تک آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں تحفظ ناموس رسالت پر ایک پٹیشن دائر تھی جس میں آپ نے ایک تحریری بیان داخل کرایا جو بعد میں رسالہ کی شکل میں شائع ہوا۔ جس کا نام ''گستاخ رسول کی سزا قتل'' ہے۔ اسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ میں شائع کیا ہے۔

(۱۵۴)

احمد سونی پتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۲۴ر اکتوبر ۱۹۸۵ء ملتان)

شیعہ مکتب فکر کے عالم، آریہ سماجیوں کے خلاف نمایاں کام کیا۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ ایک کا نام ختم نبوت بھی ہے۔

(۱۵۵)

احمد شاہ بخاری چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲۴ر مارچ ۱۹۶۹ء)

مولانا احمد شاہ چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سید غلام علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ اجنالہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سید جلال الدین شاہ سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اوچ شریف) سے ہوتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پینتیس پشت میں جا کر ملتا ہے۔ شاہ پور کے ایک گاؤں میں سلطان احمد قریشی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا فضل کریم بندیالوی، مولانا غلام رسول سے صرف ونحو اور فنون کی کتابیں پڑھیں۔ دار العلوم دیوبند سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔

سواگ شریف کے حضرت مولانا غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت پائی۔ دار العلوم سے فراغت کے بعد جامعہ محمدی ضلع جھنگ میں پڑھاتے رہے۔ اس زمانے میں محقق العصر

حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔ دو سال آفتاب العلوم چنیوٹ میں بھی پڑھایا۔ جامعہ عربیہ چنیوٹ کے بانی قاری مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد پھر اجنالہ اپنے گاؤں دو سال پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر میاں خان محمد کلیار رحمۃ اللہ علیہ نے چوکیرہ ضلع سرگودھا میں مدرسہ دارالہدیٰ قائم کیا۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے اور پھر عمر بھر یہاں پڑھاتے رہے۔ آپ نے یہاں دورہ حدیث شریف تک کتب پڑھائیں۔ اس مدرسہ میں اس زمانہ میں بڑے بڑے فاضل اساتذہ تھے، جن میں آپ کا بھی شمار ہوتا تھا۔ اسی زمانہ میں آپ روزانہ قرآن مجید کا درس بھی دیتے تھے اور یہ درس سال بھر میں ختم ہو جاتا تھا۔

مولانا سید احمد چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے خطیب اور مناظر بھی تھے۔ آپ نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ انتہائی ہردلعزیز خطیب تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم آپ کے چوکیرہ کے زمانہ کے شاگردوں میں شامل تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں آپ نے اپنے علاقہ کو سراپا تحریک بنادیا۔ گرفتاری بھی دی۔ قید بھی رہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے لئے سید آل رسول نے قربانی دے کر حق نسبت ادا کر دیا۔ آپ کی خطابت، مناظروں، تبلیغی جدوجہد اور تدریسی دھوم مستقل تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

(۱۵۶)

احمد صدیق بانڈوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا احمد صدیق سونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی شاہ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کراچوی تھے جو حضرت مولانا رفیع الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا احمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ مولانا احمد صدیق بانڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اسلامی درہ'' نامی رسالہ میں مرزا قادیانی کے کذبات درج کئے ہیں جو اس رسالہ کو یاد کرے گا وہ ہمیشہ مرزائیوں پر غالب رہے گا اور جو مرزائی اس کو ایمان وانصاف سے دیکھے گا۔ اس انشاء اللہ! ضرور توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔ یہ رسالہ ''اسلامی درہ'' احتساب قادیانیت ج۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۱۵۷)

احمد علی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرزا

(وفات:۱۱رجون ۱۹۷۰ء، لاہور)

شیعہ مکتب فکر کے نامور رہنما تھے۔کئی کتابوں کے مصنف تھے۔مرزا قادیانی اور اس کی پارٹی کو آڑے ہاتھوں لیا اور چاروں شانے چت کیا۔

(۱۵۸)

احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور ہمنام حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس تھے۔ جو مدرسہ کی اعانت کے لئے ۱۹رجولائی ۱۸۹۵ء کو ڈیرہ دون تشریف لائے۔ان دنوں محمد احسن امروہی کادیانی بھی ڈیرہ دون آیا ہوا تھا۔ حسب عادت قادیانیان احسن امروہی کادیانی نے مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت قادیانیت دی۔جواب میں دونوں حضرات کا مباحثہ طے پا گیا۔اس کی تفصیل ''النصر المبین فی رد اقوال الجاھلین ''میں مولانا دوست محمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی۔جس کے پڑھنے سے احسن امروہی کی ذلت آمیز شکست فاش کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ایک سوسترہ (۱۱۷) سال بعد اس کی احتساب قادیانیت جلد ۴۲ میں اشاعت کی حق تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ فلحمد للہ تعالیٰ!

(۱۵۹)

احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(پیدائش:۱۸۸۷ء ...... وفات:۱۹۶۲ء)

ضلع گوجرانوالہ میں ایک قصبہ جلال نامی ہے جو گکھڑ اسٹیشن سے چار میل شرق میں ہے۔یہاں شیخ حبیب اللہ کے ہاں ایک صاحبزادہ احمد علی پیدا ہوئے۔یہ آگے چل کر شیخ التفسیر اور

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری کہلائے۔ مولانا احمد علی لاہوری ؒ نے ناظرہ قرآن مجید اپنی والدہ سے پڑھا۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو کوٹ سعد اللہ نزد قصبہ جلال کے سکول میں داخل کرائے گئے۔ آپ نے یہاں پر تین جماعتیں پڑھیں۔ آپ کے والد نے تجارتی سلسلہ میں جلال قصبہ سے بابو چک میں رہائش تبدیل کی تو مولانا احمد علی ؒ کو اپنے ایک دوست مولانا عبدالحق ؒ کے ہاں گوجرانوالہ شہر تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ یہاں آئے ابھی چند ہی دن گزرے ہوں گے کہ شیخ حبیب اللہ ؒ کو ان کے قریبی رشتی دار مولانا عبیداللہ سندھی ؒ ملنے کے لئے بابو چک آئے۔ تو شیخ حبیب اللہ ؒ کی خواہش پر مولانا احمد علی ؒ کی تعلیم وتربیت کے لئے مولانا عبیداللہ سندھی ؒ ساتھ لے گئے۔ اسی سفر میں سندھ جاتے ہوئے دین پور شریف میں مولانا سندھی ؒ کے ہمراہ پہنچنے میں مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب ؒ کی دین پور شریف میں زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا سندھی ؒ کی خواہش پر اعلیٰ حضرت دین پوری ؒ نے مولانا احمد علی لاہوری ؒ کو اس نوعمری میں بیعت کرلیا۔ زہے نصیب! ان دنوں مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کی رہائش امروٹ شریف میں تھی۔ مولانا سندھی ؒ، حضرت لاہوری ؒ کو یہاں لائے اور ابتدائی عربی وفارسی وصرف ونحو کی کتب خود پڑھانا شروع کیں۔ اس وقت مولانا لاہوری ؒ دس سال کے ہوں گے۔

کچھ عرصہ بعد گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالارشاد میں پڑھانے کے لئے مولانا سندھی ؒ تشریف لے گئے تو اپنے گھر والوں اور مولانا احمد علی لاہوری ؒ کو بھی یہاں پڑھنے کے لئے بلالیا۔ حضرت لاہوری ؒ نے اپنے ہم عمر ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ چھ سال مدرسہ دارالارشاد گوٹھ پیر جھنڈا میں تعلیم مکمل کی اور پہلی جماعت جو اس درسگاہ کے فضلاء کی تھی اس میں حضرت لاہوری ؒ بھی تھے۔ پیر جھنڈا حضرت مولانا رشد اللہ صاحب کے صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین بھی حضرت لاہوری ؒ کے ہم جماعت تھے اور ایک ساتھ فارغ ہوئے۔ مولانا ضیاء الدین پھر اپنے والدگرامی کی رحلت کے بعد پیر جھنڈا کے مسند نشین مقرر ہوئے۔

بھوپال میں سید المشائخ شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی ؒ، مولانا نواب صدیق حسن ؒ خان کے ہاں رہتے تھے۔ پیر جھنڈا کے حضرات کی خواہش پر مولانا یمنی نے یہاں آ کر حضرت لاہوری ؒ، پیر ضیاء الدین اور ان کے رفقاء کی دستار بندی کرائی۔ زہے نصیب! یہ تقریب ۱۳۲۷ھ میں منعقد ہوئی تھی۔ تب حضرت لاہوری ؒ کی عمر تئیس سال کے لگ بھگ تھی۔ فراغت کے بعد یہاں ہی حضرت لاہوری ؒ نے اپنی مادر علمی میں تدریس کا

آغاز کیا۔ یہاں آپ نے تیس سال پڑھایا۔ اسی دوران میں مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا حضرت سندھی رحمہ اللہ نے اپنی صاحبزادی سے عقد اور رخصتی بھی کر دی۔ ہاں! یاد رہے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی تعلیم کے دوران آپ کے دوسرے بھائی محمد علی بھی یہاں تعلیم کے لئے آ گئے۔ حضرت سندھی رحمہ اللہ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی کا بھی ان سے عقد کر دیا۔ اسی طرح حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی تعلیم کے دوران والد گرامی شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا تو حضرت لاہوری رحمہ اللہ اپنی والدہ اور چھوٹے بھائیوں عزیز احمد اور رشید احمد کو بھی یہاں لے آئے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو اللہ رب العزت نے صاحبزادہ دیا۔ قدرت خداوندی ہفتہ بعد اس کا وصال ہوگیا۔ اس سے اگلے روز اہلیہ بھی بیٹے کے ہاں چلی گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! پہلے والد، اب بیٹا اور گھر والی کے صدموں سے آپ دوچار ہوئے۔ پیر جھنڈا سے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ دیوبند آئے تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے حکم پر جمعیۃ الانصار کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت سندھی رحمہ اللہ، علامہ عثمانی رحمہ اللہ، حضرت کشمیری رحمہ اللہ، حضرت مدنی رحمہ اللہ ایسے حضرات نے اسے ملک گیر ہی نہیں بلکہ انٹرنیشنل خدمات کا نمونہ بنا دیا۔ اس تحریک کے اثرات افغانستان، ایران، بلخ، بخارا، کشمیر و ترکستان تک پہنچے۔

مولانا سندھی رحمہ اللہ نے اس زمانہ میں نظارت المعارف القرآنیہ دہلی میں قائم کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اس زمانہ میں نواب شاہ میں حضرت سندھی رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ میں پڑھا رہے تھے۔ حضرت سندھی رحمہ اللہ نے دہلی میں پانچ علماء اور پانچ گریجویٹ حضرات کی کلاس نظارت المعارف میں قائم کی تو اس کلاس کی ہمہ وقتی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو دہلی بلوالیا۔

مولانا محمد احمد رحمہ اللہ چکوال کے فاضل دیوبند تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ وہ لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی پہلی اہلیہ کے وصال کے بعد مولانا سندھی رحمہ اللہ کے ذریعہ مولانا محمد احمد رحمہ اللہ کی صاحبزادی کے ساتھ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا عقد ثانی ہوگیا۔ ان دنوں آپ نواب شاہ میں خدمات سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے عقد ثانی کے موقعہ پر حضرت سندھی رحمہ اللہ دیوبند میں تھے تو آپ کا یہ نکاح دیوبند کی جامع مسجد حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے پڑھایا۔ یہ محرم ۱۳۳۰ھ کی بات ہے۔ نکاح کے بعد لاہور سے اہلیہ کے ہمراہ نواب شاہ واپسی ہوئی تھی۔ اب نواب شاہ سے جو دہلی گئے، وہاں پڑھاتے تھے تو کچھ عرصہ کے لئے آپ کو علی گڑھ میں پڑھانے کے لئے حضرت سندھی رحمہ اللہ نے بھجوا دیا۔ حضرت

لاہوری رحمۃ اللہ علیہ وحضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق چولی ودامن کا تھا۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآن مجید پڑھانے کے دوران حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ قلم کاغذ ساتھ رکھتے اور پوری تقریر نوٹ کرتے۔ ایک دن حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کاپیاں دیکھیں تو فرمایا کہ آپ ۹۸ فیصد میرے الفاظ لکھ لیتے ہیں۔ آپ یومیہ تیس چالیس صفحات حضرت سندھی کے سبق کے نوٹ کر لیتے تھے۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ جب افغانستان جانے لگے تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ یہ کاپیاں میرے سامان میں رکھ دیں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اور میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ یہ کاپیاں تو آپ کے دماغ کا نچوڑ ہیں۔ آپ جب چاہیں ان سے بہتر لکھوا سکتے ہیں۔ لیکن میرا تو کل سرمایہ یہی ہے۔ اس پر حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بالکل صحیح، آپ کے پاس ہی رہیں۔ یہ سولہ کاپیاں تھیں اور تیرہ پاروں کی تقریر تھی۔

حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ جب افغانستان جانے لگے تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو معارف قرآنیہ دہلی کا مکمل نظام سونپ دیا۔ قدرت کا کرم کہ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہونے کے ناتے آپ کو دہلی سے گرفتار کیا گیا۔ آپ کو اس گرفتاری کے دوران جالندھر لایا گیا۔ یہاں حوالات میں حضرت میاں غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتار ہو کر آئے۔ بعد میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو راہوں ضلع جالندھر میں نظر بند کیا گیا۔ راہوں پولیس اسٹیشن کی مسجد میں رہائش رکھ لی اور صبح وشام ذکر الٰہی اور عبادت میں گزار دیئے۔ عرصہ بعد نظر بندی ختم ہوئی تو بجائے دہلی یا سندھ کے آپ کو لاہور میں رہنے کی اجازت ملی۔ آئے تو آپ اکیلے تھے جب جنازہ اٹھا تو لاکھوں ساتھ تھے۔

لاہور میں قیام کے دوران پاکستان بننے سے قبل اور پاکستان بننے کے بعد آپ کی خدمات جلیلہ تاریخ کا وہ سنہری باب ہے جو پورے برصغیر کی تاریخ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کے آپ پہلے امیر بنے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ گرفتار ہوئے۔ اس سے متعلق منتشر واقعات کو یہاں جمع کیا جاتا ہے۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بائیس سال ہوئے میرا بایاں بازو ٹوٹ گیا تھا، جوڑنے کے بعد وہ تقریباً سیدھا رہتا تھا، اس میں لچک نہ تھی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں بھی ملتان جیل میں تھا۔ ایک روز

حضرت نے فرمایا: ''قاضی صاحب! نماز آپ پڑھایا کریں'' میں نے معذرت کی کہ: ''حضرت! میرا یہ بازو خم نہیں کھاتا، وضو میں بھی مشکل پڑتی ہے اور ہاتھ باندھنے میں بھی۔'' حضرت نے میرا بازو تھام کر ٹوٹی ہوئی جگہ پر دست مبارک پھیر کر دو تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا: ''اچھا! یہ ٹھیک نہیں ہوتا؟'' پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بہتر کریں گے، ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس کے بعد نماز کا وقت آیا، میں وضو کرنے بیٹھا تو بالکل بے دھیانی میں ناک صاف کرنے کے لئے میرا بایاں ہاتھ بے تکلف ناک تک پہنچ گیا۔ یک دم میرے ذہن میں آیا کہ آج میرا بازو صحیح کام کرنے لگ گیا ہے، میں نے ہلا جلا کر دیکھا تو وہ صحیح کام کر رہا تھا، یقین ہو گیا کہ یہ حضرت کی توجہ کی برکت اور کرامت کا نتیجہ ہے۔

ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت

مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر رحمۃ اللہ علیہ، قطب دوراں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کچھ ختم نبوت کے ساتھیوں کا تذکرہ آ گیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''میں ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت کرتا ہوں۔'' اور پھر فرمایا کہ: ''میں کیا، ان سے تو خود سرکار دو عالم ﷺ محبت فرماتے ہیں۔''

نوجوانوں کی حوصلہ افزائی

نوجوانوں کے ساتھ بہت محبت سے ملتے اور قدم قدم پر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریک ختم نبوت کے دوران پھانسی کی سزا ملی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوئی اور پھر آخر رہا ہو گئے۔ مولانا نیازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میری رہائی کے بعد حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے، آپ کی نشست کا نیچے انتظام کیا ہوا تھا، واپس جانے لگے تو فرمایا: ''مولانا! اوپر کے کمرے میں مجھ کو اپنی چار پائی تک بھی لے چلو تا کہ مجھے قدم قدم کا ثواب ملے، میں ایک مجاہد سے ملنے آیا ہوں۔'' مولانا نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہہ کر حاضرین کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے: حضرات! آپ بھی اپنے آپ کو تلوار کی دھار پر لائیے اور دل سے کہئے: ''اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

تحفظ ناموس رسالت کے لئے صعوبتیں باعث راحت جاں

مولانا محمد یوسف مظفر گڑھی بیان کرتے ہیں کہ: ۱۹۵۳ء میں مجھے چند دنوں کے بعد لاہور کے سیاست خانے سے نکال کر ''بم کیس وارڈ'' میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایک روز اخبارات میں خبر پڑھی کہ ملتان سینٹرل جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری ﷫، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ﷫ اور ان کے دیگر ساتھیوں کی حالت یکا یک سخت خراب ہوگئی ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لینے والے ان ممتاز راہ نماؤں کو مسلسل قے اور اسہال کی تکلیف تھی۔ ڈاکٹر ان حضرات کی جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے، چند روز بعد اطلاع ملی کہ حضرت لاہوری ﷫ کو لاہور جیل میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک روز اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل نے (جو حضرت لاہوری کے مرید تھے) یہ خوشخبری دی کہ حضرت شیخ التفسیر کو بغرض علاج لاہور سینٹرل جیل منتقل کیا جا رہا ہے۔ ہم نے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات سے درخواست کی کہ حضرت لاہوری کو ہمارے وارڈ ''بم کیس احاطہ'' میں رونق افروز کیا جائے۔

چنانچہ حسب پروگرام جب حضرت لاہوری ﷫ سینٹرل جیل میں منتقل ہوئے تو ''بم کیس وارڈ'' کو آپ کی ذات سے شرف بخشا گیا، یہ وارڈ تاریخی نوعیت کا حامل تھا، بھگت سنگھ اور دت وغیرہ تحریک آزادی کے جن نوجوانوں نے اسمبلی میں بم پھینک کر انگریزوں کو نقصان پہنچایا تھا، یہ وارڈ ان کے لئے تعمیر کیا گیا تھا، اور ''بم کیس'' کے عنوان سے انہی کے نام موسوم ہوا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری ﷫ جب سینٹرل جیل میں تشریف لائے تو کڑکڑاتی گرمی کا سخت موسم تھا، گرمی کی شدت کے باعث پورا ماحول آتش فشاں تھا! بم کیس وارڈ حضرت کے معتقدین اور مریدوں کی نگاہ شوق وعقیدت کا مرکز بن گیا۔

جیل کے ذمہ دار افسروں سے رابطہ قائم کر کے حضرت لاہوری ﷫ کے لئے چارپائی کا انتظام کرنے کو کہا، کیونکہ تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہونے والے تمام نظر بندوں کے بستر پختی زمین کے فرش پر ہی دراز کئے جاتے تھے، ان بستروں کے درمیان جب حضرت شیخ کی چارپائی بچھائی، تو آپ نے اسے دیکھتے ہی دریافت کیا: ''یہاں صرف ایک چارپائی کیوں بچھائی گئی ہے؟'' عرض کیا: ''یہ حضرت کے لئے ہے!'' آپ نے فرمایا: ''یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جاں نثاران محمد عربی ﷺ تپتے فرش پر ہوں اور احمد علی ان کے درمیان چارپائی پر آرام کرے......؟''

آپ نے یہ چند جملے کچھ اس انداز میں فرمائے کہ حاضرین کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں، تعمیل ارشاد میں آپ کا بستر خصوصی اہتمام کے ساتھ زمین پر ہی بچھا دیا گیا۔

نماز مغرب کے بعد علیحدگی میں ملتان جیل میں یکا یک صحت خراب ہونے کے اسباب معلوم کئے تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ایک روز شام کے کھانے کے بعد سب کی حالت غیر ہوگئی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دیگر ساتھیوں نے جیل کے حکام سے جب پرزور مطالبہ کیا کہ ہمارا طبی معائنہ ہونا چاہئے اور جیل کی خوراک بند کردینے کا فیصلہ کیا تو ان سب کو مختلف بارکوں میں تبدیل کردیا گیا اور مجھے یہاں سینٹرل جیل لاہور پہنچادیا گیا ہے۔ جیل کے ارباب اختیار کے بقول اگر ہماری صحت کا بگاڑ غذائی سمیت (فوڈ پوائزن) کے باعث تھا تو طبی معائنہ کرانے میں کیا قباحت تھی؟ اور پھر چند روز کے بعد مختلف جیلوں کے دوسرے نظر بندوں نے بھی قے اور اسہال کی تکلیف کا شکوہ کیا۔''

وسیع پیمانے پر ایک ہی شکایت کا اظہار درحقیقت تحریک تحفظ ختم نبوت کے نظر بندوں خصوصاً ممتاز رہنماؤں کے خلاف کسی سازش کا غماز تھا!

حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ملتان کی تکلیف کے بعد میرے اعصاب میں کچھ کھچاؤ پیدا ہوگیا ہے، اور گھٹنے میں مسلسل درد نے اگرچہ سخت پریشان کر رکھا ہے، لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے خطرناک صعوبتیں وجۂ سکون قلب اور باعث راحت جاں ہیں۔ مولانا ظفر علی خان نے انہی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا!

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ قریباً ایک ماہ بم کیس وارڈ میں رونق افروز رہے، بعد ازاں وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خاں نے خرابی صحت کی بنا پر حضرت کی رہائی کے احکام جاری کردیئے۔ اور پھر زندگی بھر آپ کو صحت و تندرستی کی وہ پہلی حالت نصیب نہ ہوسکی، اسی طرح قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی مسلسل بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہوگئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

✿...... بارہا احباب سے سنا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے، قیامت

کے دن بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔"

- ایک دفعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سرگودھا میں ختم نبوت کانفرنس میں تقریر تھی۔ آپ علیل تھے۔ وعدے پر تشریف لائے۔ چارپائی پر آپ کو اسٹیج پر لایا گیا۔ تقریر کی۔ فرمایا کہ: "اسی عمل کے صدقے شاید نجات ہو جائے۔"
- آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں کو ہمیشہ اپنی محبت اور شفقت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ انہی کی روایات کے امین ہو گئے۔ وفات سے چند ماہ پہلے ربوہ (چناب نگر) کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت و مجلس ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔
- حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا، جس کا نام ہے: "مسلمانوں کے مرزائیت سے نفرت کے اسباب اور مرزا قادیانی کے متضاد اقوال" الحمدللہ! کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے لاکھوں کی تعداد میں اس رسالہ کو نہ صرف شائع کر کے مفت تقسیم کیا بلکہ احتساب قادیانیت کی جلد ۱۵ میں شامل کرنے کی بھی سعادت حاصل کی ہے۔

(۱۶۰)

احمد علی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ اسلامیہ بٹالہ)، مولانا

مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے دجال قادیان کے بارہ میں فتویٰ دیا کہ:

"عقائد مخترعہ قادیانی عقائد حقہ جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں۔ پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان کی تردید کرے۔ سچے مہدی کی یہ علامت ہے کہ ان کے زمانے میں زر و مال کی اتنی بہتات ہوگی کہ کوئی شخص زکوٰۃ قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ قادیانی کے بعض حواری اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی بذریعہ اشتہارات انعام کا وعدہ کرتے ہیں اور کوئی قبول نہیں کرتا۔ مگر اس تاویل کی بیہودگی بالکل ظاہر ہے۔ ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ لوگوں کو مال و دولت سے نفرت اور عبادت کی بڑی رغبت ہوگی۔ لیکن آج کل تو یہ حالت ہے کہ ہر شخص دنیا سمیٹنے میں منہمک ہے۔ یہاں تک کہ عموماً ایک پیسہ سجدہ سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ لوگوں میں باہمی بغض و عداوت اور کینہ و حسد بالکل نہ رہے گا۔ باب

تاویل میں مرزا قادیانی نیچریوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے برتر انہیں عقائد حقہ پر عود کرنے کی توفیق دے جن پر امت محمدیہ کا اجماع ہے۔"

(۱۶۱)

احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ (رئیس اعظم قلات)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۲ء، لورالائی ...... وفات: ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۷ء، قلات)

خان آف قلات خان احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ بلوچستان میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان تھے۔ ۱۹۷۴ سے ۱۹۷۷ء تک بلوچستان کے گورنر بھی رہے۔ اپنی ریاست میں مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کو وزیر امور مذہبی بھی مقرر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں سید بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک خط بھی لکھا جس کی انہوں نے تعمیل کی۔

ان سے ایک دفعہ ظفر اللہ قادیانی ملنے گیا، مرزائیت کی تبلیغ شروع کردی، جب اس کی بات ختم ہوئی تو خان صاحب نے فرمایا: "ظفر اللہ خاں! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں اور مجھے حکم فرمائیں کہ مرزا قادیانی سچا ہے، اسے مان لو، تو بھی سمجھوں گا کہ میرے ایمان کا امتحان لیا جارہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی درخواست کروں گا کہ آقا! آپ کی ختم نبوت پر میرا ایمان اتنا پختہ ہے کہ اس امتحان میں بھی میں کامیاب ہوں کہ مرزا قادیانی جھوٹا اور کذاب ہے۔" اس پر ظفر اللہ خان نے مارے ندامت کے سر جھکا دیا۔

- ...... اس مجلس میں ظفر اللہ خاں نے والیٔ قلات سے کہا کہ: "آپ کی ریاست میں ہمارا ایک قادیانی رہتا ہے، اس سے ملادیں۔" خان قلات نے کہا کہ: "میری ریاست میں کوئی قادیانی نہیں!" ظفر اللہ خان کے بتانے پر معلوم ہوا کہ کسی دور دراز کے شہر میں ایک موچی قادیانی منشی گیری کرتا تھا، اس سے پتا چلتا ہے کہ مرزائی افسران اپنے مرزائیوں کی کس طرح امداد کرتے ہیں۔
- ...... ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خان صاحب بلوچستان کے گورنر تھے، ان کا صاحبزادہ موسیٰ جان اور نواسہ اعظم جان تحریک میں گرفتار ہوگئے، باقی پچیس افراد بھی ساتھ تھے، والد گورنر ہے، بیٹا اور نواسہ تحریک میں گرفتار ہیں، ان کو رہا نہیں کرایا تاآنکہ انیس دنوں کے بعد باقی قیدیوں کے ساتھ عام روٹین میں رہا ہوئے۔

(۱۶۲)

احمد یار رحمۃ اللہ علیہ (وہاڑی)، حضرت مولانا

(وفات:۲؍جولائی ۲۰۰۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وہاڑی کے راہنما حضرت مولانا احمد یار رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم، دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ایک عرصہ تک جامع مسجد غوث والی کے خطیب رہے۔اس دوران قادیانیت کا بھرپور تعاقت جاری رکھا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں وہاڑی میں قائدانہ کردار ادا کیا اور قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ بعد ازاں سپاہ میں چلے گئے اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لئے جرأت مندانہ کردار کے حامل رہے۔ایک عرصہ سے فالج کے مریض چلے آرہے تھے۔وہاڑی میں اہل حق کی پہچان تھے۔احقاق حق اور ابطال باطل میں کسی ملامت کی پرواہ کئے بغیر مصروف رہے۔

جامعہ اشرفیہ کے نام سے وہاڑی میں مدرسہ قائم کیا۔ جو ان کے چھوٹے بھائی مولانا گل محمد چلاتے رہے ہیں۔بیماری کے دوران ان کے بیٹوں نے ان کی خدمت میں بھرپور کوششیں کیں۔ بایں ہمہ ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کے مصداق دوا وعلاج کارگر ثابت نہ ہوئے۔تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور حضرت مولانا مرحوم نے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

حضرت مولانا احمد یار مرحوم کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں مسلمان شامل ہوئے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم حضرت مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔

(۱۶۳)

اختر احسن (لاہور)، جناب

جناب اختر احسن بٹالہ کے رہائشی تھے۔ہمسایہ ہونے کے ناطے قادیان کے دجالی گروہ قادیانیت کے اندرون خانہ کے حالات کا قریبی نظر سے آپ نے مطالعہ کیا۔آپ نے بٹالہ میں ایک مرکز قائم کیا ہوا تھا۔دیوبند کے فاضل مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ اس میں خدمات سرانجام دیتے

تھے۔ اختر احسن حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود کے والد گرامی کے ہمراہ بھی گورنمنٹ کے ایک تعلیمی ادارہ میں پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد سنت نگر میں حضرت علامہ خالد محمود کے گھر واقع سنت نگر لاہور کے جوار میں ان کا گھر تھا۔ اصلاً آپ کو عیسائیت پر مکمل عبور تھا۔

''حقیقت قادیانیت'' جناب اختر احسن صاحب کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ نصف صدی بعد اس کی اشاعت محض اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے اور بس۔

(۱۶۴)

اختر رحمۃ اللہ علیہ (پنجن کسانہ)، حضرت مولانا قاری محمد

(وفات: ۱۷/مئی ۲۰۰۷ء)

مولانا قاری محمد اختر صاحب نے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی مرحوم کے مدرسہ حنفیہ جہلم میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا غلام یحییٰ جامع المعقول والمنقول سے تمام کتب پڑھیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور آپ کی تربیت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے جامعہ مدنیہ لاہور میں دورۂ حدیث کے لئے آپ کو داخل کرایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں مرحوم سے ۷۰۔۱۹۷۱ء میں دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔

۱۹۷۱ء میں ہی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی کے حکم پر مسجد شیخاں پنجن کسانہ ریلوے لائن اور جی ٹی روڈ کی درمیانی آبادی میں امامت، خطابت، تعلیم و تعلم، درس و تدریس کا آغاز کیا۔ یہ دور آپ کی بھرپور جوانی اور محنت و مشقت، ایثار و قربانی کی لازوال جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔ مل گیا تو کھا لیا، نہ ملا تو پورا دن فاقہ میں گزار دیا۔ پنجن کسانہ سے جادہ تک کئی کلومیٹر کا سفر ہے۔ نماز پنجن میں، کھانا جادہ میں، یوں وقت گزارا۔

فقیر راقم کا اس دور میں آپ سے تعلق قائم ہوا۔ ان دنوں گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی مرحوم ہوتے تھے۔ تب آپ نے گجرات کے قادیانیت زدہ دیہاتوں اور چکوک کا دورہ رکھا۔ حضرت مولانا قاری محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے میر کارواں تھے۔ پیدل، سائیکل، تانگہ کے ذریعہ یہ سفر ہوئے۔ اس زمانہ میں قادیانی جارحیت زوروں پر تھی۔ قریہ قریہ قادیانی طلسم کو توڑنا جان جوکھوں کا کام تھا۔

قاری محمد اختر مرحوم نے فراغت کے بعد بیعت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ سے کی اور پھر یہ تعلق عشق میں تبدیل ہو گیا۔ ان دنوں گجرات ضلع میں جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہچان حضرت مولانا قاری محمد اختر مرحوم تھے۔ قاری محمد اختر خود ایک واقعہ سناتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک بار کھاریاں کے قریب کسی چک سے مسلمان ماسٹر نے ملتان دفتر ختم نبوت خط لکھا کہ قادیانیوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ مسلمان کمزور ہیں۔ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کسی فاضل مبلغ ختم نبوت کو بھیجا جائے۔ دفتر مرکزیہ سے مولانا قاضی محمد اللہ یار خان مرحوم کی ڈیوٹی لگی۔ بھاری بھرکم کتب کا بکس لیا۔ پنجن کسانہ سے قاری محمد اختر کے ہاں دوپہر کو جادھمکے۔ اچانک ان کو دیکھ کر قاری صاحب فرماتے تھے۔ مجھے تعجب ہوا۔ قاضی اللہ یار مرحوم نے پوری کہانی سنائی۔ جمعرات کا روز تھا۔ خط آمدہ دکھایا۔ عصر کے قریب قاری محمد اختر اور قاضی محمد اللہ یار روانہ ہوئے۔ کتب کا بکس قاری محمد اختر نے، بیگ قاضی صاحب نے اٹھایا۔ مغرب کو وہاں جا پہنچے۔ ایک آدمی مسجد میں ملا۔ اس سے خط ارسال کرنے والے کا نام پوچھا۔ وہ صورتحال کو بھانپ گیا۔ اس نے کہا کہ وہ کاتب خط تو پنڈی گیا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر یہ آدمی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے حضرات سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے جن سے آپ نے پوچھا وہی کاتب و مرسل مکتوب تھے۔ وہ اب آپ کو نہیں ملیں گے۔ خط تو آپ کو لکھ دیا لیکن وہ اب صورتحال کی ذمہ داری قطعاً قبول نہ کریں گے۔

قاری محمد اختر ؒ فرماتے تھے یہ سن کر ہم دونوں کو تعجب ہوا اور صورتحال کی سنگینی کا بھی احساس ہوا۔ میں تو مایوس ہو گیا کہ یہاں وعظ و تبلیغ ممکن نہیں۔ واپس جانا ہوگا۔ لیکن اگلے لمحہ قاضی صاحب نے فیصلہ سنایا کہ قاری صاحب آپ واپس جائیں میں رات یہاں رہوں گا۔ جمعہ بھی یہاں پڑھوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ کل جمعہ کے بعد شام کو آپ کے ہاں آجاؤں گا۔ قاضی صاحب نے عشاء پر نمازیوں کے سامنے صورتحال رکھی۔ دس منٹ بیان کیا۔ کسی نے کھانا دے دیا۔ رات مسجد میں گزاری، صبح درس دیا تو مزید فضائل و برکات اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔ جمعہ پر خاصی حاضری ہو گئی تو قادیانیوں کے لتے لئے۔ قادیانی کفر کو عوام پر واشگاف کیا۔ پورے گاؤں کے مسلمانوں کو چند گھنٹوں کی محنت سے قادیانیوں کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جو الوداع کہنے کے لئے پنجن تک آئے تھے۔ پنجن کسانہ آ گئے۔ قاری محمد اختر مرحوم یہ واقعہ سنا کر گلوگیر ہو جاتے کہ کیسے وہ محنتی علماء تھے۔

قاری محمد اختر مرحوم نے پنجن کسانہ میں بنین وبنات کے شاندار مراکز سے قائم کئے۔ جادہ میں بنات کا مدرسہ قائم کیا۔ پچیس تیس گاؤں میں مدرسہ کی شاخیں قائم کیں۔ سب کے اخراجات خود ادا کرتے تھے۔ بارہا مدرسہ کے لئے برطانیہ کا سفر ہوا۔ وہاں ملاقاتیں رہیں۔ اگست ۲۰۰۶ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں برمنگھم میں پورا دن اسٹیج پر رہے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

ایک مبلغ کے لئے حکم فرمایا۔ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے فاضل مولانا شبیر احمد کو فقیر نے بھیجا تو بہت خوش ہوئے۔ ان کو علاقہ بھر میں عقائد حقہ کی ترویج کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا قاری محمد اختر مرحوم، مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ پر فدا تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق تھے۔ مولانا حامد میاں مرحوم، مولانا غلام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص اور ان کی روایات کے امین تھے۔

دراز قد، طویل لحیہ، کشادہ سینہ، پکا رنگ، حجازی کرتا آپ کی پہچان تھا۔ مؤقف کے پکے اور دل کے غنی تھے۔ علماء کے قدر دان، چھوٹوں کو بڑا بنانے کے خوگر، مسلک کے اظہار میں کسی رعایت کے روادار نہ تھے۔ غیبت، لڑائی، جھگڑا کے قریب نہ بھٹکتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت، نفاذ شریعت اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے ہراول دستہ میں رہے۔ تمام حضرات کا دل و جان سے احترام کرتے تھے۔ جہاں کسی بے دین فتنہ کی فتنہ سامانی کو دیکھا چیلنج سمجھ کر ڈٹ جاتے تھے اور ہمیشہ کامیاب سرخرو رہتے تھے۔ آپ کی زندگی اکابر کی محنت کا پرتو ہوتی تھی۔ خوبیوں کا مجموعہ عاجزی وانکساری کا پیکر، دوستوں کے دوست تھے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر عمر بھر عمل پیرا رہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے۔ آمین!

(۱۶۵)

اختر علی خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۷/۱۰/اکتوبر ۱۹۵۸ء)

روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر تھے اور اپنے والد گرامی مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کی روایات کو خوب نبھایا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بہت متحرک رہے۔ قید وبند کے مراحل سے بھی گزرے۔ آج کرم آباد، وزیرآباد میں اپنے والد کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔

(۱۶۶)

اختر کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

جناب مولانا اختر کاشمیری جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل تھے۔ پہلے لاہور میں ہوتے تھے۔ خوب لکھاری آدمی تھے۔ کسی زمانے میں مولانا زاہد الراشدی، مولانا سعید الرحمن علوی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب اختر کاشمیری ہمارے حلقہ کی طرف سے رسائل وجرائد میں نمائندگی فرمایا کرتے تھے۔ جناب علوی صاحب آخرت کو سدھار گئے۔ جب کہ اختر کاشمیری امریکہ روانہ شد۔ ہمارے حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ جواب بھی میدان عمل میں بڑھاپے کے باوجود سرگرم عمل ہیں، ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ''قادیانیوں کو دعوت اسلام'' کے نام پر جناب اختر کاشمیری نے ۲۷ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ تحریر کیا۔ جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

(۱۶۷)

ادریس جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد ادریس جھنجانوی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:
''جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں جو مرزا غلام احمد کے بیان کیے ہیں، وہ شخص کافر بلکہ اکفر ہے۔''

(۱۶۸)

ادریس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ماسٹر سید محمد

آپ نے دسمبر ۱۹۳۱ء میں ۱۶/صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جسے انجمن اصلاح المسلمین دہلی نے شائع کیا۔ اس میں مسلمانوں کے خلاف، آپ ﷺ کے خلاف، حرمین شریفین کے خلاف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف مرزائیوں کی افتراء پردازی، بدزبانی کے حوالہ جات نقل کر کے امت محمدیہ کو ان سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ آخر میں مرزا قادیانی کی دروغ گوئی کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کا نام ''حقیقت مرزا'' ہے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع ہوا ہے۔

(۱۶۹)

ادریس سکروڈھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد

"صدع النقاب عن جساسة الفنجاب" اس رسالہ کے مرتب حضرت مولانا سید محمد ادریس سکروڈھوی رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔ رسالہ کا نام اس خوبصورتی سے تجویز کیا کہ کمال کر دی۔ "صدع النقاب" ابجد کے حساب سے ۱۳۴۳ھ بنتے ہیں۔ جو کتاب کی اشاعت کا سن ہجری ہے اور "جساسة الفنجاب" سے ابجد کے حساب سے ۱۹۲۵ء بنتے ہیں۔ جو کتاب کی اشاعت کا سن عیسوی ہے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف "اکفار الملحدین فی شیء من ضروریات الدین" میں ایک قصیدہ بزبان عربی قطعہ انجازیہ نظم فرمایا تھا۔ حضرت مولانا سید محمد ادریس سیکروڈھوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ نے اس قصیدہ کو بمع ترجمہ وتشریح کے اس رسالہ میں شائع فرمایا۔ خوب علمی تحفہ ہے۔ کاش ہمارے رفقاء اس عربی قصیدہ کو یاد کریں۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۷۰)

ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

(ولادت: ۳۰ر اگست ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۲۸ر جولائی ۱۹۷۴ء، لاہور)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۰ء میں کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں پیدا ہوئے اور ۲۶ر جولائی ۱۹۷۴ء کو لاہور میں واصل الی الحق ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں اور اعلیٰ تعلیم مظاہر العلوم سہارن پور اور دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمن عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایسے نابغہ روزگار آپ کے اساتذہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا ہی باعث صدر افتخار ہے۔ چہ جائیکہ وہاں پر پڑھانے کا کسی کو شرف حاصل ہو جائے۔ حضرت مولانا کاندھلوی مرحوم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا، انہی کی سرپرستی میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ علاوہ ازیں مدرسہ امینیہ دہلی، حیدرآباد

دکن، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور جامعہ اشرفیہ لاہور ایسے مشہور عالم جامعات میں آپ شیخ التفسیر و شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کی طرف سے آپ کو فتنہ عمیاء قادیانیت کے خلاف کام کرنے کی قدرت نے تڑپ نصیب فرمائی تھی۔ حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع ؒ فرماتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے زمانہ میں وہ خود، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ کو قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد پر استاذ مکرم حضرت شاہ صاحب ؒ نے لگادیا تھا اور موضوع بھی تقسیم فرمادیئے تھے۔ اس دور میں مختلف معروف زمانہ مناظروں میں بھی ان حضرات نے اپنے اکابر کی سرپرستی میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ کامیابی وکامرانی سے قدرت حق نے ان کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کاندھلوی ؒ اپنے استاذ حضرت شاہ صاحب ؒ کی خواہش وحکم پاکر فتنہ قادیانیت کے خلاف ایسے صف آراء ہوئے کہ آخری عمر تک برابر اس جہاد کو جاری رکھا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف جو رسائل وکتب تصنیف فرمائے، ان میں سے بعض تو بارہا شائع ہوئے اور بعض ایک آدھ بار چھپ کر نایاب ہوگئے اور اب تو تقریباً تمام کے تمام بازار سے عنقاء ہیں۔

فقیر (راقم) کی خواہش تھی کہ ان سب کو جمع کرکے ایک ''حسین گلدستہ'' کی شکل میں، آنے والی نسل کے لئے محفوظ کردیا جائے۔ تاکہ مصنف کا یہ فیض جاری رہے۔ مصنف مرحوم کا ذاتی کتب خانہ ومسودہ جات لاہور کے ایک دینی ادارہ میں محفوظ ہیں۔ فقیر وہاں پر حاضر ہوا کہ شاید کوئی غیر مطبوعہ مسودہ کی نشاندہی ہوجائے یا آپ کی کتابوں میں سے کوئی نایاب کتب دیکھنے کو مل جائیں۔ اس ادارہ کے بعض ذمہ دار حضرات نے بہت زیادہ کرم اور محبت کا مظاہرہ فرمایا۔ لیکن ان کتابوں ومسودہ جات کو دیکھنے کے لئے کبھی ادھر کبھی ادھر کے صبر آزما مرحلے سے گزر کر جب اس کتب خانہ میں موجود شخصیت سے ملا تو بس ''زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن'' والا معاملہ پایا۔ بہت مایوسی ہوئی۔ بایں ہمہ بحمدہ تعالیٰ مجھے ننانوے فیصد یقین ہے کہ حضرت مرحوم نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جو کچھ تحریر فرمایا تھا، وہ تمام کا تمام احتساب قادیانیت کی جلد دوم، اشاعت اوّل جون ۱۹۹۷ء میں آگیا ہے۔

یوں تو حضرت کاندھلوی مرحوم کی شاید ہی کوئی تصنیف ہو جس میں قادیانیت کے خلاف کچھ نہ کچھ آپ نے تحریر نہ فرمایا ہو۔ لیکن اس عنوان پر مستقل آپ کے دس رسائل وکتب ہیں جن کے نام یہ ہیں:

١...... ’’مسلک الختام فی ختم نبوت سید الانام المعروف ختم نبوت‘‘
٢...... ’’شرائط نبوت‘‘
٣...... ’’حضرات صوفیاء کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان وافتراء‘‘
٤...... ’’الاعلام بمعنی الکشف والوحی والالہام‘‘
٥...... ’’کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ المعروف حیات عیسیٰ علیہ السلام‘‘
٦...... ’’القول المحکم فی نزول ابن مریم علیہ السلام‘‘
٧...... ’’لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام‘‘
٨...... ’’اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف‘‘
٩...... ’’دعاوی مرزا‘‘
١٠...... ’’احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان (یعنی مسلمان کون ہے اور کافر کون؟)‘‘

بحمدہ تعالیٰ یہ تمام کے تمام رسائل احتساب قادیانیت جلد٢ میں شامل ہیں۔

بشارت عظمیٰ

مولانا کاندھلوی ؒ اپنے رسالے ’’حیات عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کے ص ٥ پر تحدیث بالنعمۃ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

’’واما بنعمۃ ربک فحدث ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن ؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالے کی لوح کا ورق طبع ہو رہا تھا، اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناچیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محراب امام کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ چہرۂ مبارک پر عجیب وغریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔

بعدازاں دو عبالائے گئے۔ایک نہایت سفید اور خوبصورت ہے اور دوسرا نہایت سادہ اور بدبودار ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عبا اس قادیانی کو پہنایا جائے۔چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا۔ فللّٰہ الحمد و المنة اور سیاہ عبا اس قادیانی کو،اور یہ ناچیز خاموش کھڑا رہا۔"

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا محمد میاں صدیقی اپنے والدگرامی کی ردقادیانیت پر گرانقدر خدمات کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

قادیانیوں کے خلاف تحریری جہاد

قادیانی مذہب کے رد کی سعادت آپ (مولانا کاندھلوی) کو نوجوانی ہی سے ملی۔ ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوئے۔ قادیانی فتنہ اس وقت اپنی زندگی کے انتہائی خطرناک مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔ برصغیر کے سبھی علماء اس فتنہ ارتداد کے مقابلے اور سدباب کے لئے سینہ سپر تھے۔ ہرطرف تحریر،تقریر اور مناظروں کا ہنگامہ بپا تھا۔عیسائی حکومت برسراقتدار تھی اور وہ بھی ایسی حکومت جس کی قادیانیوں کو مکمل حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ علماء حق قادیانیوں سے مناظرے ہی کر سکتے تھے۔ان کے کفریہ عقائد اور دعاوی کا تحریری اور تقریری طور پر دلائل وبراہین سے رد ہی ممکن تھا۔چنانچہ علماء نے اس ضمن میں اپنا فرض بخوبی ادا کیا اور خاص طور پر دہلی،یو۔پی اور پنجاب کے علماء نے امت مسلمہ کو عہد حاضر کے اس فتنہ کبریٰ سے بچانے کے لئے اپنی تمام تر علمی،فکری اور عملی صلاحیتوں سے کام لیا۔

اپنے قابل فخر اساتذہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کئی بار قادیان، فیروز پور، گورداسپور اور لاہور آنا ہوا اور ایسی ایمان افروز تقریریں کیں کہ استادوں کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔والد صاحب (مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے خود ایک جلسہ کی کیفیت یوں بیان کی:

"قادیانیوں کے خلاف مسلمانان پنجاب نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ میں بھی اپنے گرامی قدر اساتذہ کے ساتھ گیا۔جلسہ میں جب میری تقریر کا وقت آیا تو شاہ صاحب کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: بھائیو!یہ مولوی ادریس ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مدرس ہیں۔.......... جو کچھ کہیں اسے غور سے سننا۔ تقریر کی،لوگوں نے پسند کی اور شاہ صاحب اور علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بےحد خوش ہوئے۔"

پنجاب میں قادیانیوں کے خلاف علمائے دیو بند نے جو علمی فکری محاذ قائم کیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اپنے مضمون میں اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''اسی زمانے میں اکابر دارالعلوم کے ایک وفد نے جس کی قیادت استاد محترم حضرت شاہ صاحب فرما رہے تھے۔ عام مسلمانوں میں قادیانی دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ملک کا دورہ کرنا تجویز کیا۔ اس دورے میں بھی ہم تینوں مفتی شفیع صاحب، مولانا محمد ادریس، مولانا بدر عالم کو سفر میں ہم سفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی زمانے میں یہ طے ہوا کہ ہر سال ایک جلسہ خود قادیان میں کیا جائے۔ جس میں مرزا قادیانی کے ادہام باطلہ کی تردید خود ان کے مرکز میں جا کر کی جائے۔ ان جلسوں میں بھی حضرات اکابر کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں کو شریک رہنے کا موقع ملا۔ فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تو ان سے مناظرے کے لئے دارالعلوم دیو بند کی طرف سے مولانا سید مرتضیٰ حسن ؒ کی سرکردگی میں ہم تینوں رفیق سفر رہے۔ خود حضرت شاہ صاحب ؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ بھی پہنچ گئے۔ تین روز یہ تاریخی مناظرہ جاری رہا۔

حضرت شاہ صاحب ؒ کی خاص توجہ اور کوشش نے چند سال میں ایسا کر دیا تھا کہ علمی اعتبار سے مرزا محمود اور قادیانیت نے دم توڑ دیا اور یہ لوگ مناظرے، مباہلے کا نام چھوڑ کر زیر زمین سازشوں میں مشغول ہو گئے۔'' (ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی ص ۲۱،۳۔۱۹۷ء)

قادیانیوں کے خلاف با قاعدہ تحریری جہاد کا آغاز ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۲ء سے ''کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر کیا۔ دیباچہ میں خود تحریر فرماتے ہیں:

''اس دور پر فتن میں ہر طرف سے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے۔ جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنے کا بانی منشی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا، پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دیا اور صدہا اوراق اس بارے میں سیاہ کئے۔ علمائے اہل سنت والجماعت نے رد مرزائیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ پر خصوصاً مفصل، مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ ۱۳۴۲ھ میں اس ناچیز، اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ ''کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ'' کے نام سے لکھا تھا۔ جس کو حضرت مخدومنا الحبیب ومطاعنا اللبیب مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ؒ نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔'' (حیات عیسیٰ طبع ملتان ۱۳۷۶ھ ص ۳،۴)

''کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ'' کا موضوع یہ ہے کہ قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا قرآن حکیم، احادیث نبویہ اور اجماع امت سے مفصل اور مدلل جواب دیا ہے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ رہنا اور اخیر زمانے میں آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تقسیم ہند سے قبل اور اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ ایڈیشن ''حیات عیسیٰ'' کے نام سے طبع ہوا ہے۔ ۱۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب اگرچہ ضخیم نہیں ہے۔ مگر مضمون کے اعتبار سے کتنی اہم ہے۔ اس کا اندازہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظات سے لگایا جا سکتا ہے جو اس کتاب پر انہوں نے تحریر فرمائیں۔ علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''رسالہ کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ'' مصنفہ علامہ فہامہ جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا اور بعض مضامین کو مؤلف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ علیہ السلام میں کافی وشافی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے۔ نقول، معتبر اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے۔ علماء اور طلبہ کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اسی کتاب کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''تقریباً دو سال ہوئے ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء مقام فیروز پور پنجاب، قادیانی مرزائیوں سے متنازعہ فیہ مسائل میں علمائے دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی۔ جس میں دیوبند کی طرف سے برادر مکرم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم، وکیل تھے۔ مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف عام پبلک بھی اس سے محظوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف وجوانب کی توضیح وتحقیق ایک کتاب کے ذریعے اس طرح کر دیجئے کہ غائب وحاضر کے لئے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام پہلو بیک وقت سامنے آ جائے اور کسی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کے قدم ڈگمگا سکے۔ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ

ہوگا کہ اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور بے تکلف انداز میں نہیں لکھی گئی۔"
(حیات عیسیٰ ص۱۴۰تا۱۴۲، طبع ملتان ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء)

"کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ" کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کے برادر بزرگ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

"برادر عزیز مولوی محمد ادریس صاحب، جو دارالعلوم دیوبند کے لائق مدرس ہیں اور عالم باعمل، متصلب فی الدین ہیں، نے رسالہ کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ تصنیف کر کے اس مسئلہ (حیات عیسیٰ کے) کو اور زیادہ روشن اور واضح کر دیا ہے کہ منصف مزاج اور طالب حق کے لئے گنجائش تردد وتامل نہیں چھوڑی۔"
(۱۱رجب ۱۳۴۳ھ)

حیات عیسیٰ میں قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ سے متصادم ہے اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھائے پئے زندگی بسر کرنا اور ایک عرصہ تک زندہ رہنا ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات نہ پانے اور زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر قیامت کے قریب نزول پر چار دلیلیں قرآن حکیم سے اور چھ دلیلیں احادیث صحیحہ سے دی گئی ہیں۔

یہ کتاب اگرچہ مرزائے قادیان کے رد میں تالیف کی گئی۔ مگر اس سے عیسائیوں کا بھی رد ہوا۔ کیونکہ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھا دیا گیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان (۱۹۴۹ء) میں تشریف لے آئے تو یہاں بھی امت مسلمہ کو اس فتنے کا سامنا تھا۔ ۱۹۵۲ء کے آخر میں قادیانیت کے خلاف علمائے حق کی جدوجہد نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ بقید حیات تھے۔ جامع مسجد نیلہ گنبد میں زیادہ تر جمعہ کے روز مفتی صاحب مرحوم تقریر فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جامع مسجد نیلہ گنبد میں آپ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ) کی تقاریر ہوتیں اور ملک کے مختلف حصوں میں جو جلسے منعقد ہوتے وہاں تشریف لے جاتے اور قادیانیت کے خلاف بصیرت افروز تقریریں کرتے۔ ۱۹۵۳ء کے آغاز میں جب بہت سے علماء تحریک ختم نبوت کی پاداش میں دارورسن کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے، آپ تحریری وتقریری جہاد میں مصروف تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ فروری ۱۹۵۳ء کا کوئی ایک جمعہ تھا، شہر میں ہر طرف ہنگامہ بپا تھا۔ نیلہ گنبد چوک میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جامعہ کی گلی میں بعض شرپسند اپنے گھروں کے دروازوں سے گولیاں برسا رہے تھے اور کسی کی باہر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم اور والد صاحب جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نیلہ گنبد

گئے اور قادیانیت ہی کے خلاف تقریریں کیں۔

تحریک ختم نبوت نے ۱۹۵۳ء میں شدت اختیار کی، تشدد کے واقعات ہوئے۔ اس لئے مارشل لاء لگانا پڑا اور آخر کار ہائیکورٹ کے دو جج پر مشتمل اعلیٰ اختیارات کا ایک کمیشن بیٹھا جو ان تمام واقعات اور حالات کی تحقیقات کے لئے مامور کیا گیا۔ بہت سے علماء کے عدالت عالیہ میں بیانات ہوئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ والد محترم (مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے ان مجاہدین کی کس طرح علمی رہنمائی کی جو جیل کی کوٹھڑیوں سے باہر رہ کر امت مسلمہ کی وکالت کر رہے تھے۔ اکثر قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہری پور والے والد محترم کی خدمت میں تشریف لاتے۔ گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ عدالت عالیہ میں اپنے مؤقف کی حمایت میں جو مواد بہم پہنچانا ہوتا وہ والد صاحب سے حاصل کرتے۔ قاضی شمس الدین کے علاوہ ان دنوں والد صاحب کے پاس اس موضوع پر گفتگو کے لئے جو اہل علم تشریف لائے ان میں خاص طور پر تحریک ختم نبوت کے مجاہد مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

عدالت عالیہ نے والد صاحب کو بھی بیان دینے کے لئے بلایا۔ تحقیقاتی بنچ دو ججوں پر مشتمل تھا۔ جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم۔ آر کیانی مرحوم، دوران بیان جسٹس منیر نے مختلف سوالات کئے۔ ایک سوال یہ کیا کہ:

''مولانا! ترمذی میں ایک حدیث آتی ہے، جس میں یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کا کفر کہنے والے پر لوٹتا ہے۔ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے بہت سے علماء دیوبندی علماء کو کافر کہتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے ان کا کفر خود بریلوی علماء پر لوٹا اور وہ لوگ کافر ہوئے؟''

والد صاحب نے جواب دیا کہ:

''ترمذی کی حدیث تو صحیح ہے۔ مگر آپ اس کا مطلب صحیح نہیں سمجھے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے، دیدہ ودانستہ کافر کہے تو اس کا کفر کہنے والے پر لوٹے گا۔ جن بریلوی علماء نے بعض دیوبندی علماء کو کافر کہا، انہوں نے دیدہ دانستہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کو غلط فہمی ہوئی جس کی بناء پر انہوں نے ایسا کہا۔ انہوں نے منشاء تکفیر یہ تجویز کیا ہے کہ ایسے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اگرچہ ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ وہ اگر ذرا بھی غور وفکر کرتے یا ان ہی حضرات کی وہی کتابیں اور عبارتیں دیکھ لیتے جس

سے بریلوی حضرات علماء کو یہ خیال ہوا ہے تو خود ہی اس کا ازالہ ہو جاتا۔ پھر بھی ہم اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ان حضرات نے بعض علماء دیوبند کی تکفیر اس بنیاد یعنی توہین رسول کے مزعومہ پر کی ہے۔ لہٰذا یہ کفر کہنے والے پر نہیں لوٹے گا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی علماء بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔"

ہم جواباً ان کی تکفیر کا طریقہ اختیار نہیں کرتے۔ اس بلند پایہ جواب کو جو ایک صحیح عالم بلند حوصلگی کی ترجمانی کر رہا ہے۔ بہت سے بریلوی نہایت متاثر ہوئے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کاش کہ یہ وسعت حوصلہ دوسری جانب بھی پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ والد مرحوم کی عقیدت اور محبت رکھنے میں ہر طبقہ کے علماء اور عام حضرات برابر کے شریک تھے۔

عدالت میں زبانی بیان دینے کے علاوہ آپ نے ایک مفصل تحریری بیان قلمبند کیا۔ جس میں پوری تفصیل سے ایمان اور کفر کی تعریف، اس کے وجوہ اور اسباب پر بحث کی۔ یہ بیان بعد میں ''مسلمان کون کافر کون'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں ایمان اور کفر کے موضوع پر جس قدر تفصیل سے بحث کی گئی۔ اتنی یقیناً یکجا کسی ایک کتاب اور مضمون میں اس سے پہلے نہیں کی گئی تھی۔

سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے ان کا اپنا عقیدہ اور مذہب بیان کیا۔ اس کے بعد جو عنوانات قائم کئے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان پر مفصل بحث کی، وہ یقیناً اس موضوع پر ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

حسب ذیل چند عنوانات سے اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

- ...... ایمان کی تعریف۔
- ...... کفر کی تعریف۔
- ...... ضروریات دین کی تعریف۔
- ...... قومی اسلامی اور شرعی اسلام۔
- ...... اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ متواتر ہے۔
- ...... ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں فرق
- ...... مسئلہ تکفیر اہل قبلہ۔
- ...... الحاد، زندقہ اور ارتداد کی تعریف اور احکام۔
- ...... مرتدین کے حق میں قرآن کا فیصلہ۔
- ...... آنحضرت ﷺ، حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خاتم النبیین تھے۔

۞...... اسلام میں مدعیان نبوت کے بارے میں اجماعی فیصلہ جس پر صدیق اکبرؓ اور بعد کے قرون میں عمل کیا گیا۔

۞...... ختم نبوت اور اس کا مفہوم وحقیقت۔

قادیانیوں کے خلاف پاکستان میں تحریک زور پر تھی۔ بھارت سے مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک مضمون شائع کیا جس میں لاہوری قادیانیوں کی حمایت کی گئی اور ان کو دائرہ کفر سے نکالنے کے لئے مولانا صاحب نے خاصے ہاتھ پاؤں مارے۔ والد صاحب نے وہ مضمون پڑھا اور یہ لحاظ کئے بغیر کہ دریابادی صاحب کو، مولانا اشرف علی تھانوی ؒ سے نسبت ہے۔ ان کے خلاف ایک بیان لکھا، جس کا مضمون مدلل، اور الفاظ سخت تھے۔ یہ جوابی مضمون جامعہ اشرفیہ لاہور کے ماہنامہ رسالے ''انوار العلوم'' میں چھاپا گیا۔

حضرت کی عصبیت فی الدین کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ مولانا عبدالباری ندوی نے ایک مکتوب میں والد صاحب کو مولانا عبدالماجد دریابادی کے خلاف عنوان اور معنون سخت اختیار کرنے کی شکایت کی جس کی والد صاحب نے کوئی پروانہ کی۔ حمایت کے پہلو پر والد صاحب کو خود مولانا ندوی سے اس قدر انقباض اور تکدر ہوا کہ اس کے بعد جب وہ لاہور تشریف لائے اور حضرت محمد حسن صاحب ؒ کی ایک مجلس میں یا کسی تقریب میں والد صاحب کی موجودگی میں مولانا ندوی ملاقات کے لئے قدیم رفاقت کے انداز میں مصافحہ کے لئے بڑھے تو والد صاحب ؒ سے الحب للہ و ابغض للہ کا رنگ غیر اختیاری طور پر ظاہر ہوا اور اعراض فرمالیا۔

عبدالماجد دریابادی اور مسیلمہ پنجاب کی حمایت

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

عرصہ سے عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر الصدق کے مضامین مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت میں شائع ہورہے ہیں۔ چونکہ عبدالماجد صاحب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ سے اپنی نسبت بیان کرتے ہیں۔ اس لئے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت کی نسبت کے ساتھ یہ مرزائیت کی حمایت کیسی۔ اس لئے چند مختصر کلمات احباب کی تشفی کے لئے لکھ رہا ہوں۔ وباللہ التوالتوفیق!

ختم نبوت کا عقیدہ قرآن کریم اور حدیث متواتر اور اجماع صحابہ، تابعین اور اتفاق

علماء امت محمدیہ ثابت ہے جس میں ذرہ برابر کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع جو منعقد ہوا وہ مدعی نبوت کے قتل پر ہوا۔ صدیق اکبرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد مسیلمہ کذاب کے قتل کے لئے صحابہ کرامؓ کا لشکر روانہ کیا۔ بالآخر اس کو قتل کیا اور اس کے متبعین کو بھی قتل کیا اور قیدیوں کو گرفتار کر کے مدینہ لائے اور ان کو غلام و باندی بنا کر مجاہدین پر تقسیم کیا۔

مدعی نبوت کے جہاد و قتال پر امت محمدیہ کا یہ پہلا اجماع تھا جو عہد صدیقی میں منعقد ہوا۔ کسی نے یہ سوال نہیں کیا کہ مسیلمہ کذاب سے یہ دریافت کیا جائے کہ وہ اپنی نبوت کے کیا دلائل پیش کرتا ہے۔ مسیلمہ کے بعد طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبرؓ نے اس کے قتل کے لئے بھی خالدؓ بن ولید کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس کے بعد خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ علماء تابعین کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی لٹکایا گیا اور اس کے بعد خلفاء اور سلاطین اسلام کا مدعیان نبوت کے ساتھ یہی عمل رہا۔ جیسا کہ شفائے قاضی عیاض میں تصریح ہے اور صبح الاعشیٰ ج ۱۳ ص ۳۰۵ میں ہے کہ ہر زمانے میں اسلامی حکومت کا معمول یہی رہا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کو سزائے موت دی گئی۔ حدیث میں ہے: ”لاتجتمع امتي علي الضلالة“ میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔ محقق ابن امیر الحاج شرح تحریر الاصول ج ۳ ص ۸۵ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باسانید صحیحہ اور طرق متعددہ مروی ہے۔ فرداً فرداً اگرچہ اخبار آحاد ہیں لیکن قدر مشترک متواتر ہے۔

”وقال تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا“ ﴿اور جو شخص حق واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے متفقہ مسلک کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مسلک اختیار کرے تو ہم دنیا میں اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے کہ جو چاہے کرے اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم بہت بری جگہ ہے۔﴾

اس آیت میں سبیل المؤمنین سے اجماع صحابہؓ واہل بیتؓ مراد ہے۔ جس کی مخالفت کو دخول جہنم کا سبب قرار دیا۔ علاوہ ازیں اگر اجماع حجت نہ ہو تو پھر دین ایک کھلونا بن جائے اور ہر شخص کی رائے اور سمجھ کے تابع ہو جائے۔

خلاصہ کلام: یہ کہ جس طرح مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین قطعاً کافر اور مرتد ہیں۔

اسی طرح مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع واذناب بھی قطعاً کافر اور مرتد ہیں۔ دونوں کے کفر اور ارتداد میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ بلکہ مسیلمہ کذاب کا تو لفظاً ایک ہی کفر (یعنی دعوائے نبوت) ثابت ہے اور مسیلمہ پنجاب کے کفریات کی تو کوئی شمار ہی نہیں۔ اس لئے کہ مسیلمہ پنجاب کفر میں یمامہ کے مسیلمہ کذاب سے بہت آگے ہے۔ لہٰذا جس طرح مسیلمہ کذاب کے کفر میں شک اور تردد کفر اور ارتداد ہے، اسی طرح مسیلمہ پنجاب کے کفر میں بھی شک اور تردد کرنا صریح کفر اور صریح ارتداد ہے۔ امت محمدیہ کے چودہ قرن کے علماء اور سلف صالحین کا یہی اجماعی عقیدہ ہے جو عہد صحابہ سے لے کر ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے جو شخص اجماع صحابہ وتابعین پر نظر ثانی کا تصور بھی کرے یہی اس کے گمراہ اور بے دین ہونے کی دلیل قطعی ہے۔

رہا دریابادی صاحب کا حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنا یہ سب فریب اور مغالطہ ہے۔ حضرت تھانوی ؒ سے علاقہ اسی وقت تک رہ سکتا ہے کہ جب عقائد اسلام اور عقائد اہل سنت پر قائم ہوا اور حضرت تھانوی ؒ کے مسلک پر قائم ہوں اور جب اسلام کے اجماعی عقیدہ ہی سے انحراف ہو جائے تو حضرت تھانوی ؒ سے تعلق خود بخود منقطع ہو جاتا ہے۔ بزرگان دین سے تعلق دین کے تعلق پر موقوف ہے۔ جب دین ہی سے تعلق نہ رہا تو بزرگان دین سے کہاں تعلق رہ سکتا ہے۔

حضرت مولانا تھانوی ؒ کی تصانیف میں مرزا غلام احمد قادیانی کی صریح تکفیر موجود ہے اور مرزائے قادیانی کے کفر کے فتووں پر حضرت حکیم الامت کے بھی دستخط ہیں۔ اب ظاہر کہ ایسی صورت میں دریابادی صاحب کا حضرت تھانوی ؒ سے کیا علاقہ رہ سکتا ہے۔ حضرت تھانوی کا مسلک یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبع کافر اور مرتد ہیں اور دریابادی کے نزدیک مرزا قادیانی کافر نہیں کا مسلک حضرت تھانوی کے مسلک کے صریح منافی اور مناقض ہے۔ یہ دو متناقض مسلک ذات واحدہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اجتماع نقیضین باجماع عقلاء عالم محال ہے۔

مسلمانوں کو نصیحت

اے میرے عزیزو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا دامن نہ چھوڑو اور اجماعی عقیدہ صحابہ وتابعین سے لے کر اس وقت تک تم کو بطریق تواتر پہنچا ہے۔ اس کو حرز جان بنا کر رکھو اور اخباری مضمون نگاروں پر اپنے دین اور ایمان کو قربان نہ کرو۔ دنیا میں سینکڑوں مسیلمہ اور کذاب آئے اور ہزاروں ان کے حامی ہوئے۔ مگر سب ختم ہوئے۔ صرف ایک دین محمدی باقی رہا اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا۔

خلاصہ کلام: یہ کہ مدعی نبوت کا ارتداد امت محمد یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔اس کے خلاف کسی ایڈیٹر اور مضمون نگار کا کوئی حرف ہذیان سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔دریابادی صاحب کو بھی معلوم ہے کہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔اس لئے مسیلمہ پنجاب کی حمایت میں اجماع امت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے تحقیر آمیز الفاظ میں لکھتے ہیں:

''جن معاصر علماء نے کفر وغیرہ کے فتوے صادر کئے وہ ضرور ماجور ہوں گے اور ان کو یہی کرنا چاہئے تھا۔لیکن بہرحال غیر معصومین کے اقوال وتحقیقات پر نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔خصوصاً بدلتے ہوئے حالات ہیں۔''

دریابادی صاحب کی اس عبارت سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ آپ کے نزدیک فقط آپ کے معاصر علماء نے دیا ہے۔اس سے پہلے کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔(جو صریح غلط ہے۔صحابہ وتابعین کے وقت سے لے کر اس وقت تک تمام مشرق اور مغرب کے علماء کا یہی فتویٰ رہا ہے کہ مدعی نبوت کا متبع کافر ومرتد ہے)

دوم: یہ کہ معلوم ہوا کہ دریابادی صاحب اپنے کو علماء عصر کا معاصر سمجھتے ہیں۔حالانکہ دریابادی صاحب عالم نہیں۔البتہ ایڈیٹروں اور اخبار نویسوں کے معاصر ہیں۔

سوم: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماع امت ایک امر ظنی ہے۔کیونکہ وہ غیر معصوموں کے اقوال وتحقیقات کا نتیجہ ہے۔نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین اور علماء امت اگرچہ فرداً فرداً غیر معصوم ہیں۔مگر ان کا اجماع معصوم عن الخطاء ہے اور شریعت میں حجت اور تابعین کے اجماع کے بعد کسی بڑے سے بڑے عالم کو بھی خلاف کرنے کا حق باقی نہیں رہتا اور نہ آج تک کسی امام اور مجتہد اجماع صحابہؓ کا خلاف کیا۔حضرات فقہاء اور محدثین کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی حدیث اجماع صحابہ کے خلاف دیکھتے ہیں تو اس کو منسوخ العمل سمجھتے ہیں۔علماء امت کی نظر میں اجماع صحابہ دلیل نسخ ہے۔یعنی علامت نسخ ہے۔یہ ناممکن ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کسی حدیث کے خلاف پر متفق ہو جائیں۔معلوم ہوا کہ صحابہؓ کے علم میں ضرور کوئی دوسری حدیث اس حدیث کی ناسخ ہوگی۔جب ہی تو اس کے خلاف پر متفق ہوئے۔مگر ہم کو قصور علم کی وجہ سے اس ناسخ کا علم نہ ہوسکا۔نیز تمام غیر معصومین ایک رتبہ اور ایک درجہ کے نہیں ہوتے۔انبیاء کہ سب غیر معصوم ہیں۔مگر علم اور فہم اور تقویٰ اور دیانت کے اعتبار سے درجات مختلف ہیں۔دریابادی صاحب کی اس عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جس طرح میں غیر معصوم ہوں،اسی طرح دیگر علماء امت بھی غیر معصوم ہیں۔ایک

غیر معصوم دوسرے غیر معصوم کی تحقیق پر نظر ثانی کرسکتا ہے۔

"ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت ولیہ انیب۔ واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یاارحم الرحمین" محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ

وکان للہ ومعل ھمہ وھواہ فیھما یحیہ ویرضاہ آمین!

جامعہ اشرفیہ لاہور

والد صاحب کے اس جوابی مضمون پر بعض حضرات نے خاصا ناک بھوں چڑھایا۔ بھارت سے مولانا عبدالباری ندوی صاحب کا خط آیا۔ (مولانا عبدالباری والد صاحب کے زمانہ حیدرآباد دکن کے رفقاء میں سے تھے) انہوں نے اس بات کی خاص طور پر شکایت کی کہ آپ نے دریابادی صاحب کی، حضرت تھانوی ؒ سے نسبت کا بھی خیال نہیں کیا۔ مضمون ومعنوں کے علاوہ عنوان بھی بہت تلخ اختیار کیا۔ والد صاحب کے جوابی مضمون کا عنوان تھا، "عبدالماجد دریابادی اور مسیلمہ پنجاب" مگر والد صاحب کے ہاں ذاتی تعلقات اور مصلحت اندیشی دینی تقاضوں کے مقابل کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ مولانا عبدالباری ندوی کے اس خط کے بعد ۱۹۵۳ء میں جب قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کی تحریک عروج پر تھی۔ آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی۔ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر اس کتاب میں اتنے ٹھوس دلائل پیش کئے کہ قادیانیوں کے کسی فرد یا حلقے سے آج تک اس کتاب کا جواب بن نہ پڑا۔

اس زمانے میں قادیانیوں نے بعض اولیائے کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کی بعض عبارتوں کو مسخ کر کے اور ان کا سیاق وسباق حذف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نعوذ باللہ بعض اولیائے کرام اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کسی ظلی اور بروزی نبی کا آنا ممکن ہے۔ آپ نے مرزائیوں کی اس تلبیس کا جواب دیا اور خاص اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھ کر شائع کر دیا جس کا موضوع ہی یہ تھا:

"حضرات صوفیائے کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان اور افتراء"

اس سے اس رسالے کے پیرایہ آغاز میں لکھا:

''بندۂ ناچیز محمد ادریس کاندھلوی اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مرزائیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لئے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اور فقہاء اور محدثین، مفسرین اور متکلمین کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے کی گنجائش نہیں ملتی۔ اس لئے یہ گروہ حضرات اولیاء کرام اور عارفین کے ناتمام اقوال قطع وبرید کر کے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ عوام، ان حضرات اولیاء کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے وہ ان کتابوں میں مذکور ہوتا ہے۔ اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے۔ البتہ بزرگوں کے بعض ایسے مبہم اور مجمل فقروں کو نقل کر دیتے ہیں جو ان بزرگوں سے خاص حالت سکر میں نکل جاتے ہیں۔ جو باتفاق علماء حجت نہیں۔ جیسا کہ منصور نے ایک خاص بے خودی کی حالت میں ''انا الحق '' کہہ دیا۔ مگر جب ہوش آیا تو تائب ہوئے تو کیا کوئی عاقل، منصور کے انا الحق کہنے سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندے کو بھی حاصل ہو سکتی ہے اور ''لا الٰہ الا اللّٰہ '' کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہو سکتا۔ البتہ ظلی اور بروزی خدا ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلا! یہ صریح کفر اور ارتداد ہے۔ اسی طرح ''لانبی بعدی '' میں یہ تاویل کرنا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی مستقل نبی تو نہیں آ سکتا، البتہ ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی صریح کفر وارتداد ہے۔''

اس رسالہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کی اس عبارت کو سیاق وسباق کے ساتھ نقل کر کے اس کے مفہوم کی وضاحت کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا ہرگز وہ مقصد نہیں جو اس عبارت سے مرزائی اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا نانوتوی ؒ حتماً خاتمیت زمانہ کے قائل ہیں اور صراحتہ یہ تحریر فرماتے ہیں: ''حضور پرنور ﷺ سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں۔ زماناً اور رتبۃً بھی۔'' نیز فرماتے ہیں: ''اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور کے نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تأمل کرے۔ اس کو کافر سمجھتا ہے۔''

مرزائی کیونکہ ہر جگہ اور خاص طور پر بیرونی ممالک میں اسلام کے نام پر تبلیغ کرتے اور اپنے لئے عنوان ''مسلمان'' ہی کا اختیار کرتے ہیں۔ ان کے اندر تبلیغ سے عام لوگوں کو یہ دھوکہ اور مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ اور طبقہ ہے۔ ایسے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے والد محترم نے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا۔ اس کا نام ہی ''اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف'' رکھا۔ اس رسالے میں اپنے ہی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ خود مرزائے قادیان کی عبارتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزائیت ایک جداگانہ مذہب ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

والد محترم نے اس رسالے میں اسلام اور مرزائیت کے دس بنیادی اختلاف بیان کئے ہیں۔ایسے ہی ''دعاوی مرزا'' کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا۔اس میں وہ سینکڑوں متضاد اور بعض مضحکہ خیز دعوے نقل کئے جو خود مرزا قادیانی نے کئے اور ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔

مرزائے قادیان ہی کو بے نقاب کرنے کے لئے ''شرائط نبوت'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔اس میں نبی کی دس شرائط بیان کیں۔مثلاً: عقل کامل ہونا،حفظ کامل ہونا،علم کامل ہونا، معصوم ہونا،صادق وامین ہونا،اعلیٰ حسب ونسب ہونا،اخلاق فاضلہ کا مجموعہ ہونا،زاہد وقانع ہونا، مرد ہونا،عورت نہ ہونا اور پھر یہ بتایا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک جتنے انبیاء بھیجے،ان سب میں یہ شرائط اور صفات موجود تھیں۔مگر مرزائے قادیان میں ان شرائط میں سے کوئی شرط بھی موجود نہ تھی۔خود اس کے بقول عقل میں بھی فتور تھا۔مراق تھا۔ حافظہ خراب تھا۔علم وفضل کا یہ حال ہے کہ دنیا کی کوئی زبان صحیح لکھنے پر قادر نہ تھا۔صدق وامانت اور زہد وقناعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ساری عمر مقدمہ بازیوں میں گزری۔بہر کیف رسالہ مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع اور مدلل ہے۔ (تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص ۹۸ تا ۱۱۵)

(۱۷۱)

ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا

جامع مسجد اہل حدیث منٹگمری بازار فیصل آباد میں مولانا ارشاد الحق اثری خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے اپنی مسجد میں خطبات ارشاد فرمائے پھر اپریل ۱۹۷۵ء میں ''قادیانی کافر کیوں؟'' کے نام سے یہ کتاب شائع کی گئی۔

(۱۷۲)

ارشد بخاری ایڈووکیٹ،جناب سید

احمد پور شرقیہ کے معروف قانون دان سید ارشد بخاری جو حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کے تربیت یافتہ ہیں آپ نے ''گستاخ رسول کی متفقہ سزا'' کے نام پر مضمون لکھا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع ہوا۔

(۱۷۳)

ارشد مونگیروی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالمحاسن محمد

ابوالمحاسن محمد ارشد نے ''رشدوہدایت'' کے نام سے رسالہ قادیانی عبدالرحیم مرزائی کے جواب میں تحریر فرمایا۔ جناب محمد ارشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے عبدالرحیم قادیانی کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ اس میں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۱۷۴)

اسجد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری محمد

(وفات: ۲۵ ستمبر ۲۰۰۷ء)

جامع مسجد کبیر ریلوے اسٹیشن نواب شاہ کے خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوابشاہ کے رہنماء حضرت مولانا قاری محمد اسجد مدنی حضرت مولانا دوست محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مجھلے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ جامعہ حسینیہ شہداد پور، مدینۃ العلوم ٹنڈو آدم میں قرآن مجید اور کتب کی تعلیم حاصل کی۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی سے دورہ حدیث شریف کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد والد صاحب کے حکم پر سعید آباد میں خطیب مقرر ہوگئے۔ ایک بار مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نواب شاہ تشریف لے گئے تو مولانا دوست محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاری محمد اسجد رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں دیا کہ یہ ختم نبوت کی امانت ہیں۔ اب آپ قبول فرمائیں۔ دونوں بزرگوں کی یہ ادا اللہ رب العزت کے ہاں ایسی قبول ہوئی کہ مولانا قاری محمد اسجد رحمۃ اللہ علیہ صاحب اس دن سے دم آخریں تک جہاں رہے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے منادر ہے۔

مولانا قاری محمد اسجد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو والد گرامی نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں اپنے ہاں جامع مسجد کبیر ریلوے اسٹیشن نواب شاہ میں بطور خطیب کے بلالیا۔ والد

گرامی کی وفات (۲۰۰۴ء) کے بعد مستقل آپ یہاں خطیب مقرر ہو گئے۔ بڑے بھائی قاری محمد
ارشد مدنی منوں آباد مدنی مسجد میں خطیب ہیں۔ چھوٹے بھائی قاری محمد امجد بطور نائب خطیب
وامام کے ریلوے مسجد کبیر میں فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قاری محمد امجد مدنی صاحب نواب شاہ
ضلع اور ٹنڈو آدم میں مجلس کے کاموں میں بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ملتان،
چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔ ہر سال رائے ونڈ کے اجتماع سے
واپسی پر ملتان دفتر مرکزیہ تشریف لانا آپ کا معمول تھا۔ اس کے بعد آبائی گاؤں ریتڑہ ضلع ڈیرہ
غازی خان تشریف لے جاتے۔ واپسی پر پھر ملتان دفتر تشریف لاکر عازم نواب شاہ ہوتے۔
قاری محمد امجد صاحب ملنسار، خوش اخلاق، متحمل مزاج، عالم دین تھے۔ گذارش ہے،
عرض کرتا ہوں، سے ہمیشہ بات کا آغاز کرتے۔ زندگی بھر ترش روئی کو قریب نہیں پھٹکنے دیا۔
دینی مدارس کی امداد کے سلسلہ میں تمام مدارس کے سفراء کے ساتھ چلتے اور اس کو وہ دین کی
خدمت سمجھتے تھے۔

قاری محمد امجد مدنی صاحب نے شادی کی۔ اس سے چار صاحبزادے اور دو
صاحبزادیاں ہوئیں۔ چند سال ہوئے عقد ثانی کیا۔ مگر اس سے اولاد نہ ہوئی۔ قاری محمد امجد سراپا
خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ کھلا چہرہ، گندمی رنگ، سفید داڑھی اس پر حناء کا رنگ کرتے۔ ہر کسی کو عزت
دیتے۔ جس سے آپ کی ہر دلعزیزی میں بہت اضافہ ہوا۔

۲۴، ۲۵ ستمبر کی درمیانی شب ۲ بجے کے قریب بلڈ پریشر کا اٹیک ہوا۔ دماغ کی
شریانیں متاثر ہوئیں۔ ہسپتال داخل کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن ۲۵ ستمبر
مغرب کے قریب داعی اجل کو لبیک کہا۔ اگلے روز جنازہ ہوا۔ پورا شہر گردونواح کا دینی حلقہ
شریک جنازہ ہوا۔ برادر اکبر مولانا محمد ارشد مدنی کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور عام
قبرستان میں والد گرامی کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

آپ کے بھائی قاری محمد امجد کو مسجد کی انتظامیہ نے خطیب وامام اور آپ کے بڑے
صاحبزادے مولوی عطاء الرحمٰن کو جو درجہ رابعہ میں پڑھ رہے ہیں، نائب امام وخطیب مقرر کیا۔
باقی صاحبزادے بھی زیر تعلیم ہیں۔ اللہ رب العزت ان تمام کو اپنے باپ ودادا کے علوم کا وارث
بنائیں۔ ان کی وفات کا سانحہ ان کے خاندان کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کو صبر
جمیل نصیب فرمائیں۔

(۱۷۵)

اسحاق امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مرزا محمد اسحاق امرتسری رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ یاران کی ایک اہم کڑی تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کئی رسائل لکھے۔ ہمیں صرف تین رسائل پر دسترس ہوئی۔

۱...... ''اباطیل مرزا'' یہ ۲۴؍رمضان ۱۳۵۴ھ کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے جھوٹ جمع کئے گئے ہیں۔

۲...... ''حالات مرزا یعنی مرزائی مذہب کی اصلیت'' اکتوبر ۱۹۳۴ء میں آپ نے یہ شائع کیا۔

۳...... ''بطلان مرزا'' یہ رسالہ ۱۹۳۵ء کا مرتب کردہ ہے۔ یہ بھی اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۴...... ان کا ایک اور رسالہ ''القول فصیح فی تحقیق المھدی والمسیح'' بھی آخری مرحلہ پر میسر آیا۔ ابتدائی تین رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شائع ہو گئے۔

(۱۷۶)

اسحاق چاٹگام رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

چاٹگام بنگلہ دیش میں ''ہدایۃ الاسلام'' کے نام پر ایک انجمن قائم کی۔ اس کے تحت میں ایک رسالہ شائع ہوا جو حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ تھا۔ اس کا نام ہے:

''مرزا غلام احمد اور نبوت'' یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شامل ہے۔

(۱۷۷)

اسحاق (حویلیاں)، حکیم محمد

جماعت اسلامی حویلیاں ایبٹ آباد کے جناب حکیم محمد اسحاق صاحب نے جناب

مودودی صاحب کی تفہیم القرآن اور قادیانی مسئلہ سے استفادہ کر کے ۲۰ر جنوری ۱۹۷۴ء کو جب تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا ماحول بن رہا تھا۔ ایک کتابچہ مرتب کیا جس کا نام ہے:

''نئی نبوت اپنے لٹریچر کے آئینے میں'' یہ کتابچہ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۷۸)

اسحاق سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۲ر فروری ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۲۳ر اکتوبر ۱۹۹۵ء)

مولانا محمد اسحاق سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل تھے۔ طب پر بھی دسترس تھی۔ کانپور میں طبابت بھی کرتے رہے۔ پاکستان میں آئے تو بنوری ٹاؤن میں تخصص کے درجہ کے استاذ رہے۔ بہت ہی باصلاحیت تھے۔ پاکستان میں محمود عباسی نے فتنہ خارجیت وناصبیت کا بیج بویا۔ وہ اتنا عیار تھا کہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی بعض کتب پر تصدیقات حاصل کر کے شیخ الاسلام مولانا سندیلوی کے لقب سے شائع کیا۔ خارجی ملعونوں نے دن رات مولانا سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے گروہ در گروہ منصوبہ سے آتے تھے۔ اس فریب سے مولانا سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ قریب کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مولانا کی بعض تصنیفات میں اس کی جھلک در کر آئی تو مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ خرجیت نامی تصنیف میں مولانا سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ بنوری ٹاؤن سے فارغ ہو گئے۔ اتنے بڑے فاضل آدمی کی ردقادیانیت پر دو کتابیں میسر آئیں۔

۱...... ''مسئلہ ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں''

۲...... ''آخری نبی''

یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت کی جلد ۴۳ میں بھی شائع ہوئیں۔

(۱۷۹)

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، حضرت مولانا قاری محمد

(وفات:۳۱ر دسمبر۲۰۰۲ء)

جامع مسجد قاسمیہ کے خطیب، مدرسہ تعلیم القرآن گلبرگ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کراچی کے فارغ التحصیل تھے۔ محقق عالم دین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد کئی دینی اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں بھی مدرس رہے۔ بیماری کے باعث فیصل آباد منتقل ہوگئے۔ یہاں پر اپنا ادارہ قائم کیا اور اس میں حفظ وقرأت کی درسگاہ آباد کی۔ ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے۔ صابر وشاکر انسان نے فقر وفاقہ ودرویشی اور گوشہ نشینی میں زندگی گزار دی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ دوستی کرنا ان کو آتی تھی۔ جس سے جتنا تعلق قائم ہوا عمر بھر اسے نبھاتے رہنے کے خوگر تھے۔ حج کے لئے امسال اپنی اہلیہ سمیت جانے کے لئے پابرکاب تھے کہ آخرت کا بلاوا آ گیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دنیا سے دامن جھاڑ کر آخرت کو سدھار گئے۔

زندگی بھر کتاب سے رشتہ قائم رکھا۔ قرات میں پانی پت کے اکابر قراء حضرات کی روایات کے امین تھے۔ بیماری بہانہ بنی۔ وقت آ گیا۔ علم وعمل کی دنیا کو دھچکا لگا۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۸۰)

اسحاق قریشی رحمۃ اللہ علیہ (جہلم)، جناب محمد

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی و مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم اکابر علماء حق میں تھے۔ آپ کے بیان سے مسجد ومنبر کے درودیوار سے حق کی گونج ایسے بلند ہوتی تھی جو قادیانی کفر کو گرم توے پر رقص کرادینے کے مترادف تھی۔ جہلم قادیانی جماعت کے سیکرٹری نے ستمبر۱۹۶۶ء

میں رسالہ تحریر کیا: ''ہمارا نقطہ نظر'' جس میں قادیانی عقائد کو پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کو نشانہ تنقید بنایا گیا۔ جناب محمد اسحاق قریشی نے قادیانی رسالہ کا منہ توڑ جواب:

۱...... ''کشف التلبیس'' کے نام سے تحریر کیا۔ قادیانیوں نے ''کشف التلبیس'' کا جواب ''اظہار الحق'' کے نام سے دیا جس کا جواب جناب قریشی صاحب نے:

۲...... ''اعجاز الحق'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس کے بعد قادیانی بولتی پر الوؤں نے ڈیرہ جمالیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں یہ دونوں قریشی صاحب کے رسائل شائع شدہ ہیں۔

(۱۸۱)

اسحاق مفتی رحمۃ اللہ علیہ (پٹیالہ)، مولانا محمد

مولانا محمد اسحٰق نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق لکھا:

''ہم نے قادیانی کے رسالے توضیح (المرام)، فتح (اسلام) اور ازالہ (اوہام) نہایت غور سے دیکھے۔ قادیانی کے عقائد مخترعہ قرآن وحدیث کی تعلیم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالح کے عقائد کے خلاف ہیں۔ ایسا شخص بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج اور حدیث نبوی من شذ شذ فی النار کا پورا مصداق ہے۔''

(۱۸۲)

اسحاق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

آپ ہزارہ کے دلیر اور بے باک خطیب تھے۔ مولانا محمد اسحاق وہ عالم دین تھے جنہوں نے قائداعظم کے جنازہ میں ظفر اللہ قادیانی سے سوال کیا تھا کہ تم نے قائداعظم کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس نے صاف جواب دے دیا تھا کہ: ''آپ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں۔'' آپ نے ہزارہ میں قادیانیت کا خوب تعاقب کیا اور مسلمانوں کی ایمانی سرحدوں کی حفاظت کی۔

(۱۸۳)

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (قاضی القضاۃ ریاست انب)، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب قاضی القضاۃ ریاست اسلامیہ انب (سرحد) کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ ریاست اسلامیہ انب کے چیف جسٹس تھے۔ ریاست انب میں لاہوری مرزائی رہتے تھے۔ انہوں نے والئ ریاست کے عزیزوں کو قادیانیت کے گرداب میں پھنسانا چاہا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب نے قادیانیوں کے تانا بانا کو تار عنکبوت کی طرح تار تار کردیا۔ قادیانیت کے خلاف آپ کا یہ معرکہ بیسویں صدی کے ابتدائی ربع میں پیش آیا۔ جیسا کہ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب مورخہ ۱۶/اکتوبر ۱۹۲۴ء سے ظاہر ہے۔ جو اس کتاب میں موجود ہے۔ غرض قادیانی سازشیں تیار کرتے تھے۔ مولانا قاضی محمد اسحاق ان سازشوں کو ناکام بناتے رہے۔ قریباً تیس سال قادیانیوں سے ریاست انب میں یہ معرکہ رہا۔ اللہ رب العزت نے کرم فرمایا۔ مولانا سرخرو ہوئے اور قادیانی روسیاہی کا داغ حسرت لے کر ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں مولانا نے ''تذکرۂ حقائق'' کے نام سے یہ کتاب شائع فرمائی جو تمام حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ عرصہ ہوا مولانا قاضی محمد اسرائیل مانسہردی نے اس کتاب کا فوٹوسٹیٹ ارسال کیا تھا۔ اسے شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اکہتر سال بعد دوبارا احتساب قادیانیت ج ۳۶ میں شائع کیا۔

(۱۸۴)

اسرار احمد آزاد، جناب

جناب اسرار صاحب آزاد مرحوم ''العزم'' کے مدیر تھے اور اپنے زمانہ کے معروف دانشور تھے۔ آپ نے ''کفریات مرزا'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اوّلاً اس رسالہ کا حضرت مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے نام انتساب کیا۔ یہ رسالہ پہلی بار جون ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ اب احتساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں شائع کیا۔

(۱۸۵)

اسرار احمد، جناب ڈاکٹر

(وفات:۱۴؍اپریل ۲۰۱۰ء)

جناب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ انجمن خدام القرآن لاہور اور تنظیم اسلامی پاکستان کے بانی نے ۱۹۸۴ء میں ایک مقالہ تحریر فرمایا۔ ہوا یہ کہ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد ساہیوال میں قادیانیوں کے ہاتھوں، حافظ بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور طالبعلم رہنما محمد رفیق رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت نے ماحول میں سخت کشیدگی کے حالات پیدا کر دیئے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ناکام بنانے کے لئے قادیانیوں نے جدوجہد شروع کی۔ ادھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس آرڈیننس کو مؤثر بنانے اور عمل درآمد کے لئے بھرپور منظم جدوجہد کا آغاز کیا۔ لٹریچر کی تیاری، لاکھوں بندگان خدا تک پہنچانے کے لئے اس کی تقسیم عام کا فائدہ ہوا۔ رائے عامہ بیدار ہوئی۔ قادیانیوں کو ہمیشہ کی طرح اب بھی پسپائی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ حنیف رامے نے قادیانیوں کی حمایت میں اخبار جنگ میں ایک مضمون لکھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر راقم کا جواب ایک ساتھ دونوں مضامین اخبار جنگ میں شائع ہوئے۔ اس صورتحال پر جناب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مقالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام:

''قادیانی مسئلہ اور اس کا نیا اور پیچیدہ تر مرحلہ'' تجویز فرمایا۔ یہ مقالہ پہلے ڈاکٹر صاحب کے رسالہ خدام القرآن میں شائع ہوا۔ پھر آپ نے اسے علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں اسے شائع کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق رفیق فرمائی۔

(۱۸۶)

اسرار الحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

مانسہرہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پڑھنہ کا انتخاب ہوا۔ مولانا سید اسرار الحق شاہ امیر منتخب ہوگئے۔ ''پڑھنہ'' کا علاقہ لوئر پکھل سے متصل ہے۔ مولانا سید اسرار الحق شاہ صدیق آباد پڑھنہ کے خطیب تھے۔ آپ نے وہاں ہلچل مچادی۔ مانسہرہ کے جلسہ میں پڑھنہ کے عوام مولانا عبدالجلیل، مولانا محمد ایوب، حاجی ولی محمد خان کی قیادت میں پہنچے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے مطالبات کے حق میں پہلے ملک بھر میں اور آخری احتجاجی کانفرنس راجہ بازار راولپنڈی کے لئے ۲۷؍اپریل ۱۹۸۴ء کی تاریخ مقرر کی۔ پورے پاکستان میں مرزائیت کے خلاف ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ چنانچہ ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے امیر عالمی مجلس حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مذاکرات کے لئے مدعو کیا۔ مذاکرات کامیاب ہوگئے، لیکن کانفرنس کے لئے ملک بھر سے لوگ راولپنڈی پہنچنے کی تیاری میں تھے۔

عالمی مجلس لوئر پکھل بھرپور جوش وجذبہ کے ساتھ لوگوں کو لے کر مرکزی جامع مسجد مانسہرہ پہنچ گئے۔ اس عظیم الشان جلوس کی قیادت حضرت مولانا رفیق الرحمان ترنگری پائین اور مولانا محمد مظفر اقبال قریشی اور مولانا سید اسرار الحق شاہ فرما رہے تھے۔ مانسہرہ میں پتہ چلا کہ مذاکرات ہوئے ہیں اور مذاکرات کامیاب ہوگئے ہیں۔ امتناع قادیانیت کے نام سے آرڈیننس نافذ ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر مانسہرہ کی مرکزی جامع مسجد میں مولانا مظفر اقبال قریشی نے آرڈیننس کا خیر مقدم کیا اور عوام کو واپس کردیا۔ ادھر راولپنڈی کی احتجاجی کانفرنس ''یوم تشکر'' میں بدل چکی تھی۔ چنانچہ اکثر لوگ تو واپس ہوگئے۔ مگر مولانا سید اسرار الحق شاہ صاحب کی قیادت میں کچھ لوگ راولپنڈی روانہ ہوگئے۔ جن میں راقم الحروف (قاری محمد شاہ)، حاجی ولی محمد خان، حاجی گوہر امان مراد پور شامل تھے۔ راولپنڈی رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کی یہ کانفرنس اور یوم تشکر ایک تاریخی یادگار ہے۔ (قاری محمد شاہ)

(۱۸۷)

اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، امیر الہند حضرت مولانا سید

(وفات: ۶؍فروری ۲۰۰۶ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، عرب وعجم کے علماء کے سرتاج، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن، ازھر الہند دار العلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رکین، عالم اسلام کی ممتاز دینی شخصیت، اسلامیان ہند کے بے تاج بادشاہ، بھارت کی پارلیمنٹ کے سابق رکن، بین الاقوامی سیاسی، سماجی، عوامی رہنما، جمعیۃ علمائے ہند کے صدر مرکزی، پیر طریقت، امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ آپ کے والد گرامی جمعیۃ علمائے ہند کے امیر، تحریک آزادی وطن کے ممتاز رہنما، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور ہندوپاک کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ طریقت کے ممتاز پیر طریقت تھے۔ آپ کے ہندوپاک، بنگلہ دیش میں بیسیوں خلفاء تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء، شاگردوں اور سیاسی رفقاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا جانشین مقرر کیا۔ تقسیم ملک کے بعد بھارت میں رہ جانے والے کروڑوں مسلمان، لاکھوں علماء، ہزاروں مساجد ومدارس کا سہارا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان سب کی نظریں حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اٹھیں۔ یہ بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا جسے حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کیا۔ نبھایا اور خوب نبھایا۔ جمعیۃ علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے وہ عظیم اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں کہ بھارت کے تمام علماء نے آپ کو امیر الہند قرار دیا۔ آپ کے وصال کے وقت پچاس ہزار دینی مدارس، ادارے وانجمنیں، پرائیویٹ سکول وکالج ومساجد آپ کی سرپرستی میں دینی ودنیاوی علوم کی ترویج، اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

بھارت کے سکولوں وکالجوں میں جب سرکاری طور پر ہندی زبان میں تعلیم جاری ہوئی تو اسلامیان ہند کی تمام علاقائی زبانوں اور اردو کی تعلیم کو پرائیویٹ طور پر اسلامیان ہند کے مذہبی وعلاقائی تشخص کو برقرار رکھنے کا آپ نے نظم قائم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیان ہند کا ہر نوجوان اپنی علاقائی زبان اور اردو کا اسی طرح ماہر ہے جس طرح ہندی زبان کا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کارنامہ اسلام اور اسلامیان ہند کی بقاء کا بہت بڑا ذریعہ قرار پایا۔ اس کے باعث آج بھارت کے مسلمانوں کی اکثریت دینی جذبہ، عقیدہ ومذہبی پختگی میں کسی بھی ملک کے مسلمان سے کم نہیں۔

''سہوکا'' سودی کاروبار سے مسلمانوں کو ایک بار قرضہ دے کر ہمیشہ کے لئے سودی چکر میں ایسا پھنسا دیتے کہ نسلوں کا نکلنا دشوار بلکہ بسا اوقات ناممکن ہو جاتا۔ قرقی جائیداد تک معاملہ پہنچ جاتا۔ غریب مسلمان دربدر کی ٹھوکریں کھاتا۔ یہ صورتحال جمعیۃ علمائے ہند کے لئے بہت پریشان کن تھی۔ آپ نے ملک بھر کے علماء، مسلمان تاجر، سیاسی ومذہبی مسلم شخصیات کو جمع کر کے مشاورت کی۔ طے پایا کہ جن متمول مسلمانوں کے پاس فالتو جتنی رقم ہے وہ بجائے بینکوں کے

جمعیۃ علمائے ہند کی قائم کردہ اسلامی بینک میں جمع کرائیں۔ متمول مسلمان سود لینے سے بچ جائے گا۔ امانت کھاتہ سے غریب مسلمانوں کو کاروبار کے لئے جائیداد یا زیورات رہن رکھوا کر بغیر سود کے قرضے ملے گا۔ جو قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔ بھارت کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک، شہروں، قصبوں، دیہاتوں، قریہ قریہ، طوفانی دورے کر کے حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ نے جگہ جگہ اس نظام کو چلانے کے لئے کمیٹیاں قائم کیں۔ جو علماء، آئمہ، تاجر اور مذہبی لوگوں پر مشتمل ہوتیں۔ اس اسلامی بینک کاری کے ذریعہ بلاسودی قرضہ کی سکیم ایسے کامیاب ہوئی کہ اربوں روپیہ اس میں جمع ہو کر کروڑوں مسلمانوں کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا ذریعہ بنا۔ نظام اتنا صاف ستھرا اور حساب اتنا عمدہ کہ اس سے کسی کی امانت رقم سے ایک پائی ضائع نہ ہوئی۔ نہ کسی مقروض نے ایک قسط شارٹ کی۔ جس آدمی کو جس وقت اپنی امانت کی واپسی کا تقاضا ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے وہ مل گئی۔ لوگوں کا ایسا اعتماد قائم ہوا کہ پورا ملک عش عش کر اٹھا۔ اس پورے نظام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں شب و روز محنت، جانفشانی کے لئے اپنے آرام کو تج کرنا پڑا وہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ نے کیا۔ لیکن اسلامیان وطن کو سود کی لعنت اور سہوکاروں کے چنگل سے نکال کر کامیابی کے ساحل پر اتارا۔

آپ تین بار بھارت کی قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ بھارت کے مسلمانوں کے لئے مسلم پرسنل لاء منظور کرایا۔ جگہ جگہ ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' قائم کیے۔ یوں اسلامیان ہند کے مذہبی پرسنل حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا کہ اس پر آپ کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ کی بالغ نظری کا اندازہ کیجئے کہ تمام بورڈوں میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کو نمائندگی دینے کی پالیسی اپنائی۔ تاکہ کہیں باہمی مسلمانوں کے فقہی اختلاف سے کوئی رخنہ نہ پڑ سکے۔ اس طرح عیدین، رمضان شریف کے لئے ہلال کمیٹیاں قائم کیں۔ غرض ایک سیکولر ملک میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے جہاں جس اقدام کی ضرورت تھی اسے احسن انداز میں پورا کر کے اسلامیان وطن کو احساس محرومی سے نجات دلا کر ایک آبرومند سوسائٹی کی طرح قومی دھارے میں لا کھڑا کیا۔ آپ کا ایک ایک کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ ہندوستان کی دیگر اقوام کی طرح مسلم قوم بھی آزادی وطن کی تحریک میں پیش پیش تھی۔ ہمارے ہاں آزادی وطن کے رہنماؤں کو سیاسی یا انتظامی اختلاف رائے کے باعث ملک بننے کے بعد مطعون کیا گیا۔ ان پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے گئے۔ قدر کیا کرنا تھی، انہیں

نشانہ بنایا گیا۔لیکن بھارت میں رہ جانے والے آزادی وطن کے ہیرو مسلم رہنماؤں نے ہند کی مسلمان قوم کو باعزت وباوقار مقام دلانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔آزادی وطن کی قربانی وایثار کے ثمرات کو بارآور بنانے کے لئے جہاں اور مسلمان رہنماؤں نے بھرپور محنت کی، وہاں حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کی خدمات بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کو اللہ رب العزت نے دردمند دل نصیب کیا تھا۔ جہاں مسلمانوں کی جس پریشانی کو دیکھتے، اسے حل کرانے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے۔ ہمارے ملک میں شیعہ سنی یا دیگر لسانی وعمرانی پیچیدگیاں نت نئے فسادات کو جنم دیتی ہیں۔ مسلم اقلیت والے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کے مسائل اور زیادہ پیچیدہ ہیں۔کون نہیں جانتا کہ ہند میں بھی ہندو مسلم فسادات ہوتے ہیں۔ ہوشربا ہوتے ہیں۔ وہاں کی اکثریت کے بعض جنونی رہنما مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں۔لیکن مسلمانوں کو ان فسادات سے بچانا یا فسادات کا شکار ہو جانے والے مسلمانوں کو سہارا دینا۔ان علاقوں کا دورہ کر کے مسلمان قوم کو حوصلہ دینا آپ پر ختم تھا۔خود فسادات کی بھٹی میں کود کر مسلمان قوم کو گرداب سے نکالنا اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔انہی عظیم خدمات کے باعث قوم کی آنکھوں کا آپ تارا تھے۔

مسلمان اکثریت تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہوئی۔ ہزاروں مساجد ومدارس مسلمانوں کے اس علاقہ میں نہ ہونے سے ویران ہوئے۔ بلاشبہ آج بھی بہت سی مساجد زبوں حال اور نوحہ کناں ہیں۔ مسلمانوں کو شدھی بنانے کے لئے تحریکوں پر تحریکیں اٹھائی گئیں۔لیکن قریہ قریہ پھر کر مسلمانوں کو ارتداد سے بچانا بہت ساری مساجد کی حیثیت کو بحال کرنا، انہیں آباد کرنا اور اس کام کو تحریکی انداز میں آگے بڑھانا جمعیۃ علمائے ہند کا کارنامہ ہے اور اس ساری جدوجہد میں نمایاں مقام حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کو حاصل تھا۔

قادیانی تحریک کو انگریز نے ہندوستان میں جنم دیا۔ بلاشبہ مسلمان قوم کے لئے قادیانی فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ قادیانیوں کا قادیان بھارتی پنجاب ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ قادیانی قیادت نے پاکستان میں اپنا مرکز بنایا۔ چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی پاکستان میں وہی حیثیت ہے جو عرب مسلمانوں کے لئے اسرائیل کی۔ آج بھی اسرائیل ومرزائیل تعلقات مسلم دشمنی کے یک نکاتی ایجنڈا پر قائم ودائم ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندوستان کے علماء ومشائخ اور تمام مکاتب فکر کی دینی قیادت نے انگریز کے عہد اقتدار میں، انگریز اور اس کی معنوی اولاد قادیانیوں کے خلاف بند باندھا۔ قادیانی ارتدادی ٹولہ کے پاکستان میں مرکز قائم ہونے کے باعث ہندوستان میں قادیانی

فتنہ کا وہ زور نہ رہا۔ بین الاقوامی حالات اور استعماری طاقتوں کے بل بوتے، ماضی قریب کی پچھلی دو دہائیوں میں استعماری وفرنگی ٹولہ قادیانیوں نے بھارت میں پر پرزے نکالے تو حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ اس محاذ پر بھی اکابر کی روایات کے امین بن کر میدان عمل میں آئے۔ بھارت میں دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام ''کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت'' قائم کی۔ دارالعلوم میں مرکزی دفتر قائم کر دیا۔ اس کی باضابطہ تشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند، کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے۔ دارالعلوم کے استاذ الحدیث وناظم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ ہندوستان بھر میں جہاں جہاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا وہاں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کے لئے تخصص فی الختم نبوت کا شعبہ قائم کیا۔ ردقادیانیت کے جگہ جگہ پندرہ روزہ، دس روزہ کیمپ لگا کر کورس رکھے۔ دیوبند اور دہلی میں مختلف سالوں میں عالمی سطح پر ختم نبوت کانفرنس کرائیں۔ ردقادیانیت پر مشتمل نئی وپرانی کتب کو چھاپ کر پورے ہندوستان میں قادیانی فتنہ کو ایسی نکیل ڈالی کہ قادیانیت کے مست ہاتھی کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع ہونے والی کئی کتابیں بھارت میں شائع ہوئیں۔ آج گو حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ موجود نہیں۔ لیکن ان کا قائم کردہ نظم ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لئے مضبوط فصیل کا کام دے رہا ہے۔

ہندوستان کا مسلمان، بالخصوص گجرات کے مسلمان باہر کے ملکوں افریقہ، امریکہ، مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوئے۔ ڈر تھا کہ یہ مسلمان وہاں جا کر اپنے مسلم تشخص سے محروم نہ ہو جائیں۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تبلیغی جماعت والے اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ نے ان ممالک پر نظر رکھی۔ سالانہ دورے کئے۔ ایک ایک دن میں بیسیوں شہروں کے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان واسلام کے تشخص کو بچایا۔ ان کی رہنمائی کی۔ صرف برطانیہ کی مثال لیجئے کہ آج برطانیہ میں گجرات کے مسلمانوں کی ہر مسجد میں مکتب ہے۔ اپنے سکول وکالج ہیں۔ اپنے مدارس ہیں۔ اپنا نصاب ہے۔ گورنمنٹ کے نصاب کے ساتھ ساتھ حفظ وناظرہ، انگریزی، اردو، گجراتی زبانوں میں دینی تعلیم کا نظام ہے۔ ہزاروں حافظ وحافظات سینکڑوں علماء وعالمات ہیں۔ برطانیہ میں پاکستانی کمیونٹی سے کہیں زیادہ ہندوستانی کمیونٹی کے اس دینی نظام تعلیم کو دیکھ کر حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ ایسی دینی قیادت کی بیدار مغزی کو سلام کئے بغیر چارہ نہیں۔ برطانیہ میں جمعیۃ علمائے برطانیہ ایک متحرک دینی طاقت ہے۔ ہر چند کہ اس میں پاکستانی

علماء کی اکثریت ہے۔ان کا کام بھی خاصہ مسحور کن ہے۔وہاں بھارت و پاکستان سے تعلق رکھنے والی کمیونٹی دینی مسائل میں یک دل و جان ہے۔لیکن اس امر کا اعتراف، حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ دینی مدارس و مساجد مکاتب کی اکثریت گجرات کے مسلمانوں کی ہے۔اس میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کی خدمات کا بہت بڑا حصہ ہے۔امریکہ، افریقہ، ہر جگہ کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔سال میں ایک بار، دو سے چار ماہ تک حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ ان براعظموں کا دورہ رکھتے اور ایک طوفان کی طرح دن رات ایک کر کے پورے ملک کے کونہ کونہ میں پہنچتے۔ ایک دن میں کئی باضابطہ مرتب شدہ نقشے اور نظام کے تحت دورہ کرتے۔آپ کے ان تبلیغی دوروں سے وہاں دین کی بہار کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ بیعت، ذکر، مراقبہ، بیان، مجلس، دعوت، ملاقات، ان مصروفیتوں کو دیکھ کر اندازہ کیا جانا مشکل نہ ہوگا کہ حضرت مولانا مرحوم ایک مرد آہن تھے۔اگر کسی کے ہاں آدھ گھنٹہ وقت عنایت کیا تو اکتیس منٹ ہونے سے پہلے کھڑے ہو جاتے۔چاہے میزبان جتنا چلائے۔مگر آپ پرواہ نہ کرتے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ تھوڑے وقت میں بہت سارے لوگوں کو فیضیاب کر دینے میں آسانی ہو جاتی۔

قادیانی لاٹ پادری مرزا طاہر آنجہانی نے ۱۹۸۴ء میں مجرمانہ فرار اختیار کر کے برطانیہ کو آماجگاہ بنایا۔قادیانی گروہ کی مرکزیت چناب نگر سے برطانیہ تبدیلی ہوگئی۔تب ۱۹۸۵ء میں برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔پہلی کانفرنس سے گزشتہ سے پیوستہ سال کی کانفرنس تک برابر ہر کانفرنس میں آپ نہ صرف شریک رہے۔ بلکہ کانفرنس کے منتظمین کو اپنی دعاؤں اور سرپرستی سے سرفراز فرمایا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ، نائب امیر مرکزیہ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ ؒ اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کا باہمی احترام کا رشتہ قابل رشک تھا۔خانقاہ سراجیہ کندیاں، خانقاہ سید احمد شہید لاہور میں پاکستان تشریف آوری کے موقعہ پر ضرور تشریف لاتے۔ناممکن تھا کہ پاکستان تشریف لائیں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان تشریف نہ لائیں۔چناب نگر کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے۔ایک بار جمعہ کی امامت بھی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کے لئے ایک بار عصر سے رات گئے تک ٹائم عنایت فرمایا۔مغرب کے بعد جلسہ سے خطاب کیا۔ملتان، بہاول پور، ڈیرہ غازی خان سے علماء، مندوبین اس کانفرنس میں آپ کا بیان سننے کے لئے تشریف لائے۔سیرت النبی ﷺ پر خطاب

فرمایا۔آپ ﷺ کے بچپن سے وصال تک کے اہم اہم منتخب واقعات کو اس ترتیب وتسلسل سے بیان فرمایا کہ سماں بندھ گیا۔اس موقعہ پر عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ دوران بیان بجلی چلی گئی۔ آپ کے بیان میں رکاوٹ، تسلسل میں کمی یا آواز میں کوئی اتار چڑھاؤ نہیں ہوا۔تذکرہ بھی نہیں فرمایا کہ بجلی چلی گئی۔جس طرح بیان ہورہا تھا ہوتا رہا۔تھوڑی دیر بعد بجلی آ گئی۔تب بھی آنے کا تذکرہ نہیں کیا۔کروٹ نہیں بدلی۔اشارہ نہیں کیا۔غرض بجلی کے آنے جانے کا ان پر مچھر کے برابر اثر نہیں ہوا۔پاکستانی خطیب ہوتا تو آسمان سر پر اٹھالیتا۔کہرام قائم کردیتا۔منتظمین کو کوستا۔مگر آپ اتنے پاورفل تھے کہ بجلی کا آنا جانا ذرہ برابر ان کی طبیعت پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ہزاروں کا اجتماع،لوگ مصافحہ کے لئے مصر ہوئے۔معذرت کرکے وقت بچالیا۔بیسیوں شیوخ حدیث وعلماء آپ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔جلسہ کے بعد کھانا بھی تھا۔بیعت کے لئے درخواست کی۔فرمایا کہ پاکستان کے مشائخ سے بیعت ہوں۔وقت نہیں۔عرض کیا گیا کہ حضرت نسبت قائم ہوجائے گی۔چونکہ اس دن کا آخری پروگرام تھا اور کہیں نہ جانا تھا۔صرف آرام کرنا تھا۔مان گئے۔جس مہمان خانہ میں آپ قیام پذیر تھے وہاں کھانے کے لئے مہمان علماء جمع تھے۔بیعت کرنے والوں کے لئے قطعاً گنجائش نہ تھی۔ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ کہاں بٹھائیں؟ دفتر کے کمرہ میں بلاتکلف فرش پر بیٹھ گئے۔بیعت کے خواہش مند علماء ومشائخ سے کمرہ بھر گیا۔دروازہ بند کرادیا اور بیعت کے فوائد،ضرورت اور اہمیت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ہم نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا۔دستر خوان لگایا۔مہمانوں کی ترتیب قائم کی۔برتن رکھے۔کھانا رکھنا چاہتے تھے کہ آپ کے مسترشد حضرت مولانا مظہر شاہ اسعدی نے فرمایا کہ ابھی کھانا نہ رکھیں۔بیعت پر پون گھنٹہ لگے گا۔ہم پاکستان کی خانقاہوں کی بیعت کے طریقہ سے آشنا تھے کہ دس پندرہ منٹ میں یہ عمل مکمل ہوجاتا ہے۔پون گھنٹہ کیسے؟ تب منکشف ہوا کہ ایک آدمی ہو یا ہزار۔حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کم از کم پون گھنٹہ بیعت پر لگاتے ہیں۔پہلے بیعت کے آداب،معمولات،وظائف وتلقین پر گفتگو کرکے پھر بیعت کرتے ہیں اور اس پر اتنا ٹائم لگ ہی جاتا ہے۔

آج معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک کی درخواست پر فوری بیعت کے لئے کیوں آمادہ نہیں ہوتے۔بلکہ اکثر انکار فرمادیتے تھے۔بیعت سے قبل اعلان فرماتے کہ اگر کوئی پہلے سے کسی شیخ سے بیعت ہے اور وہ شیخ زندہ ہیں تو وہ اپنے شیخ سے رابطہ رکھیں۔غرض مریدوں کی بھیڑ کی بجائے جن کی بیعت کرتے۔گویا ان کی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرتے۔اس احتیاط کے باوجود بلامبالغہ لاکھوں افراد ہوں گے جو اقصائے عالم میں آپ سے بیعت ہوں گے۔آپ سے خانقاہی آبرو وابستہ تھی۔

ورنہ نمائشی لوگ تو ہر بیان کے بعد اعلان کرتے اور کراتے ہیں کہ بیعت کرنے والے آگے آجائیں۔ کوئی نہ آئے تو پہلے سے بیعت شدہ مرید کو بٹھا کر عمل شروع کردیتے ہیں کہ دیکھا دیکھی کوئی اور شاید عمل میں شامل ہوجائے۔ دیکھئے اصل ونقل میں کس طرح زمین وآسمان کا فرق موجود ہے؟

اسی سفر میں عصر کے بعد علماء کے ساتھ چائے پر آپ کی ملاقات کے لئے دفتر مرکزیہ کی لائبریری میں اہتمام کیا گیا۔ بیٹھتے ہی فرمایا کہ مولانا! عیسائیت وردعیسائیت کی لائبریری میں موجود کتب کی فہرست لائیں۔ دونوں رجسٹر سامنے رکھے۔ ان پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ ان کی فوٹو کاپی چاہئے۔ عرض کیا بھجوادیں گے۔ خیال کیا کہ کئی صفحات کا بنڈل آپ کے لئے زحمت کا باعث نہ ہو۔ فوراً فرمایا کہ ابھی دینے میں کیا اشکال ہے؟ عرض کیا کہ ابھی پیش کرتے ہیں۔ فوٹو کرانے کے لئے ساتھی کو بھیجا تو مسکرائے اور فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں جہاں ردقادیانیت پر سپلائزیشن کرائی جاتی ہے اب این جی اوز کی آڑ میں مسیحی مشنریاں بھارت میں بھی سرگرم عمل ہوگئی ہیں۔ ردعیسائیت پر بھی علماء کی تیاری کے لئے شعبہ قائم کئے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دارالعلوم کے حضرات کو پاکستان میں ردعیسائیت پر چھپنے والی کتب کی فہرست درکار تھی تو دفتر ختم نبوت ملتان سے فہرست لانے کا ان حضرات نے فرمایا تھا۔ تاکہ اس فہرست کا دارالعلوم کی فہرست سے موازنہ کر کے جو کتب موجود نہ ہوں ان کو منگوانے کا اہتمام کیا جاسکے۔ اس لئے اس فہرست کو لے جانا ضروری ہے۔ فرمایا کہ ہر بات کو سمجھانے کے لئے اتنی وضاحت کرنی پڑے تو پھر میں کام کر پایا؟ عرض کی کہ آپ کی اتنی وضاحت سے تو ہمارے لئے خوش کن انکشاف اور نئی خبر مل گئی۔ مسکرائے کہ بس اپنا دل خوش کرتے رہو، کام نہ کرنا۔ کیا پاکستان کے کسی جامعہ میں ردعیسائیت پر سپلائزیشن ہوتی ہے؟ ہماری خاموشی پر فرمایا کہ سمجھ گیا۔ باتیں کرنے اور کام کرنے میں بہت فرق ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ مجلس کی ردقادیانیت پر نئی چھپنے والی تمام کتب کے دو دو سیٹ لائیں۔ اب ہم پر قیل وقال کی فضولیت منکشف ہوگئی تھی۔ فوراً کتابیں لاکر پیش کردیں جن کا وزن کم از کم بیس کلو کے برابر تھا۔ فرمایا انہیں پیک کردو۔ پیک کردیں۔ اب ہم قیل وقال سے اپنی روایتی لیپا پوتی پر اتر آئے کہ حضرت لاہور یا جہاں فرمائیں کل تک پہنچ جائیں گی۔ وہاں سے صاحبزادہ مولانا سید محمود میاں یا سید رشید میاں آپ کے ہاں بھجوادیں گے۔ اتنا وزن آپ کے لئے ساتھ لے جانا تو مشکل ہوگا۔ فرمایا کہ ہمدردی کا شکریہ۔ واقعی مسافر بوڑھے کے لئے یہ بہت مشکل ہے۔ دوسرا سامان یہاں چھوڑا جاسکتا ہے لیکن کتابوں کو تو ساتھ لے جانے کا اپنا ہی لطف ہے۔ اس لئے ان کو ابھی میری گاڑی میں رکھوادیں۔ اس سے آپ کے قلم وکتاب سے عشق کو سمجھا جاسکتا ہے۔

کل پاکستان جمعیۃ علمائے اسلام نے پشاور میں دارالعلوم دیوبند کانفرنس کا اہتمام کیا۔ دیوبند سے بھاری بھرکم وفد نے اس میں شرکت کی۔ دارالعلوم کی اتنی بڑی قیادت کی اسلامیان پاکستان نے زیارت کی۔ موقعہ زیارت مہیا کرنے کا سامان حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے کر کے ہم وطنوں پر احسان کیا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ بھی تشریف لائے۔ آخری روز آخری سے پہلا بیان آپ کا تھا۔ جو وقت اختتامی دعا کے لئے طے تھا وہ قریب ہوگیا۔ آپ کا اعلان کیا گیا۔ آپ نے ایمان پرور انداز میں خطبہ مسنونہ پڑھا۔ لاکھوں سامعین پر وجد آفریں کیفیت طاری ہوگئی۔ خطاب چند جملوں میں مکمل کیا۔ وقت کی تنگی کا عذر کر کے بیٹھ گئے۔ حاضرین زیارت ومختصر بیان سے تو ضرور مستفید ہوئے۔ لیکن تشنگی دور نہ ہوئی۔ بایں ہمہ لاکھوں کے سامنے بیان کرنے کی بجائے وقت کی پابندی کا وہ نمونہ قائم فرمایا کہ سبحان اللہ!

اپنے محبوب رہنما کی حکایت لذیذ کی طوالت کی معافی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، برما، آسام، مالدیپ، نیپال، عرب امارات، سعودیہ، امریکا، افریقہ، کینیڈا، یورپ، فجی آئی لینڈ، انڈونیشیا غرض پوری دنیا کے مسلمانوں کے آپ قابل احترام رہنما تھے۔ ہر جگہ ابنائے دارالعلوم دیگر رہنماؤں کی طرح آپ کا دلی احترام کرتے تھے۔ آپ بھارت کے رہائشی تھے۔ ہر ملک کے ساتھ دوسرے ملک کی پالیسی یکساں نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں کہیں تشریف لے گئے اس ملک کے سیاسی مسائل پر ایک لفظ تک نہیں کہتے تھے۔ پاکستان اور بھارت کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی کسی زمانہ اور کسی حد تک اب بھی پالیسی مختلف ہے۔ جو امر پاکستانیوں کے لئے اہم ہے، انڈیا کے لئے وہ غیر اہم ہے۔ دونوں ملکوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ کشمیر کے مسئلہ کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی اپنی اپنی پالیسی ہے۔ اگر کوئی بات پاکستان میں یہاں کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر فرماتے تو آپ کے پہنچنے سے قبل بھارت میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو جاتا۔ وہاں کی ترجیحات کے مطابق یہاں بات فرماتے تو جانے سے قبل پاکستان میں طوفان قائم ہو جاتا۔ اس ایک مثال سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھیں تو آپ کی بالغ نظری کی داد دینی پڑتی ہے کہ بیرون بھارت، کہیں بھی کسی سیاسی مسئلہ کو چھیڑ نہ کرتے۔ صرف ہر ملک کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرماتے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ بیرون بھارت قطعاً اخبارات کے نمائندوں سے ملاقات نہ کرتے۔ تاکہ اخباری صنعت کو بات کا بتنگڑ بنانے کا موقعہ ہی نہ مل سکے۔ کوئی نمائندہ آ ہی گیا تو علیک سلیک کے بعد نپے تلے چند جملوں کے تبادلہ کے بعد اسے فارغ فرما دیتے۔

لیکن ہمارے خطہ کا اپنا مزاج ہے۔ یہاں ایک جہادی رہنما کو دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں اس کی خواہش کے مطابق پروٹوکول نہ ملنا تھا نہ مل سکا۔ خیر سے اس قبیلہ کی اکثریت ایجنسیوں کی مرہون منت ہے۔ اس بونے رہنما نے اخباری صنعت کے ایک ایسے موقعہ کے متلاشی فنکار کو گانٹھا۔ آپ کے خلاف مضمون چھپ گیا جو حقائق کا قتل عام اور خلاف واقعہ الزامات کا طور مار تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک لفظ نہیں فرمایا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا۔ لیکن آپ کے صبر کا اس خودساختہ جہادی رہنما پر بعد میں یہ اثر ہوا کہ خود اپنی سرزمین پر سر اٹھا کر چلنے کا حالات نے نہ رہنے دیا۔ اب تک ''کس نے پر سداز من کہ بھیا کون ہو'' کا مصداق ہے۔ من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب! کی زندہ عملی تصویر اسلامیان وطن کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

ہاں! پوری دنیا کے مسلمانوں کے عقائد و دینی تشخص کو برقرار رکھنے، ان کا احترام بڑھانے میں آپ ہر جگہ نہ صرف کوشاں رہے۔ بلکہ خون جگر سے ایسا کرنے میں تامل نہیں فرمایا اور اس میں کسی بھی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے اختلاف سے آپ کا دل ٹوٹا۔ طرفین کو سمجھایا۔ لیکن معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ اپنی بھرپور محبت سے قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو سرفراز کیا۔ لیکن احترام و تعلق دوسرے حضرات سے بھی قائم رہا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ ؒ، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید ؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو حوصلہ دینے میں آپ نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔ مثلاً جہاں کہیں فسادات ہوئے دیگر جماعتیں مشورہ کر کے پروگرام بنارہی ہوتیں۔ لیکن آپ اتنی جلدی صحیح فیصلہ کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے کہ اس پر سب ششدر رہ جاتے۔ پریشانی و زبوں حالی میں مسلمانوں کی مدد کے لئے سب سے پہلے پہنچنے والے قومی رہنما آپ ہوتے۔ آپ نے جمعیۃ علمائے ہند کو سماجی، تعلیمی، رفاہی اور قومی جماعت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تاسیسی اراکین میں شامل تھے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال غسل کعبہ کی سرکاری تقریب میں آپ کو مدعو کیا گیا اور اس سعادت سے آپ بہرہ در ہوئے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ کا قد متوسط، متبسم نورانی چہرہ، عقابی نظریں، کھلی پیشانی، سیڈول جسم، سادہ کھدر کا کرتا، متناسب اونچی شلوار، سر پر اکثر سبز کبھی سرخ عربی رومال

باندھتے، چال میں وقار کے ساتھ ساتھ پھرتی اور تیزی، بات اتنی صاف اور آسان کہ ہر ایک کو سمجھ آجائے، بات کرتے تو لبوں سے موتیوں کی برکھا شروع ہوجاتی، تہجد، اشراق، اوابین، تلاوت، سفر ہو یا حضر، ناغہ ناممکن ہوتا۔ زہد وغنا کے کوہ ہمالیہ، اوصاف حمیدہ سے قدرت نے فیاضی سے آپ کو حصہ نصیب فرمایا۔ تقویٰ، پرہیزگاری، علم وفضل کے باعث لاکھوں مسلمان آپ سے ٹوٹ کر محبت کرتے بلکہ عشق کرتے۔ واقعی محبوبیت ہو تو ایسی کہ جس کا سوکنوں کو بھی اعتراف ہو۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کیا گئے۔ لاکھوں دلوں کی دنیا سونی ہوگئی۔ دل بجھ گئے:

دل گلستان تھا تو آنکھوں سے ٹپکتی تھی بہار ۔۔۔ دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

دل کی تکلیف وشوگر نے عرصہ سے آپ سے محبت شروع کر رکھی تھی۔ مگر معمولات جاری رہے۔ اس سال رمضان المبارک خیر خیریت سے گزرا۔ معمولات جاری رہے۔ عید کے قریب الیکٹرانک وہیل چیئر الٹنے سے چوٹ لگ گئی۔ تین ماہ دہلی کے معروف اپالو ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وقت موعود آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے آخرت کو سدھار گئے۔ ان کے دل بے قرار کو قرار آگیا۔ ''نم کنومة العروس'' کا مصداق ہوگئے!

۶؍فروری کو انتقال ہوا۔ ۷؍فروری کو دارالعلوم میں لاکھوں عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہ رائے پور، مظاہر العلوم سہارنپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو محبانہ تعلقات تھے آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آگے بڑھایا۔ آخری وقت بھی اس کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کا جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین نے پڑھایا۔ اللہ رب العزت بہت ہی جزائے خیر دیں حضرت مولانا فضل الرحمن کو کہ علماء کی ایک جماعت کو لے کر جنازہ میں شریک ہوئے اور یوں اسلامیان پاکستان کا خانوادۂ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کا فرض کفایہ ادا ہوگیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ہزاروں علماء، مشائخ اور اولیاء کا مسکن قبرستان قاسمی میں داخل خلد بریں ہوئے۔

رفتید ولے نہ از دل ما

''خطبہ صدارت، تحفظ ختم نبوت کانفرنس دہلی'' ۲۰؍جون ۱۹۹۸ء کو عیدگاہ دیلکم جعفر دہلی کے عظیم الشان گراؤنڈ میں آل انڈیا تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا صدارتی خطبہ امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند نے ارشاد فرمایا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۱۸۸)

اسلام الدین رحمۃ اللہ علیہ (محراب پور)، مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۴۱ء ...... وفات: جنوری ۲۰۱۳ء)

آپ ۱۹۴۱ء میں تحصیل پانی پت کرنال ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں شیخ القراء عارف باللہ قاری فتح محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس شکارپور میں حفظ القرآن شروع کیا اور حفظ کی تکمیل قاری عظیم اللہ اور قاری نعمت اللہ کے پاس کی۔ ابتدائی کتب کے درجات جامعہ اشرفیہ بھکر میں پڑھے اور آخری درجات دارالعلوم کراچی میں پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ سب سے پہلے اصلاحی تعلق قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ ان کی وفات کے بعد عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا۔ ان کے بعد حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم سے تعلق قائم رکھا۔

پندرہ سال جامعہ اشرفیہ بھکر میں درجہ کتب کے مدرس رہے اور پھر گیارہ سال جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم محراب پور میں نظامت علیا اور تدریس کے عہدے پر فائز رہے اور پھر اپنا ادارہ جامعہ دارالعلوم محمدیہ کوٹری کبیر روڈ پر کھولا اور کام شروع کیا۔ محراب پور اور گردونواح میں عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے تنظیمی اعتبار سے کام نہیں تھا۔ آپ نے اس کا آغاز کیا اور احباب کی ذہن سازی اور فعال کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے جب کبھی اکابر کی کال ہوئی تو آپ اپنے کارکنوں کے ساتھ میدان میں اترتے اور قیادت کرتے۔ اس کام میں آپ پیش پیش ہوتے۔ احباب نے ہر بار آپ پر ہی جماعت کی ذمہ داری کا بوجھ ڈالا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت محراب پور کے تاحیات امیر رہے اور اپنی ذمہ داری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اس حوالے سے نمایاں کردار ادا کیا۔ (ازقلم: مولانا عبدالصمد، محراب پور)

(۱۸۹)

اسماعیل آزاد رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب محمد

آپ نے علامہ اقبال کے مقالہ کی روشنی میں ۳۲ صفحات کا رسالہ لکھا جس کا نام ”مرزائیوں کا المیہ“ رکھا۔

(۱۹۰)

اسماعیل (اٹک)، پروفیسر محمد

پروفیسر محمد اسماعیل پرنسپل گورنمنٹ کالج اٹک اور قادیانی مناظر قاضی نذیر کے درمیان مکالمہ ومباحثہ ہوا۔ بعد میں قادیانیوں نے پمفلٹ شائع کیا۔ اس قادیانی پمفلٹ کا جواب یہ رسالہ ''قذف بالحق علی الباطل، مباحثہ بہ موضوع رفع وحیات عیسیٰ علیہ السلام ونزول ابن مریم ''جو احتساب قادیانیت ج ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۹۱)

اسماعیل ثانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد اسماعیل ثانی نے ۱۳۱۴ھ میں ''نشان محمدی کلاں'' کے نام سے پنجابی میں ایک کتاب دربیان نصاری، درد آریہ وردشرک وودربیان ردمرزا قادیانی شائع کی۔ جو مطبع محمدی لاہور سے شائع ہوئی۔ ردقادیانیت کا حصہ اصل کتاب کے ص ۳۰ سے شروع ہوکر ص ۴۰ پر ختم ہوتا ہے۔ کتاب کا ایڈیشن ثانی ۸۴ پر مشتمل ہے۔ اس سے ہم نے ردقادیانیت کا دس صفحات کا حصہ لے کر محاسبہ قادیانیت کی چوتھی جلد میں شامل اشاعت کیا ہے۔

(۱۹۲)

اسماعیل سہام رحمۃ اللہ علیہ (چنیوٹ)، جناب محمد

چنیوٹ کے محلہ سہاماں میں رہتے تھے۔ آپ کا ردقادیانیت پر رسالہ ہے جس کا نام ہے۔ ''مقام مرزا'' اس رسالہ میں مرزا قادیانی کا احادیث کی رو سے المسیح الدجال ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ احتساب کی جلد ۳۶ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۱۹۳)

اسماعیل علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مرزا قادیانی کے نفس ناطقہ حسن امروہی کا دیانی کی کتاب ''اعلام الناس'' کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح '' کتاب تحریر فرمائی۔ احتساب قادیانی جلد ۴۲ میں اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق کذاب کا دیان نے ایک بدبودار جھوٹ تراشا تھا۔ جس کی سڑاند سے آج تک کادیانی مناظرین منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ جب مولانا اسماعیل علی گڑھی فوت ہو گئے تو مرزا قادیانی نے کہا کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں کہا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کتاب ہم نے شائع کی ہے۔ علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر قادیانی کے جھوٹ کی قلعی ہم نے کھول دی ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی نے یہ فتویٰ جاری کیا۔

''یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی وجود ملائکہ اور نزول جبرائیل کا منکر ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح اور نفوس فلکیہ ہیں اور اس کا عقیدہ ہے کہ لیلتہ القدر سے مراد وہ تاریک زمانہ ہے جس میں آسمانی برکات منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر جانا اور نازل ہونا محال ہے اور وہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے۔ نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا اور وہ قائل ہے کہ مطلق نبوت کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ رسول خدا ﷺ نے جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا تھا اس سے عیسیٰ ابن مریم مراد نہیں بلکہ اس کا مثیل قادیانی مراد ہے۔ جس کو خدا نے قادیاں میں نازل کیا ہے اور قائل ہے کہ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں اور خدا تعالیٰ اپنی مراد کو ہمیشہ استعاروں میں بیان کرتا ہے۔ اسی قسم کے اور بھی خرافات باطلہ اس سے ثابت ہیں۔ لہٰذا میرے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ وہ کافر بے دین اور شریعت محمد یہ کا دشمن ہے اور اس کو باطل کرنا چاہتا ہے۔''

(۱۹۴)

اسماعیل قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، مولانا محمد

(وفات: ۱۹ر مئی ۱۹۷۷ء)

دارالعلوم دیوبند کے جامعہ فاروقیہ چوک امام صاحب سیالکوٹ کے بانی، تحریک ختم نبوت کے رہنما، نفاذ شریعت کے متحرک بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل قاسمی سیالکوٹ کے ان گنے چنے رہنماؤں میں سے تھے جن کا ذکر کئے بغیر سیالکوٹ کی تاریخ نامکمل سمجھی جائے گی۔ مولانا انتہائی زیرک، معاملہ فہم، پرجوش اور متحرک علمی انسان تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام اور ختم نبوت کے تحریکی وتنظیمی حوالہ سے وہ ہمیشہ صف اوّل میں ممتاز نظر آئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند کے مراحل سے کامیابی کے ساتھ سرفراز ہوئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کی ہدایات وسرپرستی میں سیالکوٹ کی دینی جماعتوں کی قیادت نے کردار ادا کیا۔ مولانا اپنی ذاتی شرافت اور علم وفضل کے باعث جہاں رہے ممتاز رہے۔ مولانا محمد اسماعیل قاسمی، مولانا بشیر احمد پسروری، مولانا فیروز خان (ڈسکہ)، مولانا محمد علی کاندھلوی ایک زمانہ میں ان حضرات کے علم واخلاق، جرأت وایثار کے ضلع پر ایسے اثرات تھے کہ جس کام کے لئے یہ حضرات تہیہ کر لیتے کامیابی آپ کے قدم چومتی۔ آپ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ فاروقیہ آپ کی باقیات الصالحات میں سے ہے اور ضلع بھر میں نمایاں دینی تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

(۱۹۵)

اسماعیل گوجروی رحمۃ اللہ علیہ (شیعہ رہنما)، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۰۱ء ...... وفات: جون ۱۹۷۶ء)

شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما ومناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی کا قادیانیوں سے مندراں والی میں مناظرہ ہوا۔ درس آل محمد کے فاضل اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے شاگرد مولانا غلام بشیر نے اس مناظرہ کی روئیداد ''مناظرہ مندراں والا میں مرزائی شکست'' کے نام سے

قلمبند کی۔ ہم نے اس کی تلخیص احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع کر دی ہے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات انجام دیں۔ شیعہ مکتب فکر کے بڑے شاطر مناظر تھے۔ لیکن مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ، مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کے نام سے انہیں پسینہ آجاتا تھا۔ مناظرہ جھوک وڑھیل ضلع بہاولپور میں فقیر خود اس کا عینی گواہ ہے کہ ہزار للکار کے باوجود مناظر اسلام مولانا سید محمد علی شاہ رحمہ اللہ اور مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کے سامنے آنے کا وہ حوصلہ نہ کر پائے۔ مندراں والی میں مولانا محمد اسماعیل شیعہ قادیانی مناظر احمد علی شاہ قادیانی سے مناظرہ ہوا تو قادیانی مناظر کے چھکے چھوٹ گئے۔ مصنف مناظر و مبلغ کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ پہلے گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ادارہ قائم کیا۔ پھر آخر میں فیصل آباد کے محلہ ''بولے دی جھگی'' میں درس آل محمد قائم کیا۔

(۱۹۶)

اسماعیل لندنی (جھوٹا مدعی نبوت)، خواجہ محمد

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کی جرأت احمقانہ اور روش باغیانہ کے بعد بہت سے قادیانیوں نے بھی اس ملعون کی دیکھا دیکھی جھوٹی نبوت کے دعوے کئے۔ ان میں ایک خواجہ محمد اسماعیل تھا جو پہلے قادیان میں تھا۔ پھر لندن چلا گیا۔ یہ خود کو النبی خواجہ محمد اسماعیل (المسیح الموعود) کہتا تھا۔ اس ملعون نے اپنی جماعت کا نام ''السابقون'' رکھا اور منڈی بہاؤالدین میں دفتر بھی کھولا۔

''وادیٔ طلسمات یعنی ساحران ربوہ کی داستان'' رسالہ میں یہ مرزا قادیانی کو مہدی اور خود کو مسیح موعود نبی قرار دیتا ہے۔ دیت نام کی جنگ، چرچل کی موت کو اپنی پیش گوئیاں قرار دیتا ہے۔ اس نے چناب نگر (ربوہ) کے قاضی نذیر قادیانی دجال کے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔ پڑھیں کہ ایک ملعون قادیانی کا ملعون مرید لندنی، اس کے دوسرے مرید قاضی ربوہ کو کاٹنے کے لئے دانت تیز کئے ہوئے ہے۔ ہماری طرف سے تینوں (مرزا قادیانی، اسماعیل لندنی، نذیر قاضی) کی تثلیث باطل پر لعنت۔ اس لئے ملعون کے رسالہ کو شائع کیا کہ ان حالات سے قارئین باخبر ہوسکیں کہ مرزا ملعون کے دعویٰ نبوت کے بعد کیا کیا لعنتیں لے کر ملعون دنیا میں آئے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۹۷)

اسماعیل کٹکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سونگرہ ڈاکخانہ خود ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بہار کے رہنے والے تھے۔ پھرتیلا جسم، قد مائل بہ درازی، رنگ پکا، غضب کا حافظہ، صاحب علم وفضل، زیرک ومعاملہ کی گہرائیوں میں اترنے والا دماغ رکھتے تھے۔ آپ کو اڑیسہ کا ''امیر شریعت'' مقرر کیا گیا۔ جمعیۃ علماء ہند اڑیسہ، کٹک کے آپ امیر تھے اور اس کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین بھی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور قافلہ اہل حق کے نیرّ تاباں ہونے کا آپ کو اعزاز حاصل تھا۔ ۱۹۸۴ء میں پاکستان میں قادیانیت کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ تب قادیانی لاٹ پادری ملعون مرزا طاہر، پاکستان سے مجرمانہ فرار اختیار کر کے برطانیہ کو سدھارا۔ اس کے مقابلہ میں برطانیہ میں ۱۹۸۵ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ویمبلے ہال لندن میں منعقد کی گئی۔ تب سے اب تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہر سال برطانیہ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے۔

۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء میں ویمبلے ہال لندن میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علامہ خالد محمود، مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا منظور احمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مناظرین ختم نبوت، سٹیج پر براجمان تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ شفقت سب کے سروں پر سحاب رحمت تھا۔ فقیر راقم کا بیان ہوا۔ بیان کے بعد سٹیج سے واپس مڑا تو ایک بزرگ نے آ کر فقیر کی پیشانی کو شفقت سے چوما۔ سینہ سے لگایا اور گلوگیر لہجہ میں فرمایا کہ آپ کے بیان سننے سے خوشی ہوئی کہ ہم دنیا سے لاوارث نہیں جا رہے۔ ان کی اس بزرگانہ وشفقانہ گفتگو سے فقیر تو دیدۂ دل راہ ہوا۔ وہ اپنی نشست پر تشریف لے گئے۔ فقیر نے اپنی نشست سنبھال لی۔ دن بھر کانفرنس کامیاب طریقہ پر جاری رہ کر شام کو بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران اس بزرگ کا بھی اعلان وبیان ہوا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا محمد اسماعیل کٹکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انڈیا سے تشریف لائے ہیں۔ بیان سے یقین حاصل ہوا کہ ان کی قادیانی کتب پر بڑی مضبوط گرفت ہے اور رد قادیانیت کے فن کے شناور اور عقیدہ ختم نبوت کے علمبردار لگتے ہیں۔ کانفرنس سے اگلے روز سٹاک ویل گرین لندن میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (یاد نہیں کہ اور کون کون سے حضرات کے ساتھ) تشریف فرما تھے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب

کٹکی ؒ تشریف لائے۔ سب نے اٹھ کر جھکے دل سے استقبال کیا۔ انہوں نے وارد ہوتے ہی حضرت لدھیانوی ؒ سے فرمایا کہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ نے میری تشکیل چار پانچ روز کے لئے آپ کے ساتھ کی ہے۔ دفتر میں قیام ہوگا۔ آپ میرے فن کے ساتھی ہیں۔ آپ سے مشاورت ہوگی۔

فقیر راقم چائے لانے کے لئے اٹھا تو فرمایا اجی مولانا! کہاں جارہے ہیں۔ ہم نے اپنی گفتگو اور شناسائی کا آغاز تو آپ سے کرنا ہے۔ فقیر دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گیا تو پہلا سوال کیا کہ آپ کا نام؟ فقیر نے عرض کیا: اللہ وسایا۔ تو فرمایا، اچھا اچھا خوب رہا۔ اچھا تو، آپ نے ردقادیانیت کن سے پڑھی؟ فقیر نے عرض کیا کہ مولانا لال حسین اختر ؒ اور...... فقیر کے ''اور'' کہنے سے قبل ہی فرمایا:

''اوہو! میں بھی کہوں کہ کیوں دل آپ کی طرف کھچے جارہا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ آپ تو میرے شاگرد ہیں۔'' فقیر نے تعجب سے سر اٹھایا تو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ سمیت سبھی حضرات کو متعجب پایا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم میں سے کوئی کچھ کہے مولانا سید محمد اسماعیل کٹکی ؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ کا میں ساتھی۔ مولانا کے ساتھ مل کر کئی بار قادیانیوں سے ہاتھ دو چار کئے۔ کانفرنسوں اور تبلیغی پروگراموں میں تو بارہا ہفتوں ساتھ رہا۔ وہ بہت بڑے مناظر تھے۔ ان کے نام سے ہی قادیانیوں کی میّا مرجاتی تھی۔ وہ میرے ساتھی، نہ بلکہ میں ان کا ساتھی۔ آپ (فقیر) ان کے شاگرد ہوئے تو میرے بھی شاگرد ہوئے۔ لایئے ہاتھ کیسے کہی؟ اس پر تمام مجلس کشت زعفران بن گئی۔ حضرت مولانا سید محمد اسماعیل کٹکی ؒ، شیر اڑیسہ، امیر شریعت اڑیسہ، مناظر اسلام ہم میں رہے اور خوب سے خوب تر فقیر نے آپ کی صحبتوں سے فائدہ اٹھایا۔ وہ ایک نامور مناظر تھے۔ تب آپ نے:

۱...... ''قادیانی اسلام'': اور

۲...... ''یادگار یادگیر'': یہ دو رسائل مرحمت فرمائے تھے۔

''یادگار یادگیر'' یہ وہ تاریخی مناظرہ کی رپورٹ ہے جو نومبر ۱۹۶۳ء میں بمقام ''یادگیر'' صوبہ میسور میں آپ کا قادیانیوں سے ہوا۔ آپ اس کی رپورٹ پڑھیں۔ قادیانی مناظر صفحات پہ صفحات مرزا قادیانی کی کتب کے اقتباسات سے پڑھ کر وقت گزارتا ہے۔ جب کہ مولانا سید محمد اسماعیل ؒ مناظر اسلام، ٹو دی پوائنٹ گفتگو کرتے اور چٹکلوں میں قادیانی استدلال کو ھباءً منثورا کرتے ہیں۔ آپ کی مناظرانہ گھن گرج سے آج بھی مناظرہ کی رپورٹ پڑھتے۔ جسم میں

جھرجھری کی کیفیت برپا ہو جاتی ہے۔

۳...... ’’ذرا غور کریں‘‘ یہ بھی آپ کا مختصر رسالہ ہے۔ یہ تین رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے ردقادیانیت پر اور بھی کتب ورسائل ہوں گے۔ مگر افسوس کہ ان تک رسائی نہ ہو پائی۔ وہ اب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی تاریخ وفات تو معلوم نہیں۔ البتہ ان کی حسین شخصیت کی دل افروز یادوں کا خزانہ اب بھی دماغ میں تعطر کا باعث ہے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۹۸)

اشرف حسین رحمانی مونگیروی رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی

خانقاہ مونگیر شریف کے بانی حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ومتوسل جناب قاضی اشرف حسین رحمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک قادیانی نے ’’اسرار نہانی‘‘ کے نام سے کتاب لکھی۔ قاضی صاحب نے ’’جواب حقانی ملقب بہ آئینہ صداقت‘‘ کے نام سے اس کا جواب تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع شدہ ہے۔

(۱۹۹)

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت مولانا محمد

(ولادت: ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء ...... وفات: ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)

ہندوستان میں مغل حکمرانی سے بھی قبل راجہ بھیم نے ضلع مظفر نگر میں ایک قصبہ قائم کیا۔ تھانہ بھیم اس کا نام تجویز ہوا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ تھانہ بھیم سے تھانہ بھون ہو گیا۔ صدیوں پہلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کرام نے یہاں قیام کیا۔ آپ فاروقی النسل تھے۔ آپ کے ننھیال علوی تھے۔ آپ کے اجداد کرنال سے اور ننھیال جھنجھانہ سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو ایک کشادہ دست تھے۔ میرٹھ کی ریاست میں مختار بھی رہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے اشرف علی کو دینی تعلیم پر لگایا۔ فارسی کتب میرٹھ میں پڑھیں۔ حافظ حسین علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ کیا۔ تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی اور فارسی کی کتب پڑھیں۔ پھر نصاب کی تکمیل حضرت مولانا منفعت علی رحمۃ اللہ علیہ سے دیوبند میں کی۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۵ھ

میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۱ھ میں فراغت حاصل کی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کے ہاں سے بھی کسب فیض کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر طلباء کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی کی۔ زہے نصیب! کانپور میں مدرسہ فیض عام میں پڑھایا۔ اس دوران حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق خاطر قائم ہوا۔ پھر جامع العلوم کانپور کی بنیاد رکھی۔ چودہ سال یہاں پڑھایا۔ اس کے بعد اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر تھانہ بھون حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف میں آ گئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے قبل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی۔ پھر مکہ مکرمہ حاضری کے وقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے لئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سفارش کرانا چاہتے تھے۔ خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بیعت کر لیا۔ پھر وقت آیا کہ آپ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی بنے۔ ادھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی برابر رابطہ رہا۔ آپ کی توجہات بڑھیں۔ خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کانپور قیام کے دوران میں بعض متوسلین کو اصلاح کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجتے۔ آپ کانپور سے تھانہ بھون آئے۔ آپ کے مرشد (حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی دکان معرفت پر رش بڑھا۔ ہزاروں آپ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت ہوئے۔ ۱۲۹ حضرات آپ سے مجاز صحبت ہوئے۔ ان میں سے ستر مجاز بیعت یعنی خلفاء ہیں۔ ان میں قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ایسے ایسے حضرات جو اپنے زمانہ میں یگانہ روزگار تھے۔ ہندوستان میں حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فرید الدین پاکپتن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید جلال بخاری اوچ شریف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قدرت حق نے جو تصوف کا کام لیا۔ وہ بھی دیانت دار آدمی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ وقت کی پابندی، مریدین کی اصلاح کے ایسے جدید اسلوب اختیار کئے کہ دنیا عش عش کر اٹھی کہ آپ واقعی حکیم الامت تھے۔ آپ کی تصنیفات کی طرف توجہ کی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی کثیر التصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ریکارڈ قائم کیا۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت کو بقعہ نور بنائے۔

حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ مرزائیت ترک کرنے کے بعد حاضر ہوئے، مرزائی مبلغین کی مولانا لال حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں شکست در یخت کا سن کر خوشی کا اظہار فرمایا، دعا کے بعد فرمایا: ''مولانا! آپ تحفظ ختم نبوت و مرزائیت کی تردید کر کے عظیم دینی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، یہ دونوں امور عبادت ہیں، ان میں شرک کا شائبہ نہ ہونا چاہئے، کیونکہ جس عبادت میں شرک ہو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے۔'' (روئیداد مجلس ۱۹۸۲ء ص ۷)

نفس کو ریا سے بچانے کا طریقہ

مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: ''حضرت! میں ختم نبوت پر وعظ کرتا ہوں، مگر ہزار احتیاط کے باوجود جب کبھی تقریر میں نعرہ لگتا ہے تو دل میں یہ خیال آ جاتا ہے کہ تقریر سے لوگ خوش ہیں، اور نفس ریا کا شکار ہو جاتا ہے، اس کا علاج تجویز فرمائیں۔'' اس پر آپ نے فرمایا: ''مولانا اختر! آپ تقریر سے قبل نیت کر لیا کریں: ''یا اللہ! مجھ سے ایسا وعظ ہو جائے جس سے کہ یہ تیرے نیک بندے خوش ہو جائیں، پھر ان کی خوشی سے آپ بھی مولائے کریم خوش ہو جائیں۔'' کیونکہ مسلمان نیک لوگوں کو خوش کرنا عبادت ہے، اس عبادت سے رب کریم کو راضی کرنا بھی عبادت ہوگا، اس طرح آپ کی تقریر ریا سے بچ جائے گی۔''

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

مجلس کے اختتام پر علیحدہ لے جا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اختر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! ایک بات کہتا ہوں، مگر آپ وعدہ کریں کہ انکار نہ کریں گے۔'' مولانا اختر رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ: ''حضرت! ارشاد فرمائیں، تعمیل ہوگی۔'' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''میں ماہانہ کچھ نہ کچھ آپ کو ڈاک کے ذریعے رقم ہدیۃً بھجواؤں گا، آپ انکار نہ کریں گے!'' مولانا اختر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ: ''اس کے بعد ہر ماہ حضرت کی طرف سے منی آرڈر ملنا شروع ہو گئے، کسی ماہ ناغہ ہوا تو اگلے ماہ دونوں ماہ کا اکٹھا مل جاتا، غرضیکہ اس طرح آپ کی زندگی میں یہ معاملہ چلتا رہا۔ جس ماہ آپ کا انتقال ہوا، اس سے اگلے ماہ سردار احمد خان پتافی رحمۃ اللہ علیہ رئیس جام پور نے ماہ بماہ مجھے ہدیہ بھجوانا شروع کر دیا، حالانکہ اس سے قبل انہوں نے کبھی ایسا نہ کیا تھا، جس ماہ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اس سے اگلے ماہ میاں خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چوکیرہ، ضلع سرگودھا نے ماہ بماہ میری اعانت شروع کر دی، حالانکہ اس سے قبل انہوں نے ایسا نہ کیا تھا، جب میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا میری تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔“ آپ فرماتے تھے کہ: ”جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا وظیفہ مقرر کیا تھا، ان کی کرامت ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی بند نہیں ہوا، بلکہ مختلف ذرائع سے ملتا رہا۔“

ختم نبوت میں شمولیت کی رکنیت فیس

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ: ”حضرت! شعبۂ تبلیغ احرار اسلام، قادیان میں تبلیغی و تدریسی خدمات سرانجام دے رہا ہے، مبلغین احرار کی ایک جماعت، قادیان اور اس کے مضافات میں تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے، اس کا ملکی سیاست سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔“ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”ختم نبوت کے شعبے میں شمولیت کے لئے فیس رکنیت کا کیا ہے؟“ حضرت لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”سالانہ ایک روپیہ!“ اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پچیس روپے عنایت فرمائے کہ: ”میری طرف سے شعبۂ ختم نبوت میں شمولیت کے لئے پچیس سال کی فیس رکنیت ہے، اگر اس عرصے میں فوت ہو گیا تو ختم نبوت کے رضا کاروں میں میرا بھی شمار ہوگا۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان! کہ آپ اسی عرصے میں فوت ہوئے۔

(روایت: حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رد قادیانیت پر گرانقدر تصنیف ”الخطاب الملیح فی تحقیق المهدی والمسیح“ احتساب قادیانیت جلد چہارم میں شامل کرنے کی سعادت پر رب کریم کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں شائع ہوئی۔ مگر بد باطن مرزا قادیانی کی کور باطنی اور بدعقلی پر ماتم کیجئے کہ وہ اپنی کتاب (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۷۱) پر اسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف قرار دے کر جواب کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ قادیانی کرم فرما، مرزا قادیانی کی بدعقلی وسوئے فہمی پر ماتم کریں کہ ٹائٹل پر لکھے ہوئے مصنف کے نام کو جو شخص پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس نے جواب کیا دیا ہوگا؟ قادیانی اس کتاب کو پڑھیں اور مرزا قادیانی کے جواب سے تقابل کریں کہ مرزا قادیانی کو جواب وہی سے سوائے رسوائی وندامت کے اور کیا حاصل ہوا ہے؟

اس کتاب کی تصنیف کی تقریب یوں ہوئی کہ انبالہ کے منشی کرم خان نے چند سوالات

لکھ کر حضرت تھانوی ؒ سے ان کا جواب طلب کیا۔ آپ نے مرزائیوں کے سوالات کو ’’قول مرزا‘‘ اور اس کے رد کو ’’جواب‘‘ کا عنوان دے کر یہ کتاب تحریر فرمادی جو قدرت حق کی طرف سے مرزا قادیانی کے منہ پر طمانچہ تھا اور اہل اسلام کے لئے بہت بڑا علمی سرمایہ۔ یہ کتاب ایک آدھ بار شائع ہوئی۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد۴ میں اسے شائع کیا گیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی رد قادیانیت پر دوسری گرانقدر تصنیف ’’قائد قادیان‘‘ ۲۲؍شوال ۱۳۲۸ھ کی ہے۔ اس کی پہلی فصل میں مرزا قادیانی ملعون کے اقوال نقل کر کے اس کا رد کیا گیا ہے جو اہل علم کے لئے ایک علمی تحفہ ہے۔ اس میں مرزا قادیانی ملعون کے ۱۲۵ اقوال کا رد لکھا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کے اقوال ودعاوی کی تردید کے بعد اسی فصل اوّل کا ضمیمہ تحریر فرمایا ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کے علم واعمال واخلاق کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ فصل ثانی میں رد قادیانیت کی کتب کی فہرست بمع مختصر تعارف کے نقل فرمائی۔ حیات مسیح پر لکھے گئے رسائل کا علیحدہ تعارف تحریر فرمایا ہے اور آخر میں مونگیر سے شائع شدہ رسالہ ’’جماعت احمدیہ سے خیر خواہانہ گزارش اور مسیح قادیان کی حالت کا بیان‘‘ کو بطور ضمیمہ اپنی کتاب کا حصہ بنادیا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ کی یہ تصنیف لطیف رسالہ النور تھانہ بھون میں قسط وار شائع ہوئی۔ ۸۴سال بعد ’’النور‘‘ سے پہلی بار اسے کتابی شکل میں احتساب قادیانیت جلد۴ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے مرزا قادیانی کے متعلق فتویٰ لکھا کہ:

’’ایسے عقائد کا معتقد کتاب اللہ کی بنیادوں کو منہدم کرنے والا، سنت رسول اللہ کو خاک میں ملانے والا، اجماع مسلمین کا مقابلہ کرنے والا ہے۔‘‘

(۲۰۰)

اشرف علی ؒ (ساکن سلطان پور ریاست کپورتھلہ)، مولوی

آپ نے مرزا قادیانی کے متعلق تحریر فرمایا: ’’احقر الناس کو قادیانی کی نسبت اس کے ابتدائے امر میں بہت کچھ حسن ظن تھا، لیکن جب اس کی کتابوں: ’’فتح اسلام‘‘، ’’توضیح المرام‘‘ اور ’’ازالہ اوہام‘‘ کے اکثر مضامین کتاب اللہ، سنت رسول اللہ (ﷺ) اور طریق سلف صالح کے خلاف نظر آئے تو معلوم ہوا کہ اس شخص کو فرقہ حقہ اہل سنت والجماعت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں نے قادیانی کے کشف حال کے لئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ سے درخواست کی کہ

باطنی طور پر ملاحظہ فرما کرارشاد فرمائیں۔انہوں نے اپنا مکاشفہ تحریر فرمایا کہ:اس کا حال مختار ثقفی کا سا بتلایا گیا ہے، جو مرزا کی طرح ایک خانہ ساز نبی گزرا ہے۔عاجز نے خود مرزا قادیانی کے متعلق استخارہ کیا، پہلی دفعہ اس کی مسجد کو ایسی صورت میں دیکھا کہ اس کا دروازہ شمال کی طرف اور پشت جنوب کی طرف ہے، جس میں نماز پڑھنے سے جنوب کی طرف سجدہ ہوتا ہے۔دوسری مرتبہ قادیانی صاحب بذات خود ایسی صورت میں دکھائی دیئے کہ مونچھیں قدر مسنون سے بہت بڑھی ہوئی ہیں، گویا کسی سکھ کی مونچھیں ہیں۔میرے ایک دوست میاں گلاب خان افغان، ساکن کپورتھلہ، حال وارد سلطان پور نے بھی اس کی نسبت استخارہ کیا تو جواب میں ایک ناپاک اور موذی جانور (خنزیر) دکھائی دیا۔علمائے ظاہر کے علاوہ اہل کشف بھی اس کے مفتریانہ خیالات سے سخت متنفر ہیں اور فرماتے ہیں کہ:بہ مصداق:''مَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہٗ شَیْطَانٌ'' بغیر کسی شیخ کامل کے وادیٔ طریقت میں قدم رکھنے سے شیطان کے پنجے میں گرفتار ہوگیا ہے، اور اس کے وساوس کو الہامات ربانی سمجھ رہا ہے... العیاذ باللہ ...اس کی کتابوں سے اس کا مدعی نبوت و رسالت ہونا صاف ظاہر ہے، اس لئے رسول خدا ﷺ کے اس ارشاد کے بموجب کہ:''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قریباً تیس دجال کذاب ظاہر ہوکر دعوائے نبوت نہ کرلیں۔''
(بخاری و مسلم)

یہ شخص بھی ان تیس میں سے ایک ہے۔اس نے ''توضیح المرام'' کے صفحہ:۱۸، ۱۹ پر محدث ہونے کے پیرایہ میں اپنا نبی ہونا ساف بتایا ہے، ایک جگہ یہ بھی لکھ دیا ہے:''ان النبی محدث والمحدث نبی'' مجھے اس شخص کی حالت پر بہت افسوس ہے، حق تعالیٰ اس کو راہ راست پر لائے، ورنہ اہل اسلام کو اس کے فتنے سے بچائے۔''

(رئیس قادیان ج۲ص ۶۳،۶۴)

(۲۰۱)

اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۷۱ء وفات:۳۰رمئی ۱۹۵۴ء)

مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے والد گرامی کا نام قاضی شمس الدین تھا۔سلسلہ نسب یوں ہے۔مولانا اصغر علی روحی بن قاضی شمس الدین بن پیر

بخش بن رکن الدین بن حامد بن عیسیٰ۔ سیالکوٹ کے موضع کانبانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد قاضی شمس الدین کانبانوالہ ضلع سیالکوٹ سے ترک وطن کر کے دریائے چناب کے کنارے جی۔ٹی روڈ کے قریب قصبہ کٹھالہ چناب میں تشریف لائے۔ یہاں کٹھالہ کے نام سے ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ وزیرآباد سے چھ سات میل پر ضلع گجرات میں یہ قصبہ واقع ہے۔ اسی کٹھالہ کو مولانا اصغر علی روحی ؒ کے مولد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ۱۸۷۱ء کے اوائل میں مولانا کی پیدائش ہوئی۔ مولانا اصغر علی ؒ کے والد گرامی کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ والد صاحب کی وفات کے وقت مولانا اصغر علی ؒ کی عمر آٹھ سال تھی۔ آپ چار بھائی تھے۔ سب سے چھوٹے آپ تھے۔ اس چھوٹی عمر میں والد گرامی نے ابتدائی کتب آپ کو نہ صرف پڑھادی تھیں بلکہ بعض کتابیں ازبر بھی کرادی تھیں۔ والد صاحب مرحوم کے وصال کے بعد گجرات کے بعض مدارس میں سلسلہ تعلیم کو جاری رکھا۔ اس زمانہ میں دہلی ولاہور علم کے مراکز سمجھے جاتے تھے۔ مولانا اصغر علی ؒ اس چھوٹی عمر میں ہی لاہور تعلیم کے حصول کے لئے جانا چاہتے تھے۔ مگر والدہ سے اجازت نہ ملتی تھی۔ بار بار کے اصرار پر والدہ سے اجازت ملی تو ٹرین کے ذریعہ لاہور آئے۔ لوہاری منڈی مسجد پٹولیاں میں پہلی نماز ادا کی۔ جہاں مولانا عبدالوہاب ؒ نام کے نابینا بزرگ امام تھے۔ علیحدگی میں مولانا اصغر علی روحی ؒ ان سے ملے۔ اپنی بپتا سنائی اور یہ بھی بتایا کہ میں نے صرف ونحو کی چند کتب والد مرحوم سے پڑھی ہیں۔ امتحان دیا جواب درست تھے تو مولانا عبدالوہاب ؒ نے صرف ونحو پڑھنے کے لئے زمرہ طلباء میں داخل کرلیا۔ ۱۸۸۱ء میں منشی کلاس اورینٹل کالج میں داخلہ بھی لے لیا۔ پھر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۲ء تک دس سال میں منشی، منشی فاضل، مولوی فاضل، بی۔او۔ایل، ایم۔او۔ایل تک دس سال میں گیارہ ڈگریاں حاصل کرلیں۔ ہمیشہ یونیورسٹی بھر میں اوّل یادوم آتے رہے۔

مولانا عبدالحکیم کلانوری، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے یگانہ روزگار حضرات سے مولانا روحی نے اکتساب علم کیا۔ آپ یونیورسٹی میں اوّل آتے رہے تو آپ کو وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ پھر ملازمت بھی مل گئی۔ ۱۸۹۲ء میں ہی اورینٹل کالج کے پروفیسر لگ گئے۔ آپ نے یتیمی کے دور میں بڑی مشقت سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان واقعات کا اولاد کے سامنے تذکرہ کرتے تو آنسو بھر لاتے۔ تمام بھائیوں اور والدہ کی خدمت کی۔ سالانہ رخصت کا عرصہ ہمیشہ والدہ کے پاس کٹھالہ گاؤں میں گزارتے۔

آپ نے فارسی و عربی ادب میں اتنا رسوخ حاصل کرلیا کہ ان زبانوں میں شعر گوئی شروع کردی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں مولانا محمد حسین آزاد، مولانا حالی، مولانا شبلی، نواب بہاولپور، علامہ اقبال، نواب محسن الملک سے رابطہ ہوا تو آپ کے علم کے جوہر کھلنے لگے اور شعر گوئی نے شہرت حاصل کرلی۔

جناب محمد ذوالفقار رانا نے پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۸۴ء میں پی.ایچ.ڈی کے لئے ''مولانا اصغرعلی الروحی احوال و آثار اور ان کے عربی دیوان شعر کی جمع و ترتیب'' کے عنوان پر چار جلدوں میں مقالہ لکھا۔ جس میں مولانا روحی کا عربی کلام سارا جمع ہوگیا۔ فارسی دیوان بھی مولانا روحی کے بیٹے ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی صدر شعبہ عربی و اسلامیات گورنمنٹ کالج لاہور کے پاس موجود تھا۔ مولانا روحی ۱۸۹۲ء سے پروفیسر لگے۔ ۱۹۳۱ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اسلامیہ کالج کی تعمیر میں چھ بلاک بنے تو ایک بلاک کو''روحی بلاک'' کا نام دیا گیا۔ میاں امیرالدین، جناب حمید نظامی، چوہدری رحمت علی، خلیفہ شجاع الدین، مولانا غلام رسول مہر، شفاء الملک، حکیم محمد حسن قریشی، چوہدری محمد علی (سابق وزیراعظم پاکستان) ایسے سینکڑوں نامور شخصیات کو آپ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ انجمن حمایت اسلام کے اکتوبر ۱۸۹۷ء میں مدرسہ حمیدیہ کے سربراہ بنے۔ انجمن نعمانیہ ۱۳۰۴ھ میں قائم ہوئی۔ اس میں بھی آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ غرض سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں آپ مختلف ممتاز عہدوں پر سرفراز رہ کر تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی شہرت کے باعث ملک بھر کی دینی، تعلیمی، اصلاحی، قومی کانفرنسوں میں بھی آپ شریک ہوتے رہے۔

سر میاں محمد شفیع، سر فضل حسین، سر عبدالقادر، سر شہاب الدین، مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر علامہ اقبال، مولانا احمد علی لاہوری ایسے حضرات سے آپ کا دوستانہ تھا اور یہ سبھی حضرات آپ کو دل و جان سے احترام دیتے تھے۔ حضرت لاہوری ؒ کے بہت سارے رسائل پر مولانا اصغرعلی روحی کی تقریظات ہیں۔ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ باغ لاہور کی جب افتتاحی تقریب منعقد ہوئی تو مولانا احمد علی لاہوری نے مولانا اصغرعلی روحی کو مدعو کیا۔ اس موقع پر مولانا اصغرعلی روحی نے ''بنائے قاسم العلوم'' پر عربی میں ارتجالاً نظم بھی لکھ کر سنائی جو آپ کے عربی دیوان میں موجود ہے۔ مولانا اصغرعلی روحی نے مولانا احمد علی لاہوری شیرانوالہ اور مولانا ابوالرشید عبدالعزیز خطیب مزنگ ان دو حضرات کے متعلق وصیت بھی کی تھی کہ ان دو میں

سے کوئی میرا جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ مولانا احمد علی لاہوری نے جنازہ پر اپنے نمائندہ کے طور پر مولانا مہر محمد مدرس جامعہ فتحیہ اچھرہ والوں کو آگے کر دیا۔ ۳۰؍مئی ۱۹۵۴ء مطابق ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ میں آپ کا لاہور میں وصال ہوا اور وصیت کے مطابق اپنے گاؤں کٹھالہ گجرات میں مدفون ہوئے۔ تراسی سال آپ نے عمر پائی۔ آپ کی وفات پر آپ کے شاگرد مولانا غلام دستگیر نامی نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔ اس کے آخری مصرعہ سے ۱۹۵۴ء کا سال نکلتا ہے۔

بمرگ عالم دیں مثل روحی فوت عالم شد ہمی گفتند چوں ناگاہ شد اصغر علی روحی
بطاعات خدا و مصطفیٰ عمرے بسر کردہ سوئے جنت بعز و جاہ شد اصغر علی روحی
بسال انتقال آں یگانہ عالم و فاضل بگونامی جدا اے آہ شد اصغر علی روحی
(۱۹۵۴ء)

آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی نے ان کی متعدد تاریخ ہائے وفات نکالی ہیں۔ لیکن ایک تاریخ جورباعی کی شکل میں حسب ذیل ہے اس میں خوبی یہ ہے کہ سال ہجری کے ساتھ یوم وفات یعنی ۲۷؍رمضان کا ذکر بھی موجود ہے؟

بیدار چوشد فتنہ و چوں امن بخفت روحی زجہاں زیر زمیں روئے نہفت
تاریخ و فاتش چو زہاتف جستم سہ یوم چو ماندہ زمہ رمضان گفت
(۱۳۷۳ھ)

وفات کے وقت اتفاقاً آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ مولوی فضل حق مرحوم کراچی سے سرحد کی طرف دورہ کے لئے جارہے تھے کہ ایک رات کے لئے لاہور آئے اور والد صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ٹھہرے۔ اسی روز جب آپ کو عصر کی نماز کے لئے جائے نماز پر بٹھایا گیا تو آپ دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد جائے نماز پر ہی لیٹ گئے۔ ان کے صاحبزادہ نے عرض کیا کہ عصر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہئے تھیں لیکن آپ نے دو رکعتیں پڑھ کر ہی سلام پھیر دیا ہے۔ اس پر مولانا نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ خاموش رہو۔ جائے نماز پر لیٹتے ہی جان رحمت حق کے سپرد کر دی۔ سفری نماز دو رکعت پڑھ کر سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ خوب! مولانا اصغر علی روحی ایک ماہوار رسالہ شائع کرتے تھے۔ جس کا نام ”الہدیٰ“ تھا۔ اس میں مرزا قادیانی کے سابق مرید جو بعد میں مرزا قادیانی کے اعلیٰ درجہ کے مخالفین میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں ”الذکر الحکیم نمبر۶“ شائع کیا۔ اس پر مولانا روحی نے تقریظ لکھی جو یہ ہے۔

تقریظ: ''الذکر الحکیم''

''ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب ایم. بی. اسسٹنٹ سرجن فرسٹ گریڈ ریاست پٹیالہ نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں ''الذکر الحکیم'' کے نام سے ایک رسالہ نمبر۶ شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ مرزا قادیانی کی عیاریوں کا تاروپود کھول کر دکھایا ہے۔ چونکہ واقعات مندرجہ بربنائے عینی شہادت کے قلمبند ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں عدم صحت کا گمان نہیں چل سکتا۔ یہ رسالہ بالخصوص ان کم استعداد لوگوں کے لئے جو اس شخص کے دعاوی پر پھسل جایا کرتے ہیں اور اس کے مریدوں کو جواب دینے پر معذور ہو جاتے ہیں۔ ایک نہایت مفید آلہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید یا تو سرے سے پڑھنے کی تکلیف ہی نہ اٹھائیں گے۔ یا پڑھ کر دیوار پر دے ماریں گے اور دو چار صلواتیں سنادیں گے۔ جو ان لوگوں کا شیوۂ قدیم ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہی امر اس رسالہ کی صداقت کی دلیل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اس کے جواب کی امید نہ رکھیں۔ قل موتوا بغیظکم پر عمل کریں۔ مرزا اور مرزائیوں نے آج تک نہ تو کسی کا جواب دیا ہے نہ دے سکتے ہیں۔ مگر یقین سمجھ لیں کہ ایسے رسالہ کا اثر عام طبائع پر نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ فجزاہ اللّٰہ خیر الجزاء! رسالہ مذکور بقیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک منیجر صاحب مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال سے مل سکتا ہے۔''

(الہدیٰ ج۵ نمبر۴ ص۴۵)

یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۶۰ میں شائع ہوگیا ہے۔

نزول مسیح علیہ السلام کی احادیث اور مرزا قادیانی

اسی ماہوار رسالہ (الہدیٰ ج۴ نمبر۶ ص۳۷ تا ۳۹) پر مولانا روحی کا یہ فتویٰ شائع ہوا۔

سوال...... کیا نزول مسیح کی حدیث مرزا قادیانی کی مؤید ہے؟

جواب...... جو امر نص آیت یا نص حدیث یا اجماع علمائے امت مرحومہ سے پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے۔ اس میں ایماندار کو چون وچرا کرنے کا کوئی موقع نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں آیت وحدیث کا بروئے اصول عربیت موازنہ کر کے صحیح معنی کا استنباط کرنا ضروری ہے اور علیٰ ہذا اجماع کی صحت کا معیار جو علمائے اصول نے قرار دیا ہے، مدنظر رہنا چاہئے اور اگر مخالف کجروی کرنے لگے تو اسے مرکز اصول سے نہ ہلنے دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ یقیناً صحیح ہے کہ تمام اہل بدعت وہوا ہمیشہ اصول سے بھاگا کرتے ہیں اور اگر کہیں اصول ان کے موافق پڑتا ہے تو وہاں شیر کی طرح اہل حق کے مقابلہ

کے لئے تیار ہوتے ہیں۔مثلاً یہ اصول کہ الفاظ ہمیشہ اپنے معانی حقیقت پر محمول ہوں گے۔ لاً اس صورت میں کہ معنی حقیقی کے لینے سے کسی دیگر نص یا اجماع کی مخالفت لازم آئے یا صریح عقل کے رو سے کوئی محال لازم آتا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ضرورتاً ہمیں لفظ کو مجازی معنی پر محمول کرنا پڑے گا اور وہ معنی مجازی منجملہ ان اقسام مجاز کے ہوں گے۔ جن کی تفصیل کتب اصول میں مندرج ہے۔مثلاً نزول مسیح کی حدیث میں مسیح علیہ السلام کے متعلق ''یکسر الصلیب'' (یعنی مسیح علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے) وارد ہے۔ مگر قادیانی یہ معنی لیتا ہے۔ لفظ مسیح سے مسیح ابن مریم مراد نہیں۔ بلکہ مسیح بروزی مراد ہے۔ یعنی ایسا شخص جس میں مسیح علیہ السلام کے کمالات جلوہ گر ہوں گے۔ کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ نصاریٰ کو دلائل کے رو سے مغلوب کرے گا۔ مگر جب یہ سوال کیا جائے کہ کسر صلیب کو حقیقی معنی پر محمول کرنے سے کون سا امر مانع ہے؟ دیکھو جب پیغمبر ﷺ نے مکہ فتح کیا تو بیت اللہ کے اندر جس قدر بت تھے سب کو پاش پاش کرا دیا اور شرک کے تمام آثار مٹا دیئے۔ اسی طرح اگر مسیح علیہ السلام نازل ہو کر کفر کے آثار کو مٹائیں گے تو اس میں کون سی خرابی لازم آتی ہے۔ اگر کسر صلیب سے دلائل کے ساتھ مغلوب کرنا مراد ہے تو یہ کون سی نئی بات ہے؟ کیونکہ شروع اسلام سے آج تک علمائے امت دلائل قاطعہ کے ساتھ نصاریٰ کا رد لکھتے رہے ہیں اور اس قدر لکھا ہے کہ اب نہ تو کوئی نیا اعتراض پیش ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی شخص نیا جواب دیتا ہے۔ نصاریٰ کے اعتراضات اسلام و بانی اسلام کے برخلاف مشہور و معروف ہیں اور ان کے جوابات اظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ اہل علم خوب واقف ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ انہیں چند ایک چبائے ہوئے مضمون کو بار بار چبایا کرتے ہیں۔ ہم نے آج تک کوئی نیا اعتراض نہیں سنا جس کو بزرگان سلف نے نہایت زور کے ساتھ رد نہ کر دیا ہو اور موجودہ صدی کے علماء میں کئی ایک بزرگواروں نے عیسائیوں کا ایسا ناک میں دم بند کیا ہے کہ بجز گریز کے عیسائیوں کو کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح'' کیا اہل کتاب کے رد میں کچھ کم ہے؟ علامہ ابن حزم نے ملل ونحل میں جو خامہ فرسائی کی ہے اور جو الزامات نصاریٰ پر قائم کئے کیا نصاریٰ کی شکست کے لئے کافی نہیں؟ موجودہ زمانہ میں علامہ آلوسی بغدادی اور مولوی رحمت اللہ مہاجر کرانوی مرحوم کے مباحثات ایسے نہیں کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہمیں کوئی نئی تیاری کرنی پڑے؟ انہیں جوابات کو کانٹ چھانٹ کر کے موجودہ علماء نصاریٰ کی تردید بخوبی کر سکتے ہیں۔ اہل یورپ کا فتنہ وفساد جو مذہب اسلام میں رخنہ انداز ہو رہا ہے سوائے نصاریٰ سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ وہ علوم جدیدہ کے رو

سے حملے کیا کرتے ہیں اور وہ حملے مقدس اسلام کی نسبت مسیحیت پر سب سے پہلے عائد ہوتے ہیں
اور علوم فلسفیہ تو ہمیشہ مذہب کے پہلو بہ پہلو چلا کئے ہیں۔ مگر مذہب ہی ہمیشہ غالب رہا۔
سچ ہے، آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو اسے جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے کئی ایک اور
جھوٹ گانٹھنے پڑتے ہیں۔ قادیانی نے جب اپنے تئیں بروزی مسیح قرار دیا تو یہ سوچا کہ مسیح کے
کمالات میں مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں، اندھوں کا تندرست کرنا بھی قرآن میں مذکور ہے۔
مخالفین معجزہ کی استدعا کریں گے تو نہایت بے باکی کے ساتھ الفاظ کو ان کے غیر مقصود معانی پر حمل
کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اس سے دل کے اندھوں اور کوڑھیوں کا تندرست کرنا مقصود ہے۔ ورنہ
درحقیقت مسیح معجزہ نہیں دکھاتے تھے۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ مسمریزم کا عمل کیا
کرتے تھے۔ اگر میں اس عمل کو حقیر نہ سمجھتا تو مسیح سے کم نہ تھا۔ (عجیب تناقض یہ کہ) ہم کہتے ہیں
کہ علمائے امت نے بدلائل ثابت کر دیا ہے کہ کاذب خرق عادات کا حامل نہیں ہے۔ ''کتب
اللہ لاغلبن انا ورسلی'' دیکھو کہ ہر ایک زمانہ کا فلسفہ اپنے اپنے وقت میں
مذہب کا مقابلہ کرتا رہا۔ مگر مذہب بدستور اسی حالت پر قائم رہا۔ اس کے اصول میں سرمو فرق نہیں
آیا۔ اس لئے مرزا کا یہ کہنا کہ وہ عیسائیت کو توڑ ڈالے گا۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ جو ہرگز قابل سماعت
نہیں۔ کیونکہ مرزا کی اس قدر خامہ فرسائی سے عیسائیت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ عیسائی بدستور اپنی
کاروائی کئے جا رہے ہیں اور اگر کہا جائے ''فی حد ذاتہ'' حق کو باطل سے علیحدہ کر کے
دکھانا مقصود ہے۔ خواہ عیسائی مانیں یا نہ مانیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کام تو قرآن مجید نے بزمانہ
حیات نبویؐ پورا کر دکھایا تھا اور بعد ازاں علماء اسلام ہمیشہ ایسا کرتے رہے۔ مرزا نے کون سی نئی
بات کی جس سے وہ مستحق نبوت ہو گیا؟ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ آنے والا مسیح تمام اختلاف کو دور
کر کے مختلف فرقوں کو ایک بنا دے گا۔ مگر مرزا نے مسلمانوں میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ سلام،
طعام، کلام وغیرہ سب کچھ مریدوں سے چھڑوا دیا۔ چنانچہ اب انہیں مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق
نہیں رہا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

بہرصورت حدیث نزول مسیح علیہ السلام کو مرزا قادیانی سے کسی قسم کا تعلق نہیں اور جو
تاویلات رکیکہ وہ پیش کرتا ہے محض بے جوڑ باتیں ہیں۔ جن کی تائید کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

مرزا قادیانی کی تاریخ وفات

مولانا اصغر علی روحی ؒ کے شاگرد مولانا غلام دستگیر نامی صاحب نے ''قادیانی کی

تاریخ وفات'' کے عنوان سے مرزا غلام احمد کی تاریخ ہائے وفات جو مختلف اصحاب نے نکالی تھیں نقل کی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے ان کی اپنی نکالی ہوئی تاریخ ہے۔ جو یہ ہے۔

ہوا فی النار ایک مرد شریر — کیوں نہ شیطان آج ہوں دلگیر
فتنے اور تفرقے مٹے سارے — پائے مفسد میں پڑ گئی زنجیر
بدلم گشت خواہشے پیدا — کہ کنم سال فوت او تحریر
گفت نامی زروئے الہامے
مر گیا قادیان کا خنزیر

۱ + ۱۳۲۵ھ = ۱۳۲۶ھ

اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نکالی ہوئی تاریخ یہ لکھی ہے:

''لقد دخل فی قعر جهنم''

۱۳ھ ۲۶

قاضی فضل حق (پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور) کی نکالی ہوئی تاریخ:

''میرزا بهیضه بمرد''

۱۳ھ ۲۶

غلام حیدر صاحب کی کہی ہوئی تاریخ:

''چشم مار وشن ودل ماشاد''

۱۳ھ ۲۶

اور سب سے آخر مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ کی نکالی ہوئی دو تاریخیں لکھی گئی ہیں:

۱...... ''دجال قادیانی کا اب خاتمہ ہوگیا۔'' ۱۳۲۶ھ — ۲...... ''روح خبیث'' ۱۳۲۶ھ

ان سب سے ۱۳۲۶ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔

قادیانیت کا تعاقب

مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر فرق باطلہ کے خلاف برسرپیکار رہے۔ قادیانیت کی تردید آپ کی زندگی کا عظیم مشن تھا۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی گراں قدر کتاب ''ائمہ تلبیس'' ص۲۸۳ (طبع عالمی مجلس ملتان مئی ۲۰۱۰ء) میں ابوالطیب احمد بن حسین متنبی کے حالات

بعنوان ''دعویٰ نبوت و امساک باران کا معجزہ'' میں لکھتے ہیں: ''ہمارے مرزا غلام احمد قادیانی نے ازراہ نادانی اپنے رسالہ اعجاز احمدیہ کو معجزہ کی حیثیت سے پیش کر کے علمائے امت سے اس کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس چیلنج کے جواب میں قاضی ظفرالدین مرحوم جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور مولانا اصغر علی روحی اور بعض دوسرے علماء نے اس سے کہیں بہتر عربی قصائد لکھ کر شائع کر دیئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے علمائے حق کی طرح کوئی قصیدہ تو نہ لکھا البتہ ایک مہتم بالشان کارنامہ یہ انجام دیا کہ سیف چشتیائی میں ''اعجاز المسیح'' کے اغلاط اور مسروقات کا انبار لگا کر مرزائی عربی دانی کی دھجیاں بکھیر دیں۔''

۲...... ولاوری صاحب اسی کتاب کے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں: ''اس نام نہاد قصیدہ کے مقابلہ میں قاضی ظفرالدین مرحوم سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ایک قصیدہ بنام ''قصیدہ رائیہ'' شائع کیا جس کے ۱۶۲ اشعار نمونتاً کتاب ''الہامات مرزا ص۱۰۳ تا ۱۰۵'' میں نقل کئے گئے ہیں۔ اعجاز احمدی کے جواب میں مولانا غنیمت حسین مونگیری نے بھی ایک کتاب ''ابطال اعجاز مرزا'' دو حصوں میں لکھی۔ پہلے حصہ میں مرزائی نظم کے اغلاط ظاہر کئے اور دوسرے حصہ میں سوا چھ سو اشعار کا نہایت فصیح و بلیغ عربی قصیدہ لکھا۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے اور پنجاب میں بعض حضرات کے پاس موجود ہے۔ مولانا اصغر علی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے بھی اعجاز احمدی کے جواب میں ایک قصیدہ شائع کیا۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ تھا۔

تسیر الیٰ ربع الحبیب الزوامل　　　فیالک شوقا ھیجتہ المنازل

(اونٹنیاں منزل حبیب کی طرف جارہی ہیں۔ اللہ رے وہ شوق جس کو منازل نے ابھارا ہے۔)'' (ائمہ تلبیس ص۶۶۷، ۶۶۸، طبع مئی ۲۰۱۰ء، عالمی مجلس ملتان بعنوان مسیح قادیان کی عربی دانی)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ انہوں نے مرزا کی بعض عربی کتب میں سے شرمناک قسم کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کو لکھ بھیجیں۔ مرزا قادیانی نے اخبار الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء ص۵ قادیان میں یہ لکھ کر ان سے پیچھا چھڑایا کہ نہ میں عربی کا عالم ہوں اور نہ شاعر ہوں۔ ایک دفعہ انہوں نے مرزا کے رسالہ ''حمامتہ البشریٰ'' کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے حواری خواجہ کمال الدین کو خفا کر دیا تھا۔'' (ائمہ تلبیس ص۶۶۸، طبع ملتان)

۳...... کتاب (رئیس قادیان ج۲ص۵۵۵تا۵۵۸) مرتبہ ابوالقاسم رفیق دلاوری بعنوان بار ۵۸ میں ''حکیم نورالدین سے مولانا اصغر علی روحی کی ایک علمی جھڑپ'' حسب ذیل دلچسپ واقعہ درج ہے: ''قادیانی صاحب سخن سازی اور پروپیگنڈا بازی کے فن میں تو طاق تھے۔ لیکن علمی استعداد سے ایک بڑی حد تک بے نصیب تھے۔ البتہ مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن امروہی مرزائیوں میں ذی علم اور صاحب استعداد ہستیاں مانی جاتی تھیں اور یہی وہ دو شہپر تھے جن کے سہارے الہامی صاحب ا زمانہ فضائے تعلّی میں پرواز کرتے رہے۔ پھر ان دونوں میں حکیم نورالدین کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ وہی مرزائیت کی عمارت کے بانی ومؤسس تھے اور مرزا قادیانی تو محض آلۂ کار اور کٹھ پتلی کا حکم رکھتے تھے۔ جب حکیم صاحب پیچھے سے ڈوری کھینچتے تو یہ پتلی حرکت میں آ جاتی۔ ایک مرتبہ بانی سلسلہ حکیم نورالدین لاہور تشریف لائے اور کشمیری دروازہ میں محرم علی چشتی کے مکان پر ٹھہرے۔ مولوی محرم علی سے حکیم صاحب کی پرانی دوستی تھی۔ ایک نہایت معمر طبیب نے جو مہاراجہ جموں وکشمیر کی ملازمت میں حکیم نورالدین کے رفیق کار تھے۔ مجھے بتایا کہ حکیم نورالدین اور مولوی محرم علی ایک ساتھ جموں سے خارج کئے گئے تھے۔

جب حکیم صاحب لاہور آ کر مولوی محرم علی چشتی کے مکان میں ٹھہرے تو مولانا اصغر علی روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور ان کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اس وقت مولانا اصغر علی عنفوان شباب تھا۔ ان کے جانے سے پیشتر مولوی زین العابدین مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرانوالہ لاہور جو مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے اقرباء میں تھے۔ حکیم صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولوی زین العابدین اچھے لسان اور مقرر نہیں تھے ایک سوال کے جواب میں مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس سے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی حکیم نورالدین نے کہا کہ ترجیح بلا مرجح تو محض منطقیوں کا ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ترجیح بلا مرجح جا ہے۔ مولوی زین العابدین نے پوچھا وہ کیسے؟ حکیم صاحب نے دو روپے جیب سے نکال کر ہاتھ پر رکھے اور مولوی صاحب سے کہا ایک اٹھا لیجئے۔ انہوں نے ایک روپیہ اٹھایا۔ پوچھا اس دوسرے کو کیوں نہیں اٹھایا؟ مولوی زین العابدین سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مولانا اصغر علی ایک طرف بیٹھے تھے۔ مولوی زین العابدین سے کہنے لگے مولوی صاحب کہہ دیجئے کہ ارادۂ ازلی اس کے اٹھانے سے متعلق تھا۔ دوسرے سے متعلق نہیں تھا۔ یہی وجہ ترجیح ہے۔ حکیم نورالدین نے کہا:

صاحب یہ ٹھیک نہیں۔ یا یہ بولیں یا آپ خود گفتگو کر لیں۔ مولوی زین العابدین، روحی صاحب سے کہنے لگے اچھا آپ آ کر گفتگو فرمایئے۔ اس مجلس میں فقیر جلال الدین مرحوم مجسٹریٹ بھی موجود تھے۔ وہ بولے ہاں مولوی صاحب آپ آیئے اور گفتگو فرمایئے۔ غرض مولانا روحی کو زبردستی ان کے مقابل کر دیا۔ اس سے پیشتر حکیم صاحب بہت لافیں مار چکے تھے کہ ہم نے مصر سے منطق کی ایک نئی کتاب منگوائی ہے۔ جس میں منطقیوں کی متعدد تھیوریاں غلط اور باطل ثابت کی گئی ہیں اور اس سلسلہ گفتگو میں وہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ہاتھ صاف کر گئے تھے۔ روحی صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے منطق کو باطل کہا ہے۔ کیا ساری منطق باطل ہے یا اس کے کوئی خاص قواعد یا اس کا کوئی حصہ؟ حکیم نورالدین نے کہا یہ بتانا تو مشکل ہے کہ منطق کا کتنا حصہ باطل اور کتنا صحیح ہے۔ مولانا اصغر علی نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں بتلا سکتے تو ممکن ہے کہ آپ اثنائے گفتگو میں کسی سوال کے جواب میں کہہ دیں کہ یہ غلط اصول پر مبنی ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ اس لئے جب تک یہ مسئلہ صاف نہ ہو جائے کہ آپ کون کون سے اصول مانتے ہیں اور کون کون سے نہیں مانتے۔ اس وقت تک گفتگو بیکار ہے۔ حکیم صاحب لاجواب ہو گئے اور سوچنے لگے۔ ان ایام میں مولانا روحی کی رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا تھا۔ جب دیکھا کہ حکیم صاحب کے منہ پر بالکل مہر سکوت لگ گئی تو جوش میں آ کر کہنے لگے۔ اسی برتے پر آپ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کر دیا تھا۔ یہی آپ کی استعداد ہے؟ آپ کو تو مڈل والے لڑکوں کے برابر بھی لیاقت نہیں۔ یہ سن کر مولوی محرم علی چشتی اور فقیر جلال الدین کہنے لگے۔ نہیں مولوی صاحب جانے دیجئے ایسا نہیں ہے۔ چونکہ نماز عصر کا وقت قریب تھا۔ یہ لوگ کہنے لگے اچھا کسی دوسرے موقع پر گفتگو ہوگی۔ مولانا روحی چلے آئے اور یہ خبر بجلی کی رو کی طرح شہر میں پھیل گئی کہ روحی صاحب نے حکیم نورالدین کو بچھاڑ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ حکیم نورالدین حویلی کابلی مل میں آ کر اقامت پذیر ہوئے۔ صوفی غلام محی الدین وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور اور مولوی زین العابدین مذکور روحی صاحب کے مکان پر گئے اور کہا کہ حکیم نورالدین آئے ہوئے ہیں۔ آپ چل کر مرزا کے دعاوی کے متعلق ان سے گفتگو کیجئے۔ روحی صاحب نے کہا: اغلب ہے کہ حکیم صاحب گفتگو پر راضی نہیں ہوں گے۔ مولانا روحی نے ان کے کہنے پر حکیم صاحب کو رقعہ لکھا کہ مرزا کے دعاوی باطلہ کے متعلق میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ میرے پیر کی توہین کرتے ہیں اس لئے میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے بعد شاید ۱۹۱۵ء میں حکیم صاحب لاہور آئے۔ روحی صاحب کے ایک شاگرد نے کہا کہ حکیم نورالدین آئے ہوئے

ہیں۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا چاہیں تو میں جا کر دریافت کروں؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں جا کر پوچھو۔ وہ گیا اور قاضی ظہور الدین اکمل مرزائی متوطن گولیکی سے جا کر اس خواہش کا اظہار کیا۔ قاضی ظہور الدین کہنے لگے واقعی مولوی اصغر علی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں؟ شاگرد نے کہا ہاں واقعی چاہتے ہیں۔ قاضی ظہور الدین نے حکیم صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم کسی مولوی سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اصغر علی ہو یا کوئی اور، اس وقت بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ نے جو کئی سال تک مرزائی بلکہ مرزا کے خاص حواری رہ کر تائب ہوئے تھے۔ مرزا قادیانی کے رد میں ایک رسالہ چھپوایا تھا اور وہ شہر بھر میں مفت تقسیم کرا رہے تھے۔‘‘

(الکاویہ علی الغاویہ ج۱ ص۸۴، ۸۵)

۴...... اسی طرح مولانا محمد عالم آسی امرتسری اپنی کتاب

بعنوان ’’بارھواں مقابلہ ۱۹۰۲ء جنگ غیب دانی‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’جب مرزائیوں کو مدّ میں شکست فاش ہوئی تو مرزا قادیانی کو بڑا طیش آیا اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کر دی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے۔ جن میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب روحی وغیرہ کو کوسنا شروع کر دیا...... یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے۔ مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدے سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزوں نہ ہوگا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی نے اپنی ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظر انداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔‘‘

پھر اسی کتاب میں آسی صاحب نے میرزا صاحب کے قصیدۂ اعجازیہ سے ۱۲۲ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کی غلطیاں نکالی ہیں۔ ان اشعار میں شعر نمبر۹ میں تین بزرگوں کا نام آتا ہے۔ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، قاضی ظفر الدین مرحوم اور مولانا اصغر علی روحی مرحوم۔ وہ شعر یہ ہے۔

فکر بجهد کـ خمس عشرة لیلة فناں حسینا او ظفرًا او اصغرا

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفین کو اپنی مختلف تحریروں کے ذریعے خوب کوستے اور گالیاں تک بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب انجام آتھم میں لکھتے ہیں: ’’اب ہم ان مولوی

صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں۔ وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں: مولوی نذیر حسین دہلوی، شیخ محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالحق حقانی مفسر دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی اصغر علی لاہوری، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی عبداللہ ٹونکی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی دلدار علی الوری۔ یہ کل ۵۸ نام ہیں جن میں مولانا روحی کا نام نمبر ۱۹ پر ہے۔ اس کے بعد سجادہ نشینوں کے ۴۸ نام ہیں جن میں ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ، صادق علی صاحب گدی نشین دتر چھتر، مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد ایک خط شروع ہوتا ہے جو (انجام آتھم ص۷۳ تا۲۶۶) پر شائع ہوا۔ جو عربی میں ہے اور اس کے نیچے بین السطور فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس خط کا عنوان یہ ہے: ''المکتوب الیٰ علماء الهند ومشائخ هذه البلاد وغيرها من البلاد الاسلاميه '' اس کے بعد ایک ہمزیہ قصیدہ ہے۔ اس خط میں ''تسعة رهط من الاشرار '' کے زیر عنوان بعض علماء کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱..... الرسل بابا امرتسری (مولوی غلام رسول)
۲..... مولوی اصغر علی لاہوری
۳..... مولوی محمد حسین بٹالوی
۴..... مولوی نذیر حسین
۵..... مولوی عبدالحق دہلوی
۶..... مولوی عبداللہ ٹونکی
۷..... مولوی احمد علی سہارنپوری
۸..... مولوی سلطان الدین جے پوری
۹..... مولوی احمد حسن امروہی
۱۰..... مولوی رشید احمد گنگوہی
۱۱..... شیخ اللہ بخش تونسوی
۱۲..... شیخ غلام نظام الدین تونسوی

مولوی رسل بابا پر دو صفحے (انجام آتھم ص۲۳۶، ۲۳۷)، مولوی اصغر علی پر تین صفحے (انجام آتھم ص۲۳۸ تا ۲۴۰)، مولوی محمد حسین پر ساڑھے دس صفحے (انجام آتھم ص۲۴۱ تا ۲۵۱) اس کے بعد باقیوں پر ایک ایک یا دو دو سطریں دی گئی ہیں۔'' (ملاحظہ ہو انجام آتھم ص۲۴۱ تا ۲۵۲)

اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے مولانا اصغر علی روحی کے متعلق جو بدکلامی کی وہ اس کی کتاب (انجام آتھم ص۲۳۸ تا ۲۴۰) پر موجود ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور جن نو آدمیوں کی طرف

میں نے اشارہ کیا تھا ان میں سے ایک حقیر وذلیل وہ آدمی ہے جس کا نام اصغر علی ہے اور وہ اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے اور مجھ پر افتراء وترک حیاء کی بناء پر عیب لگاتا ہے اور بھری مجالس ومحافل میں مجھ پر گالم گلوچ کرتا ہے۔ سوعنقریب اسے پتہ چل جائے گا کہ (مجھے) کس طرح حقیر لوگوں میں شمار کرلیا گیا ہے۔ وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے۔ ایک قدم بھی تقویٰ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ خواہشات کی مہروں کو توڑ دے۔ اگر چہ وہ گناہوں سے کیوں نہ ٹوٹیں اور لذتوں کے پھلوں کو چن لے۔ اگر چہ حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کر کے انہیں چنا جائے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے رفقاء اس کے پاس جمع رہتے ہیں اور منافقوں کی صحبت سے تو نفاق ہی بڑھتا ہے اور گھٹیا طبیعتوں میں اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ چغل خوری میں اپنے بھائیوں سے آگے نکل گیا ہے اور جس حربہ کے اختیار کرنے سے اس کا شیطان دور ہوسکتا ہے۔ میں نے یہ اختیار کیا کہ اس کا امتحان لوں، سو میں اس کی طرف محاربہ کے متلاشی کی طرح متوجہ ہوا تا کہ جاہل اور فاضل (عالم) کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور لڑائی کے لئے مجھے وہ خود بلا رہا ہے۔ لہٰذا آج اس کی آرزو کو پورا کرنے کے لئے ہم اسے خوش کرتے ہیں۔ جب کہ چند سال قبل بھی میں نے اسے اپنا مخاطب بنایا تھا۔ تا کہ اس کے دل پر آئے ہوئے بادل کو ہٹا دوں۔ سو میں نے اسے کہا کہ میرے پاس ایسے آ، جیسے پانی اور گھاس کا متلاشی (جانور) ہوتا ہے اور ہمارے دسترخوان سے نفع اٹھا، پھر ہم نے اگر تجھے تھوڑے سے برسنے والے بادل کی طرح پایا، یا تجھ سے قوت لا یموت جتنی بھی بلاغت ثابت ہوئی تو ہم تجھ پر اور تیرے حسن بیان پر یقین کرلیں گے اور ایمان لے آئیں گے اور تیری عالی شان صفات ہم شائع کر کے پھیلا دیں گے۔ اس (تمام تر تقریر) کے بعد اب تیرے لئے جائز ہے کہ تو ہماری اور ہماری تحریر کی غلطیوں پر گرفت کرے۔ جیسا کہ آپ ہمیں جاہل اور غافل سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم تجھے فصیح زبان کا مالک، اور عربی گفتگو میں یکتا سمجھتے ہیں۔ تبھی آپ کے لئے نکتہ چینی کی اجازت ہے۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اجازت نہیں۔ لہٰذا تو ہی مجھ پر اور میری تحریر پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کرسکتا ہے۔ اگر تو نے ایسا کیا (یعنی میرے عیوب اور میری تحریر کی غلطیاں نکالے گا) تو تجھے لوگوں کے مابین فاضل اور ادیب سمجھ کر تیری تعریف کی جائے گی۔ لیکن آپ یہ عیب جوئی تب کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنا علم اور اپنی برتری تو ثابت کریں۔ لہٰذا یہ کمینے آدمی کا لباس ہوسکتا ہے جو حیاء سے نکل جاتا ہے اور نابینا کی عادت ہے کہ روشنی کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ روشن دن کو بھی تاریک سمجھتا ہے اور بہت بڑی بارش کو بے پانی کا بادل شمار کرتا ہے۔ اگر تو اس میدان کے لوگوں میں سے ہے اور اس گھر کے خاص لوگوں میں سے ہے تو ہم پر نکتہ

چینی کرنے سے پہلے اپنی انشاء پردازی کا کمال دکھا اور اس جیسی کتاب لے آ۔ پھر میرے اور اپنے درمیان کوئی بہت بڑا عقلمند آدمی منصف مقرر کر، پھر اگر وہ منصف تیرے کمال اور تیرے حسن بیان پر گواہی دے دے اور یقین کرائے کہ واقعی تیرا کلام میرے کلام سے عمدہ ہے اور تو اپنا نظام میرے نظام سے اچھا ثابت کر دکھائے تو پھر اس کے بعد تجھے اختیار ہوگا کہ تو میرے کلام کی حقیقت کو ایک بے کار نعل سمجھے اور بتلائے اور میرے خالص سونے کو کھوٹا سمجھے اور تجھے اختیار ہوگا کہ میرے چمکدار موتی کو رات کی تاریکی کی طرح تصور کرے اور میرے واضح بیان کو مٹے ہوئے راستے کی طرح خیال کرے اور میری لغزشوں کو کائنات عالم میں پھیلا وے اور اگر اس طرح نہ کر سکا اور ہرگز نہیں کر سکے گا تو پھر لعنت کرنے والوں کی لعنت سے ڈر۔

خبردار رہ! مجھ پر کمینے جنگجو کی طرح عیب مت لگا...... اگر تو میرے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو میدان جنگ میں نکل آ۔

اور بے شک تو مجھے تحقیر کرنے والے کی طرح یاد کرتا رہتا ہے...... اور ہر وقت ستانے والے کی طرح تو میری عیب گیری کرتا رہتا ہے۔

اور ہم تمام وہ باتیں سن لیتے ہیں جو تو ازراہ تکبر بیان کرتا ہے...... کیا تو میرے سبزہ کو خشک گھاس کی طرح گمان کرتا ہے۔

اور میں نہیں چاہتا کہ تو مجھ پر حملہ کرے لیکن تو نے مجھے خود دعوت دی...... اور پتہ چلا کہ تو تو مجھ پر گرم سوئی جھونے والے کی طرح عیب گیری کرتا ہے۔

اور اے تکبر کے بیٹے اس معاملہ میں جو تو حد سے گذر گیا کوئی نیکی نہیں...... اور میرا خدا کمینے جنگ کرنے والے کو اندھا کر دیتا ہے۔

بس ہلاک کرنے والے نفس کو مضبوط پکڑ...... اور ان اندھا پن کی راہوں سے بچے جو ایک چیز کے جدا ہونے کی طرح اچانک تجھے پکڑے گی۔

بس گمراہی کے راستے کو اختیار مت کر...... اور اس مصیبت سے جو تجھ پر آنے والی ہے غمگین ہو اور پختہ دل سے توبہ کر۔"

(ترجمہ: عربی عبارت از قلم مرزا قادیانی مندرجہ انجام آتھم ص ۲۳۸ تا ۲۴۰، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

کتاب (انجام آتھم ص ۱۶۳، ۱۶۴) پر یہ عبارت پائی جاتی ہے: "فان یبق احد منکم سالما الیٰ سنة فاقربانی کاذب واجیئکم بعجز وتوبة واحرق کتبی واشیح هذا الأمر بخلوص نیة واحسب

الکم من الصادقین "

"پھر اگر تم میں سے کوئی ایک بھی ایک سال تک زندہ رہ گیا تو میں اقرار کرلوں گا کہ میں جھوٹا ہوں اور میں عاجزی وتوبہ لے کر تمہارے سامنے آجاؤں گا اور اپنی تمام کتابیں جلاڈالوں گا اور اس فیصلہ کو خلوص نیت کے ساتھ میں شائع کردوں گا اور میں یقیناً سمجھوں گا کہ تم سچے ہو۔"

مولانا اصغر علی روحی ایسے بزرگ رہنما، عالم ربانی اور فاضل اجل علامہ کے خلاف جو بدزبانی وبدکلامی مرزا قادیانی نے کی اس کا آپ مطالعہ کرچکے۔ مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ (اعجاز احمدی ص۴۹، ۸۶، خزائن ج۱۹ ص۱۶۰، ص۱۹۹) پر بھی مولانا اصغر علی کو بھی اپنے قصیدہ کے مقابلہ قصیدہ لکھنے کا چیلنج دیا۔ مولانا اصغر علی روحی نے قلم اٹھایا اور ارتجالاً ایک سوسات اشعار پر مشتمل قصیدہ بعنوان "وقال فی بعض المتنبئین " لکھ دیا۔

جناب رانا محمد ذوالفقار صاحب نے اپنے پی.ڈی کے مقالہ کی ج۲ ص۳۵۷ تا۳۶۱ تک اس قصیدہ کو جمع کردیا ہے۔ یہاں پر پہنچ کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما ونائب امیر اور حضرت قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل، حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی اور بے تحاشا یاد آرہے ہیں۔ آپ نے اس مقالہ کی مکمل فوٹو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی لائبریری کے لئے عنایت فرمائی اور پھر فقیر کی درخواست پر اس قصیدہ کا ترجمہ حضرت ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے کرا کر ارسال فرمایا۔ سالہا سال سے یہ قصیدہ اور اس کے ترجمہ کے کاغذات رکھے رہے۔ "قصیدہ رائیہ" مولانا ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی تلاش تھی۔ وہ ملا تو، اب استاذ (حضرت مولانا قاضی ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ) اور شاگرد (حضرت مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ) کے قصیدوں کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں شائع کرنے کی سعادت سے سرفراز ہورہے ہیں۔ فلحمدللہ تعالیٰ اولاً وآخراً!

(۲۰۲)

اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۳۰۹ھ ...... وفات:۱۳۹۶ھ)

مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں شمار ہوتے

تھے۔آپ نے تحریک ختم نبوت میں عملاً کام کیا۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور مشرقی پاکستان کے علماء کے قائد رہے۔اکابرین کے ساتھ ردقادیانیت کے لئے تقریر وتحریر کے ذریعے خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس سے قبل علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص کی حیثیت سے دیگر اکابرین مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا بدرعالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ قادیانیت کے خلاف تبلیغی دورے فرماتے رہے۔

(۲۰۳)

اظہار الحق ایڈووکیٹ، جناب

لاہور ہائیکورٹ کے وکیل جناب اظہار الحق صاحب تھے جو۱۹۷۴ء سے۱۹۸۴ء تک ختم نبوت کے سلسلہ میں کیسوں کے لئے بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔خوب بہادر اور بااصول آدمی تھے۔

(۲۰۴)

اعجاز دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا محمد

لاہوری مرزائیوں کے رد میں مولانا محمد اعجاز دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو بعد میں جامع مسجد صدر بازار راولپنڈی کے خطیب بنے۔آپ نے رسالہ ''لاہوری ظلی نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی'' کو۱۴؍مارچ ۱۹۳۳ء کو شائع کیا جو بہت علمی دستاویز ہے اور احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۰۵)

اعظم گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد اعظم گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ نے رسالہ مرتب کیا جس کا نام ''ختم نبوت'' ہے۔اس میں ختم نبوت کے دلائل قرآن وسنت سے بیان کئے گئے ہیں۔آخر میں عقیدۂ ختم نبوت کے بارہ میں مرزا قادیانی کے مؤقف کا ابطال کیا گیا ہے۔یہ رسالہ سب سے پہلے فروری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔اب اٹھاون سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں محفوظ کیا گیا ہے۔

(۲۰۶)

افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ (بھیرہ)، مولانا

(پیدائش:۱۹۱۹ء ...... وفات: دسمبر ۱۹۷۵ء)

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم وچراغ اور آپ کے بھتیجے حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار احمد بگوی نے اپنے بڑوں کے نام اور کام کو زندہ رکھا۔ ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے ''ماہنامہ شمس الاسلام'' بھیرہ کی دو اشاعتوں کو اکٹھا کر کے ایک خاص اشاعت ''ختم نبوت نمبر'' کے نام پر شائع کیا۔ مولانا افتخار احمد علمی و رحانی شخصیت کا رکن تحریک پاکستان و کارکن تحریک ۱۹۵۳ء/۱۹۷۴ء تھے۔ اس نمبر کو احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۲۰۷)

افتخار الحسن زیدی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، صاحبزادہ سید

(وفات: ۱۵ر جولائی ۱۹۹۲ء)

مولانا صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی مرحوم طارق آباد، فیصل آباد کے رہائشی تھے۔ بڑے ہی چوٹی کے خطیب تھے۔ وہ اپنے انداز کے خود بانی تھے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر تشریف لاتے۔ رات کے بھرپور اجلاس میں آپ کا اکثر آخری بیان ہوتا۔ ان کے خطاب کو عوام شرکاء میں بھرپور پذیرائی ملتی۔ بات کرنا اور لوگوں کے ذہن میں اپنی بات کو اتارنے کا انہیں فن آتا تھا۔ حق تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت جہاں کہیں ختم نبوت کانفرنس کے لئے دعوت دیتی وہ تشریف لاتے۔ حق تعالیٰ نے انہیں خوبیوں کا مرقعہ بنایا تھا اور ان کی تمام خوبیاں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف تھیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ایک قافلہ کی قیادت فرماتے ہوئے کراچی جا کر گرفتاری دی اور سال بھر سنت یوسفی کو زندہ کیا۔

دنیا جاتی ہے کہ پنجاب کے معروف گورنر ملک امیر محمد خان کی عقربی مونچھیں تھیں۔ سید افتخار الحسن زیدی نے اپنے بیان میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''گورنر کی مونچھوں سے بغاوت ہوسکتی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہوسکتی۔'' اس ایک جملہ سے اندازہ فرمائیں کہ وہ کتنے قادر الکلام خطیب تھے کہ کیا کچھ فرما گئے؟

(۲۰۸)

افضل چیمہ رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، جناب

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران میں جناب افضل چیمہ وفاقی سیکرٹری قانون تھے۔ اصلاً گوجرہ کے رہائشی تھے۔ ہائیکورٹ کے جج رہے۔ پھر لاء سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ہمارے حضرات کے جب قادیانی مسئلہ پر جناب بھٹو صاحب سے مذاکرات ہوئے تو یہ بھی حکومتی پارٹی کی مذاکراتی ٹیم کا حصہ تھے۔

(۲۰۹)

افضل حق رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، چوہدری

(وفات: ۸؍جنوری ۱۹۴۲ء)

کل ہند مجلس احرار اسلام کے بیدار مغز قائد جناب چوہدری افضل حق کو قدرت نے زرخیز دماغ کی نعمت سے نوازا تھا۔ وہ بہت دوررس سوچ وفکر کے حامل تھے۔ اپنے زمانہ میں برطانوی سامراج کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ برصغیر کے حالات کی نبض پر ان کا ہاتھ ہوتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے بہت بڑے خیر خواہ تھے۔ ان کی ساری زندگی فقر وفاقہ کی علامت تھی۔ وہ اس خطہ میں فقر ابوذر رضی اللہ عنہ کے وارث تھے۔ اس کے باوجود ان جیسے عبقری بھی چشم فلک نے بہت کم دیکھے ہوں گے۔ بیچ منجدھار وہ سیدھا تیرنے کے خوگر تھے۔ ان خوبیوں نے انہیں ملک وملت کا بے مثال لیڈر بنادیا تھا۔ ان کا وجود حق وسچ کی دلیل تھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت اور چوہدری افضل حق کے فکر رسا کا نام مجلس احرار اسلام تھا۔ قدرت نے انہیں جہاں خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہاں دیگر خوبیوں کی طرح تحریر کے سلسلہ میں قدرت نے بڑی فیاضی سے حصہ نصیب فرمایا تھا۔ وہ اپنے وقت کے صاحب

طرز ادیب تھے۔ رحمت عالم ﷺ کی سیرت پر آپ نے ''محبوب خدا'' کے عنوان سے کتاب تحریر کی۔ جو اردو ادب کا شاہکار ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''تاریخ احرار'' ہے۔ اس اچھوتی تحریر پر مشتمل کتاب نے پورے ملک سے خراج تحسین وصول کیا۔ ہمارے مخدوم زادہ مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری ؒ نے عرصہ ہوا اسے دیدہ زیب طباعت سے دلنواز کیا تھا۔ ''حضرت حافظ جی مرحوم'' کے زمانہ میں گرانقدر پمفلٹ وکتب، احرار کے شعبہ نشر واشاعت نے شائع کئے۔ اگر اس تسلسل کو برقرار رکھا جاتا تو جماعتی لٹریچر میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔ بہرحال اللہ رب العزت جس سے جو چاہے کام لے۔ اس کی اپنی حکمتیں ہیں۔ ان کی حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

کل کی بات ہے ہمارے حضرت مخدوم گرامی حافظ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری ؒ نے اپنے والد گرامی سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کی سوانح قلم بند کی۔ اتنے ذوق وشوق، محنت ولگن سے کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ اس کتاب نے میری کمر کو دھرا کر دیا ہے۔ لیکن حضرت مرحوم کے ساتھ حادثہ ہوا کہ کسی نے ان کا مسودہ ہی چوری کر لیا۔ اس حادثہ نے حضرت حافظ جی ؒ کے جگر کو چھلنی کر دیا۔ اس صدمہ نے اندر اندر سے انہیں ایسا گھائل کیا کہ وہ چارپائی سے لگ گئے۔ اس حادثہ پر انہوں نے اپنے رسالہ الاحرار میں جو نوٹ تحریر کئے۔ وہ اردو ادب میں مسودوں کے گم ہونے کا نثری مرثیہ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ عرصہ ہوا کہ اس مسودہ کے ملنے اور نہ ملنے کی متضاد خبروں نے گشت جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نظر کرم سے اس چور کو ہدایت دے دیں کہ وہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کر کے محترم جناب سید محمد معاویہ بخاری کو وہ مسودہ واپس کر دیں تو حضرت مرحوم کی روح پرفتوح کو مزید سکون مل جائے۔ دیکھئے! میری دیوانگی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ جناب! چوہدری افضل حق مرحوم نے ردقادیانیت پر تین مضمون تحریر فرمائے:

۱...... ''فتنہ قادیان'' جو تاریخ احرار کتاب کا ایک باب ہے۔

۲...... ''تکمیل دین اور ختم رسالت'' یہ پمفلٹ کی شکل میں مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری ؒ نے بخاری اکیڈمی ملتان کی طرف سے شائع کیا تھا۔

۳...... ''میٹھی چھری، مرزائی بدعقلی اور حماقت کی انتہاء'' جسے جناب مولانا ایم۔ ایس خالد وزیرآبادی نے اپنی کتاب تصویر مرزا میں شائع کیا تھا۔ جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۳ کے ص ۲۸۰ تا ۲۸۵ میں کتاب ''تصویر مرزا'' کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

یوں حضرت چوہدری افضل حق مرحوم کے تین رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت بہرہ ور ہوئے۔ فلحمدللہ!

(۲۱۰)

اقبال اظہری (شجاع آباد)، مولانا محمد

شجاع آباد بریلوی مکتب کے مولانا خدا بخش اظہر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے صاحبزادہ مولانا محمد اقبال اظہری ہیں جو جمعیۃ علماء پاکستان نورانی گروپ میں ممتاز خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے عہدیدار رہے۔ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف کئی چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تحریر کئے۔ قادیانی کفریات، مرزا قادیانی کی کہانی، قادیانی مسئلہ وغیرہ۔

(۲۱۱)

اقبال بٹ، جناب خواجہ محمد

آزاد کشمیر اسمبلی میں ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ جناب آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایڈیٹر ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور نے حکومت آزاد کشمیر کو اس قرارداد کے منظور کرنے پر مبارک باد دی۔ جناب خواجہ محمد اقبال بٹ اس وقت آزاد کشمیر حکومت کے وزیر قانون تھے۔ انہوں نے آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو ذیل کا جواب خط لکھا:

محترمی و مکرمی مدیر صاحب ''چٹان''

السلام علیکم! آزاد کشمیر میں مرزائیت کی بندش اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارہ میں آپ نے جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے اس سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے رسول پاک ﷺ کے صدقے اس حوصلہ افزائی کی جزا دے۔ پاکستان اسلام کی قدریں بحال کرنے اور ان اسلامی قدروں کو زندگی کے ہر شعبہ پر محیط کرنے کی خاطر معرض وجود میں آیا تھا۔ آزاد کشمیر کی موجودہ مسلم کانفرنس کی تشکیل کردہ عوامی حکومت نے ان اسلامی قدروں کو آزاد کشمیر کے چھوٹے سے خطہ میں بحال کرنے کی بھرپور کوشش جاری کردی ہے۔ اس میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی نظام کا اجراء شامل ہیں۔ ہم رات دن اس کوشش میں مصروف ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر اپنی ساری قوم کو ساتھ لے کر چل پڑیں۔ لیکن سرزمین پاک کے بااثر طبقہ کو ہمارے خلاف یہ شکایت ہے کہ ؎

اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

برادرم محترم اس کا علاج یا تدارک آپ ہی کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے، یہ موجودہ حکومت کیا، ایسی ہزاروں حکومتیں ہم رسول پاک ﷺ کی ناموس محترم پر ایک ٹھوکر سے قربان کر سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے تشفی رکھیں کہ اس مقدس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہم آخری سانس تک اپنا عمل جاری رکھیں گے۔ امید اور توقع ہے کہ تمام احباب کو میرا مذکورہ بالا پیغام آپ پہنچائیں گے اور عامتہ المسلمین کو بھی آزاد کشمیر کی موجودہ حقیری کوشش سے باخبر رکھیں گے۔

والسلام!

آپ کا خیر اندیش

(خواجہ محمد اقبال بٹ، وزیر قانون آزاد کشمیر)

چٹان لاہور، مورخہ ۱۵/جون ۱۹۷۳ء

(۲۱۲)

اقبال لودھی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، جناب محمد

مصنف پولیس میں ملازم تھے۔ انہوں نے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو حکومتی دوائر میں دیکھا تو تڑپ گئے۔ اسی جذبہ سے ”عقیدہ ختم نبوت“ کتاب لکھی جس میں متعدد مباحث ہیں۔ موصوف نے اپنی پنشن کی تمام تر رقم اس کتاب کو شائع کرنے پر صرف کر دی۔ کتاب کے آخر میں ان کی ایک اور تصنیف مرزائیت کا تجزیہ بھی ساتھ ہی شامل ہے۔ یہ دونوں کتابیں پونے آٹھ سو صفحات پر محیط ہیں۔ اچھی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ کام کرنے والوں کی نیت کو جانتے اور دیکھتے ہیں۔ موصوف کی نجات وشفاعت کے لئے یہ کتاب کافی ہے۔

(۲۱۳)

اقبال مرحوم، جناب علامہ ڈاکٹر محمد

(پیدائش: ۱۸۷۶ء ...... وفات: ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء)

مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قادیانیت کے حوالہ سے احتساب قادیانیت میں متعدد رسائل شامل ہو گئے۔ البتہ یہاں علامہ اقبال کے صاحبزادہ جناب جاوید اقبال نے ”زندہ رود“ کے ص ۸۸۳ سے ۸۸۷ باب: ۲۰ پر علامہ اقبال اور قادیانیت کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اور اسی طرح انہی ایام میں احمدیت کی تردید میں اپنا پہلا انگریزی بیان بعنوان ''قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان'' تحریر کیا۔ یہ بیان برصغیر کے مختلف انگریزی اخباروں مثلاً ایسٹرن ٹائمز، ٹریبیون، سٹار آف انڈیا کلکتہ، دکن ٹائمز وغیرہ میں شائع ہوا۔ علاوہ اس کے اردو اخباروں میں اس کا ترجمہ بھی چھپا۔ ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء کو اسٹیٹس مین نے اسے شائع کیا اور ساتھ اس پر لیڈنگ آرٹیکل بھی لکھا۔

''قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان'' میں مختصراً اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر استوار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو جو اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان جو اس کا مؤقف قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں، تو قدرتی طور پر ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے استحکام کے لئے ایک خطرہ قرار دے گا اور یہ بات اس لئے بھی جائز ہوگی کہ مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا، ان میں ایک بہائیت ہے اور دوسری قادیانیت۔ بہائیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے اعلانیہ علیحدگی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم ظواہر کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے بیان کے مطابق ''بروز، حلول اور ظل'' کی اصطلاحات مسلم ایران میں اسلام سے منحرف تحریکوں نے اختراع کیں اور ''مسیح موعود'' کی اصطلاح بھی مسلم دینی شعور کی تخلیق نہیں ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حکاموں کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیں۔

(بیان کے انگریزی متن کے لئے دیکھئے اقبال کی تقریریں اور بیانات مرتبہ اے. آر طارق ص ۹۱ تا ۹۸)

اس بیان پر احمدی اخباروں نے کئی اعتراض کئے اور اقبال پر مختلف قسم کے الزام لگائے۔ ہفتہ وار ''لائیٹ'' کے نمائندے نے ان کی توجہ ایک اور احمدی ہفتہ وار ''سن رائز'' کی طرف مبذول کراتے ہوئے سوال کیا کہ اس اخبار کے مطابق انہوں نے اپنے کسی گزشتہ خطبے میں احمدیت کے متعلق مختلف رائے کا اظہار کیا تھا۔ سوال کے اب کے بیان اور اس خطبہ میں تناقض کیوں ہے۔ اقبال کا جواب تھا کہ وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ اب سے ربع صدی پیشتر انہیں اس تحریک سے اچھے نتائج کی توقع تھی۔ لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں ظاہر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اپنے مکمل اظہار کے لئے کئی عشرے لیتی ہے۔ اس تحریک کے دو

گروہوں کے درمیان اندرونی اختلافات بھی اس حقیقت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ جولوگ بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے، انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ آگے چل کر تحریک نے کیا صورت اختیار کرنی ہے۔ درخت کو جڑ سے نہیں، اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس اگر ان کے رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل لے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر ہی اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔ (ایضاً ص ۹۹ تا ۱۰۴)

اقبال نے اسٹیٹس مین کے لیڈنگ آرٹیکل میں اپنے بیان پر تبصرہ کا جواب ایک خط کے ذریعہ دیا جو ۱۰ ارجون ۱۹۳۵ء کو اسٹیٹس مین میں شائع ہوا۔ جواب کے اہم نکات یہ تھے۔ اوّل: یہ کہ برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے کسی رسمی عرض داشت کی وصولی کا انتظار کئے بغیر انگریزی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں اور احمدیوں کے عقائد میں بنیادی اختلاف کا انتظامی طور پر نوٹس لے۔ جیسے کہ سکھوں کو ۱۹۱۹ء تک انتظامی اعتبار سے ایک علیحدہ سیاسی یونٹ نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر بعد میں بغیر ان کی طرف سے کسی عرض داشت کی وصولی کے انہیں ایسا تصور کیا گیا، باوجود اس کے کہ ہائیکورٹ لاہور کے فیصلہ کی رو سے سکھ کوئی علیحدہ مذہبی فرقہ نہیں بلکہ ہندو تھے۔ دوم: یہ کہ احمدیوں کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے یا تو بہائیوں کی طرح مسلمانوں سے اپنے آپ کو خود مذہباً الگ کرلیں یا مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اپنی تمام تاویلات مسترد کر کے اسلامی مؤقف قبول کریں۔ آخر دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے ان کا اسلام کے منافی تاویلات اپنانے میں اور کیا مقصد ہوسکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ سوم: یہ کہ (اور یہ نکتہ خصوصی اہمیت رکھتا تھا) احمدیوں کو علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دینے میں اگر انگریزی حکومت نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانان برصغیر یہ شک کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ انگریزی حکومت جان بوجھ کر اس مذہبی فرقہ کو اس وقت تک مسلمانوں سے الگ نہ کرے گی۔ جب تک کہ احمدیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ فی الحال احمدی اپنی تعداد میں کمی کے سبب پنجاب میں سیاسی طور پر مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے علاوہ ایک چوتھا مذہبی فرقہ بن سکنے کے قابل نہ تھے۔ لیکن اگر ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو وہ پنجاب میں مسلمانوں کی تھوڑی سی اکثریت کو صوبائی لیجسلیچر میں شدید نقصان پہنچا سکتے تھے۔ پس اگر انگریزی حکومت ۱۹۱۹ء میں سکھوں سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کئے بغیر انہیں ہندوؤں سے الگ مذہبی فرقہ تسلیم کرسکتی ہے تو اس ضمن میں اسے احمدیوں کی طرف سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کیوں ہے۔

(ایضاً ص ۱۰۵ تا ۱۰۸)

پندرہ روزہ اخبار ''اسلام'' کے نمائندے نے اقبال کی توجہ مرزا بشیر الدین محمود کے ایک خطبہ جمعہ کی طرف دلائی جس میں ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ انگریزی حکومت سے احمدیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جیسے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ اقبال نے اپنے جواب مورخہ ۲۲ر جون ۱۹۳۵ء میں جو اس اخبار میں شائع ہوا، واضح کیا کہ ان کے گزشتہ بیان میں ایسا کوئی فقرہ موجود نہ تھا۔ البتہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انگریزی حکومت میں مسلمانوں کو اتنی آزادی بھی حاصل نہیں جتنی یہود کو رومی سلطنت میں حاصل تھی۔ کیونکہ رومی اس بات کے پابند تھے کہ یہود کی مجلس امور مذہبی میں جو فیصلہ ہوگا وہ دیکھیں گے کہ اس کی تعمیل قطعی طور پر ہو جاتی ہے۔

(اقبال کی تقریریں وتحریریں اور بیانات مرتبہ لطیف احمد شیروانی موِنگیری ص ۱۷۴ تا ۱۷۶)

''طلوع اسلام'' بابت اکتوبر ۱۹۳۵ء میں نذیر نیازی نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اقبال کی بعض تحریروں کے اقتباسات پیش کئے جس میں انہوں نے نبوت کے دو اجزاء پر بحث کی تھی۔ یعنی نبوت روحانیت کے ایک خاص مقام کی حیثیت سے اور نبوت ایک ایسے ادارہ کی حیثیت سے جو نئی اخلاقی فضا تخلیق کر کے انسانوں میں سیاسی اور معاشرتی تغیر کا سبب بنے۔ بقول اقبال اگر دونوں اجزاء موجود ہوں تو وہ نبوت ہوگی اور اگر صرف پہلا جزو موجود ہو تو تصوف یا ولایت۔ اقبال نے تحریر کیا۔ (انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار ص ۴۵، ۴۶)

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔

بالآخر احمدیوں کی حمایت میں پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اس بحث میں کود پڑے اور انہوں نے اپنے تین انگریزی مضامین بعنوان ''اتحاد اسلام، اقبال کے مضمون پر تبصرہ'' میں جو کلکتہ کے رسالے ماڈرن ریویو میں نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئے اقبال کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اقبال نے ان کے مضامین کا ایک نہایت جامع جواب بعنوان ''اسلام اور احمدیت'' تحریر کیا جو اسلام مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ اس طویل جوابی مضمون میں بھی جو کئی بار چھپ چکا ہے انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے مؤقف کی وضاحت کی۔ نیز ثابت کیا کہ مسلمانوں کے تنزل کا اصل سبب ملائیت، تصوف اور مطلق العنان سلطنت ایسی منفی قوتیں تھیں۔ پھر جدید ترکی میں سیکولر قسم کی اصلاحات کی مدافعت میں تحریر کیا کہ وہ اسلام کے منافی

نہیں ہیں۔ آخر میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے اس ریمارک کہ ان کے خیال میں سر آغا خان ہی کی ایک تقریر کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی تھی کہ تم سب مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ ہی رہ سکتے ہو۔ لہٰذا اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھو۔ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مساجد میں نماز ادا کرو۔ روزے باقاعدہ رکھو۔ اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق شادیاں کرو اور سب مسلمانوں کو اپنے بھائی سمجھو۔ اس مضمون کا پورا احاطہ کر سکنا تو یہاں ممکن نہیں۔ لیکن اقبال کا درج ذیل نکتہ یقیناً خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ (اسلام اور احمدیت کے انگریزی متن کے لئے دیکھئے اقبال کی تقریریں اور تحریریں و بیانات مرتبہ لطیف احمد شیروانی انگریزی ص ۱۷۶ تا ۱۹۹، اقتباس ص ۱۷۷ سے لیا گیا ہے)

''ظاہر ہے ایک ہندوستانی قوم پرست (یعنی پنڈت نہرو) جس کے سیاسی آئیڈیلزم نے اس کی حقیقت کو پرکھنے کی حس کا خاتمہ کر رکھا ہے۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کے دل میں حق خود ارادیت کا جذبہ پیدا ہو۔ میرے نزدیک اس کی یہ سوچ غلط ہے کہ ہندوستانی نیشنلزم کے فروغ کے لئے واحد راستہ یہی ہے کہ مختلف ثقافتی وحدتوں کو مکمل طور پر کچل دیا جائے۔''

بالآخر اپنے خط بنام پنڈت جواہر لعل نہرو مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء میں اقبال نے احمدیوں کے سیاسی رویہ کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کیا۔ میرے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ (ایضاً ص ۲۰۰)

مظاہر العلوم سہارنپور کے استاذ مولانا محمد اسعد شاہ ؒ فرماتے ہیں کہ سہارنپور محلہ میر کوٹ میں مشہور شیعہ خاندان اور سادات امروہہ کے ایک ممتاز و نمایاں فرد جناب سیّد جعفر عباس مرحوم تھے، انہوں نے یہ واقعہ میرے والد ماجد حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ ؒ ناظم اعلیٰ مظاہر العلوم کو حضرت موصوف کے حجرے میں سنایا کہ ہمارا چچا سیّد آغا حیدر چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ نے لاہور کے عمائد اور مشاہیر کو کھانے پر مدعو کیا، حضرت علامہ محمد اقبال ؒ بھی مدعو تھے، اتفاق سے بلادعوت حکیم نورالدین قادیانی آ گئے، کچھ دیر کے بعد حضرت علامہ ؒ پہنچے تو حکیم نورالدین قادیانی کو دیکھ کر حضرت علامہ مرحوم اتنے سخت برہم ہوئے کہ یہ بھول گئے یہ دوسرے کا مکان ہے، اور داعی کو حق ہے کہ جس کو چاہے مدعو کرے۔ چنانچہ حضرت علامہ ؒ نے فرمایا: ''آغا صاحب! یہ کیا غضب ہے کہ آپ نے ختم نبوت کا انکار کرنے والے اور حضور ﷺ کے بعد دوسرے کو نبی ماننے والے کافر کو بھی مدعو کیا ہے؟'' اور فرمایا کہ: ''میں جاتا ہوں، میں ایسی

مجلس میں ایک لمحہ بھی نہیں بیٹھ سکتا ہوں۔" اس وقت حکیم نورالدین فوراً ہی سخت نادم ہو کر چلے گئے، اور آغا صاحب نے معذرت کے ساتھ فرمایا کہ: میں نے مدعو نہیں کیا تھا، حکیم صاحب اتفاقاً آ گئے تھے، اس کے بعد ہی حضرت علامہ مرحوم وہاں بیٹھے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دے کر "انجمن حمایت اسلام" کے دروازے ان پر بند کر دیئے تھے، مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی، انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس واقعے کی پوری تفصیلات انجمن کے تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں، اس کے ایک عینی گواہ لاہور کے سب سے بڑے شہری میاں امیر الدین تھے، یونیورسٹی کی انتظامیہ کے بھی رکن تھے، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے تو آپ نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ: "مسلمانوں کی اس انجمن کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہو سکتا ہے، مرزا غلام احمد کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں۔" اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کرسی صدارت کے عین سامنے بیٹھے تھے، ان کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فرد کش تھے، حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: "مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو۔" مرزا صاحب لاہوری جماعت کے پیرو تھے، حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان سے تھرا گئے، کانپ اٹھے، جز بز ہوئے، کچھ کہنا چاہا، حتیٰ کہ ان کا رنگ فق ہو گیا، حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ مصر رہے کہ اس شخص کو یہاں سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ بینی و دو گوش نکال دیئے گئے، ان کی طبیعت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا کہ بے حواس ہو گئے، دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آ لیا اور اس صدمے کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے۔

جناب خورشید احمد مینجنگ ایڈیٹر میڈیکل نیوز کراچی اور اسلام آباد، نے ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کا واقعہ مولانا کو سنایا کہ: میرے والد گرامی جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب ڈینٹل سرجن لاہور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اور ان کے مرید تھے، اکابر علماء مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی، رحمۃ اللہ علیہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر دوست اکابر علماء ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے، انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے لاہور تشریف لائے، میں (ڈاکٹر جلال الدین) ان کو اسٹیشن پر لینے کے لئے گیا، میں نے کہا: "حضرت! گھر تشریف لائیں" مولانا نے کہا کہ: "آج میں نے صرف ڈاکٹر محمد اقبال سے ملنا ہے اور ابھی سیدھا وہیں جانا ہے، لہٰذا مجھے وہاں چھوڑ دیجئے۔"

والد صاحب نے مولانا کو ڈاکٹر محمد اقبال کے گھر پہنچادیا اور والد صاحب باہر موجود رہے، حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بند کمرے میں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے، جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بچوں کی طرح آنسو بہا رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اسی وقت مجھے فرمایا کہ: ''مجھے اسٹیشن چھوڑ دیجئے!'' میں آپ کو اسٹیشن پر لے چلا، راستے میں اپنے گھر لے جانے پر اصرار کیا تو فرمایا: ''آج میں مسئلہ قادیانیت علامہ اقبال کو سمجھانے کے لئے آیا تھا، اس لئے اس کام میں اور کسی کام کو شریک نہیں کرتا، اب سیدھے واپس جانا ہے۔'' اسٹیشن سے اسی وقت دیوبند روانہ ہوگئے۔

(۲۱۴)

اقبال نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

علی پور چٹھہ کے نامور عالم دین اور مجاہد رہنما مولانا محمد اقبال نعمانی تھے جنہوں نے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ سے رد قادیانیت پر مناظرہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے۔

(۲۱۵)

الطاف رحمۃ اللہ علیہ (حافظ آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۲۳/اکتوبر ۲۰۱۱ء)

حضرت مولانا محمد الطاف رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۲ء میں قاضی عبدالحیٔ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ وادی سون سکیسر کی معروف بستی کوٹلی کے آپ رہائشی تھے۔ اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے اور قاضی کہلاتے تھے۔

مولانا محمد الطاف رحمۃ اللہ علیہ نے شعور سنبھالتے ہی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد مردوال میں پڑھتے رہے۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کفری میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھتے رہے۔ چوکیرہ میں مولانا سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جھاوریاں میں حضرت مولانا مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف تلمذ

حاصل کیا۔اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں دورہ حدیث شریف جامعۃ الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد نافع گل رحمۃ اللہ علیہ ایسے جید شیوخ سے آپ نے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔

فراغت کے بعد پہلے سکھر پھر فیصل آباد میں چند ماہ گزارے۔ ۱۹۶۱ء کے آخر میں مدرسہ اشرفیہ دینکے روڈ حافظ آباد آ گئے۔ مدرسہ کی تعلیم واہتمام، جامعہ مسجد قدیم کا انتظام وخطابت وامامت سب کچھ آپ کے سپرد ہو گیا۔

اس زمانہ میں حافظ آباد گوجرانوالہ کی تحصیل تھی۔ ضلعی ہیڈکوارٹر پر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزرگان کا سایہ، صحبت وسرپرستی کا اعزاز نصیب ہوا۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کے زیر سایہ دینی تعلیم کی ترویج کے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ مولانا محمد الطاف رحمۃ اللہ علیہ کے جوانی کے زمانہ میں فارسی سے لے کر موقوف علیہ تک جامعہ اشرفیہ حافظ آباد میں تعلیم ہوتی تھی۔ مولانا محمد الطاف رحمۃ اللہ علیہ جہاں جید عالم دین تھے۔ وہاں حق گو مجاہد بھی تھے۔ آپ نظریاتی عالم تھے۔ جس بات کو حق سمجھا اس پر ڈٹ جانا آپ کا شیوہ تھا۔ مصلحت کوشی کی بجائے عزیمت پر عمل کرنے کے خوگر تھے۔

جمعیۃ علمائے اسلام کا پلیٹ فارم کلمہ حق کہنے کے لئے منتخب کیا۔ آپ نے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جمعیۃ علمائے اسلام کے لئے وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ ضلع بھر کے کارکنوں کے محبوب رہنما بن گئے۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر اربعہ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، جانشین امام التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کا آپ تارا تھے۔ بارہا یہ اکابر حافظ آباد تشریف لائے۔ ان کے بیانات کے علاقہ بھر میں شاندار اثرات مرتب ہوئے۔ انتظامیہ مولانا محمد الطاف رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے خم کھاتی تھی۔ تب مولانا محمد الطاف رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ کے امیر بنے۔ پھر وقت آیا کہ آپ جمعیۃ علمائے اسلام صوبہ پنجاب کے بھی امیر رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء، تحریک بحالی جمہوریت، ایم آر ڈی ۱۹۸۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں آپ نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ شبانہ روز اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ ضلع بھر کو ان تحریکوں کے لئے سراپا تحریک بنادیا۔ ایم آر ڈی کی تحریک میں لاہور سے جا کر گرفتاری دی۔ گوجرانوالہ، لاہور، جھنگ کے جیل خانوں

میں آپ کو رکھا گیا۔ تب ضیاء الحق ﷫ کے زمانہ میں آپ کو کوڑوں کی سزا سنائی گئی۔ جو بعد میں منسوخ کردی گئی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں گوجرانوالہ میں ایک وزیر کی بے تدبیری سے جامع مسجد نور اور جامعہ نصرۃ العلوم کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کرایا گیا۔ حضرت مولانا زاہدالراشدی نے تحریک سول نافرمانی کا اعلان کردیا۔ تحریک شروع ہوگئی۔ ہر روز جلوس نکلتے اور گرفتاریاں ہوتیں۔ گوجرانوالہ شہر کی بجائے ضرورت محسوس ہوئی کہ پورے ضلع سے کارکن گرفتاریاں دیں۔ تب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ﷫ کے حکم پر مولانا محمد الطاف ﷫ نے اس تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے کے لئے دن رات ایک کردیئے۔ آپ کی شبانہ روز محنت کے باعث کارکنوں نے اتنی گرفتاریاں دیں کہ حکومت نے شکست تسلیم کرلی اور جامع مسجد نور کو اوقاف میں لینے کا حکم واپس ہوگیا۔

مولانا محمد الطاف ﷫ کے نامور علماء شاگرد ہیں۔ گوجرانوالہ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا محمد اشرف مجددی خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی ﷫، مولانا صاحبزادہ احمد سعید اعوان مولانا محمد الطاف ﷫ کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا محمد الطاف ﷫ نے ایک حج اور دو عمرے کئے۔ مولانا حق گو، نڈر اور بے پناہ مجاہد عالم دین تھے۔ نصف صدی حافظ آباد کے در و دیوار آپ کی حق گوئی سے گونجتے رہے۔

عرصہ سے شوگر و جگر کے عارضہ کے آپ مریض تھے۔ لیکن آخری وقت تک قدرت نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل کچھ دنوں کے لئے ہسپتال بھی رہے۔ مکمل صحت یاب ہوکر گھر آ گئے۔

ہفتہ کے روز تمام معمولات پورے کئے۔ اگلی شب کو دل کا دورہ پڑا۔ اور دیکھتے دیکھتے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ ۲۳ر اکتوبر کو عصر کے بعد جنازہ ہوا۔ آپ کے جانشین صاحبزادہ مولانا احمد سعید نے جنازہ پڑھایا۔ پورا شہر آپ کی وفات کے سوگ میں بند تھا۔ آپ کا جنازہ حافظ آباد کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے ایک جنازہ تھا۔

نصف صدی جس جامعہ اشرفیہ کی آپ نے خون دل سے آبیاری کی اسی کے صحن میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا احمد سعید کو مدرسہ کا مہتمم اور جامع مسجد کا خطیب متفقہ طور پر منتخب کرلیا گیا۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا محمد الطاف ﷫ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۲۱۶)

اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ

(وفات:۱۳۱۹ھ)

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات:۱۲۶۷ھ) کے نامور پوتے حجۃ الاسلام حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند ارشاد سنبھالی اور اپنے جد امجد کی چلائی ہوئی اسلامی تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیا۔ تونسہ شریف میں قائم شدہ قدیم دارالعلوم نے اسلام سے والہانہ محبت رکھنے والے نوجوان پیدا کئے، پھر خود شیر قالین بن کر بیٹھ نہیں گئے، بلکہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے باعث مسلمانان برصغیر پر جو یاس وقنوطیت کا غلبہ ہوگیا تھا اس کے خاتمے کے لئے ہندوستان بھر کے دورے کئے۔

فرنگی سے آپ کو بڑی نفرت تھی، آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ: ''سیاہ قلب (انگریز) کے کرتوت سے اگر ہم بچ گئے تو پھر کسی بلا کو ہم منہ نہیں لگائیں گے۔'' فرنگی کا خود کاشتہ پودا آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ آپ کا ہم عصر تھا، آپ نے اس کے عقائد باطلہ کی منظم طریقے سے تردید کی، پورے ملک میں معتقدین کی طرف خصوصی مراسلے جاری کر کے اس کے کفر وارتداد سے لوگوں کو آگاہ کیا، خصوصاً متحدہ پنجاب میں تبلیغ وارشاد کے ذریعے اس کا ایسا گھیراؤ کیا کہ قادیانی چیلوں کو سکون سے کام کرنا نصیب نہ ہوا، ورنہ نہیں کہا جاسکتا اس طوفان بدتمیزی کے امت مسلمہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی معرکۃ الارا کتاب ''نظامی بنسری'' میں آپ کی تبلیغی جدوجہد کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے، ''تاریخ مشائخ چشت'' میں مرقوم ہے:

''مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت اپنے عقائد کی ترویج شروع کی، اور اکثر علماء کو مباحثے کی دعوت دی، خواجہ اللہ بخش صاحب نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ ان فتنوں کی تردید کی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا مذہبی احساس اور وجدان ان گمراہ تحریکوں سے متاثر نہ ہو۔''

(تاریخ مشائخ چشت ص ۷۲۲)

نصف صدی اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام کے نام پر قربان کر کے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۹ھ میں انتقال فرمایا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرزا نے جب دعویٰ نبوت کیا تو آپ بستر علالت پر تھے، لیکن مرزا کا دعویٰ سنتے ہی بستر مرگ سے یوں اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کوئی شیر نیند سے بیدار ہوجاتا ہے، زندگی کی آخری سانس تک آپ مرزا قادیانی کے خلاف نبرد آزما رہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمود سلیمانی چشتی (وفات: ۱۳۴۸ھ) نے دردمند دل کے ساتھ بندگان خدا کی خدمت شروع کردی، انتہائی رحم دل ہوتے ہوئے بھی انگریز دشمنی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ نے پوری قوت سے قادیانی فتنے کا مقابلہ کیا، آخری وقت اپنے شہرۂ آفاق فرزند خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرکے فرمایا: ''نظام! میں نہیں ہوں گا، جس روز یہ منحوس فرنگی ہندوستان سے اپنی نحوست لے کر روانہ ہوتو میری قبر پر آکر مبارک باد دینا!''

آپ نے اپنے بزرگوں کی طرح قادیانیت کا قلع قمع کرنے میں مقدور بھر کوشش کی۔ اگر مشرقی جانب حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کا فرزند دلبند حضرت علامہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ مرزائیت سے نبرد آزما تھا، تو مغربی طرف پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ کا نڈر پوتا قصر قادیانیت پر دلائل و براہان سے بمباری کررہا تھا، آپ کے حالات میں ہے کہ آپ مثنوی شریف کے ابتدائی درس میں بھی آنجہانی قادیانی کی نہایت سختی سے تردید فرمایا کرتے تھے۔

۱۳۴۸ھ میں آپ کے انتقال کے بعد آپ کے شیر دل بیٹے حضرت مولانا خواجہ غلام نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ مسند سلیمانی پر رونق افروز ہوئے، آپ نے جس سج دھج اور بے خوفی و جگرداری سے اسلامی نظام کے قیام کی جنگ لڑی اس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ کو خدا نے بے شمار خوبیوں سے مالا مال فرمایا تھا، علامہ اقبال نے راجہ حسن اختر اور دیگر مقتدر احباب کو متعدد مرتبہ فرمایا تھا کہ: ''یہ تونسہ شریف کے صاحبزادے بہت بلند مقام کے مالک ہیں۔'' آپ کو بھی اپنے بزرگوں کی طرح فرنگی اور اس کے چیلے چانٹوں سے حد درجہ نفرت تھی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی روایت ہے کہ جب فرنگی یہاں سے بوریا بستر باندھ کر چلنے لگا تو اپنی پالتو اولاد کو آزادی کے متوالوں کی فہرست دے گیا، جنھوں نے اس کی زندگی اجیرن کررکھی تھی، ان میں حضرت مولانا غلام نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام صف اوّل کے رہنماؤں میں تھا۔ جب ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی چین نہ تھا، مجھے اور دیگر مخلص ساتھیوں کو ساتھ لے کر ملتان میں مقامی مشائخ سے متفقہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے رابطہ قائم کیا، پیر صاحب گولڑہ شریف سے طویل مذاکرات کئے، پھر ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا اور لوگوں

کوتحریک میں شامل کیا۔

خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس میں بھرپور حصہ لیا، حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے قابل رشک مراسم تھے۔ ایک بار کوٹ قیصرانی، تحصیل تونسہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے شیریں بیان مقرر مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ردقادیانیت پر تقریر کی، تو مرزائیوں نے آپ کی سخت مخالفت وتوہین کی، خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا، آپ بہت رنجیدہ ہوئے، جیسے آپ کی اپنی بے حرمتی ہوئی ہو، ساتھیوں سے فرمایا: ''یہ معمولی بات نہیں! ہم قادیانیوں کو ایسی سزا دیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔'' چنانچہ چند روز بعد وہی قادیانی خان جب تونسہ آیا تو آپ نے مریدوں کو حکم دیا: ''جہاں ملے بچھادو!'' ایسی عبرت ناک سزا دی کہ قادیانی آج بھی اسے نہ بھولے ہوں گے۔ حالیہ تحریک شیر گڑھ میں آپ کے وارث خواجہ عبد مناف نے جس جرأت رندانہ کا مظاہرہ کیا، یہ سب اسی خونی وراثت کا صدقہ ہے۔

اس تحریک ۱۹۸۶ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام مجاہدین علماء و مشائخ کی خدمات قابل فخر ہیں، اسی تحریک میں جب لاٹھی چارج ہوا تو مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سخت زخمی ہوئے، اگلی رات خواب میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے۔

(۲۱۷)

اللہ بخش گرواں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

(وفات: ۲۸ر ستمبر ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا حافظ اللہ بخش صاحب گرواں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد گرامی کا نام ملک درگاہی تھا۔ جو زمیندارہ پیشہ سے تعلق رکھتے تھے مولانا حافظ اللہ بخش ۱۹۲۸ء کو بستی گرواں تھانہ نوشہرہ جدید ضلع بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ بہاولپور کے ایک قدیمی قصبہ کا نام پہلی راجن ہے۔ جہاں سادات کی زیادہ آبادی ہے۔ جو اکثر شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں پر ایک بزرگ عالم دین مولانا سید محمد علی شاہ صاحب ہوتے تھے۔ مولانا سید محمد علی شاہ صاحب شیعہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا۔ شاہ صاحب جامعہ عباسیہ بہاولپور (موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی) میں پڑھنے کے لئے داخل ہوئے۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی،

مولانا محمد صادق بہاولپوری، مولانا قاضی عبیداللہ صاحب کا دور تھا۔ آپ ان کے شاگرد تھے۔ تب ایک شیعہ زمیندار نے سنی زمیندار سے کہا کہ ہمارا نوجوان (سید محمد علی شاہ) علم دین پڑھ رہا ہے جو ہماری طرف سے سنیت کا مقابلہ کرے گا۔ سنی زمیندار نے کہا کہ اگر تو محمد علی شاہ نے کتب پوری نہ پڑھیں۔ نیم ملا رہا تو پھر تمہارا ہے۔ اگر پوری کتابیں پڑھ لیں عالم وین بن گئے تو پھر یہ ہمارے عالم ہوں گے تمہارے نہیں۔ اللہ رب العزت نے کرم کیا۔ مولانا سید محمد علی شاہ بہت بڑے سنی عالم، نامور مناظر، حق گو مجاہد فی سبیل اللہ! متبحر عالم دین ثابت ہوئے۔ تب شیعہ برادری نے مخالفت کی۔ آپ نے قصبہ پپلی راجن سے ترک سکونت کر کے نہر کے کنارے رہائشی مکانات بنوائے۔ اس نئی آبادی کا نام انہوں نے ''عثمان پور'' رکھا۔ یہاں ایک مدرسہ قائم کیا جو رفیق العلماء بستی عثمان پور کے نام پر تھا۔ یہ ریاست بہاولپور کا سرکاری سکول تھا۔ اس زمانہ میں ان سکولوں میں جامعہ عباسیہ کا نصاب پڑھایا جاتا تھا۔

مدرسہ رفیق العلماء عثمان پور کے صدر المدرسین مولانا محمد علی شاہ صاحب تھے۔ مولانا محمد علی شاہ صاحب علاقہ کے نامور پیر بھی تھے۔ آپ نے علاقہ بھر میں وعظ و تبلیغ سے بہت وسیع حلقہ قائم کر لیا تھا۔ آپ کے مریدوں میں ملک فیض بخش گرواں تھے۔ ان کو ہم سب چچا فیض بخش کہتے تھے۔ بستی گرواں میں یہ پہلے دیوبندی تھے۔ ملک فیض بخش صاحب ملک درگاہی کے کزن تھے۔ ان سے (مولانا حافظ) اللہ بخش بیٹا تعلیم کے لئے مانگ کر لے گئے اور اپنے مرشد مولانا محمد علی شاہ صاحب کے پاس تعلیم کے لئے داخل کرا آئے۔ آپ نے نورانی قاعدہ، حفظ قرآن سے لے کر دورہ حدیث تک تمام کتابیں یہاں پڑھیں۔ تب اسی مدرسہ میں ایک استاذ ہوتے تھے حضرت مولانا سید محمد محسن شاہ صاحب ؒ۔ یہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا سید محمد محسن شاہ صاحب اور مولانا سید محمد علی شاہ ؒ کی صحبت نے ان کو علم کی چوٹیوں کو ناپنے والا بنادیا۔ مولانا اللہ بخش صاحب ؒ بچپن میں اتنے ذہین تھے کہ آپ نے بہت کم مدت میں حفظ مکمل کر لیا۔ کتابوں میں داخلہ لیا تو ہر کلاس میں اوّل پوزیشن لیتے تھے۔ اتنے ذہین تھے کہ کتابوں کا پڑھا ہوا سبق یاد سنا دیتے تھے۔ آپ نے رفیق العلماء، فاضل اور جامعہ عباسیہ کی انتہائی ڈگری ''علامہ'' جامعہ سے پاس کر لی۔ تب اسی اپنی مادر علمی میں سرکاری استاذ مقرر ہو گئے۔ ربع صدی اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی پڑھایا۔ اس دور میں اس علاقہ کے علماء سرکاری سکول میں پڑھاتے۔ بقیہ تمام اوقات طلبہ کو پرائیویٹ طور پر تمام درس نظامی مکمل کرا دیتے۔ پپلی راجن سے مولانا حافظ اللہ بخش صاحب ؒ کا موضع ڈتہ بلوچ براستہ مسافر خانہ ضلع بہاولپور تبادلہ ہوا۔ آپ نے ڈتہ

بلوچ سرکاری سکول کی تعلیم کے بعد بقیہ وقت ایک مسجد میں مدرسہ قائم کر کے پڑھانا شروع کیا۔ درجنوں حفظ کے بچے، بیسیوں کتابوں کے طلبہ آپ کے پاس پڑھتے تھے۔ آپ رات گیارہ بجے تک ان کو پڑھاتے رہتے اور پھر فجر سے قبل بیدار ہو کر پڑھانے لگ جاتے تھے۔ کریما سے مشکوٰۃ شریف تک بمع حفظ کی کلاس سب طلباء کو اکیلے پڑھاتے تھے اور پھر سکول کی تعلیم علاوہ ازیں تھی۔ آج کل اندازہ نہیں کر سکتے کہ اکیلا ایک آدمی اتنا بڑا تعلیمی نیٹ ورک کیسے چلاتا تھا۔ آپ اسے ان کی کرامت پر محمول کریں، ان کے اخلاص کی برکت قرار دیں یا ان کی محنت شاقہ کا ثمرہ فرمائیں۔ آپ کو حق حاصل ہے جو چاہیں اس کی تعبیر کریں۔ واقعہ یہی ہے کہ وہ سارا یہ نظم اکیلے چلاتے تھے۔ بیسیوں اسباق درجہ کتب کے اور حفظ کی بھرپور کلاس یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ توفیق سے وہ اکیلے پڑھاتے تھے۔ اس زمانہ میں فقیر کو مراح الارواح سے لے کر جلالین و مشکوٰۃ شریف تک آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے تیاری کرا کر پرائیویٹ طور پر جامعہ عباسیہ کے درجہ فاضل کا بھی فقیر سے امتحان دلوایا۔ اس میں فرسٹ ڈویژن میں کامیابی آپ کی نظر شفقت و سرپرستی کا فیضان تھا۔ اسی زمانہ میں آپ سے بلاشبہ سینکڑوں طلباء نے حفظ و کتب کے درجہ میں پڑھا اور پھر وہ دین کے مختلف شعبوں سے وابستہ ہوئے اور خدمت دین میں بھرپور کردار ادا کیا۔

مولانا سید محمد علی شاہ صاحب ؒ سائیکل پر سوار جا رہے ہیں، راستہ میں کسی نے روک لیا، سائیکل سے اترے، اس نے فتویٰ پوچھا، جیب سے قلم کاغذ نکالا، صورت مسؤلہ لکھی، خود ہی جواب لکھا، دستخط کئے۔ دنیا کے کسی دارالافتاء یا ہائیکورٹ تک وہ فتویٰ جاتا اس میں ایک لفظ کی کوئی تغلیط یا ترمیم نہ کر سکتا۔ اتنے ذہین تھے کہ کتابوں کی طرف مراجعت کے بغیر زبانی سب کام چلاتے تھے۔ تمام پڑھی ہوئی کتب کا کتب خانہ ان کا اپنا ذہن ہوتا تھا۔ جس میں کمپیوٹر کی طرح پر ڈیٹا جمع ہوتا تھا۔ تقریباً یہی صورتحال حضرت مولانا حافظ اللہ بخش ؒ کی تھی۔ بلکہ من وجہ آپ کو یہ فضیلت حاصل تھی کہ حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحب ؒ حافظ نہیں تھے۔ مولانا حافظ اللہ بخش ؒ حافظ بھی تھے۔ مولانا سید محمد علی شاہ صاحب ؒ نے بارہا فرمایا کہ علم میں، فتویٰ میں، مناظرہ میں، تقریر میں، پڑھانے میں ہر اعتبار سے میرے جانشین مولانا حافظ اللہ بخش صاحب ؒ ہیں اور پھر مولانا حافظ اللہ بخش صاحب ؒ نے آپ کے جانشین بننے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے تو اپنے اساتذہ کے خلاء کو پر کیا۔ لیکن آپ کے خلاء کو شاید کوئی مدتوں پر نہ کر سکے۔

مولانا حافظ اللہ بخش صاحب ؒ متبحر عالم ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی حق

گو تھے۔ بہادری و جرأت کا مجسمہ تھے۔اس کے باوجود غریبوں کے لئے نرم خو، غریب پرور، انتہائی منکسر المزاج، سادہ طبیعت، رہن سہن میں اسلاف کے اخلاص کا پرتو تھے، تکبر نام کی کوئی چیز آپ میں نہ تھی۔ عالم دین، مناظر، مدرس و خطیب کے ساتھ ساتھ حکیم حاذق بھی تھے ادویہ سازی خود کرتے تھے۔ کشتہ جات کی تیاری کے ماہر تھے۔ اصلی ادویات مہنگی سے مہنگی خریدتے ان کے نسخہ جات بہت مشہور ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس فن میں بھی مہارت تامہ دی تھی۔ پورے ڈویژن کے مریض آپ سے علاج کراتے تھے۔ آپ بلا کے نباض تھے۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض کی تفصیلات ارشاد فرمادیتے تھے۔ آخری عمر میں جب خود دوا نہ بنا سکتے تھے یا یہ کہ نسخہ کے اجزاء خالص کا ملنا مشکل ہوگیا تو دوسرے دواخانوں کی سربند دواؤں کا استعمال کراتے تھے۔ پھر بھی آخر تک چند نسخے خود تیار کراتے تھے۔ جو تیر بہدف ہوتے تھے۔ آپ نے تبلیغ و تعلیم کی طرح طب کے ذریعہ بھی خلق خدا کی خوب سے خوب خدمت کا ریکارڈ قائم کیا۔ آپ کا پیشہ بنیادی طور پر زمیندارہ تھا۔ بڑے سخت جان اور بھرپور محنت کے خوگر تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔ تھانہ، کچہری، پنچائیت میں بڑے سے بڑے جابر لوگوں کے مدمقابل غرباء کے لئے ان کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ آپ نے ایک بار ضلع کونسل کا الیکشن بھی لڑا۔ یوں قدرت نے آپ سے ہر شعبہ میں مثالی کام لیا۔

آپ کے تین صاحبزادے عالم ہیں۔ ان میں دو بنوری ٹاؤن جامعہ علوم اسلامیہ کراچی کے فاضل ہیں اور کالجوں میں پروفیسر ہیں۔ ایک نے ایم۔فل بھی کیا۔ پی۔ ایچ ڈی بھی کر رہے ہیں۔ دو اور سکول میں ٹیچر ہیں۔ تمام کے تمام حافظ قرآن ہیں۔ اپنی اولاد کو انہوں نے دین سے وابستہ رکھنے میں پوری توانائی صرف کی۔ یہ آپ کے عالم ربانی ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ آپ دراز قد، سڈول جسم رکھتے تھے۔ چہرہ مبارک گول اور نورانی۔ پیشانی کشادہ، ابرو خم دار، پلکیں متوازن، ناک ستواں، چہرہ پر گوشت، داڑھی مبارک گھنی اور خوبصورت مشت برابر۔ باقی ترشوا دیتے تھے۔ ہمیشہ تہہ بند استعمال کیا۔ کپڑے ہمیشہ سفید زیب تن کرتے تھے۔ سر پر پگڑی، کندھے پر رومال، سفید کرتا، سفید تہہ بند سادہ دیسی جوتی، چلنے میں وقار، گفتگو میں ریشم کی سی نری۔ غرض خوبیوں کا حسین گلدستہ تھے۔ آپ نے سنت یوسفی ادا کر کے جیل کے در و دیوار کو بھی منور کیا۔ آپ نے بڑی کامیاب زندگی گذاری۔ قدرت نے آپ کو لحن داؤدی سے نوازا تھا۔ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ رات کو بغیر سپیکر کے پورے قصبہ میں آپ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ قرآن مجید کی خوبصورت تلاوت آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ بیان کے دوران میں قرآن

مجید، احادیث کا متن، گلستان سعدی، علامہ جامی کی زلیخا، مثنوی سے فارسی کے اشعار سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ آپ کی خطابت سے ہزارہا بندگان خدا کی زندگیوں میں بڑی مثبت تبدیلی آئی۔ آخر عمر میں شوگر نے آپ کو گھیر لیا۔ لیکن آخری وقت تک حق تعالیٰ نے آپ کو کسی کا محتاج نہیں کیا۔ جمعرات کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھی۔ نماز کے بعد فرمایا کہ طبیعت پر گرانی ہے۔ غسل کرنے کو دل کرتا ہے۔ غسل کیا تو سردی لگ گئی۔ پورے جسم میں درد کی کیفیت شروع ہوگئی۔ اٹھتے بیٹھتے رہے۔ عصر کی نماز پڑھی۔ مغرب کے قریب آپ کو بہاولپور ہسپتال لے گئے۔ علاج شروع ہوا۔ عشاء کی نماز پڑھی۔ ذکر کرتے رہے۔ تلاوت فرماتے رہے۔ آنکھ لگ گئی۔ سوئے خوب سوئے۔ تین بجے رات سوتے سوتے جنت کو سدھار گئے۔ دنیا میں آنکھ بند کی جنت میں جا کھولی۔ دنیا میں سوئے، آخرت میں جا بیدار ہوئے۔ اگلے دن جمعہ کو ساڑھے چار بجے جنازہ ہوا۔ اتنا جم غفیر آج تک اس علاقہ میں کسی جنازہ پر تو درکنار، عید، عرس یا میلہ پر بھی کبھی نہیں دیکھا گیا۔ دوردراز کے دیہات میں چاروں طرف انسانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔ انسانی سروں کا سمندر یہ سب کچھ حضرت مرحوم کے اعمال کی عنداللہ قبولیت کی دلیل ہے۔ جمعہ کے دن قبل از مغرب بیٹے اور پوتے کے درمیان عام قبرستان میں سوگئے۔ لیجئے! تین نسلیں ایک ساتھ جمع ہوگئیں آپ کا کام بھی اب تین نہیں کئی نسلیں مل کر شاید اسی سطح پر جاری نہ رکھ سکیں جو آپ کر کے دکھا گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کے جنت میں درجات بلند ہوں۔ وصال کے بعد آپ کا خوبصورت نورانی چہرہ رب کریم کی عنایات بے پایاں کا مظہر بنا ہوا تھا۔ آپ بہت خوبصورت تھے اور وصال کے بعد اس خوبصورتی میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان سے اپنی رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ آمین! عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس قصبہ میں امیر رہے۔

(۲۱۸)

اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ (میلسی)، مولانا

مولانا محمد اللہ داد صاحب مدرسہ حقانیہ عربیہ اسلامیہ میلسی ضلع ملتان میں مدرس ہوتے تھے۔ آپ نے رسالہ تحریر فرمایا: ''الاحسان والکرم...... بیان قادیانی دھرم'' المسمّٰی بہ ''کڑک آسمانی...... بردجال قادیانی'' اسے ''محاسبہ قادیانیت'' کی چوتھی جلد میں شائع کر رہے ہیں۔ یہ کتابچہ یکم اگست ۱۹۳۵ء کو پہلی بار شائع ہوا تھا۔ اکیاسی سال بعد دوبارہ شامل اشاعت ہوا۔

(۲۱۹)

اللہ ڈتہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، منشی

منشی اللہ ڈتہ کا رسالہ:

''حالات قادیانی خلاف آیات سمانی (۱۹۰۱ء)'' اس کا دوسرا نام:

''غلام احمد قادیانی کے اصلی حالات (۱۹۰۱ء)'' اس کا تیسرا نام:

''مختلف اعتقاد قادیانی (۱۹۰۲ء)'' اس کے ٹائٹل پر یہ دو شعر بھی درج ہیں۔

اگر حق کی تجھے ہے چاہ پیارے — خدا سے ڈر تعجب چھوڑ پیارے
نہ مانے جو حدیث مصطفیٰ کو — اسی کو آگ ہے درگور پیارے

پہلے دو ناموں سے سن تالیف ۱۹۰۱ء نکلتا ہے۔ تیسرے نام سے ۱۹۰۲ء سن اشاعت ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے مصنف جناب منشی اللہ ڈتہ صاحب تھے جو یتیم خانہ ریاست بہاولپور میں ملازم تھے۔ ایک سو بارہ سال بعد اب دوبارہ احتساب قادیانیت ج ۵۲ میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

(۲۲۰)

اللہ ڈتہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا اللہ ڈتہ ساکن سوہل ضلع گورداسپور کا مرتب کردہ رسالہ ''موضع پکیوان تھانہ کلانور کے جلسہ کا لب لباب'' ہے۔ موضع پکیوان تھانہ کلانور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں ۳۱ر جنوری، یکم، ۲ فروری ۱۹۰۲ء کو جلسہ ہوا۔ اس موقع پر قادیانیوں نے حسب عادت قادیان سے جمال الدین کشمیری قادیانی کو بلوا کر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ مولوی اللہ ڈتہ صاحب اتفاق سے آ گئے۔ اہل اسلام کی طرف سے انہوں نے مناظرہ کیا۔ آپ نے تقریر کے بعد تحریر کا تحریری جواب دیا۔ قادیانی ہوا ہو گئے۔ قادیانیوں نے قادیان سے جا کر اشتہار شائع کیا۔ ظاہر ہے جو اشتہار مرکز زور (قادیان) کے مسند نشین (معلم ملکوت مرزا قادیانی) کے ہاں شائع ہو گا۔ اس میں دجل وتلبیس کے کیا کیا شاہکار ہوں گے؟ چنانچہ یہی ہوا۔ غرض قادیانی اشتہار کا جواب اور جلسہ ومناظرہ کی روئیداد مولانا اللہ ڈتہ صاحب نے مرتب کر کے شائع کرائی۔ ایک سو دس سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت ج ۴۵ میں شائع کرنے پر میری خوشی کو کوئی بھائی کیونکر جان سکتا ہے؟

(۲۲۱)

اللہ یار ارشد رحمۃ اللہ علیہ (بہاولپور)، مولانا

(وفات: ۸رجون ۲۰۱۰ء)

عالمی مجلس احرار اسلام کے چناب نگر میں مبلغ وخطیب مولانا اللہ یار ارشد تھے جو قائم پور تحصیل حاصل پور کے قریب گوڈڑی کے رہائشی تھے۔ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ چناب نگر مجلس احرار اسلام سے علیحدگی اختیار کی تو مسجد بخاری اڈہ چناب نگر پہاڑی کے دامن میں مدرسہ قائم کیا۔ خوب بھرپور متحرک آدمی تھے۔ جتنا عرصہ رہے نہ خود ٹک کر بیٹھے نہ قادیانیوں کو چین لینے دیا۔ عرصہ تک آپ کا چرچا رہا۔ شوگر کے مریض تھے۔ آرام کے لئے گھر آئے۔ مرض نے حملہ کیا تو بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں جان کی بازی ہار گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۲۲۲)

الٰہی بخش، جناب بابو منشی

(وفات: ۷راپریل ۱۹۰۷ء)

’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد اوّل کی کتاب کا نام ’’عصائے موسیٰ‘‘ ہے جو سن ۱۹۰۰ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد کذاب قادیان، آٹھ سال زندہ رہا اور یہ کتاب اس کے سینہ پر مونگ دلتی رہی۔ واقفین جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی جہاں کہیں اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام لیتا ہے جن بھن کر لیتا ہے۔ مصنف اپنی کتاب سمیت مرزا قادیانی کے لئے سوہان روح اور سرطان جسم بنے رہے۔

اس کتاب کے مصنف کا نام بابو الٰہی بخش تھا۔ گورنمنٹ کے ملازم تھے اور اکاؤنٹینٹ کے منصب دار تھے۔ بابو الٰہی بخش، حافظ محمد یوسف، منشی عبدالحق یہ تین چار حضرات تھے۔ جو اہل حدیث رہنما صوفی محمد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ادھر اس زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کی پشت پر تھے۔ نتیجہ میں یہ حضرات ’’رہبر‘‘ کی تلاش میں ’’راہزن‘‘ کے ہاتھوں اغوا ہو کر کفر و دجل کی وادی میں سرگردان اور محبوس ہو گئے۔

حق تعالیٰ کے کرم کو دیکھئے ادھر مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ مرزا کی پشت سے اتر کر اس کے سامنے سر وقد ہو کر تلافی مافات کرنے لگے اور ایسی تلافی کی کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ ملک کے کونہ کونہ میں پھر کر مرتد قادیان کے ''کفر بواح'' کے فتوے حاصل کئے۔ ادھر بابو الٰہی بخش، حافظ محمد یوسف اور عبدالحق پر بھی مرزا قادیانی کا کفر الم نشرح ہو گیا۔ آج کی مجلس میں پس منظر واضح کرنے کے لئے ارتجالاً یہ چیزیں نوک قلم پر آگئیں۔ ورنہ مجھے تو بنیادی طور پر اس کتاب ''عصائے موسیٰ'' کے مؤلف بابو الٰہی بخش (متوفی ۷؍اپریل ۱۹۰۷ء) کے متعلق عرض کرنا ہے۔ منشی الٰہی بخش گورنمنٹ ملازم تھے۔ ملتان کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں ڈیرہ غازی خان اور لاہور بھی رہے۔ اس زمانہ میں مولانا صوفی محمد عبداللہ غزنوی ؒ تھے۔ بابو الٰہی بخش ان کے مرید تھے۔ ۱۸۸۳ء براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت ہی بابو الٰہی بخش، مرزا قادیانی کے ہاتھوں وادیٔ کفر میں اغوا ہو گئے۔

اس کتاب کے مؤلف بابو الٰہی بخش مرزا قادیانی کے نظریات پھیلانے میں اس حد تک ساعی تھے کہ بابو پیر بخش پوسٹ ماسٹر جو بعد میں مرزا قادیانی کے خلاف علم لے کر میدان میں آئے اور اپنے زمانہ میں ردقادیانیت کے عنوان پر صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل تھے۔ ان کو مرزا قادیانی کا مداح بنانے کی بابو الٰہی بخش نے دعوت دی تھی۔ بابو الٰہی بخش عرصہ تک مرزا قادیانی کے مخلص مرید رہے۔ ہوا یہ کہ ان کے شیخ اوّل مولانا صوفی عبداللہ صاحب غزنوی ؒ بھی الہام سناتے تھے۔ مرزا قادیانی کا تو سارا دھندا ہی الہامات کاذبہ کے اردگرد گھومتا تھا۔ بابو الٰہی بخش کو بھی ماحول نے اتنا متاثر کیا، کہ یہ بھی الہامات سنانے لگے۔ ابتداء میں مرزا قادیانی اپنے حق میں اس کے الہام سن کر سر دھنتا اور ڈونگرے برساتا تھا۔ بابو الٰہی بخش بھی الہامات کی کشتی پر سوار ہو کر دور نکل گئے۔ اب ایک دن بابو الٰہی بخش نے کہا کہ جناب مرزا صاحب! کیا ایک ملہم کو بھی کسی کی بیعت کی ضرورت ہے؟ مرزا قادیانی ایسا شاطر و مکار فوراً تاڑ گیا کہ یہ شکار ہاتھ سے گیا۔ مرزا قادیانی نے فوراً ''ضرورۃ الامام'' نامی کتاب لکھی۔ قادیانی کہتے ہیں کہ یہ کتاب ڈیڑھ دن میں لکھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو گویا بابو الٰہی بخش نے سوال کیا کیا؟ گویا مرزا قادیانی کو تتے توے پر کھڑا کر کے سرتاپیر اسے آتش زدہ کر دیا۔ جب کہ خارش زدہ پہلے سے تھا، وہ پاگلوں کی طرح ہو گیا۔ کتاب نہ لکھتا تو کیا کرتا؟ اب لکھا کیا؟ کہ امام ایسے ہونا چاہئے۔ ویسے ہونا چاہئے۔ رومال ہونا چاہئے۔ لال ہونا چاہئے۔ خوب

قلابے ملائے۔ اس میں سے ایک یہ بھی سنیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا (مریدوں کو پیروں کی ایسے ضرورت ہے) جیسا کہ ''عورت کو مرد کی'' (ضرورۃ الامام ص۹، خزائن ج۱۳ ص۴۸۰)

قارئین! بار بار پڑھیئے اور سر دھنیئے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک امام، ملہم، مامور، پیر، روحانی رہنما کو مرزا قادیانی کس سے تشبیہ دے رہے ہیں؟ مرید اور مطیع کو عورت اور پیر کو مرد کہہ کر مرزا قادیانی کیا سبق دینا چاہتے ہیں؟ یہی نا کہ مرید ساری زندگی نیچے لگا رہے۔ سر اٹھا کر چلنے کی اجازت نہیں۔ لیکن مرزا قادیانی کی اس تجویز تشبیہ پر مرید بابو الٰہی بخش صاحب کے الہامات نے بھی شدت اختیار کر لی۔ اس نے مؤقف اختیار کیا کہ اگر مرزا قادیانی کو الہام ہوا کہ مرزا قادیانی مثیل مسیح ہے تو مجھے الہام ہوا ہے کہ میں مثیل موسیٰ ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو مثیل مسیح (مرزا) بھی مثیل موسیٰ (بابو الٰہی بخش) کے تابع ہے۔ گویا اس الہام نے ساری کایا پلٹ دی۔ مرزا قادیانی بابو الٰہی بخش کو عورت اور خود کو مرد کہتا تھا۔ لیکن اب بابو الٰہی بخش نے خود کو مرد کہہ کر مرزا قادیانی کو عورت بنا دیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو اس کے ملہم نے یہ کہا کہ: ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے...... تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

اے کاش! قادیانی کرم فرما، غور کریں کہ بابو الٰہی بخش، مرزا قادیانی کے اعصاب پر ایسے سوار ہوا کہ وہ مرزا قادیانی کو مرد نظر آنے لگا اور اس مرد کامل نے مرزا قادیانی کے حیض کو بھی ''بچہ'' میں تبدیل کر دیا۔ ''لعنت بر پدر فرنگ'' مرید جو عورت تھا وہ پیر یعنی مرد بن کر مرزا قادیانی کے لئے، بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے کا باعث ہو گیا۔

قادیانی غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی کے ذہن پر بابو الٰہی بخش ایسے سوار ہوا کہ واقعی مرزا قادیانی اسے اپنے اوپر کامیاب سوار کی طرح نہ صرف دیکھنے لگا بلکہ خواب بھی یہی آنے لگے۔

بابو الٰہی بخش کی اپریل ۱۸۹۸ء سے مرزا قادیانی کے ساتھ خط وکتابت شروع ہوئی۔ مرزا قادیانی نے بتکرار و اصرار بابو الٰہی بخش کو مجبور کیا کہ تم اپنے الہامات جو میرے بارے میں ہیں وہ شائع کرو۔ اس نے اس کتاب (عصائے موسیٰ) میں نہ صرف وہ الہامات شائع کئے بلکہ مرزا قادیانی کی کتاب ''ضرورت الامام'' کے ایک ایک جملہ کا جواب بھی دیا۔ تو بڑے سائز کی چار سو ساٹھ صفحہ کی کتاب تیار ہو گئی۔ جو ۱۹۰۰ء میں انہوں نے شائع کر دی۔ اب کمپیوٹر پر ان صفحات کی

تعداد اور بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سو پندرہ سال پہلے کی ہے۔ اس میں الہامات بھی درج تھے۔ میں نے بعض مقامات سے کچھ حصہ حذف بھی کیا۔ لیکن ''جیسا منہ ویسی چپیڑ'' جیسے مرزا قادیانی کا سارا کھیل اس کے ملعونانہ، نام نہاد الہامات کے گرد گھومتا تھا۔ اس طرح اس کتاب کے مصنف نے بھی مرزا قادیانی کو اس کے قائم کردہ منہاج پر ہی ایسے زیر کر کے خود اس کی پشت پر سواری کرنے لگا۔ کتاب چھپنے کے بعد بابو الٰہی بخش سات سال زندہ رہا اور مرزا قادیانی کی چمڑی یعنی انگریز کی اس دمڑی سے کھیلتا رہا۔ مرزا قادیانی کے اس دور میں کیا شب و روز ہوتے تھے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے جو بھی کتاب لکھی اس میں ''عصائے موسیٰ'' اور اس کے مصنف کو نشانہ بنایا۔ تا آنکہ اس کتاب کا مصنف ۱۹۰۷ء میں، اور مرزا قادیانی واہی تباہی بکتے ۱۹۰۸ء میں عالم آخرت کو روانہ ہوئے اور مرزا قادیانی اپنے الہام ''میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا'' (تذکرہ ص۵۳۵، طبع سوم) کا مصداق بن گیا۔

ایک سو پندرہ سال پہلے کی کتاب چھاپنے پر کہ کس کس طرح، کس کس اللہ کے بندہ نے مرزا قادیانی کو ناکوں چنے چبوائے؟ اس کتاب میں بہت سارے واقعات کا مصنف نے جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ اتنی قدیم کتاب کی اشاعت مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو دعوت دیتی ہے کہ مرزا قادیانی کے تجویز کردہ نسخہ علاج سے مرزا قادیانی کی نام نہاد مسیحیت کا علاج کریں۔ یہی ہوا کہ مرزا مثیل مسیح تو الٰہی بخش مثیل موسیٰ۔ پس مسیح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔ مرزا قادیانی، بابو الٰہی بخش کے تابع ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ وہ کیسے؟ الٰہی بخش نے کہا کہ جیسے آپ، ویسے میں۔ تم مثیل مسیح تو میں مثیل موسیٰ۔ تو میرے تابع۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ مجھے تو الہام ہوا۔ الٰہی بخش نے کہا کہ مجھے بھی الہام ہوا۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔ الٰہی بخش نے کہا کہ میرے پاس بھی آتا ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ تو نے میرا انکار کیا تو جماعت سے خارج۔ الٰہی بخش نے کہا کہ تو نے میرا انکار کیا تو تو بھی اسلام سے خارج۔

لیجئے! مرزا قادیانی کے، الٰہی بخش ایسے فٹ ہوا کہ مرزا قادیانی کے الہامات کی گاڑی کا الٰہی بخش ''ٹوچین'' کیسے نظر آتا ہے۔ بس یہی اس کتاب کا خلاصہ ہے۔ رہے مرزا قادیانی اور الٰہی بخش کے الہامات تو ہماری بلا سے ''بوم'' بسے کہ ''ہما'' رہے۔ ویسے بھی بقول مولانا شوکت اللہ میرٹھی کے مرزا قادیانی بغیر دال کے ''بودم'' تھا۔ اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے۔

(۲۲۳)

الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آباد دکن)، پروفیسر محمد

(وفات:۱۹۵۹ء)

پروفیسر محمد الیاس برنی علی گڑھ کے نامور فرزند تھے۔ حصول تعلیم کے بعد اس کالج میں معاشیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ پھر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں معاشیات کے استاذ مقرر ہوئے۔ اس دور میں معاشیات پر اردو میں کتابیں بھی لکھیں۔ جو جامعہ عثمانیہ کے نصاب معاشیات کا حصہ تھیں۔ شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ معارف ملت، جذبات فطرت، مناظر قدرت نامی ان تین کتابوں میں اردو نظموں کا شاندار انتخاب مرتب فرمایا جو بہت مقبول ہوا۔ ویسے دو درجن کے قریب آپ کی کتب و رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ مذہبی ذوق تھا جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ آخر میں تصرف کا غلبہ ہو گیا۔

فقیر راقم کو یہ سعادت حاصل ہے کہ رد قادیانیت پر آپ کی کتب کو تخریج کر کے شائع کیا۔ ان میں ایک کتاب تو ''قادیانی مذہب'' ہے۔ اس کی اشاعت کے وقت فقیر نے ''دیباچہ'' لکھا تھا وہ پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد! عزت مآب عالی جناب محترم پروفیسر محمد الیاس برنی، سابق صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کی شہرۂ آفاق کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کو حق تعالیٰ شانہ نے شرف قبولیت سے نوازا۔ رد قادیانیت پر یہ انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ رد قادیانیت کے محاذ پر کام کرنے والا ہر خوش بخت و خوش نصیب شخص اس سے استفادہ کرنے کا محتاج ہے۔ اس کتاب کو طبع ہوئے تقریباً پون صدی بیت گئی، لیکن اس کی اہمیت و افادیت پہلے سے زیادہ درخشاں ہے۔ رد قادیانیت پر آج تک جتنا لٹریچر شائع ہوا، سب سے زیادہ اسے قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ فاضل مصنف ہر نئے ایڈیشن میں اضافے کرتے

گئے۔تا آنکہ یہ جامع وقابل قدر دستاویز بن گئی۔

آج تک اس کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے۔سب لیتھو پر تھے۔لیتھو کتابت ہر دفعہ نئی کرانی پڑتی ہے۔اس لئے غلطیاں درغلطیاں شائع ہوتی گئیں۔مصنف حیدرآباد دکن کے تھے۔ کتاب لاہور میں چھپتی رہی۔تصحیح کرنے والے حضرات کو ردقادیانیت پر عبور حاصل نہ تھا۔اس لئے بعض غلطیاں اتنی سنگین ہوگئیں۔جو کتاب کی ثقاہت کے منافی اور اس کے حسین چہرہ پر داغ محسوس ہوتی تھیں۔ورنہ رب کریم کا مصنف پر یہ عظیم کرم واحسان ہے کہ آج تک قادیانی اس کے کسی حوالہ کو چیلنج نہ کر سکے تھے۔قادیانی کتب کے ایڈیشن بدلتے رہے۔صفحات میں فرق آتا رہا۔ آج سے پون صدی قبل کے حوالہ جات آج کی قادیانی کتب کے ایڈیشنوں میں تلاش کرنے خاصے توجہ طلب مسئلہ تھے۔کتابت نے ترقی کی۔لیتھو سے وینڈائیک سے آفسٹ اور پھر آج کمپیوٹر ان سب کی جگہ پر براجمان ہوگیا۔سب سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورت محسوس کی کہ اس کا جماعت کی طرف سے ایڈیشن شائع ہونا چاہئے جو آج کی ان تمام ضرورتوں کو پورا کر سکے۔جدید حوالہ جات لگا دیئے جائیں تاکہ حوالہ تلاش کرنے میں آسانی ہو جائے۔چنانچہ آپ نے اپنی زیرنگرانی مولانا عزیزالرحمٰن صاحب کراچوی کو اس کام پر مقرر کیا۔مگر اس میں مشکل یہ پیش آئی کہ کراچی میں مرزا قادیانی کی تو تمام کتابیں موجود تھیں۔دیگر قادیانی کتب وقادیانی اخبارات ورسائل تمام کے تمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر دفتر ملتان کے کتب خانہ میں تھے۔اس لئے آپ کا ایماء وحکم پاکر فقیر نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔

۱۹۹۳ء میں ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے موقعہ پر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور جمعیۃ علماء ہند کے سربراہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری، استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند ناظم اعلیٰ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں وہ حضرات اس کتاب کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔جدید حوالہ جات کی تخریج وتحقیق کے لئے انہوں نے بھی حکم فرمایا۔چنانچہ واپسی پر فقیر کو تبلیغی اسفار سے جتنا وقت ملتا رہا اس پر کام کرتا رہا۔لیکن اسے جتنا جلدی ہونا چاہئے تھا مصروفیت کے باعث اس میں اتنی تاخیر ہوتی گئی۔بالآخر مجبور ہوکر فقیر نے عالمی مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب جالندھری دامت برکاتہم سے استدعا کرکے اپنے لئے معاون طلب کئے۔یوں تقریباً دو سال کے بعد آج اس کتاب کی تخریج وتحقیق کے کام سے سبکدوش ہوئے ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ جوں جوں کتاب کو پڑھنے کا موقعہ ملا مصنف مرحوم کی دیانت وثقاہت پر اتنا ہی ہمارے اعتماد میں اضافہ ہوتا گیا۔ قادیانی کتب وجرائد کا کوئی ایک بھی حوالہ ایسا نہیں، جو اصل ماخذ کے دستیاب ہونے پر اس میں نہ ملا ہو۔ اس کی تخریج وتحقیق میں مندرجہ ذیل اہتمام کیا گیا:

۱...... قدیم قادیانی کتب کے حوالہ جات کے ساتھ جدید ایڈیشن کے حوالہ جات دیئے اور بالخصوص اس بات کا التزام کیا گیا کہ مرزا قادیانی کتب کے مجموعہ ''روحانی خزائن'' مطبوعہ چناب نگر ولندن کے حوالہ جات بمع قید صفحہ وجلد لگا دیئے گئے۔

۲...... قادیانی اخبارات ورسائل کے حوالہ جات پر پہلے صرف جلد، شمارہ اور تاریخ درج تھی۔ اب اس پر صفحات بھی لگا دیئے ہیں تاکہ حوالہ کی تلاش کے لئے پورے شمارہ کو پڑھنے کی بجائے متعلقہ صفحہ دیکھ لیا جائے۔

۳...... جہاں کہیں کتابت کی غلطیاں تھیں، حتی المقدور ان کی تصحیح کردی گئی۔

۴...... سیرت المہدی کے حوالہ جات میں صفحہ نمبر کے ساتھ روایت نمبر درج کردی گئی۔

۵...... جہاں کہیں غلطی کتابت کے باعث عبارت میں معمولی تغیر یا چھوٹ آگئی تھی، اسے درست کردیا گیا ہے۔

۶...... فاضل مصنف کئی بار بعض ناگزیر وجوہات کی بنیاد پر نئے عنوان سے ایک حوالہ کو مکرر لاتے تھے۔ چند ایک مقامات (پانچ یا چھ) پر عدم ضرورت کے باعث ان کو حذف کر دیا گیا۔ (باقی تمام کو علیٰ حالہ باقی رکھا گیا تاکہ مصنف کی محنت ضائع نہ ہو)

۷...... فاضل مصنف نے عنوان کے ساتھ نمبرنگ کردی ہے اور فہرست میں صرف نمبرنگ کا حوالہ دیا ہے۔ ہم نے فہرست میں عنوانات کی نمبرنگ کو بھی علیٰ حالہ باقی رکھا۔ لیکن اس کے آگے کتاب کے صفحات نمبر بھی لگا دیئے۔

۸...... فاضل مصنف نے ضمیمہ جات کے عنوانات کی فہرست جو ضمیمہ سے پہلے لگائی تھی، ہم نے ان تمام ضمیمہ جات کے عنوانات کی فہرست کو بھی اصل فہرست کے ساتھ شامل کر دیا ہے تاکہ فہرست پڑھنے والے شخص کے سامنے پوری کتاب بمعہ ضمیمہ جات کے عنوانات آجائیں۔

۹...... مرزا قادیانی کے اشتہار کا مجموعہ پہلے تبلیغ رسالت کے نام سے دس حصوں میں شائع ہوا تھا۔ فاضل مصنف نے ان کے صفحات کے نمبر دیئے ہیں۔ اب چناب نگر (ربوہ) سے تبلیغ رسالت کے دس حصے ''مجموعہ اشتہارات'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع

ہوئے ہیں۔ ہم نے تبلیغ رسالت کے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ مجموعہ اشتہارات کے صفحات بھی دے دیئے ہیں۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے اقوال، جسے قادیانی ملفوظات یا کلمات طیبات کہتے ہیں، مصنف نے وہ مختلف رسائل وجرائد کے حوالہ جات سے نقل کئے تھے۔ اب خود قادیانیوں نے ملفوظات کا دس حصوں پر مشتمل مجموعہ شائع کر دیا ہے۔ ہم نے مصنف کے اصل ماخذ کے ساتھ ملفوظات کے بھی حوالہ جات لگا دیئے ہیں۔

یہ اور اس جیسی دیگر محنت وکاوش کے بعد اللہ رب العزت کے حضور شکر گزار اور فاضل مصنف کے حضور سرخرو ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس عظیم وضخیم کتاب کی تخریج وتحقیق کی ذمہ داری سے سرفراز فرمایا۔ ہمارے خیال میں اب ہر لحاظ سے یہ جدید ایڈیشن کامل ومکمل ہے۔ آج ہی اس بار عظیم سے عہدہ برآ ہوئے اور آج ہی اسے اپنے مکرم بھائی محمد متین خالد صاحب کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کے لئے بھجوا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ اب کمپیوٹر کمپوزنگ، تصحیح، طباعت وجلد بندی کے تمام مراحل جلد سے جلد مکمل ہوں تاکہ اسے حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج سکیں۔ افوض امری الی اللہ!

یااللہ! ہم سب کو اپنی رضا کی توفیق نصیب فرما۔ آمین بحرمة النبی الامی الکریم!

فقیر اللہ وسایا

مورخہ ۲۵ / مارچ ۱۹۹۵ء

یاد رہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے طبع شدہ نسخہ کا ہی پرنٹ اب انڈیا میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ جو ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔ اس طرح مصنف کی رد قادیانیت پر اور کتب مقدمہ قادیانی مذہب اور قادیانی قول وفعل بھی عالمی مجلس نے ملتان سے شائع کئے۔ ان کا جو دیباچہ لکھا گیا وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد! پروفیسر محمد الیاس برنی ﷫ نے رد قادیانیت پر ذیل کی کتب ورسائل تحریر فرمائے۔

۱......	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	۲......	مقدمہ قادیانی مذہب
۳......	قادیانی قول فعل (۱۔۲)	۴......	قادیانی حساب
۵......	قادیانی جماعت	۶......	قادیانی غلط بیانی
۷......	قادیانیت کا آغاز وانجام	۷......	قادیانی چکر۔چمن بشور
۹......	قادیانی موومنٹ		

الحمدللہ! ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' اس کتاب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان نے جدید حوالہ جات کے ساتھ شائع کیا۔ جس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ (۲) مقدمہ قادیانی مذہب۔ (۳) قادیانی قول وفعل (حصہ اوّل ودوم) پیش خدمت ہیں۔ ان دونوں کتب کے حوالہ جات لگاتے وقت انہی خطوط کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ جن کا ذکر قادیانی مذہب جدید ایڈیشن کے دیباچہ میں کیا تھا۔ مصنف کی چوتھی کتاب ''قادیانی حساب'' ہے۔ یہ قادیانی مذہب کے ضمیمہ دوم میں شامل ہے۔ جو جدید ایڈیشن کے ص۱۰۴۸ سے ۱۰۹۸ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ پانچویں کتاب ''قادیانی جماعت'' ہے۔ جو قادیانی قول وفعل حصہ اوّل کی چودھویں فصل پر مشتمل ہے۔

(۶) قادیانی غلط بیانی۔ (۷) قادیانیت کا آغاز وانجام۔ (۹) قادیانی چکر، چمن بشور۔ یہ قادیانی قول وفعل حصہ دوم میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مضامین ورسائل جو گاہے بگاہے مصنف نے شائع کرائے وہ خود انہوں نے اپنی زندگی میں قادیانی قول وفعل کے حصہ دوم میں جمع کر دیئے تھے۔

ردقادیانیت پر مصنف مرحوم کی ''کلیات'' قادیانی مذہب۔ مقدمہ قادیانی مذہب۔ قادیانی قول وفعل (ہر دو حصص) پر مشتمل ہیں۔ جن پر تحقیق وتخریج کے کام کی مجلس تحفظ ختم نبوت کو قدرت حق نے توفیق مرحمت فرمائی۔ الحمدللہ!

(۹) ''قادیانی موومنٹ'' انگلش میں قادیانی مذہب کی ایک فصل کا ترجمہ ہے۔ تتمہ قادیانی مذہب اور ایک دوسرے پمفلٹ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ لیکن وہ غالباً سرے سے شائع نہیں ہوئے۔ (شائع شدہ جملہ مواد ان تینوں کتابوں میں مکمل آگیا ہے)

اللہ رب العزت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۲۲۴)

الیاس رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا محمد

جامع مسجد پٹولیاں انارکلی میں مولانا محمد الیاس صاحب خلیفہ مجاز امام اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت مستعد نظر آتے تھے۔ ۲۵؍جنوری ۱۹۸۳ء کو انارکلی لاہور میں قادیانیوں سے ایک مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد الیاس صاحب کے علاوہ حافظ عبدالرشید ارشد، مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ تشریف لائے۔ دو قادیانی مناظر یکے بعد دیگرے مناظرہ سے فرار ہوکر کذب قادیانی پر مہر لگاگئے۔ اس لئے کہ مناظرہ ہی اسی عنوان پر تھا۔ بعد میں اس مناظرہ کی کارروائی مناظرہ انارکلی کے نام پر شائع بھی کردی گئی۔

(۲۲۵)

امام الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۵؍اپریل ۱۸۷۰ء ...... وفات:۲۲؍فروری ۱۹۵۴ء)

خدایا کن کا نام لب پر آیا۔ حضرت پیر طریقت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرزا قادیانی سے مباحثہ لاہور میں اگست ۱۹۰۰ء میں طے پایا۔ مرزا قادیانی خود چیلنج دے کر ’’جہاں سے نکلا تھا وہیں گھس گیا‘‘ یہ مرزا قادیانی کا جملہ ہے۔ جو ’’عطائے تو بلقائے تو‘‘ کے بمصداق نقل کردیا۔ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ اس ’’معرکہ لاہور‘‘ کے حالات پر مشتمل واقعات مولانا امام الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار ’’چودھویں صدی‘‘ میں شائع کئے۔ مرزائیوں نے جوابی مضامین لکھے۔ مولانا امام الدین گجراتی نے جواب الجواب لکھ کر قادیانی موشوں کو قادیان کی بل میں گھسیڑ دیا۔ اس روئیداد کا نام ہے:

’’راست بیانی بر شکست قادیانی‘‘ یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں مرزا قادیانی کی حین وحیات میں شائع ہوئی۔ قادیانی موشوں سمیت قادیانی بلی بھی لگی کھمبا نوچنے۔ پڑھئے کہ ایک سو دس سال بعد احتساب قادیانیت میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ کتاب ملتان مرکز کے کتب خانہ میں موجود تھی۔ لیکن ناقص۔ مولانا قاضی محمد ہارون الرشید صاحب راولپنڈی سے درخواست کی کہ گولڑہ شریف کی لائبریری سے مکمل کتاب کا فوٹو کرادیں۔ انہوں نے بہت محنت کی۔ لیکن

گولڑہ خانقاہ شریف کی لائبریری کے لائبریرین کی حکمرانی کے سامنے ان کی نہ چل سکی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کی ڈپلومیسی کام آ گئی۔ کتاب کا مکمل عمدہ فوٹو میسر آ گیا۔ میسر کیا آیا اب یہ احتساب قادیانیت ج ۳۸ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۲۶)

امام الدین کپورتھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولوی امام الدین نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض تصانیف خاکسار کی نظر سے گزری ہیں۔ ایسے عقیدہ والا شخص اسلام سے خارج ہے۔ گزشتہ سال میں حرمین شریفین گیا تھا۔ علماء مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے سامنے قادیانی کے عقائد پیش کئے۔ سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

(۲۲۷)

امان اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد امان اللہ دہلوی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:

''جس شخص کے یہ عقیدے ہوں جو سوال میں درج ہیں۔ وہ نہ صرف اہل سنت وجماعت سے خارج بلکہ قطعاً زندیق و مرتد ہے۔''

(۲۲۸)

امان اللہ (گجرات)، جناب

گجرات شاہدولہ گیٹ کے باسی جناب امان اللہ صاحب تھے۔ ان کے عزیزوں میں قادیانیت ایسی لعنت کے اثرات در کر آئے۔ آپ نے ان کو سمجھانے کے لئے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس میں:

۱...... ثابت کیا کہ دور اوّل کے جھوٹے مدعیان نبوت اور مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت میں مماثلت، اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام ملعونین کے دل آپس میں ملے ہوئے تھے۔

۲...... مرزا قادیانی باپ، مرزا محمود قادیانی بیٹا دونوں کی تحریرات میں تضاد۔
۳...... مرزا قادیانی کے اپنے کلام میں تضاد کے دلائل اس مختصر کتابچہ میں آپ نے اچھوتے انداز میں جمع کئے اور اس رسالہ کا نام تجویز کیا۔
''مرزا کی کہانی اس کی اپنی زبانی'' الحمدللہ ! کہ احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں اس رسالہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(۲۲۹)

امجد القادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نا تمام عبارت پیش کر کے مرزائی اور چند نافہم قسم کے لوگ استدلال کرتے ہیں کہ مولانا موصوف اجرائے نبوت کے قائل تھے اور براہو تعصب وغلط برآری کا کہ تین عبارتیں مختلف مقامات کی ملاکر اس سے یہ غلط استدلال قائم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے متذکرہ عبارت کی اپنے زمانہ میں خود ہی تشریح کر کے کہا تھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کے مدعی نبوت کو میں کافر سمجھتا ہوں۔ یہ تمام تر تفصیلات مناظرہ عجیبہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مولانا امجد القادری نے ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت'' کے نام سے اڑتالیس صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جو مکتبہ اخوان محلہ عثمان آباد چکوال سے فروری ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ اب ''محاسبہ قادیانیت'' کی جلد چہارم میں شریک اشاعت کیا ہے۔ اسی مضمون پر خامہ فرسائی کر کے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ دربارہ ختم نبوت کو ان کی تحریرات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

(۲۳۰)

امجد نصیر رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، جناب

امجد نصیر کی مرتب کردہ ہے۔ بھالیکے میں ان کے والد گرامی ریلوے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ ان کا نام نصیر صاحب تھا۔ وہ مولانا محمد حیات فاتح قادیان رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے۔ امجد نصیر صاحب نے ۱۹۷۴ء سے قبل کتابچہ ''مرزا قادیانی کی دو زبانیں'' تحریر کیا تھا جو اب احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۳۱)

امید علی خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۱۹۶۴ء، ملتان)

جامعہ انوار العلوم کے مفتی، مدرس، قاری تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کتاب لکھی:

"القول الصحیح فی اثبات حیات المسیح"

(۲۳۲)

امیر افضل خان رحمۃ اللہ علیہ (ریٹائرڈ میجر راولپنڈی)، جناب

انہوں نے "قادیانی سازش اور تاشقند کے اصل راز" پمفلٹ اور کتاب شائع کی۔ یہ دونوں قادیانیت کو فوجی زبان میں سمجھنے کے لئے خاصہ کی چیز ہیں۔

(۲۳۳)

امیر الزمان کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۶ر جون ۱۹۸۹ء، باغ)

مولانا امیر الزمان رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے رہائشی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور جامع مسجد فاروقی کراچی کے خطیب و مہتمم ہے۔ ممتاز عالم دین، آزادی کشمیر کے کارکن، جمعیۃ علماء اسلام جموں کشمیر کے ناظم، مدرسہ قاسم العلوم باغ کے بانی، آپ نے "فتنہ مرزائیت" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس پر مفتی اعظم مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ اس کی ثقاہت کے لئے کافی ہے۔ آپ نے یہ کتاب جولائی ۱۹۵۲ء میں تحریر فرمائی۔ نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت محض توفیق ایزدی کی مرہون منت ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا امیر الزمان کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کے اوّل میں "بشارت" کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ:

۲۳ر رمضان ۱۳۷۱ھ جو صبح سات بجے مسجد فاروقی کراچی میں لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔

خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور خواب میں روتے ہوئے آپ ﷺ سے عرض کی کہ قادیانیت کا فتنہ بڑھ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’رضیت باﷲ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیاً‘‘ پھر بیدار ہوگیا۔ ان دنوں ’’فتنہ مرزائیت‘‘ کی کتاب کی تصنیف میں مصروف تھا۔ یہی تعبیر سمجھ میں آئی کہ اس ناچیز تالیف پر آنحضرت ﷺ کی نظر کرم ہے۔

چہ وصف کند سعدی نا تمام
علیک والصلوٰۃ اے نبی والسلام

(۲۳۴)

امیر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (اوکاڑہ)، حضرت مولانا سید

(وفات: ۱۲/اپریل ۲۰۰۹ء)

حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ قید و بند کی منزلوں سے گزرے۔ عرصہ ہوا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شائع کی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا سید امیر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک انٹرویو کیا تھا۔ وہ ملاحظہ فرمائیں:

’’مولانا سید امیر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کراچی گیا ہوا تھا۔ احراری خون تھا۔ کراچی جہانگیر پارک میں ظفر اللہ خان قادیانی کی تقریر میں موجود تھا۔ اس نے اسلام کو مردہ مذہب اور قادیانیت کو زندہ اسلام کہا۔ سنتے ہی ہم نے شور کر دیا۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ سب سے پہلے پتھر ظفر اللہ خان کی طرف میں نے چلایا۔ جلسہ ہلڑ بازی کا شکار ہوگیا۔ ہم گرفتار کر لئے گئے۔ رات گئے تک تھانہ میں رہے۔ پھر ہم نوخیز نوجوانوں کو رہا کر دیا گیا۔ تبلیغ میں وقت لگا کر واپس پنجاب آگئے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لے لیا۔ تحریک ختم نبوت کی ابتداء میں موچی دروازہ لاہور میں جلسہ عام جس میں مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت تھی۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب تھا۔ شریک ہوا۔ پھر نسبت روڈ پر جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں مجلس عمل کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ سب سے بہترین اور

عمدہ خطاب مولانا محمد علی جالندھری ؒ کا ہوا۔اس میں بھی مجھے شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔
مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے مرزائیت کا مذہبی وسیاسی تجزیہ کیا۔تقریر معلومات کا خزانہ اور دلائل کا سمندر تھی۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ ہونے کے حوالے سے اس کی تعیناتی پر سخت گرفت کی۔آپ نے فرمایا کہ ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ ہوتے ہوئے ان وجوہات کی بناء پر کشمیر کے مسئلہ کا حل ناممکن ہے۔اس لئے:

۱...... ظفر اللہ خان نے قادیانی ووٹ غیر مسلموں میں شامل کراکر گرداسپور کو غیر مسلم اقلیت کا ضلع، باؤنڈری کمیشن کے سامنے ثابت کیا۔کشمیر کا پاکستان سے رابطہ وراستہ ہی جب اس نے کاٹ دیا تو اب اس سے کشمیر کے مسئلہ کے حل کی توقع رکھنا مسلم لیگی حماقت ہے۔

۲...... کشمیر پاکستان سے مل جائے تو مسلم کاز کو تقویت ملے گی۔جب کہ یہ (ظفر اللہ) مسلم کاز کا ہندوؤں سے زیادہ دشمن ہے۔

۳...... کشمیر حاصل کرنے کے لئے اسلامی ممالک کا تعاون ضروری ہے۔ظفر اللہ خان نے وزیر خارجہ ہونے کے ناتے تمام سفارت خانوں میں قادیانی افراد بھرتی کر کے ملت اسلامیہ کی ہمدردی سے پاکستان کو محروم کردیا ہے۔

۴...... ظفر اللہ خان کا گرو مرزا بشیر الدین اکھنڈ بھارت کا الہامی عقیدہ رکھتا ہے۔یہ اپنے گرو کے نقش قدم پر چلے گا نہ کہ مسلمانوں کی خاطر کشمیر کیس لڑے گا۔

۵...... ظفر اللہ نے یو این او میں کشمیر سے پاکستان کی افواج کے اخراج اور ہندوستانی فوج کی وہاں پر موجودگی میں ہی مہاراجہ کشمیر کی زیر نگرانی استصواب رائے کے معاہدہ پر دستخط کردیئے ہیں۔ان حالات میں یہ کہنا کہ کشمیر ہمیں مل جائے گا یہ ان کی حماقت کا بہترین شاہکار ہے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کی تقریر کے بعد حضرت امیر شریعت ؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد علی جالندھری ؒ کی یہ تقریر کسی بین الاقوامی پلیٹ فارم سے ہوتی تو آج مولانا نے جس طرح اپنا کیس ثابت کیا ہے مسلم لیگ کے لئے ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ رکھنے کا کوئی جواز باقی نہ رہ جاتا۔حضرت امیر شریعت ؒ نے فرمایا مجھے فخر ہے اس بات پر، کہ میری جماعت کے رفقاء دلائل وبراہین کی دنیا میں اپنا کیس ثابت کرنے میں کسی بیرسٹر سے کم نہیں۔یہ کہہ کر شاہ جی ؒ نے تقریر کرنے سے انکار کردیا۔

کچے کو توڑ دو (لطیفہ)

سید امیر حسین گیلانی ؒ فرماتے ہیں کہ میں اس تقریر میں موجود تھا۔ مولانا کی تقریر کے دوران نسبت روڈ کے مرزائیوں نے اپنے مکانات سے سنگ باری شروع کر دی۔ مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے مشتعل ہجوم کو کوئی کاروائی کرنے سے روک دیا اور موقعہ کی مناسبت سے ایک لطیفہ بھی سنایا جو یہ تھا کہ ایک دفعہ نوکرانی بادشاہ کے گھر میں چکی پیس رہی تھی۔ بادشاہ کی گھر والی کو نوکرانی نے کہا کہ آپ کی لڑکی جوان ہے اور میرا لڑکا جوان ہے۔ رشتہ نہ کر لیں؟ بادشاہ کی گھر والی نے اپنے خاوند سے ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ جہاں نوکرانی بیٹھی تھی وہ جگہ کھدواؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ نیچے مدفون خزانہ ملا۔ مٹکہ (کچا) جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ وہ نکال کر بادشاہ نے جگہ ہموار کرا دی اور پھر گھر والی کو کہا کہ اب جب دوبارہ نوکرانی چکی پیسنے آئے پھر دیکھنا یہ کیا کہتی ہے۔ چنانچہ دوسرے دن نوکرانی آئی۔ دانے پیسے مگر کوئی بات نہ کی۔ بادشاہ کی گھر والی نے خود کہا کہ کل آپ نے اپنے لڑکے اور میری لڑکی کے رشتہ کی بات کی تھی۔ تو نوکرانی قدموں پر گر گئی کہ میں نے قطعاً یہ بات نہ کی تھی۔ مجھ پر تہمت نہ لگائی جائے۔ بادشاہ کی گھر والی نے اپنے خاوند کو یہ رپورٹ دی تو خاوند نے کہا کہ پہلے دن نوکرانی نہیں، اس کے نیچے سے (کچا) بول رہا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان مرزائیوں کو کچھ نہ کہو جو اینٹیں مروا رہے ہیں اس ''کچے'' (ظفر اللہ خان) کو توڑ دو۔ اس پر مجمع لوٹ پوٹ ہو گیا اور مولانا کو خوب داد ملی اور یہ کہ فتنہ بھی ختم ہو گیا۔

مولانا گیلانی ؒ موصوف فرماتے ہیں کہ تحریک کے شروع ہونے پر باہر سے آنے والے قافلوں کو سنبھالنا وغیرہ میرے ذمہ ٹھہرایا۔ جب موقع ملتا نوجوان رفقاء کا جلوس لے کر لاہور میں بازار کا چکر بھی لگا لیتے۔ مجھے یاد ہے کہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ہم دو اڑھائی سو، نوخیز نوجوانوں اور لڑکوں کا ایک گروپ دھنی رام روڈ پر جا رہا تھا۔ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کی۔ قادیانی نوجوان فوج کی جیپ میں سوار تھے۔ تقریر کرنے والے کو گولی داغ دی۔ دوسرا نوجوان بڑھا۔ اس نے سپیکر سنبھال کر تقریر شروع کر دی۔ قادیانی اوباشوں نے اس کو بھی گولی داغ دی۔ اسی طرح پانچ چھ نوجوان یکے بعد دیگرے تڑپے مگر عشق رسالت مآب ﷺ کے جذبہ کو ماند نہیں پڑنے دیا۔ اس قادیانی ظلم پر روڈ کے دونوں طرف کے مکانات سے اس جیپ پر پتھراؤ شروع ہو گیا۔ جیپ والے قادیانی سورما بھاگ نکلے اور ہمارا جلوس پھر روانہ ہو گیا۔

انار کلی میں راست اقدام کا اشتہار میں نے تقسیم کیا۔ اشتہار تقسیم کر رہا تھا کہ پولیس آن دھمکی۔ ایک گلی سے ہو کر گرفتاری سے بچ نکلا۔ جامع مسجد وزیر خان کو جب فوج نے خالی کرالیا تو ہمارے رضا کاروں کا دستہ جامع مسجد علی ہجویری ؒ (داتا دربار) منتقل ہو گیا۔ ان کے لئے تانگہ پر دیگ پکوا کر لایا۔ میں خود سائیکل پر تھا۔ مسجد کے دروازے پر آئے تو پیچھے بازار میں افراتفری تھی۔ معلوم ہوا کہ ملٹری کے ٹینک بکتر بند گاڑیاں یہاں بھی آ گئی ہیں۔ تنگ گلی سے ایک ہاتھ پر سائیکل اٹھایا اور نکل گیا۔ اب جا کر مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ سے ملاقات کی۔ شہر میں فوج کا گشت تھا، جس پولیس کے دستہ نے گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا وہ حوالۂ زندان کر دیئے گئے۔ ملٹری کا جو دستہ شہر میں آ کر مسلمانوں کے جذبہ عشق و مستی کو دیکھتا اور متاثر ہوتا انہیں تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ فوج پاراچنار یا بنگال کی لائی گئی تاکہ وہ تحریک کے لوگوں کی سرے سے بات ہی نہ سمجھ پائے۔ مولانا ہزاروی ؒ نے ایبٹ آباد، مانسہرہ، سرحد کے لوگوں کے پتے لکھ دیئے کہ ان کو مل کر وہاں سے آواز کو مؤثر طور پر اٹھایا جائے۔ گوجرانوالہ گیا۔ وہاں سے مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی ؒ میرے ساتھ ہوئے۔ قلعہ کالری گجرات میں جا کر تقریر کی۔ جلوس نکالا۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ پہلے گرفتار تھے۔ وہاں سے جہلم، پنڈی، ہزارہ کا دورہ کیا۔ خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ سرحد نے اعلان کر رکھا تھا کہ پنجاب کے غنڈوں (تحریک کے لوگوں) کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہم نے ہزارہ ڈویژن کا دورہ کر لیا۔ خان عبدالقیوم خان کو دورہ پڑا، وہ ہزارہ آیا۔ ہم ہزارہ سے راولپنڈی وہاں سے جہلم آ گئے۔ جہلم میں جمعہ پر بیان ہوا جلوس نکالا۔ گرفتار ہو گئے۔ چھ ماہ قید کاٹ کر رہا ہوئے۔ رہائی پر پھر جہلم میں تقریر کی اور پھر لاہور آ گئے۔"

(تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۸۲۱،۸۲۳)

مولانا امیر حسین گیلانی ؒ بلا کے بہادر تھے۔ ان میں حسینی خون تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے ڈٹ جاتے تھے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے مجلس عمل میں نمائندگی فرماتے رہے۔ ملک کے جس حصہ میں دعوت دی جاتی ضرور تشریف لاتے۔ چنیوٹ، چناب نگر کی کانفرنسوں پر ان کی تشریف آوری میں شاید کبھی ناغہ ہوا ہو۔

جمعیۃ علماء اسلام ان کی سرگرمیاں ان کا اوڑھنا بچھونا تھیں۔ مرکزی نائب امیر، پنجاب جمعیۃ کے امیر اور اسلامی نظریاتی کونسل کے دو بار رکن رہے۔ بہت بیدار مغز رہنما تھے۔ ان کی تقریر شعلہ بار ہوتی تھی۔ خوب تیز بولتے تھے۔ شاہ صاحب کا رنگ پکا، جسم گھٹا اور فربہ، قد درمیانہ، پیشانی کشادہ، داڑھی مشت بھر شدید گھنی، طبیعت سادہ، مزاج میں جمال وجلال کی کیفیت حسب

موقعہ اس کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ضیاء الحق کے شدید مخالف، ایم.آر.ڈی کی تحریک میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔مذہبی تحریکوں میں ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔شوگر کے مریض تھے۔اس نے گردوں پر شدید اثر کیا۔زید ہسپتال میں زیر علاج رہے۔وفات گھر پر ہوئی۔قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔مرحوم پر فضل الٰہی ہو۔حق تعالیٰ بال بال مغفرت کریں۔ان کی وفات سے تاریخ کا ایک باب بند ہو گیا۔جامعہ مدنیہ ادکاڑہ، چھ بیٹے، دو بیٹیاں، اہلیہ، ہزاروں عقیدتمند، جمعیۃ علماء اسلام ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔

(۲۴۵)

امیر محمد خان رحمۃ اللہ علیہ (گورنر مغربی پاکستان)، جناب ملک

(پیدائش: ۲۰/جون ۱۹۱۰ء ...... وفات: ۲۶/نومبر ۱۹۶۷ء)

ملک امیر محمد خاں بحیثیت انسان ایک مردم شناس، بہادر اور خوددار شخص تھے، بحیثیت منتظم سخت گیر انسان تھے، ایوب خان دور میں انہیں مغربی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا، انہوں نے اپنے عہد میں ملک کا نظم ونسق پورے نظم وضبط سے چلایا، کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ کسی کام کو اپنی مرضی سے چلائے، امیر محمد خاں کا دبدبہ، اعلیٰ افسر سے لے کر عام شہری کی زندگی تک میں نظر آتا تھا۔وہ پکے مسلمان تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، ان کے زمانے میں گورنر ہاؤس شراب وکباب کی بزم آرائیوں سے الگ تھلگ رہا، وہ اکیلے رہتے تھے، ان کے اپنے بیٹوں تک کو کھلم کھلا گورنر ہاؤس میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، موسیقی وطرب کی محفلیں دور دور تک نظر نہیں آتی تھیں، ان کے سامنے ہر وقت مصلیٰ بچھا رہتا تھا، ان کے زمانے میں مغربی پاکستان میں عصمت فروشی کا کاروبار بند ہو گیا، اور جسم فروشی ممنوع قرار دے دی گئی۔

ان کی مردم شناسی اور تحریک آزادی میں کام کرنے والوں کے متعلق عزت افزائی کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مرزائیوں کے وہ سخت مخالف تھے، ان کی ملک دشمنی اور اسلام دشمنی سے پوری طرح آشنا تھے، قاضی احسان احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ملاقات میں مرزا قادیانی کی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' دکھائی اور اس کے مندرجات پڑھ کر سنائے، تو امیر محمد خاں آبدیدہ ہو گئے، انہوں نے فوراً اس کتاب کو خلاف قانون قرار دے دیا، قاضی صاحب نے انہیں مبارکباد کا تار بھیجا،

مرزائیوں نے اس پابندی کے خلاف زور وشور سے آواز بلند کی، اور ایوب خاں تک رسائی کی، جس نے بالآخر کتاب پر سے پابندی ہٹادی۔ امیر محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کو سخت صدمہ ہوا، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملے اور پابندی اٹھانے پر افسوس کا اظہار کیا، امیر محمد خاں نے کہا کہ: ''مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ! مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت اختیار کر گئی ہے، اس کتاب پر پابندی کے بعد جب اندرون وبیرون ممالک سے مجھ پر اور صدر مملکت پر دباؤ پڑنا شروع ہوا، تو مجھے احساس ہوا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت ہے۔'' آج مرحوم زندہ نہیں، کوئی ان کی قبر پر جا کر مرزائیت کی رسوائی وپسپائی کا حال ان سے بیان کردے تا کہ ان کی قبر کو ٹھنڈک پہنچے اور ثابت ہو کہ: العظمۃ للّٰہ ولرسولہ!

(۲۳۶)

امین رحمۃ اللہ علیہ (جڑانوالہ)، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۲۲ ردسمبر ۱۹۷۳ء)

دارالعلوم دینیہ جڑانوالہ کے بانی، عالم دین، خطیب ومدرس، جامع مسجد جڑانوالہ کے خطیب رہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت جڑانوالہ کے امیر بھی رہے۔ ہر سال مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو بلوا کر ختم نبوت پر بیان کرانے کا معمول تھا۔ کیا خوب انسان تھے۔

(۲۳۷)

امین رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)، جناب چوہدری محمد

(وفات: ۲۰ رنومبر ۲۰۰۹ء)

بستی سراجیہ خانیوال کے رہائشی جناب چوہدری محمد امین صاحب مرحوم سلیم پور لدھیانہ مشرقی پنجاب کی آرائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حضرت قبلہ مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حضرت ثانی) سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے برادر زادہ تھے۔ پوری فیملی تقسیم کے بعد خانیوال کے قریب آ کر آباد ہوئی۔ اس بستی کا نام بستی سراجیہ رکھا۔ چوہدری محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی دینی ودنیاوی تعلیم حاصل کی۔ پھر زمینداره پر توجہ دی۔ آج کل انہوں نے

بھینسوں کا فارم بنایا تھا۔ اس میں خوب محنت کی۔ بہت ہی بخت ور آدمی تھے۔ اپنی تمام نرینہ اولاد میں سے جس کا ذوق جس طرف دیکھا اسی طرف تعلیم پر لگادیا۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے اولاد کو بہرہ ور کیا۔ خانقاہ سراجیہ سے تعلق کو خوب نبھایا۔ ہر سال چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر قافلہ لے کر تشریف لاتے۔ کانفرنس کے کاموں میں منتظمین حضرات کا ہاتھ بٹاتے۔ اسہال طبیعت ناساز تھی۔ حضرت ناظم اعلیٰ مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری نے روکا بھی کہ آپ کی صحت متحمل نہیں، کانفرنس میں شرکت نہ کریں۔ لیکن عزم کے اتنے پکے کہ فرمایا چاروں بیٹے چاروں طرف سے اٹھا کر گاڑی میں سوار کرادیں اور چناب نگر پہنچ کر اتار لیں۔ یہ حالت بھی ہو تو تب بھی کانفرنس پر ضرور جانا ہے۔ گئے اور شرکت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کو جگر کا عارضہ ہوگیا تھا۔ علاج، سفر، بدپرہیزی سب کچھ جاری رہا۔ اسی بیماری میں حج بھی کر آئے۔ غرض انہوں نے بیماری کو اپنے پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ وقت موعود آگیا اور اللہ کے حضور چل دیئے۔ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری نے نماز جنازہ پڑھایا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۲۳۸)

امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مخدوم پور)، مولانا سید محمد

(وفات: ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ۱۹۰۱ء میں لساں نواب، مانسہرہ، سرحد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ حضرو ضلع اٹک میں مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ضیاءالحق رحمۃ اللہ علیہ سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ صرف ونحو کے امام وقت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ انہی ضلع گجرات کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ کامرہ میں بھی پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث پاکستان بننے سے قبل ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی پہلی بیعت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اپنے مرشد واستاذ کے رنگ میں رنگین تھے۔ عمر بھر کھدر استعمال کیا۔ حتیٰ کہ ٹوپی بھی کھدر کی ہوتی تھی۔ جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے جنگ آزادی کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ اپنے آبائی علاقہ مانسہرہ میں تعلیمی

صرف مسجد تھی مدرسہ کی تعمیر نہ ہوئی تھی۔ گلگشت قاسم العلوم ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ہزاروں کا اجتماع، حضرت جالندھری ؒ، دوسرے بیسیوں خطباء مدعو تھے۔ ان میں مولانا محمد ضیاء القاسمی ؒ بھی تھے۔ کانفرنس کو شروع ہوئے بعد از عشاء تھوڑا سا وقت گذرا تھا کہ پولیس نے کانفرنس کے انعقاد کا اجازت نامہ کینسل ہونے کا حکم نامہ تھما دیا۔ اجتماع میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت جالندھری ؒ نے اجتماع کو سنبھالا اور کانفرنس کی کارروائی کو بند کرا دیا۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ؒ کے اس دن حسینی جلال کو فقیر نے دیکھا کہ واقعی پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ سراپا انتقام بن گئے۔ حکومت کو وہ بے نقط سنائیں کہ الاماں۔ لیکن حضرت جالندھری ؒ سامنے آئے تو ایسے خاموش ہوئے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ اطاعت امیر کا جذبہ آئے کاش آج ہم جیسوں کو بھی نصیب ہو جائے۔

مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ؒ کے مدرسہ کے جلسہ پر ہر سال مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد و کلاں کی پوری جماعت تین دن کے لئے شریک ہوتی۔ انہیں جلسوں میں سے چند جلسوں کی روئیداد آج بھی ذہنوں میں تازہ اور آنکھوں میں تیرتی ہے۔ جلسہ کی صدارت مولانا سید پیر خورشید احمد ؒ فرماتے تھے۔ ایک جلسہ پر سید خورشید احمد شاہ ؒ صاحب صدر اجلاس تھے۔ مولانا محمد اشرف ہمدانی ؒ کی دھواں دھار تقریر ہوئی۔ ان کے بعد مولانا محمد شریف بہاولپوری ؒ کا بیان ہوا۔ آخری خطاب حضرت جالندھری ؒ کا تھا۔ وہ مناظر آج یاد آتے ہیں تو دل و دماغ منور ہو جاتے ہیں۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری نے جمعیۃ علماء اسلام میں بھی نمایاں خدمت سرانجام دیں۔

مولانا سید امین شاہ صاحب ؒ جناب مودودی کے مسئلہ پر خلاصۃً حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ کے ذوق کے مظہر تھے۔ جب مولانا قاضی مظہر حسین ؒ صاحب نے خدام اہل سنت والجماعت کی بنیاد رکھی تو قدر مشترک بلکہ راس المال ان دونوں حضرات کے درمیان حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کی نسبت تھی۔ اسی نسبت اور اپنے حب اہل بیت ؓ، وحب صحابہ ؓ کے جذبہ سے خدام اہل سنت کے لئے اپنے آپ کو لگا دیا۔ قدم قدم پر ان کے ساتھ رہے۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آخری دنوں میں کمزور ضرور ہو گئے۔ لیکن بڑھاپے اور بیماری کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دیا۔ اسی رمضان المبارک میں بھی ہر روز مسجد میں معتکفین کے پاس تشریف لاتے، بیان فرماتے، مکتوبات شیخ الاسلام ؒ اور دیگر کتب کی خواندگی

کے عمل میں شریک ہوتے۔ اسی رمضان المبارک میں ایک دن فرمانے لگے کہ پہلے دل میں آرزو ہوئی کہ اگر اس سال جانا ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں اٹھالیں۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ دوستوں کی سحری، وافطاری اور عید پر اثر پڑے گا۔ بس یہ خیال آتے ہی دعاء کی کہ یا اللہ مجھے رمضان المبارک میں موت کی سعادت کی بجائے دوستوں کے لئے سہولت کا سامان کردے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرمایا۔ آپ نے مخدوم پور میں کام کا آغاز کیا۔ دوستوں کے خط لکھنے پر حضرت مدنی ؒ نے اپنے گرامی نامہ میں مستقل طور پر کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جس دن حضرت مدنی ؒ کا والا نامہ ملا۔ اسی دن سے مسجد ومدرسہ والوں سے تنخواہ لینا بند کردی اور پھر زندگی کے آخری سانس تک ایک پیسہ تنخواہ نہیں لی۔ آپ کے اس ایثار واخلاص کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے خزانہ غیب کے منہ کھول دیئے۔ آپ نے مسجد کے ساتھ مدرسہ زکریا کی بنیاد رکھی۔ جو بنین وبنات کے لئے اس وقت علاقہ میں مثالی خدمات پیش کررہا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا جو آپ کا جانشین ہے۔ مولانا سید محمد معاویہ، چھ بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ اس وقت آپ کے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں اور ان کی آگے اولاد دراولاد کی تعداد، اکانوے تک جاپہنچی ہے۔ آپ کو ایک سے اللہ تعالیٰ نے اکانوے کردیا۔ اس صلبی اولاد میں سے پینتیس بچے وبچیاں قرآن مجید کے حافظ وحافظات ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آپ کے لئے علم وعمل، فضل واحسان، اولاد، رزق، شاگردوں، مریدوں کے ایسے انعامات کئے۔ جنہیں انعامات الٰہی کی بارش بلکہ موسلا دھار بارش کہا جاسکتا ہے۔ اس سے صرف آپ کا گھر، مسجد ومدرسہ، مخدوم پور نہیں بلکہ پورا علاقہ جل تھل کا سماں پیش کررہا ہے۔

آپ کے کئی نامور شاگرد اور کئی خلفاء ہیں۔ جو سب آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ کا وجود بھی خلق خدا کے لئے انعامات الٰہی میں سے تھا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کی رحلت نے ایسا خلاء پیدا کردیا ہے جو مدتوں پر نہ ہوگا۔ رہ رہ کر ان کی یاد ستائے گی۔ ان کی یاد آئے گی اور بار بار آئے گی۔ لیکن وہ خود کبھی نہ آئیں گے۔ حق تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد کے حامی وناصر ہوں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ان کی وفات پر بجائے خود مستحق تعزیت ہے۔ ان کی جدائی کا غم زندگی بھر بھلانے سے بھی نہ بھلا پائیں گے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۰ نعم المولیٰ ونعم النصیر!

(۲۴۹)

امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

(ولادت:۴/اپریل ۱۹۳۴ء وفات:۳۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء)

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اوکاڑہ کے قریب چک میں رہائش اختیار کی۔ حدیث کی تعلیم علاقہ چھچھ کے معروف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اوکاڑہ کے سکول میں ملازمت اختیار کی۔ باقی وقت علاقہ میں باطل کی تردید میں فی سبیل اللہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ قدرت حق نے آپ کو قوت بیان کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ مزاج میں انکساری تھی۔ طبیعت میں اعتدال تھا۔ غصہ نام کی کوئی چیز قریب تک سے نہ گزری تھی۔ محبت واخلاص کا پیکر تھے۔ آپ کی ہر دلعزیز شخصیت کے باعث جو آپ سے ملتا پہلی ہی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ عرصہ تک سکول میں اور گردونواح کے چکوک ودیہات میں جمعہ اور دیگر مواقع پر بیانات کا سلسلہ جاری رکھا۔ قادیانیوں سے معرکے ہوئے۔ معاملہ پنچائت سے تھانہ اور تھانہ سے عدالت تک پہنچا۔ مگر اس بندۂ خدا نے کس جگہ قادیانیوں کو ٹکنے نہیں دیا۔ سکول کی ملازمت کے دوران میں آپ نے عیسائیت، قادیانیت، رفض وبدعت کے خلاف بھرپور تیاری کی۔ ان کی تمام کتب مہیا کی اور یوں علاقہ بھر میں آپ نے مبلغ اور مناظر اسلام کے حوالہ سے شہرت پائی۔ طبیعت میں اخلاص تھا۔ ہر وقت اس خیال سے متفکر رہنے لگے کہ کہیں ملازمت سے جان چھوٹ جائے۔ تو کسی دینی دارہ میں بیٹھ کر دعوت واصلاح تعلیم وتعلم کا کام کرنا ہے۔

ہمارے ملک کے اہل حدیث حضرات، شب وروز سب سے بڑا کام حنفیت کی تردید سمجھ کر منظم انداز پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ صورتحال مولانا مرحوم کے لئے نا قابل برداشت تھی۔ آپ نے احادیث نبویہ کے حوالہ سے شب وروز ایک کر کے فقہ حنفی کے تمام مسائل کا ماخذ جمع کیا۔ پھر غیر مقلدین حضرات کے تمام وہ مسائل جو حدیث کے خلاف ہیں۔ جمع کر کے ملک بھر میں غیر مقلدین حضرات کے سر ہو گئے۔ جہاں تشریف لے گئے ایک فضا قائم کر دی۔ غیر مقلدین حضرات کو اپنے مسائل احادیث سے ثابت کرنے دشوار ہو گئے۔ تو وہ چکرا گئے۔

کراچی سے خیبر تک آپ نے مدارس کا دورہ کیا۔ اہل علم نے آپ کے علم کی بہاروں سے رونق حاصل کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں آپ کو تخصص کرانے کے لئے پیش کش کی۔ کراچی کی گہما گہمی، مدارس کی معتد بہ تعداد نے آپ کے کراچی قیام سے فائدہ اٹھایا۔ آپ نے بیسویں علماء کی جماعت تیار کی جو حق کی تلوار ثابت ہوئے۔

کراچی کا موسم آپ کی طبیعت کے موافق نہ آیا۔ آپ ملتان تشریف لائے۔ خیرالمدارس نے آپ کے لئے دیدہ دل فرش راہ کیا۔ یہاں آپ نے متواتر کئی سال دعوت وارشاد کی مسند کو رونق بخشی اور بلاشبہ بہت بڑی تعداد میں علماء کرام کی جماعت تیار کر دی۔ جو مناظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس دوران میں ملک بھر کے تمام مدارس کے دینی اجتماعات اور دیگر جلسوں میں آپ کے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ قدرت کے کرم کے فیصلے ہیں کہ ایک مختصر مدت میں کراچی سے خیبر، منوڑہ سے اکوڑہ اور قلات سے سوات تک آپ کا نام گونجنے لگا۔ کسی بھی موضوع پر آپ مسلسل گھنٹوں گفتگو کرتے اور بے تکلف کرتے۔ اس دور میں آپ نے مناظرہ کی دنیا میں وہ کامیابیاں حاصل کیں۔ جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ لیکن ان کی خوبی تھی کہ طبیعت میں اعتدال تھا۔ کہیں کسی بھی مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔ خودرائی سے مجتنب رہے۔ ہمیشہ اسلاف کے نظریات کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔ اکابر کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ مناظرہ میں کبھی کسی بھی فریق کی زیادتی وتلخ نوائی سے غصہ نہیں ہوئے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے اپنے موقف کو فریق مخالف سے منوایا۔ یا اسے راہ فرار اور پسپائی پر مجبور کر دیا۔

غرض آپ کے وجود سے اللہ رب العزت نے وہ کام لیا۔ جو ایک مستقل ادارہ کے کرنے کا تھا اور پھر قدرت کی کرم فرمائی دیکھئے کہ بیک وقت تمام بے دین وبددین فتنوں کے خلاف آپ کی تیاری تھی۔ عثمانی، جماعت المسلمین چتروڑی، اسدی، پتہ نہیں کون کون سے فتنہ کو آپ نے کہاں نکیل ڈالی۔ آپ کا وجود پاکستان میں دفاع اسلام کی علامت بن گیا تھا۔ کفر وبدعت آپ کے نام کی ہیبت سے لرزہ براندام تھے۔ آپ نے افریقہ وعرب تک کلمہ حق بلند کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو پیار تھا۔ دل کی گہرائیوں سے اکابرین مجلس کا احترام کرتے تھے۔ مجلس کے ہم عصر ساتھیوں کے لئے دیدہ دل ہوتے تھے۔ محبتوں سے نوازتے تھے کام کی تحسین کرتے تھے۔ مشوروں سے نوازتے تھے مجلس کی تمام مطبوعات پر نظر رکھتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ ملک بھر سے آئے ہوئے۔

مندوبین آپ کے بیان کو دل کی گہرائیوں سے سنتے تھے۔آپ کے علمی جواہر پاروں سے اپنی جھولیاں بھر کر لے جاتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر سالانہ رد قادیانیت کورس میں شرکت فرماتے تھے۔شرکاء کو اپنے علمی بیانات سے بہرہ ور کرتے۔اس سال بھی شرکت کا وعدہ تھا۔لیکن قدرت کی شان بے نیازی جامعہ خیر المدارس میں چھٹیاں ہوئیں۔سرگودھا تشریف لائے۔طبیعت ناساز ہوئی۔گھر تشریف لے گئے۔وقت اجل آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسکراتے چہرہ سے کامیابی وکامرانی کی ڈھیروں دولت ساتھ لئے رحمت حق کے جوار جا بسے۔جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

آپ کے جانے سے علم وفضل کی مسندیں بے رونق ہوگئیں۔آپ تو رب کے حضور کامیاب وسرخرو ہو کر گئے۔لیکن آپ کے جانے سے جو ہمیں محرومی ہوئی اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے سرفراز فرمائیں۔رحمت حق آپ پر سایہ فگن ہو۔حضرت محمد عربی ﷺ کی شفاعت آپ کو نصیب ہو۔ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ مخلص عالم دین تھے۔حق وصداقت کی علامت ونشانی تھے۔علم وفضل کے پہاڑ تھے۔مناظرہ میں احقاق حق وابطال باطل کے علمبردار تھے۔کفر آپ سے لرزاں وترساں تھا۔آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔آپ گئے ہم آرہے ہیں۔

(۲۴۰)

امین علی شاہ نقوی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)،مولانا سید محمد

آپ نے ”لا نبی بعدی“ کے نام سے ۸۰ صفحات پر مشتمل کتابچہ اگست ۱۹۸۵ء میں تحریر کیا،جو عربی زبان میں ہے۔ساتھ میں ترجمہ بھی ہے۔یہ منظوم کلام ہے۔

پہلا باب:حمد الٰہی،دوسرا باب:نعت رسول،تیسرا باب:حضرت مہدی وحضرت مسیح کی منقبت،چوتھا باب:مرزا قادیانی کی تردید،پانچواں باب:مرزائیت کے عقائد ونظریات،چھٹا باب:قادیانی ٹولہ سے خطاب،ساتواں باب:عالم اسلام سے خطاب پر مشتمل ہے۔عربی منظوم کلام خوب سے خوب تر اور اس کا اردو ترجمہ سونے پر سہاگا۔۱۶ صفحات کا مقدمہ ”نور علی نور“ کا مصداق ہے۔یوں عربی واردو کی خوبصورت کتاب پڑھئے اور سر دھنئے۔ماشاء اللہ!ایک کامیاب

کوشش ہے۔ مرزا طاہر کے مباہلہ نامی پمفلٹ کی تمام جزئیات کی اس میں تردید آ گئی ہے۔ مرزا طاہر کے مباہلہ کا اردو وانگریزی عربی میں بے شمار امت محمدیہ کے افراد نے جواب لکھا ہے۔ عربی نظم میں یہ اس کا جواب ہے۔ میرے اللہ تیری قدرت پر قربان ہر زبان میں حتیٰ کہ نظم و شعر میں مرزائیت کے امت محمدیہ نے بخئے ادھیڑ دیئے ہیں۔

(۲۴۱)

امین رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا مفتی محمد

بریلوی مکتب فکر کے مولانا سردار احمد گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا مفتی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد کے بانی اور مہتمم تھے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ''سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت'' کے عنوان پر فتویٰ شائع کیا جسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں شائع کیا ہے۔

(۲۴۲)

امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، شاعر اسلام جناب سید

(وفات: ۳۰/اگست ۲۰۰۵ء)

حضرت سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سید تھے۔ عادات واطوار میں خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا مکمل پرتو، جلوہ گر تھا۔ گورا رنگ، کھلا چہرہ، عقابی آنکھیں، لبوں پر مسکراہٹ، سمارٹ جسم، داڑھی کے بال خوبصورت چمکیلے، قد متوسط، بلند خیال، مترنم لحن داؤدی، خاص ادا سے حمد ونعت کے لئے طرح اٹھاتے تو ہزاروں کا اجتماع سر دھننے لگ جاتا۔ نامور خطیب کی خطابت سے کہیں زیادہ ان کو ہر جگہ پذیرائی ملتی۔ کراچی سے خیبر تک ان کے نام کی دھاک تھی۔ عام وخاص میں یکساں محبوب ومقبول تھے۔ اٹھتی جوانی میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے اسیر ہو گئے۔

حضرت سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان کے ہر سٹیج پر ان کی موجودگی لازم قرار پائی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی

احسان احمد شجاع آبادی ﷫، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ﷫، مجاہد اسلام حضرت مولانا تاج محمود ﷫، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ﷫، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات ﷫، بلبل احرار حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی ﷫، مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ﷫، حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوری ﷫ اور دیگر اکابر نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو حضرت گیلانی ﷫ بھی اس کاروان ختم نبوت میں برابر کے شریک تھے۔ آپ کے ایمان افروز کلام کی مقبولیت نے یہ مقام حاصل کیا کہ دنیا زندگی بھر انہیں ''شاعر ختم نبوت'' کے نام سے جانتی پہچانتی تھی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستی ﷫، حضرت مولانا مفتی محمود ﷫، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ﷫، حضرت مولانا احمد علی لاہوری ﷫ اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور ﷫ کی طرح پورے ملک کے شیوخ حدیث، علمائے کرام، مشائخ عظام کے ہاں آپ کو خاص محبوبیت کا مقام حاصل تھا۔ یہ سب کچھ ان کے اخلاص بھرے عشق رسالت مآب ﷺ کا صدقہ تھا۔ بلاشبہ وہ ایک بلند خیال شاعر اسلام تھے۔ اکابر کی صحبتوں نے انہیں دینی وسیاسی بصیرت کا اعلیٰ مرتبہ نصیب کیا تھا۔ ان کے خیالات کی بلند پروازی میں ان کے اعلیٰ کردار کا بھی بڑا حصہ تھا۔ وہ بہت بڑے عوامی، انقلابی اور اعلیٰ درجہ کے رہنما اور بلند کردار انسان تھے۔ دل کے غنی تھے۔ عسرت ویسرت میں مثالی اور نمونہ کی زندگی گزاری۔ قناعت پسند طبیعت تھی۔ کروفر سے کوسوں دور تھے۔ ان کی نظم کا ہر شعر پہلے سے زیادہ وقیع ہوتا تھا۔ ان کے کلام کی وسعتوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر شعر پر ان کو داد ملتی تھی۔ اپنے سامعین کو ایسا مدہوش کرتے تھے کہ لوگ فرش سے عرش تک پہنچ جاتے تھے۔ نعروں کی گونج میں سٹیج پر آتے اور نعروں کے سمندر میں تیرتے ہوئے کلام پڑھتے۔ ان کی ہر ادا دلربا ہوتی تھی۔ مدوجزر قابل دید ہوتا تھا۔ دین کے ہر شعبہ اور سیاست کی ہر جزئی پر ان کا کلام موجود ہے۔

حضرت سید امین گیلانی ﷫ نے قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ﷫ سے لے کر مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ﷫ تک بیعت کے سلسلہ سے نے اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ﷫، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ﷫ سے لے کر قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن تک تمام سیاسی ومذہبی رہنماؤں کے ہاں حضرت گیلانی ﷫ کی رائے کو مقام حاصل تھا اور یہ ان کے مشیر تھے۔

فقیر راقم نے اپنی زندگی میں جن شعرائے اسلام کو دیکھا یا سنا ہے بلاشبہ ہمارے حلقہ میں وہ اپنے زمانہ میں سب پر فائق تھے۔ راقم زمانہ طالب علمی میں ملک بھر کے دینی حلقہ کی طرح ان کے نام ومقام سے آشنا تھا۔ البتہ پہلی بار زیارت ۱۹۶۶ء کے آخر یا ۱۹۶۷ء کے اوائل میں جامعہ مخزن العلوم خانپور کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر ہوئی۔ اس وقت آپ کا طوطی بولتا تھا۔ کسی جماعت، ادارہ، انجمن، مدرسہ وجامعہ کا جلسہ ان کے بغیر نامکمل شمار ہوتا۔ فراغت کے بعد فقیر راقم لائل پور (فیصل آباد) میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ مقرر رہا۔ غالباً ۱۹۶۸ء میں دوروزہ ختم نبوت کانفرنس دھوبی گھاٹ میں کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود ؒ کی دعوت پر حضرت درخواستی ؒ، حضرت جالندھری ؒ، جناب آغا شورش کاشمیری ؒ، سید مظفر علی شمسی ؒ، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن ؒ، عبدالقادر روپڑی ؒ، مولانا محمد شریف جالندھری ؒ، مولانا عبدالرحیم اشعر ؒ تشریف لائے۔ دونوں راتیں حضرت گیلانی ؒ کی نظموں سے سٹیج گونجتا رہا۔ یہاں سے تعارف ونیازمندی کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد میں کئی بار جلسوں میں آپ کی موجودگی میں تقریر کی سعادت حاصل ہوئی۔ سٹیج پر داد دیتے۔ چھوٹوں کو بڑا بناتے اور پھر علیحدگی میں بہت ہی حکمت عملی کے ساتھ تصحیح فرماتے۔ بہت بڑے شاعر اور خطیب گر تھے۔

فقیر راقم کو خوب یاد ہے کہ سکھر کی ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر مہمان مقررین کی رہائش گاہ جامعہ اشرفیہ تھی۔ دن کو لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت گیلانی ؒ ٹہلتے ٹہلتے کمرہ میں آن دھمکے۔ بہت سارے مہمان لیٹے تھے۔ فقیر نے انہیں دیکھ کر اٹھنا چاہا۔ فوراً حکما اشارہ سے روک دیا اور پھر میرے پاؤں کے تلوں کو سہلانے لگے۔ جسم میں سرسراہٹ پیدا ہوئی تو فرمایا کہ خبردار حرکت نہ ہونے پائے۔ دوتین بار پاؤں کے تلوں پر اپنی مبارک انگلیوں کے پورے ہلکے خاص انداز سے چلائے۔ میں آنکھیں کھولے دم بخود بے حس وحرکت پڑا رہا۔ تو آپ نے شاباش دی اور فرمایا کہ آنسان کی کمزوری ہے کہ تلوں پر سہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے۔ جو حرکت پر قابو پالے اس کی قوت ارادی بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ میں نے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کی کہ حضرت! میری قوت ارادی ہے یا آپ کا احترام کہ میں تعمیل ارشاد میں دم بخود ہوگیا۔ میرے سر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا کہ رات کے جلسہ میں کیا کہا تھا۔ یوں نہیں یوں کہنا چاہئے تھا۔ تب راز کھلا کہ وہ اس ادا سے میری اصلاح کے لئے کوشاں تھے۔

حضرت سید امین گیلانی ؒ آزادی وطن اور نفاذ شریعت کے لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کئی ماہ جیل میں گزارے۔ وہ بہت ہی شیر دل رہنما تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کو پروان چڑھانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں حضرت گیلانی ؒ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ بلکہ وہ اپنے شعبہ کے بلاشرکت غیر سربراہ تھے۔

۱۹۸۳ء میں مرزا ناصر قادیانی نے دوسری اکھ مٹکے کی شادی کی تو ہنی مون منانے کے لئے قادیانی گیسٹ ہاؤس اسلام آباد میں رہائش پذیر تھا۔ اس موقعہ پر جامع مسجد دار السلام اسلام آباد میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ کانفرنس کے اختتام پر حضرت مولانا قاری احسان اللہ ہزاروی نے فرمایا کہ مرزا ناصر قادیانی میری مسجد کے ساتھ سڑک کے دوسرے کنارے رہائش پذیر ہے۔ وہاں جلسہ ہو جائے۔ اگلی رات کا وہاں پروگرام طے ہو گیا۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کی صدارت، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری ؒ، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ کی تقریر اور حضرت سید امین گیلانی ؒ کی نعت ہوئی۔ ابتداء میں فقیر کا بیان ہوا۔ اپنی تقریر سے فارغ ہوتے ہی حضرت سید امین گیلانی ؒ کے ہمراہ ختم نبوت دفتر اسلام آباد آ گیا۔ حضرت گیلانی ؒ شیخوپورہ جانا چاہتے تھے۔ رات گئے حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی ؒ تشریف لائے۔ زور سے دروازہ پیٹا، دروازہ کھلا تو فرمایا تم یہاں سوئے ہو۔ تمہارے بیان کے بعد مرزا ناصر کو دل کا دورہ پڑا۔ پولیس نے حضرت خواجہ خان محمد ؒ، جناب قاری محمد امین ؒ، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ کو گرفتار کر لیا ہے۔ حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری ؒ اور میں (مولانا جتوئی) آنکھ بچا کر آ گئے۔ وہ باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں۔ حضرت گیلانی ؒ نے بھی جانا ہے۔ آپ بھی چلیں۔

حضرت گیلانی ؒ نے سفر کرنا تھا چل پڑے۔ مجھ پر نیند سوار تھی۔ عذر کر دیا۔ اگلے دن صبح راجہ ظفر الحق صاحب کو حضرت کی گرفتاری کا پتہ چلا۔ انہوں نے پولیس افسران کو کہا تمہیں معلوم ہے کہ کن کو گرفتار کیا ہے؟ یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں جنرل محمد ضیاء الحق نے تین بار ملاقات کے لئے بلایا ہے۔ لیکن انہوں نے ملاقات نہیں کی۔ افسران کو جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت کو اس وقت معذرت کر کے افسران نے رہا کر دیا۔ جناب قاری محمد امین ؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ ضمانت پر رہا ہوئے۔ ہم نے قبل از گرفتاری بہت عرصہ بعد ضمانت کرائی۔ ان دنوں حضرت گیلانی ؒ سے پیشیوں کے موقعہ پر ملاقاتیں رہیں۔ اس دل کے دورہ سے مرزا ناصر آنجہانی ہو گیا تو اس کی جگہ قادیانی چیف گرو مرزا طاہر بنا۔

۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا تو مرزا طاہر نے ملک سے مجرمانہ فرار اختیار کیا۔ اس پر حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کہی کہ:

گرد بھاگ گیا ہر چیلہ گھبرایا گھبرایا ہے
مرزا طاہر سامنے آ بات تو کر تیرے لئے تو کافی اللہ وسایا ہے

حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں یہ نظم بھی پڑھی تو اجلاس کے بعد ایک نامی گرامی خطیب نے کہا کہ حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ! آپ نے اللہ وسایا کا نام لیا۔ میرے نام کی شمولیت سے بھی کوئی نظم بنادیں تو آپ نے انہیں فرمایا کہ میاں غلط سمجھے ہو۔ میں کوئی پروفیشنل شاعر نہیں ہوں۔ ماحول بنتا ہے۔ دل پر چوٹ پڑتی ہے تو اللہ میاں کچھ نہ کچھ کہلا دیتے ہیں اور بس۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کا پورا کلام اس اصول کے گرد گھومتا ہے۔ ان کی پوری شاعری میں کیفیت ’’درد‘‘ ہے ’’آورد‘‘ نہیں۔

ایک دفعہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت! مسئلہ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے پورے کلام کو علیحدہ چھاپ دیں۔ تو ’’ہرچہ گویم حق گویم‘‘ مجموعہ مرتب کر دیا۔ جسے مجلس تحفظ ختم نبوت نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ نظم کی طرح آپ کی نثر میں بھی نرالی شان ہے۔ جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۹۸۲ء میں پہلی بار چنیوٹ سے سالانہ ختم نبوت کانفرنس کو منتقل کر کے چناب نگر میں منعقد کیا تو آپ شیخوپورہ سے قافلہ لے کر مسلم کالونی چناب نگر کانفرنس میں تشریف لائے۔ اجلاس شروع تھا۔ ہزاروں کا اجتماع اور دھواں دھار تقریریں ہو رہی تھیں۔ اجلاس اپنے عروج پر تھا کہ فقیر نے دیکھا کہ حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ’’مست الست‘‘ کی طرح کبھی اجتماع کو، کبھی سٹیج کو، کبھی مسجد کو، کبھی چار دیواری کو، کبھی صحن کو، کبھی آسمان کو، کبھی شامیانوں کو اور کبھی درختوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر متفکرانہ انداز کو میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ مرشد! خیر ہے۔ کیا ہو رہا ہے؟ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اور سر میرے کندھے پر رکھ کر والہانہ انداز میں رو پڑے۔ فرمایا کہ میاں! میں ربوہ میں قافلہ امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس شان میں فاتحانہ داخلہ کو دیکھ کر روح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کر رہا ہوں۔ وہ نہیں تو کم از کم حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کوئی تو نظر آجائیں؟ جنہیں بغلگیر ہو کر مبارک باد دے سکوں اور پھر زار و قطار خوشی میں رو پڑے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ برآمدہ میں آ گئے۔ تینوں حضرات مل گئے۔ حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھا تو تینوں حضرات محو گفتگو ہو گئے۔ کسی کام سے کسی ساتھی نے مجھے بلا لیا اور میں ان تینوں کو چھوڑ کر چل دیا۔ حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ صحت کے آخری دور تک ہر سال شیخوپورہ سے قافلہ لے کر ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے۔ جب لاہور منتقل ہو گئے تو لاہور سے قافلہ کے ہمراہ تشریف لاتے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال بڑھاپے کے باوجود آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ کرسی پر بیٹھ کر نظم پڑھی تو اجتماع تڑپ اٹھا۔

حضرت سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی ختم نبوت کانفرنس میں ہر سال تشریف لاتے۔ چند سالوں سے فقیر راقم اپنے شیخ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں رمضان کے آخری دنوں میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ گزشتہ سال ۲۶ رمضان المبارک کو حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوست کے ساتھ گاڑی پر خانقاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لائے۔ فقیر کو بلوایا اور فرمایا کہ تمہیں ملنے کے لئے آیا ہوں۔ فقیر پانی پانی ہو گیا۔ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ مجھے حکم کیا ہوتا، میں سر کے بل آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتا۔ فرمایا کہ نہیں۔ سنو! تو سہی کہ کیوں آیا ہوں۔ عرض کیا فرمائیں۔ گویا ہوئے کہ آج ستائیس رمضان المبارک ہے۔ ہمارے محلہ کی مسجد میں ختم قرآن ہے۔ تقریر کے لئے انہوں نے میرے ذمہ ڈیوٹی لگا دی۔ حضرت مولانا قاری نذیر احمد سے آپ کا پتہ چلا تو حاضر ہو گیا ہوں۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر عرض کر دیا کہ حضرت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ انہوں نے دعا دی اور چل دیئے۔

حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد یاد آیا کہ آج رات مجلس لاہور کے فاضل مبلغ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے شہر کے دوسرے کنارے پر پروگرام طے کر رکھا ہے۔ بھاگم بھاگ مولانا ثانی سے جا کر عرض کیا کہ دو پروگرام ہیں اور دونوں متضاد سمتوں میں ہیں۔ جبکہ وقت ایک ہی ہے۔ سفر بھی خاصا ہے۔ کیا کریں؟ حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پروگرام پر نہیں جاتا تو ان کی پوزیشن خراب ہو گی۔ آپ کے پروگرام پر نہیں جاتا تو بھی مجرم، برا پھنسا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے فرمایا کہ حل نکالتے ہیں۔ مولانا ثانی پہلے اپنے پروگرام پر کینٹ میں لے گئے۔ وتروں کے فوراً بعد بغیر تلاوت و نعت کے تقریر پر بٹھا دیا۔ پندرہ بیس منٹ بیان کے بعد دوسرے ساتھی کا اعلان کیا۔ باہر نکلا تو مولانا ثانی موٹر سائیکل لئے تیار کھڑے تھے۔ فقیر کے بیٹھتے ہی موٹر سائیکل ہوا میں اڑا دیا۔ بیس کلومیٹر سفر کر کے حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ نعت پڑھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ لو مولوی صاحب آ گئے۔ میں سرخرو ہو گیا۔ نعت مکمل

فرمائی۔ فقیر کا بیان ہوا۔ آپ نے دعا کرائی۔ پروگرام مکمل ہونے کے بعد مجھے فرمایا کہ دیر کیوں ہوگئی؟ میں نے صورتحال عرض کی کہ پہلے سے شہر کے دوسرے کنارے وقت دے رکھا تھا۔ وہاں سے دوڑ کر آیا ہوں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ جب میں نے سلام پھیرا تو آپ نہ تھے۔ فوراً ماتھا ٹھنکا کہ میرے سے وعدہ خلافی تو نہ کریں گے۔ البتہ دیر ہوسکتی ہے۔ حکمت عملی سے تلاوت کرائی۔ پھر نعت پڑھی اور پھر ایک مقرر کو لگا دیا۔ جب وہ ڈھیر ہوا تو پھر خود نعت شروع کر دی۔ آخری شعر پر خیال آیا کہ مولوی صاحب اب بھی نہ آئے تو لوگ کیا کہیں گے کہ گیلانی صاحب ؒ کی بھی مقرر نہیں مانتے۔ بس خیال گزرا تو دیکھا کہ آپ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں۔ شکر کیا کہ سرخرو ہوگیا۔ میں نے حضرت گیلانی صاحب ؒ کے قدموں کو ہاتھ لگایا کہ حضرت آپ کے حکم سے سرتابی تو ممکن نہ تھی۔ لیکن آپ کی کرامت کہ تعمیل ارشاد ہوگئی۔ آپ نے بہت دعا دی۔ بس یہ آخری ملاقات تھی حضرت گیلانی صاحب ؒ سے۔

اب اس وقت حضرت سید امین گیلانی صاحب ؒ کا جنازہ ہو رہا ہوگا۔ ہزاروں میل دور لندن میں بیٹھا ان کی یادوں سے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں کہ ان کی یادوں کی آڑ میں اپنے آپ کو اجاگر کر رہا ہوں۔ کیوں نہ ہو۔ وہ اتنے بڑے انسان تھے کہ ان کی وابستگی سے کئی اجاگر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعہ نور بنائیں۔

جناب سید سلیمان گیلانی اب آپ ہمارے بڑے ہیں۔ انشاءاللہ! آپ سے وعدہ رہا کہ فقیر راقم زندگی بھر حضرت گیلانی ؒ کا نوکر رہا۔ اب آپ کی نوکری کریں گے۔ آپ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے۔ اچھا میاں سلیمان آپ کو آج سیٹ نہیں ملی۔ آپ کل پاکستان جائیں گے۔ جنازہ سے تو ہم دونوں محروم رہے۔ آپ کو دوہرا صدمہ ہے۔ لیکن جب سے دنیا بنی ہے ایسے ہو رہا ہے۔ جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔ آپ پاکستان جائیں، میں سعودی عرب جاتا ہوں۔ اپنے غم میں آپ میرے غم کو یاد رکھیں گے۔ اس لئے کہ وہ صرف آپ کے نہیں، ہم سب کے بڑے تھے۔ ہمارے بڑوں کے ساتھی تھے۔ فقیر انشاء اللہ! ان کے لئے طواف کر کے ایصال ثواب کرے گا۔

شاعر ختم نبوت سیّد محمد امین گیلانی

(ذیل میں گیلانی صاحب کے بیان کردہ مختلف واقعات پیش خدمت ہیں)

گرمیوں کی دوپہر کو میں اپنی بیٹھک میں سو رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ

کھولا تو ایک پورے قد کاٹھ کا آدمی کھڑا تھا، سر پر کلے کے اُوپر پگڑی، لٹھے کا تہبند، پاؤں میں بوٹ اور اچکن پہنے ہوئے تھا۔

السلام علیکم، وعلیکم السلام، اندر تشریف لے آئیں، کرسی پیش کی، خود چارپائی پر بیٹھ گیا، پوچھا: ''کہاں سے تشریف لائے؟ کیسے تشریف لائے؟'' اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر میرے ہاتھ میں تھما دیا، میں نے خیال کیا کسی جلسے کی دعوت ہوگی، مگر جب رقعہ پڑھا تو اس میں لکھا تھا: ''میں امام مہدی ہوں! مجھ پر ایمان لاؤ، میرا حکم مانو، ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔''

رقعہ پڑھ کر میں نے بمشکل ہنسی ضبط کی، پھر بغیر کسی وقفے کے ایک دم چہرے پر مصنوعی رعب وجلال کی کیفیت پیدا کر لی اور کڑک کر کہا: ''او احمق! او خبیث! تجھے یہ کیسے جرأت ہوئی کہ نقلی امام مہدی بن کر اصلی امام مہدی کے سامنے آئے؟'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ''چل میرے ساتھ باہر! تو بھی کہہ میں امام مہدی ہوں اور میں بھی کہتا ہوں کہ میں امام مہدی ہوں، پھر دیکھ کسے جوتے پڑتے ہیں؟ کس کی عزت ہوتی ہے؟'' اب بے چارے ''امام مہدی'' کے پسینے چھوٹ گئے اور کانپنے لگے، میں نے پھر گرج کر کہا: ''اٹھ جھوٹے نکل میدان میں! ابھی تیرا کباڑا نہ کر دوں تو کہنا'' اب اس کے سارے دم خم نکل گئے، ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا: ''جناب! بیٹھئے، مجھے معاف کر دیجئے'' میں نے کہا: ''بکو! تمہیں چار پیسے چاہئیں یا بھوک لگی ہے؟'' کہنے لگا: ''بس مجھے معاف کر دیں اور جانے کی اجازت دے دیں!'' میں نے کہا: ''معاف کر دیا، مگر یہ ہماری عادت کے خلاف ہے کہ کچھ کھائے پیئے بغیر چلے جاؤ'' میں نے کھانا منگا کر کھلایا اور ساتھ نصیحت کی، یہ حرکت چھوڑ دو، اس سے بہتر ہے سیدھے سادے بھیک مانگ لیا کرو، اس نے اقرار کر کے مجھ سے جان چھڑائی، اور تیز تیز قدموں سے نکل گیا۔

اولیاء اللہ کے سامنے دل کی حفاظت

......⚫ مولانا امین الحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے مصروف گفتگو تھے، اور میں حضرت کے سامنے دو زانو بیٹھا ہوا تھا، بار بار میرے جی میں خیال آئے کہ میں سیّد ہوتے ہوئے بھی اپنے اعمال بد کے ہاتھوں جہنمی ہوں اور حضرت نومسلم کی اولاد ہونے پر بھی اپنے اعمال خیر کے باعث جنتی ہیں، گویا ایک جہنمی، ایک جنتی کی زیارت کر رہا ہے۔ معاً حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے مخاطب ہوئے: ''نہ بیٹا نا! نہ بیٹا نا! اللہ کسی کو جہنم میں نہیں پھینکنا چاہتے، لوگ تو زبردستی جہنم میں کودتے ہیں'' میں فوراً سنبھلا اور سوچا کسی

نے سچ کہا ہے: ''بادشاہوں کے سامنے آنکھ کی حفاظت کرو اور اولیاء اللہ کے سامنے دل کی۔''

اسیران ختم نبوت کے نعرے

- ...... جنرل اعظم کے حکم سے لاہور میں کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اپنے جوبن پر تھی، پولیس مجھے اور میرے بہت سے ساتھیوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر قیدیوں کی بس میں بٹھا کر شیخوپورہ سے لاہور کی طرف روانہ ہوگئی، اسیران ختم نبوت بس میں نعرے لگاتے ہوئے جب لاہور کی حدود میں داخل ہوئے تو ملٹری نے بس روک لی اور سب انسپکٹر کو نیچے اترنے کا حکم دیا، ایک ملٹری آفیسر نے اس سے چابی لے کر بس کا دروازہ کھول دیا اور بڑے رعب وجلال سے گرجا: ''تمہیں پتا نہیں نعرے لگانے والے کو گولی مارنے کا حکم ہے، کون نعرے لگاتا تھا؟'' اس اچانک صورتحال سے سب پر ایک سکوت ساطاری ہوگیا، معاً میرا ہاشمی خون کھول اٹھا، میں نے تن کر کہا: ''میں لگاتا تھا!'' اس نے بندوق میرے سینے پر تان کر کہا: ''اچھا! اب لگاؤ نعرہ'' میں نے پرجوش انداز سے نعرہ لگایا: ''میرا کالی کملی والا'' سب نے بآواز بلند جواب دیا: ''زندہ باد!'' اس کی بندوق کی نالی نیچے ڈھلک گئی، منہ پھیر کر کہا: ''ہاں وہ تو زندہ باد ہی ہے'' اور بس سے نیچے اتر گیا۔ ایسا معلوم ہوا جنت جھلک دکھا کر اوجھل ہوگئی، پھر اس نے سب انسپکٹر سے کچھ کہا، اس نے بس کا دروازہ مقفل کر دیا، چند منٹوں کے بعد ہم بورسٹل جیل لاہور میں تھے۔
- ...... میانوالی جیل سے صبح میں رہا ہونے والا تھا، مگر مجھے خطرہ تھا کہ میری سرگرمیوں کے پیش نظر میری سزا جیل کے اندر ہی بڑھانے کا حکم نہ آجائے۔ داروغۂ جیل بھلا آدمی تھا اور حافظ قرآن بھی تھا، وہ شام کو ہماری بیرک میں آیا، میں نے کہا: ''حافظ صاحب! صبح میری رہائی ہے یا کوئی اور نیا حکم آگیا ہے؟'' کہنے لگا: ''دو دفعہ لاہور سے ٹیلیفون آیا ہے، مگر گڑبڑ بہت ہے کچھ سنا، سمجھا نہ گیا۔'' خیر صبح ہوئی مجھے دفتر بلایا گیا اور دفتری کارروائی کر کے رہا کر دیا گیا۔ میں جب دوسرے دن شیخوپورہ پہنچا تو سب حیران ہوگئے، پتا چلا کہ یہاں کے سی آئی ڈی انسپکٹر نے مجھے خطرناک ثابت کر کے سینٹر سے سزا بڑھانے کا حکم نامہ میانوالی بھجوادیا ہے، اور فون پر داروغۂ جیل میانوالی کو اطلاع

دی تھی کہ امین گیلانی کو رہا نہ کیا جائے، تحریری حکم نامہ بذریعہ ڈاک آرہا ہے، لیکن میں رہا ہو چکا تھا اور اب نئے وارنٹ تیار کر کے ہی دوبارہ گرفتار کیا جا سکتا تھا، لیکن نیا خطرہ مول لینے کے ڈر سے ایسا نہ کیا گیا، یوں مرزائی آفیسر فخر الدین کے کیے دھرے پر پانی پھر گیا۔

مرزائیت کے خلاف جدو جہد کا عزم

✿...... ایک مسجد میں حوض کے کنارے وضو کر رہا ہوں، دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر حوض کی طرف تشریف لائے اور میرے دائیں طرف تشریف فرما ہو کر وضو فرمانے لگے، پھر اچانک دائیں ہاتھ سے سامنے مسجد کے صحن کی طرف اشارہ کیا، میں حضور ﷺ کا مقصد سمجھ گیا، وہاں کچھ لوگ قبلے کی طرف پیٹھ کر کے نماز کے لئے کھڑے ہیں، میں وہیں حضور ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو کر انہیں جوش وغضب سے سمجھانے لگا، مجھ پر رقت کی کیفیت طاری تھی، اپنی تقریر کے یہ الفاظ مجھے یاد ہیں، اے لوگو! حضور پاک ﷺ کی موجودگی میں تمہارا یہ حال ہو گیا کہ مسجد میں قبلے کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھتے ہو، مزید نہ جانے کیا کچھ کہہ رہا تھا، میری تقریر سن کر ان میں سے بعض نے اپنا رخ قبلے کی طرف کر لیا اور بعض اسی طرح کھڑے رہے کہ میں جاگ گیا۔

اس خواب کے بعد حضرت امیر شریعت ؒ کی صحبت میں رہنے سے مرزائیت کے خلاف جدو جہد کا عہد کر لیا اور اس مشن پر زندگی بھر عمل کرنے کا ارادہ مستقل ہو گیا، گویا حضور پاک ﷺ کا یہ اشارہ تھا اور رب کریم نے توفیق عطا فرمائی۔

تھانیدار کا اعتراف شکست

✿...... کئی روز پہلے تمام شہر میں اشتہار چسپاں کر دیئے تھے، پھر آخری روز منادی کی گئی کہ آج رات بعد نماز عشاء مین بازار شیخوپورہ میں جلسہ عام ہو گا، مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ تقریر فرمائیں گے۔ پنڈال میں ہزاروں سامعین جمع ہو گئے، جلسے کی کارروائی کا آغاز ہو گیا، مولانا اسٹیج پر پہنچ گئے، قاری محمد امین صاحب ؒ نے تلاوت قرآن کی، اب میری نظم کے بعد مولانا کی تقریر تھی، میں ابھی نظم پڑھنے کے لئے کھڑا

ہی ہوا تھا کہ علاقے کا مجسٹریٹ بمعہ تھانیدار اور پوری گارد کے آدھمکے اور مجھے بلوا بھیجا، میں گیا تو تھانیدار نے دفعہ ۱۴۴ کا نوٹس تھمادیا، کہا: ”پڑھ لیجئے! ڈی سی صاحب نے دفعہ ۱۴۴ لگادی ہے، آپ جلسہ نہیں کرسکتے، اور یہ ہیں مولانا کے وارنٹ گرفتاری، انہیں ہم نے گرفتار کرنا ہے۔“ میں نے تھانیدار سے کہا کہ: ”آپ نے ۱۴۴ لگانی تھی تو پہلے لگادیتے، کیونکہ کئی دن سے جلسے کے اشتہار شہر کے در و دیوار پر چسپاں تھے، پھر آج سارا دن شہر میں منادی ہوتی رہی، آپ کا یہ دفعہ ۱۴۴ کا نوٹس بر موقع دینا صریحاً غلط ہے، کیونکہ دفعہ ۱۴۴ کے لئے پہلے سرکاری منادی ضروری ہوتی ہے، اور رہی مولانا کی گرفتاری تو مجسٹریٹ صاحب آپ کے ساتھ ہیں، پولیس آپ کے پاس ہے، ہمت کریں، آگے بڑھ کر گرفتار کرلیں، اس میں تو میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔“ وہ لال پیلا ہوگیا اور مجھے دھمکانے لگا کہ: ”ہم تمہیں بھی گرفتار کرلیں گے ورنہ فوراً جلسہ منتشر کردو۔“ میں نے بھی اسی انداز سے کہا: ”میں سرکاری کارندہ نہیں، آپ ہیں، آپ خود اسٹیج پر جائیں اور لوگوں کو سرکاری حکم سنادیں۔“ یہ کہہ کر میں پھرتی سے اسٹیج پر جاپہنچا اور اعلان کردیا اب آپ کے سامنے مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ تقریر کریں گے۔ جب مولانا نے تقریر شروع کردی تو میں چند ساتھیوں کو لے کر جلسہ گاہ سے دور ایک دکان میں چلا گیا، وہاں میں نے ساتھیوں کو سارا منصوبہ سمجھادیا، پولیس نے بھی چاروں طرف سے جلسہ گاہ کو گھیر لیا، تھانیدار چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا، مجسٹریٹ بھی سٹ پٹا رہا تھا، مولانا جوش و خروش سے تقریر کررہے تھے، اور سامعین پے بہ پے نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگارہے تھے، میں نے جاتے ہوئے مولانا کے کان میں صورتحال کہہ دی تھی اور یہ بھی کہا کہ جب مضمون تقریر ختم ہوجائے تو دعا سے قبل آپ جیب سے رومال نکال کر پیشانی پونچھیں، ادھر مولانا نے پیشانی پونچھی ادھر میں نے مین سوئچ آف کردیا، یک دم اندھیرا چھا گیا، میرے متعینہ موٹر سائیکل سوار نے فوراً مولانا کو پیچھے بٹھایا اور یہ جاوہ جا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم شکل اور اسی قد کاٹھ کے ہمارے دوست مولوی محمد احمد صاحب (میاں علی ڈوگراں والے) انہیں پہلے سے تیار کر رکھا تھا، وہ اندھیرے

میں فوراً اٹھے اور مائیک پر عربی میں دعا مانگنے لگے، سامعین آمین، آمین کہتے رہے، دعا کے بعد فوراً بیس پچیس نوجوانوں نے مولانا احمد کو نرغے میں لے لیا اور مولانا منظور احمد چنیوٹی زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے مسجد عیدگاہ کی طرف چل دیئے۔ تھانیدار نے بڑی چستی سے ساری پولیس کے ساتھ اس جلوس کو گھیرے میں لے لیا، جب مسجد کی برقی روشنی میں پہنچے تو تھانیدار آگے بڑھا، اور نوجوانوں کو ہٹا کر مولانا کو گرفتار کرنا چاہا تو اچنبھے میں آ گیا، وہ مولانا منظور احمد نہیں بلکہ مولوی احمد تھے، جھلا کر مجھ سے پوچھا: ''مولوی منظور کہاں ہے؟'' میں نے کہا: ''حضور! آپ پوری گارد کے ساتھ نگرانی کر رہے تھے، مجھے کیا پتا؟'' پاؤں پٹخ کر بولا: ''میں صبح ہوتے ہی تم سب کا علاج کرلوں گا!'' میں خاموش رہا وہ بکتا جھکتا بمعہ گارد چلا گیا۔ میں جہاں بھی تھا مجھے صبح ہوتے ہی اطلاع ملی کہ پولیس جامعہ فاروقیہ (رجسٹرڈ) کے مہتمم مولانا محمد عالم صاحب کو گرفتار کر کے لے گئی ہے اور آپ کی تلاش ہے۔ میں نے آرام سے ناشتہ کیا، جب کچہری کھلنے کا وقت ہوا تو قاری محمد امین صاحب ﷫ کو بلا کر ساتھ لیا اور بچ بچا کر کچہری پہنچ گئے۔ چوہدری نذیر احمد ایڈووکیٹ سے کہا کہ: ''سیشن جج سے قبل از گرفتاری ضمانت کرانی ہے، کاغذات تیار کریں!'' وہ کاغذات تیار کرنے لگ گئے، قاری صاحب نے مجھ سے کہا کہ: ''آؤ شاہ جی! اتنے میں ہم سامنے پان والے سے پان کھالیں۔'' ہم پان منہ میں ڈال کر سڑک پار کر کے احاطہ کچہری میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ رات والا تھانیدار موٹر سائیکل پر سامنے آ گیا، میں نے آہستہ سے کہا: ''قاری صاحب! آپ کے پان نے مروادیا'' انہوں نے کہا: ''خدا کارساز ہے'' اتنے میں تھانیدار نے ہمارے برابر آ کر بریک لگادی اور موٹر سائیکل پر بیٹھے بیٹھے مجھ سے مخاطب ہوا: ''امین گیلانی کہاں ہے؟'' میں نے کہا: ''آپ کو اس سے کیا کام ہے؟'' کہنے لگا: ''کام یہی ہے کہ اس کے وارنٹ ہیں، ہم اسے تلاش کر رہے ہیں'' میں نے کہا: ''فکر نہ کریں، ہم اسے اطلاع دے دیں گے اور وہ خود حاضر ہو جائیں گے۔'' اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کیا اور پھٹ پھٹ پھٹا کرتا ہوا چلا گیا، میں نے قاری صاحب سے کہا کہ: ''واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کی مت ماردی۔''

جب ہم سیشن جج کی عدالت میں پہنچے اور کارروائی شروع ہوگئی تو وہی تھانیدار

عدالت میں آ گیا اور مجھے حیرت سے دیکھنے لگا، جب میری ضمانت ہوگئی تو ہم اکٹھے باہر نکلے، اب اس کا لب ولہجہ بدل گیا، کھسیانی ہنسی ہنس کر کہنے لگا: "گیلانی صاحب! پولیس والے بڑے چالاک ہوتے ہیں، مگر آپ ان کے بھی باپ نکلے، رات سے اب تک دو دفعہ آپ نے مجھے شکست دی" میں نے بھی ہنس کر کہا: "میں نے نہیں، اس کارساز نے!"

مرزائی مبلغ کے پھندے سے رہائی کی صورت

۞...... یہ اس زمانے کی بات ہے جب خواجہ ناظم الدین کا دور حکومت تھا، اور قادیانی فتنے کے خلاف مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام صلحاء، علماء اور زعماء کراچی میں جمع ہو کر اس فتنے کے استیصال کا طریقۂ کار سوچ رہے تھے، ایک روز ہم دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی میں بیٹھے ہوئے تھے، مرزا غلام احمد دجال کی ذات موضوع سخن تھی، ایک مولانا جن کی عمر اس وقت پچاس/ پچپن سال کی تھی، وہ بھی تشریف رکھتے تھے، مجھے معلوم ہوا کہ یہ صاحب دارالعلوم دیوبند کے فارغ ہیں اور ان کے بڑے بھائی دارالعلوم میں مدرّس بھی رہ چکے ہیں، ان مولانا کا نام مجھے یاد نہیں آ رہا، انہوں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ: طالب علمی کے زمانے میں ہم غالباً آٹھ طالب علم ایک دفعہ ایک مرزائی مبلغ و مناظر کے پھندے میں پھنس گئے، ہم اپنی کم علمی اور کم عمری کے باعث اس کے دلائل کو وقیع سمجھ کر مرزا غلام احمد کے نبی ہونے کا نعوذ باللہ گمان کرنے لگے، اور باہم یہ مشورہ کیا کہ فی الحال اس بات کو پوشیدہ رکھیں گے تا کہ دارالعلوم سے ہمیں خارج نہ کر دیا جائے اور ہم اپنے والدین کو بھی کیا منہ دکھائیں گے۔ یہ طے کر کے ہم سب طالب علم واپس دارالعلوم میں آ گئے، رات جب سو گئے تو سب نے ایک ہی خواب دیکھا، صبح جب آپس میں ملے تو سب نے اپنا اپنا خواب بیان کیا، وہ ایک ہی خواب تھا، جو بیک وقت ہم سب نے دیکھا۔

خواب

کوئی شہر ہے، بازار میں منادی ہو رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ فلاں مسجد میں تشریف لائے ہوئے ہیں، بس نے زیارت کرنی ہو وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ ہر طالب علم نے کہا کہ: میں

بھی وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی آنحضورﷺ مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہیں، میں حاضر خدمت ہوکر سلام عرض کرتا ہوں، پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ: یا رسول اللہ! غلام احمد قادیانی واقعی نبی ہے؟ تو حضور نبی اکرمﷺ فرماتے ہیں: ''أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' پھر ایک طرف انگلی سے اشارہ فرما کر کہا کہ: ''ادھر دیکھو!'' دیکھا تو ایک گول دائرہ ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے، اور ایک شخص اس آگ میں جل رہا ہے اور تڑپ تڑپ کر چیخ رہا ہے، پھر حضورﷺ نے فرمایا: ''یہ غلام احمد ہے!'' اس خواب کے بعد ہم سب نے توبہ کی اور حضور نبی اکرمﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین محکم ہوگیا۔

(۲۴۳)

امین رحمۃ اللہ علیہ (لکی مروت)، مولانا محمد

(شہادت: ۴رفروری ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد امین غزنی خیل لکی مروت میں ۱۹۵۸ء کو امیر خان مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث دارالعلوم حقانیہ میں کیا۔ مولانا نے مدرسہ زکریا غزنی خیل، کوٹ، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جامعہ عثمانیہ لکی مروت، جامعہ مرکز الاسلامی بنوں ایسے جامعات میں تدریس کی۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ آپ نے تعلیم الاسلام سرائے نورنگ میں چودہ سال بخاری شریف پڑھائی۔ آپ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تفسیر کا دورہ کراتے تھے۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے لئے آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۴۴)

انجمن تائید الاسلام (لاہور)

خدمات مرزا، انجمن تائید اسلام لاہور کے ماہواری رسالہ تائید الاسلام سے ایک مضمون لیکر اسے اس کتابچہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ مکمل نام یہ ہے: ''مرزائی نبوت کا آخری سہارا، خدمات مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت غیر اللہ کے دروازے پر، مرزائی مذہب کے بنیادی اصول پر محققانہ تبصرہ'' یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۲۴۵)

انذر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۹رجنوری ۱۹۹۵ء)

سیالکوٹ میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد اسماعیل قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اوران کے قائم کردہ ادارہ جامعہ فاروقیہ کے مہتمم ثانی حضرت مولانا محمد انذر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تھے جوان کی روایات کے نہ صرف امین تھے بلکہ ان کو آگے بڑھانے میں عمر بھر کوشاں رہے۔ مولانا محمد انذر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نفاذ شریعت اور عقیدۂ ختم نبوت کی تمام تحریکات کو اپنے ادارہ کا پلیٹ فارم مہیا کیا۔ مولانا محمد انذر نے اپنے زمانہ میں صرف شہر نہیں بلکہ ضلع وڈویژن میں ہر تحریک کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے شبانہ روز متحرک رہے۔ آگے چل کر جب جمعیۃ علماء اسلام میں دھڑا بندی ہوئی تو آپ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔

مولانا محمد انذر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ووفات سب قابل رشک ہیں۔ اپنے عہد جوانی میں جس طرح اپنے ہاتھ کی محنت سے رزق حلال کے لئے کوشاں رہے اور دینی کاموں پر کھلے دل سے خرچ کرتے، غرض آپ کے والد گرامی جس راہ پر چلا کر گئے آپ برابر اس پر بڑھتے رہے۔ مسجد ومدرسہ کی تعمیر وترقی، ظاہری وباطنی ہر لحاظ سے ایسی مثال قائم کی جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ اس خاندان کی اب تیسری نسل اس محاذ پر قابل قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

(۲۴۶)

انعام الحق رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا مفتی

''اسلام میں شاتم رسول کی سزا'' کے عنوان پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مفتی انعام الحق صاحب نے فتویٰ مرتب فرمایا جو فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں شامل ہے۔

(۲۴۷)

انوار اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آباد دکن)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۲۶۴ھ ...... وفات ۱۳۳۶ھ)

نزہۃ الخواطر نامی کتاب کئی جلدوں پر مشتمل حضرت مولانا سید عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں تالیف کی تھی۔

جو سنین کی ترتیب سے پہلی صدی سے چودہ صدیوں تک برصغیر کے علماء کے جستہ جستہ حالات پر مشتمل ہے۔ اس کی بعض جلدوں کا اردو میں بھی ترجمہ ہوا۔ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد کا ترجمہ مولانا انوار الحق قاسمی نے کیا اور اس کا نام رکھا۔ ”چودھویں صدی کے علماء برصغیر“ اس میں مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات یہ درج ہیں۔

”محترم فاضل علامہ انوار اللہ بن شجاع الدین بن قاضی سراج الدین عمری حنفی حیدر آبادی، مشہور علماء میں سے تھے۔ ۴ر جمادی الثانی ۱۲۶۴ھ قندھار میں پیدا ہوئے۔ جو کہ ارض دکن کے نانڈیڑ علاقہ کی ایک بڑی آبادی تھی۔ اس بستی میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے علاقہ کے اساتذہ کرام کے علاوہ شیخ عبدالحلیم انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر ان کے صاحبزادہ شیخ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے حیدر آباد شہر میں تابع رہے۔ علم تفسیر شیخ عبداللہ یمنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور تصوف وسلوک میں ان کے والد سے حصول سبق کے بعد اجازت حاصل کی اور دوسرے بہت سے علوم وفنون میں عالم بنے اور حکومت سے وظیفہ حاصل کیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد اسے قلیل سمجھا۔ ۱۲۹۴ھ میں حج کو روانہ ہو گئے اور شیخ کبیر الحاج امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان سے بیعت حاصل کی اور آخر میں اجازت حاصل کر لی۔ ۱۲۹۵ھ میں صاحب دکن کے خاص استاد بنائے گئے۔ جن کا نام محبوب علی خان رحمۃ اللہ علیہ جو چھٹے نظام تھے، ۱۳۰۱ھ میں خان بہادر کا لقب دیا گیا تھا۔ دوسری مرتبہ حج مبارک ادا کیا اور ۱۳۰۵ھ میں تیسری بار حج ادا کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں تین سال تک اقامت کی ۱۳۰۸ھ میں حیدر آباد واپس لوٹ آئے اور ولی عہد امیر عثمان علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے معلم مقرر کئے گئے۔ صاحب دکن امیر محبوب علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۳۲۹ھ میں انتقال ہوا اور امیر عثمان علی خان رحمۃ اللہ علیہ ساتویں نظام بنائے گئے تو انہوں نے مولانا کو صدارت اور احتساب کا عہدہ بخشا اور یہ واقعہ ۱۳۳۰ھ کا ہے۔ ۱۳۳۲ھ میں وزارت اوقاف کا

بھی عہدہ بخشا، اوران کا لقب نواب فضیلت جنگ رکھا گیا۔اس طرح انہیں بڑی وجاہت اور مسائل شرعیہ اورامور دینیہ میں پوراپورا اختیار مل گیا اور بہت سی اصلاحات قائم کیں۔جن سے اپنے ملک اوراس کے باشندوں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔یہ اپنے زمانہ کے تمام عقلی اور نقلی علوم میں تنہا مالک بن گئے۔بہت عبادت گذاراور ہمیشہ ہی پڑھانے اور ذکر واذکاراور کتابوں کے مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتے۔بدعتوں اور خواہشمندوں کے بڑے سخت مخالف تھے۔مولانا انوار اللہ خان کو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔آپ کی بعض کتب پر حضرت مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظات بھی ہیں۔۱۲۹۳ھ میں حیدرآباد شہر میں انہوں نے ایک نظامیہ مدرسہ کی بنیاد رکھی اورتالیف وتصنیف کے علم میں اشاعۃ العلوم کے نام سے ایک علمی ادارہ کی بنیاد رکھی۔آپ لانبے قد اور موٹڈھوں اور سینوں کے چوڑے مضبوط اورقوی مردوں میں سے تھے۔رنگ کے سپید لیکن سرخی مائل۔بڑی آنکھوں اور گھنی ڈاڑھی والے،اپنے کھانے اورلباس کے معاملہ میں کم تکلف کرتے،آخرزندگی تک بدنی ریاضت میں پابندی کرنے والے تھے۔اپنی آمدنی مال وتنخواہ کے بارے میں بہت پرہیز گار،بہت ہی بردبار اورتواضع کے مالک تھے۔بیماروں کی عیادت کرتے اور جنازوں میں حاضر ہوتے۔بہت ہی انعام ونیکی کرنے والے،نہ تو اپنامال جمع رکھتے اورنہ ہی اس کا اہتمام کرتے،زبان کے بڑے پاکیزہ،بری اورخراب باتوں سے بہت دور تھے۔فتوحات مکیہ کومغرب سے نصف شب تک روزانہ پڑھا کرتے۔شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے معتقدین میں سے تھے۔اپنی آخری زندگی میں علمی اشغال میں اپنی ساری رات گذارتے،نماز فجر کے بعد کافی دن چڑھےتک سوتے،نادر کتابوں کے جمع کرنے کے بڑے شوقین تھے۔تصنیفات: (۱)افادۃ الافہام۔(۲) کتاب العقل۔(۳)حقیقۃ الفقہ۔(۴)انوار احمدی۔(۵)مقاصد اسلام۔یہ تمام کتابیں اردو میں تھیں۔اس کے علاوہ دوسری تالیفات تھیں۔آپ کا انتقال ۱۳۳۶ھ جمادی الثانی میں ہوا۔مدرسہ نظامیہ جن کی خود بنیاد رکھی تھی اس میں دفن کئے گئے۔''

(چودھویں صدی کے علماء برصغیر ص۱۴۲تا۱۴۴)

حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب افادۃ الافہام دوضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔یہ کتاب ردقادیانیت پر ہے۔مرزا قادیانی ملعون کی کتاب ازالہ اوہام کے جواب میں مرزا قادیانی کی زندگی میں یہ لکھی گئی۔

ہرچند کہ مولانا سید عبدالحئی نے نزہۃ الخواطر میں مصنف مرحوم کی کتاب ''انوارالحق'' کا تذکرہ نہیں کیا۔لیکن یہ کتاب بھی مرزا قادیانی کے قادیانی مرید حسن علی کے مطبوعہ لیکچر کے جواب

میں تحریر کی گئی۔

مرزا قادیانی ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو فی النار والسقر ہوا۔ جب کہ افادۃ الافہام بار دوم ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئی۔ آج سے اٹھارہ سال قبل ۱۹۹۰ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک کتاب ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت'' شائع کی تھی۔ اس میں کتاب افادۃ الافہام کا تعارف شائع کیا گیا تھا۔ جو یہ ہے۔

ا...... ''نام: افادۃ الافہام (۲ جلد) مصنف: مولانا محمد انوار اللہ خاں

صفحات: ۷۳۶ سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ (اردو)

مرزا قادیانی کی ایک کتاب کا نام ازالہ اوہام ہے۔ لیکن حقیقت میں اوہام باطلہ کا بدترین مرقع وخزانہ ہے۔ امت محمدیہؐ کے متعدد حضرات نے اس کا جواب لکھا۔ قاضی سلیمان منصور پوری ؒ نے غایۃ المرام وتائید الاسلام، قاضی فضل احمد ؒ نے کلمہ فضل رحمانی اور مولانا محمد انور اللہ خان ؒ نے افادۃ الافہام لکھی۔ افادۃ الافہام کی بڑے سائز کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۳۷۶ صفحات اور دوسری جلد ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ جلد دوم کے آخر میں سن تصنیف اس شعر سے لیا گیا ہے۔

اہل حق کو ہے مژدہ جان بخش قادیانی کا رد خوش اسلوب
ہے معلّی یہ اس کا سال طبع ہوئی تردید اہل باطل خوب
(۱۳۲۵ھ)

ردقادیانیت پر کام کرنے والے حضرات دونوں جلدوں کے صرف انڈکس ہی پڑھ لیں تو پھڑک اٹھیں گے کہ شاید ہی مرزائیت کا پھیلایا ہوا کوئی ایسا ''وہم'' ہو جس کا اس کتاب میں جواب موجود نہ ہو۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے۔ جگہ جگہ مرزا قادیانی کو اس کی اپنی تحریروں کی زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ تحریر میں کہیں تلخی نام کی کوئی چیز آپ کو نہ ملے گی۔ دلائل گرم، الفاظ نرم کا حسین وجمیل مرقع ہے۔ اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں مصنف مرحوم پر جنہوں نے مرزا قادیانی کو چاروں شانوں چت کیا ہے۔ مصنف موصوف صوبہ جات دکن کے مذہبی امور کے صدر الصدور (چیف جسٹس) جہاندیدہ عالم دین، دینی، دنیوی علوم کے حامل تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں قدرت کا عطیہ تھے۔ کتاب کو لکھے ہوئے ایک صدی بیتنے کو ہے۔ اس کے بعد اس عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مگر یہ حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔'' (قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت ص۸۰)

غرض احتساب قادیانیت کی اکیسویں جلد میں مولانا انواراللہ خان حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تین کتابیں شامل اشاعت ہیں۔

۱...... افادۃ الافہام حصہ اول

۲...... // // حصہ دوم

۳...... انوارالحق

اس کے علاوہ مفاتیح الاعلام بھی ایک کتاب ہے۔ یہ مستقل تصنیف نہیں۔ بلکہ افادۃ الافہام کی فہرست کو جو پہلے ایڈیشن میں کتاب کے ساتھ شائع ہوئی علیحدہ مفاتیح الاعلام کے نام سے شائع کیا گیا۔ ہمارے پیش نظر چونکہ صرف نایاب کتابوں کو محفوظ کرنا ہے۔ فہرستوں کی ترتیب آنے والی نسلوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لئے یہ کام چھوڑ رکھا ہے۔ اس لئے مفاتیح الاعلام کو شامل نہیں کیا۔

براہو جہالت مآبی کا کہ بعض لوگوں نے ''ہدیہ عثمانیہ وصحیفہ انواریہ'' کو بھی مولانا انوراللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں شامل کر لیا۔ حالانکہ یہ کتاب حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۷ میں مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر مجموعہ کتب کے ساتھ ہم شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ افادۃ الافہام کی طبع دوم ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ اب طبع سوم محرم الحرام ۱۴۲۹ھ احتساب قادیانیت جلد ۲۱ کی صورت میں ہو رہی ہے۔ ایک سو چار سال بعد اس کتاب کی اشاعت پر ہمارے دل کسی خوشی سے معمور ہوں گے اور اس پر ہمیں کس طرح اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

(۲۴۸)

انوار مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ (جلالپور بھٹیاں)، مولانا صاحبزادہ محمد

(وفات: ۲رفروری ۱۹۸۶ء)

صوفی عالم، شعلہ بیان خطیب، تحریک ختم نبوت وتحریک نظام مصطفیٰ میں مجاہدانہ کردار کے حامل تھے۔ چک بھٹی جلالپور بھٹیاں میں آسودہ خاک ہیں۔

(۲۴۹)

انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد

(ولادت:۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء وفات:۱۳۵۲ھ/مئی ۱۹۳۴ء)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام مولانا معظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حضرت کشمیری بمقام دھودداں علاقہ سولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب سے چھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی پڑھ لئے تھے۔ مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی پورہ والوں سے فارسی، عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے تین سال ہزارہ میں پڑھا۔ ایبٹ آباد کی مرکزی جامع مسجد میں آپ کا پڑھنا بھی ایبٹ آباد کے علماء میں مشہور ہے۔ سولہ یا سترہ سال کے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ چار، پانچ سال میں دورہ حدیث مکمل کر کے فارغ ہو گئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر آپ کے استاذ تھے۔ فراغت کے بعد قطب الارشاد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے دہلی مدرسہ امینیہ میں تین سال بطور صدر مدرس کے تعلیم دی۔ پھر وطن عزیز کشمیر گئے۔ آپ نے مشاہیر کشمیر کے ساتھ حج بھی کیا۔ اسی سفر میں طرابلس، بصرہ، مصر، شام بھی تشریف لے گئے۔ واپسی پر بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام قائم فرمایا۔ تین سال یہاں گزرے۔ اسی اثناء میں دارالعلوم دیوبند میں مشہور جلسہ دستار بندی ہوا۔ آپ بھی تشریف لے گئے۔ اساتذہ کے اصرار پر یہاں مدرس ہو گئے۔ زہے نصیب کہ یہاں ابوداؤد اور مسلم شریف کے اسباق ملے۔ اس دوران میں گنگوہ کے عالی نسب سادات کرام کے گھرانہ میں آپ کا عقد ہو گیا۔ تجرد کے زمانہ میں مولانا محمد احمد، مہتمم دارالعلوم کے اصرار پر ان کے ہاں سے دس سال تک آپ کے کھانے کا نظم رہا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے ان کی سرپرستی ونگرانی میں ابوداؤد اور مسلم جیسی صحاح ستہ کی کتب پڑھا چکے تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ تک یہاں اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۳۴۵ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ۱۳۵۱ھ تک یہاں کے شیخ الحدیث رہے۔ ۲ / صفر ۱۳۵۲ھ میں دیوبند میں گھر پر وصال ہوا، اور پھر یہاں دیوبند میں تدفین ہوئی۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، ایسا حافظہ کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو گئی۔

وشفاعت آنحضرت ﷺ چاہتے ہو تو ختم نبوت کا کام کرو۔ آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ مرزا قادیانی سے تمہیں جتنی نفرت ہوگی اتنا رسول اللہ ﷺ کا تمہیں قرب نصیب ہوگا۔ اس لئے کہ دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ جس طرح دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔“
آپ کے پیغام وصیت نامہ جو بعد میں ”دعوت حفظ الایمان“ کے نام سے شائع ہوا، مولانا احمد رضا بجنوری نے پڑھ کر سنایا، سامعین عوام وعلماء پر خاص کیفیت طاری تھی۔ آپ کمزوری کے باعث دیوار سے پشت لگا کر لیٹے رہے۔

مرزا قادیانی مردود ازلی ہے

علامہ انور شاہ ؒ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”غلام احمد قادیانی بلاشبہ مردود ازلی ہے، اس کو شیطان سے زیادہ لعین سمجھنا جز وایمان ہے، شیطان نے ایک ہی نبی کا مقابلہ کیا تھا، اس خبیث اور بدباطن نے جمیع انبیاء علیہم السلام پر افترا پردازی کی ہے۔“ (تحریک ختم نبوت ص۷۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ نے رد قادیانیت پر مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں:

۱...... ”اکفار الملحدین“
۲...... ”خاتم النبیین“
۳...... ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“
۴...... ”عقیدۃ الاسلام“
۵...... ”تحیۃ الاسلام“

الحمدللہ! یہ کتابیں بارہا شائع ہوئیں۔ پہلی چار کتابوں کے اردو میں تراجم بھی ہوگئے۔ آخری کتاب کا ترجمہ تاحال طبع نہیں ہوا۔ خدا کرے ہوجائے تو اسلامیان برصغیر کے لئے گرانقدر علمی اثاثہ ہوگا۔ ”عقیدۃ الاسلام“ کا ترجمہ حضرت مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری ؒ نے کیا۔ ان کے علاوہ حضرت مرحوم کی دعوت حفظ ایمان جلد ۱،۲ ہے۔ یہ مختصر چند صفحات کے رسائل ہیں۔ دعوت حفظ ایمان نمبر اوّل میں حکومت کشمیر کو قادیانی فتنہ کی زہرناکیوں سے باخبر کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خان ؒ، استاذ محرم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ، مولانا عبدالحنان ہزاروی ؒ، احمد یار خان ؒ کی گرفتاری پر

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ منجانب اللہ مامور تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے وہ کام لیا کہ اس کا تذکرہ مستقل تصنیف کا متقاضی ہے۔ مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمات بالکل بنیان مرصوص کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان حضرات نے قادیانیت کے خلاف تحریکی انداز میں کام کیا۔ میں باقی حضرات کے کام کی نفی نہیں کر رہا۔ ان کے وجود بھی انعام باری تعالیٰ تھے۔ حضرت مونگیری رحمہ اللہ اکیلے اپنی ذات میں انجمن تھے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں و متعلقین کی جماعت کو اس کام پر لگا دیا۔ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ، علامہ اقبال رحمہ اللہ۔ بھلا توجہ تو کریں کہ کتنے جبال علم اس کام کے لئے میدان عمل میں حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے اتارے۔

تحریک ختم نبوت کے چار ستون

- ...... مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی خدمات تو ختم نبوت کے محاذ پر بقول علامہ خالد محمود مجددانہ شان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے ذریعہ پوری مجلس احرار اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، نہ معلوم کون کون سی شخصیات کو اس میدان میں قدرت نے لایا۔ برصغیر میں حضرت کشمیری رحمہ اللہ، حضرت مونگیری رحمہ اللہ، حضرت جالندھری رحمہ اللہ اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ، فقیر کے خیال میں ان چار ستونوں پر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کی چھت کھڑی ہے۔ اچھا صاحب......!
- ...... مولانا محمد صاحب انوری نے فرمایا کہ: مقدمہ بہاولپور میں شمس مرزائی نے علماء پر یہ اعتراض کیا تھا کہ دیوبندی بریلویوں کو، اور بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ: جج صاحب! لکھو: میں تمام علمائے دیوبند کی طرف سے اور جو حضرات یہاں موجود ہیں ان سب کی طرف سے وکیل ہو کر کہتا ہوں کہ ہم بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے اور فرمایا کہ: بریلوی حضرات جو علم غیب کے بارے میں تاویلات کرتے ہیں، کچھ نصوص ایسی ہیں جو ان معانی کی موہم ہیں، نیز ان معانی کی طرف سلف صالحین میں سے بھی بعض حضرات گئے ہیں، لیکن مرزائی

جو تاویل کرتے ہیں، اس معنی کی مؤید کوئی نص نہیں ملتی اور نہ سلف میں سے اس معنی کی طرف کوئی گیا ہے۔

مرزائی کا غلط استدلال

⚙...... شمس مرزائی نے اعتراض کیا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جج صاحب! نوٹ کریں، یہ دھوکا دے رہے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا تقویٰ، طہارت اور اس کی صالحیت معلوم ہو اور مسلم ہو تو وہ مر جائے اور اس کے کلام میں کوئی ایسا کلام ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس پر کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط کی جائے۔ لیکن اگر کسی شخص کا فاجر و فاسق ہونا معلوم ہو۔ اس کے عقائد کفریہ سینکڑوں جگہ تصریح کے ساتھ موجود ہوں، تو وہاں اس کا وہی معنی لیا جائے گا جو اس کا دوسرا کلام تشریح کر رہا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی حمیت

⚙...... فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلے میں ایک واقعہ حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلال کا بھی سن لیجئے، دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے، اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آ گئے، وہ ایک دن اپنے ہم ضلع، اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے، ان طلباء نے ان کی اچھی خاطر مدارات کی، وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے، جو رات کو دارالعلوم واپس آئے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح اس واقعے کی اطلاع ہو گئی، حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی، ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی۔ اس سے ان کی خوب پٹائی کی (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالبعلم بڑے خوش اور

مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی، کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے، ہم نے کبھی ان کو غصے کی حالت میں نہیں دیکھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

آخر میں اپنا (مولانا منظور احمد نعمانی) ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں، میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریباً پندرہ میل کے فاصلے پر ایک موضع ہے، اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے، والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے، جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی تھی، میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہو کر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ: وہاں چلنا چاہئے، آپ پروگرام بنائیے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطا فرمائی تھی) چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے، لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہو چکے ہیں، بس اتنی ہی کسر ہے کہ ابھی باقاعدہ قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے بتلایا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں، آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا: یہ تو بہت ہی اچھا ہے، ہم ان سے بھی بات کریں گے، اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا، اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے) اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے بتلایا کہ: وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کر چکا ہے، اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لاجواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا، اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے، میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اسی حال میں سو گیا، خواب میں حضرت استاذ قدس سرہٗ کو دیکھا، آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آ جائے تب بھی میرے ذریعے اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو الحمدللہ میرے دل میں وہی یقین و اعتماد تھا، لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا، ہم نے کہا کہ اَب جب کبھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجو، ہم انشاء اللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا صریح کفر وارتداد ہے، اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا۔ ہم بفضلہٖ تعالیٰ وہاں سے اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے، خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھا۔

خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرزا کی حیثیت

مقدمۂ بہاولپور میں شمس مرزائی نے یہ بات اٹھائی کہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا صاحب کی تعریف کی ہے اور ان کی وہ عبارت پیش کی جہاں خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ وہ صالح اور متقی اور دین کا خدمت گزار ہے۔ میں (مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ) چونکہ مختار تھا، میں نے کہا: جج صاحب! عدالت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ عدالت برخاست ہوئی۔ دوسرے دن ہم کتابوں سے خود مرزا صاحب کی عبارت تلاش کر کے لائے، اس نے لکھا تھا کہ مجھے فلاں فلاں آدمی کافر اور مرتد کہتے تھے، اور ان میں چوتھے نمبر پر خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا نام تھا۔ ہم نے جب یہ عبارت پیش کی، جج صاحب خوشی سے اچھل پڑے۔ پہلے روز شمس کے حوالے سے سارے شہر میں کہرام مچ گیا کیونکہ وہ لوگ خواجہ صاحب کے بہت معتقد تھے اور نواب صاحب بہاولپور بھی ان کے مرید تھے، اس پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: خواجہ صاحب نے تعریفی کلمات پہلے کبھی فرمائے ہوں گے (یعنی مرزا کے دعویٰ نبوت سے پہلے) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: اوچ شریف میں مرزا صاحب کا ایک مرید غلام احمد نام کا تھا، وہ خواجہ صاحب کے سامنے مرزا کی ہمیشہ تعریف کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ: وہ شخص آریہ، ہندو، سکھوں،

عیسائیوں سے مناظرہ کرتا ہے اور اسلام کا بڑا خدمت گزار ہے۔ اس پر خواجہ صاحب چونکہ خالی الذہن تھے، بعض تعریفی کلمات کہہ دیئے تھے۔

مرزائی کا فرار

✿...... شمس مرزائی نے سرور شاہ کشمیری کو خط لکھا تھا کہ: شاہ صاحب (مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ) سے مقابلہ ہے، تم یہاں آ جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا: وہ لعین نہیں آئے گا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر بہت ناراض تھے اور فرماتے تھے کہ اس نے اپنے والد کو بھی مرتد کیا۔ اس کے والد نے مرتے وقت اس کو کہا کہ: سرور! تو نے مجھے بھی مرتد کیا، دین تو وہی حق ہے جو دین محمدی ہے۔ بعد میں معلوم نہیں توبہ کی یا نہیں کی۔ چنانچہ جیسا شاہ صاحب نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا، سرور شاہ نے آنے سے انکار کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حافظہ

✿...... جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جج کے سامنے پیش ہوئے تو فرمایا کہ: جج صاحب! لکھو کہ تواتر کی کئی اقسام ہیں اور ہر ایک قسم کے تواتر کا منکر کافر ہے۔ مرزا غلام احمد نے ہر ایک قسم کے تواتر کا انکار کیا ہے، لہٰذا وہ کافر ہے۔ دوسرے روز مرزائیوں کے وکیل شمس مرزائی نے ''مسلم الثبوت'' کی شرح بحر العلوم کا حوالہ دے کر بیان کیا کہ شاہ صاحب نے کہا ہے کہ تواتر کے اقسام میں سے ایک ''تواتر معنوی'' بھی ہے اور فرمایا ہے کہ ہر قسم کے تواتر کا منکر کافر ہے، حالانکہ امام فخر الدین رازی نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے اور کتاب کا حوالہ پیش کیا۔ مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہم لوگ بڑے گھبرائے کیونکہ ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب بھی نہ تھی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جج صاحب! لکھئے: میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب موجود نہیں، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ جو حدیث ہے: ''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ'' یہ تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچتی، انہوں نے صرف اس حدیث کے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے، نہ یہ کہ وہ سرے سے تواتر معنوی کے حجت ہونے کے منکر ہیں۔ مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اس مجلس

میں موجود تھے اور حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے، سن کر حیران رہ گئے۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے، اسے کہئے کہ عبارت پڑھے، ورنہ میں اس سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں۔ چنانچہ قادیانی شاہد نے کتاب پڑھی، بعینہٖ وہی عبارت نکلی جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے پہلے حفظ پڑھی تھی، جج خوشی سے اچھل پڑا۔ اعلیٰ حضرت مولانا غلام محمد دین پوری رحمہ اللہ جو وہاں موجود تھے ان کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت

✿ ...... فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظر طے پایا اور عام مسلمانوں نے جوفن مناظرہ سے ناواقف تھے، مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کرلیا جو مسلمان مناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہوسکتی تھیں۔ دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مشورے سے مناظرے کے لئے مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تجویز ہوئے۔ یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو مرزائیوں کی شرائط کا علم ہوا کہ انہوں نے کس طرح دجل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ لیا ہے، اب دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو ان شرائط پر مناظرہ کیا جائے یا پھر انکار کردیا جائے، پہلی صورت مضر تھی اور دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے سبکی کا باعث ہوسکتی تھی کہ دیکھو تمہارے مناظر بھاگ گئے۔ انجام کار انہی شرائط پر مناظرہ کرنا منظور کرلیا گیا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو تار دے دیا گیا۔ اگلے روز وقت مقررہ پر مناظرہ شروع ہوگیا اور عین اسی وقت دیکھا گیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بہ نفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا کہ جایئے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوالی ہیں۔ اتنی شرائط اور من مانی لکھوالو، ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ مناظرہ کرو اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو! چنانچہ اسی بات کا اعلان کردیا گیا اور مفتی صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور

مولانا سیّد بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ کیا، اس میں مرزائیوں کی جو درگت بنی اس کی گواہی آج بھی فیروز پور کے درِ و دیوار دے سکتے ہیں۔ مناظرے کے بعد شہر میں جلسۂ عام ہوا، جس میں حضرت شاہ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریریں کیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار خاص کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے۔ اس مناظرے اور جلسے کے بعد اسلام پر واپس لوٹ آئے۔

- حضرت مولانا سیّد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تحفظ ختم نبوت تھا۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لے گئے، مسجد میں مغموم بیٹھے تھے، دردِ دل کے ساتھ آہ بھری اور فرمایا: شفیع! ہماری تو زندگی ضائع ہوگئی۔ قیامت کے دن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: حضرت! دنیا کا کوئی کونا نہیں جہاں آپ کے شاگرد نہ ہوں، دنیا آپ کے علم سے سیر ہو رہی ہے، صبح و شام بخاری و مسلم کا سبق پڑھاتے ہیں، بے شمار آپ نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، اب بھی آپ فرمائیں کہ ہماری زندگی ضائع ہوگئی تو پھر ہمارے جیسوں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ: ساری زندگی ہم وجوہ ترجیح مذہب احناف بیان کرتے رہے۔ حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی حق پر ہیں۔ مسئلہ فاتحہ خلف الامام کو چھیڑے رکھا۔ حالانکہ ان سے کہیں زیادہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت ہے۔

حضور علیہ السلام کے باغی و دشمن

- مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کبھی گفتگو یا درس کے دوران مرزا قادیانی کا نام آتا تو طبیعت میں جلال آجاتا۔ کذاب، لعین، مردود، شقی، بدبخت ازلی، محروم القسمت، دجال، کذاب، شیطان کہہ کر مرزا کا نام لیتے اور اس پر بددعائیہ جملے ارشاد فرما کر اس کے قول کو نقل کرتے۔ کسی خادم نے پوچھا: شیخ! آپ جیسا نفیس الطبع آدمی اور جب مرزا قادیانی کا نام آتا ہے تو اس طرح سیخ پا ہو جاتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: میاں! میرا ایمان ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام سے محبت رکھنی ایمان ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی ایمان ہے۔

آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن مرزا بد بخت تھا۔ اس لئے اس مردود کو گالی دے کر اس سے جتنا بغض کا اظہار ہوگا۔ اتنا زیادہ حضور علیہ السلام کا قرب نصیب ہوگا۔ میں یہ اس لئے کرتا ہوں۔ بھلا تم اپنے باپ کے دشمن کو اور حکومت اپنے باغیوں کو برداشت نہیں کرتی، تو میں حضور علیہ السلام کے دشمن کو کس طرح برداشت کرلوں......؟

......مولانا محمد انوری لائل پوری اپنی تالیف کمالات انوری میں رقم طراز ہیں کہ ایک بار صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے وزیر آباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں آپ تشریف رکھتے تھے، تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم اردگرد جمع تھا، وزیر آباد اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لئے ہوئے ادھر سے گزرا، حضرت پر نظر پڑی تو رک گیا اور غور سے دیکھتا رہا، پھر بولا کہ: ''جس مذہب کے یہ عالم ہیں، وہ مذہب جھوٹا نہیں ہوسکتا!'' اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

......اسی طرح کا ایک واقعہ پنجاب میں بھی پیش آیا، جب آپ کی نورانی صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

......غیر مسلم، آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پکار اٹھتے کہ: ''اگر چودھویں صدی کے ایک عالم دین کا چہرہ اتنا منور ہے، تو پھر ان کا نبی کتنا خوبصورت اور منور چہرے والا ہوگا!''

......مظفر نگر، بھارت کے ایک مناظرے میں آریہ مبلغ نے مولانا السید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''ان کے چہرے ہی پر اِسلام برستا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔'' (نقش دوام ص ۱۱)

ختم نبوت کے محاذ کے نگران

آپ کی وفات کے حالات بیان کرتے ہوئے مصنف ''نقش دوام'' نے ص ۵۰،۵۱ پر لکھا: ''میری خالہ کا بیان ہے، جن کی زندگی کے ساتھ اسی سال کی طویل صداقت بیانی ایک شاہد عدل کی حیثیت رکھتی ہے کہ میں نے گھر میں جلتے ہوئے چراغ کو پست کیا تو گھر کا پورا صحن سفید پوش انسانوں سے جن کے سروں پر عربی عمامے تھے، لبریز ہوگیا۔ مجھے کبھی اپنی آنکھوں پر شبہ ہوتا اور کبھی اس منظر پر حیرت ہوتی۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں تمام انسانوں کی جان ہے! نہ میری آنکھیں دیکھنے میں غلطی کر رہی تھیں اور نہ صورت واقعہ کے بیان میں کسی مبالغے سے کام لیا۔ (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ابتدا میں ''حَسْبُنَا اللّٰہ'' اور توحید کا پاکیزہ ورد کرتے ہوئے

چار پائی پر قبلہ رخ ہو گئے، وہ مقدس ہجوم جس نے گھر کے ماحول کو لبریز کر رکھا تھا، کوئی چیز ہاتھوں میں تھام کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا گھر سے باہر جا رہا ہے۔ میں نے جھک کر دیکھا تو پیشانی پسینہ آلود تھی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم ساکت و صامت لیٹے ہوئے تھے۔ ۲/صفر ۱۳۵۲ھ تقریباً نصف شب کے قریب کائنات علم کا یہ سانحہ عظیم پیش آیا۔"

آپ نے تو ختم نبوت کے محاذ پر اس تندہی سے کام کیا کہ بجا طور پر صلحائے امت کہتے ہیں کہ: "حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے محاذ کی نگرانی کے لئے تکوینی طور پر متعین تھے۔"

"عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام"،"التصریح بما تواتر فی نزول المسیح علیہ السلام"،"تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام"،"اکفار الملحدین"،"خاتم النبیین" رد قادیانیت پر آپ کی شاہکار یادگار ہیں۔

- ...... "انجمن خدام الدین" لاہور کے جلسے پر حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو "امیر شریعت" کا خطاب دے کر اس فتنے کے استیصال کے لئے مقرر کیا۔

قادیانیت کی تردید

مفکر پاکستان علامہ اقبال کو توجہ دلائی، تیار کیا، جنھوں نے پھر کشمیر کمیٹی سے مرزا بشیر الدین محمود کو نکلوایا۔ آپ نے اپنے آخری قیام لاہور کے ایام میں موچی دروازہ لاہور کے قریباً تیس ہزار کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "جو مسلمان قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی شفاعت چاہتا ہے، وہ قادیانیت کی تردید کا کام کرے، کیونکہ اس تحریک کا مقصد حضور علیہ السلام کی نبوت کو مٹا کر قادیانی نبوت کو فروغ دینا ہے!"

اگر ہم ناموس پیغمبر کا تحفظ نہ کر پائے تو گلی کا کتا بھی ہم سے اچھا ہے

مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: ۱۹۳۳ء بہاولپور جامع مسجد میں حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی: "حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لئے بہاولپور آیئے، چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کر دیا، اور بہاولپور کا سفر کیا، یہ خیال کیا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانب دار ہو کر بہاولپور میں آیا تھا۔" بس اس فرمانے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر،

پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، خود حضرت پر بھی ایک عجیب کیفیت وجد طاری تھی۔ ایک مولوی (عبدالحنان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ) نے اختتام وعظ پر فرمایا کہ: حضرت شاہ صاحب کی شان ایسی ہے اور آپ ایسے بزرگ ہیں...... وغیرہ! حضرت فوراً کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''حضرات! ان صاحب نے غلط کہا ہے، ہم ایسے نہیں، بلکہ ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے، ہم اس سے گئے گزرے ہیں، وہ اپنی گلی و محلے کا حق نمک خوب ادا کرتا ہے، ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموس رسالت پر حملہ کرتے ہیں اور ہم حق غلامی و امتی کا ادا نہیں کرتے، اگر ہم ناموس پیغمبر کا تحفظ کریں گے تو قیامت کے دن شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے، تحفظ نہ کیا، یا نہ کرسکے تو ہم مجرم ہوں گے اور کتے سے بھی بدتر......!''

(کمالات انوری)

فتنۂ قادیانیت کے اجراء پر اضطراب و بے چینی

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب یہ تاریک فتنہ پھیلا تو مصیبت عظمیٰ اور اضطراب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا، رات کی نیند حرام ہوگئی۔ مجھے قلق تھا کہ قادیانی نبوت سے دین میں ایسا رخنہ واقع ہوجائے گا جس کو بند کرنا دشوار ہوگا۔ اس قلق واضطراب و بے چینی میں چھ مہینے گزر گئے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ عنقریب اس فتنے کا شور وشغب انشاء اللہ جاتا رہے گا اور اس کی قوت و شوکت ختم ہوجائے گی۔ چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد میرا اضطراب رفع ہوا، سکون قلب نصیب ہوا۔''

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''نفحۃ العنبر'' ص ۲۰۴ پر لکھا ہے کہ:

''حضرت شیخنا الانور رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: جب میں نے ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کتاب لکھی تو مجھے توقع پیدا ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اس تعلق کے باعث شفاعت فرمائیں گے۔

ختم نبوت کا کام شفاعت کا ذریعہ

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنی چارپائی دیوبند کی جامع مسجد کے صحن میں لائے، تمام طالبعلموں و اساتذہ، علماء کو مخاطب کر کے فرمایا: ''آپ سب حضرات اور جنھوں نے مجھ سے حدیث شریف پڑھی، ان کی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگی۔ سب سے کہتا ہوں کہ اگر نجات اخروی

بے چینی کا اظہار کیا گیا ہے اور اپنے شاگردوں سے ختم نبوت کا کام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔
یہ تحریر ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کی ہے۔ دعوت حفظ ایمان نمبر دوم میں قادیانی کفریہ عقائد کو طشت ازبام کر کے روزنامہ ''زمیندار'' کی اشاعت کی توسیع اور مستشار العلماء پنجاب لاہور (جو آپ کے شاگردوں نے ردقادیانیت کے لئے قائم کی تھی) سے تقویت اور اعانت کے لئے متوجہ فرمایا گیا۔ یہ تحریر پہلی تحریر کے دس دن بعد یعنی ۲۲/ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کی ہے۔ یہ رسالے ایک ایک بار شائع ہوئے۔ اب ان کا ملنا مشکل مسئلہ تھا۔ اس لئے ان کو احتساب قادیانیت جلد۴ میں شامل کیا گیا ہے۔

بہاولپور کا معرکۃ الآ راء تاریخی مقدمہ

۱۹۳۲ء کی تیسری سہ ماہی میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب ؒ بوجہ علالت چند ہفتوں کے لئے ڈابھیل سے دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب طبع مبارک قدرے وبصحت ہوئی تو ڈابھیل مراجعت فرمانے کا عزم فرمایا اور رخت سفر تیار کیا کہ اچانک حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی ؒ کا صحیفہ گرامی موصول ہوا۔ جس میں اہالیان بہاولپور کی اس آرزو کا اظہار تھا کہ حضرت بہاولپور تشریف لا کر حق وباطل کے اس مقدمہ میں شہادت قلمبند کرائیں۔ حضرت نے معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈابھیل کا سفر معرض التوا میں ڈال کر بہاولپور کا قصد فرمایا اور باوجود پیرانہ سالی وشدید ضعف وعلالت کے دیوبند سے بہاولپور تک معوبت انگیز سفر اختیار فرمایا اور ۱۹/اگست ۱۹۳۲ء بروز جمعۃ المبارک سرزمین بہاولپور کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔

حضرت کی بہاولپور آمد کے ساتھ ہی تمام ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکزد ہوگئیں اور اس نے لافانی شہرت اختیار کر لی۔ پنجاب اور سندھ کے اکثر علماء دین بہاولپور پہنچ گئے۔ آپ کی قیام گاہ پر ہمہ وقت زائرین کا اژدھام رہتا تھا۔ ۲۵/اگست ۱۹۳۲ء کو جب یہ رأس المحدثین اپنی شہادت قلمبند کرانے عدالت میں پہنچا تو کمرہ عدالت ذی علم علماء دین ومشاہیر دوزراء واکابرین قوم سے مکمل طور پر معمور تھا۔ عدالت کے باہر میدان میں عوام کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ جس میں اہل ایمان کے علاوہ اہل ہنود بھی شامل تھے اور ہر شخص حضرت کے ارشادات گرامی سننے کے لئے مضطرب تھا۔ آپ کا یہ بیان ۲۸/اگست ۱۹۳۲ء تک جاری رہا۔ جب کہ ۲۹/اگست کو جلال الدین شمس قادیانی مختار فریق ثانی نے آپ پر جرح کی۔

حضرت نے مندرجہ ذیل پانچ وجوہ پیش کر کے مرزا قادیانی اوراس کے متبعین کی تکفیر کا ثبوت پیش فرمایا:

۱...... دعویٰ نبوت۔

۲...... دعویٰ شریعت۔

۳...... توہین انبیاء علیہم السلام۔

۴...... انکار متواترات وضروریات دین۔

۵...... سب (گالی دینا) انبیاء علیہم السلام۔

حضرت نے اپنے دلائل قاطع وبراہین ساطع سے مرزا غلام احمد قادیانی کی باطل نبوت اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد پورے عالم میں اظہر من الشمس کر دیا۔ (حضرت کا یہ بیان علم وعرفان کا ایسا بحر ذخار ہے جس کی گہرائیوں میں گرانقدر اور بے بہا موتی بھرے ہوئے ہیں)

مقدمہ بہاولپور کے ساتھ ویسے تو بہت سے تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ قارئین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لئے یہاں پر چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱...... مورخہ ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء کو جب جلال الدین شمس قادیانی مختار مدعا علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لایعنی جرح کر رہا تھا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف کی زبان مبارک سے ''غلام احمد جہنمی'' کا لفظ نکلا۔ جس پر مختار مدعا علیہ نے شدید احتجاج کرتے ہوئے جرح بند کر دی اور عدالت سے درخواست کی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا جائے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ عدالت کا کمرہ علماء فضلاء ومشاہیر سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان حضرات نے مشاہدہ کیا کہ حضرت پر ایک خاص کیفیت وجد طاری ہوگئی۔ چہرہ مبارک نور سے منور ہوگیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک جلال الدین شمس قادیانی کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا: ''ہاں ہاں! مرزا غلام احمد قادیانی جہنمی ہے۔ دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ جہنم میں کیسے جل رہا ہے؟''

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الہامی کلمات سے مرزائیوں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جلال الدین شمس قادیانی نے فوراً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دست مبارک اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو میں اسے شعبدہ بازی کہوں گا۔

بفضل تعالیٰ آج بھی بہاولپور میں بالخصوص اور برصغیر میں بالعموم ہزاروں افراد موجود تھے جو اس تاریخی واقعہ کے عینی شاہد تھے۔ فقیر راقم نے یہ روایت مولانا رحمت اللہ ارشد سے سنی جو موقع پر موجود تھے۔

۲...... جب بہاولپور سے بیان دے کر واپس دیوبند جانے لگے تو اپنے شاگرد حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اگر فیصلہ میری زندگی میں ہوا تو خود سن لوں گا۔ اگر میرے مرنے کے بعد فیصلہ ہو تو میری قبر پر آ کر سنا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ فیصلہ سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق مولانا محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند جا کر آپ کی مزار انور پر اسی فیصلہ میں اہل اسلام کی کامیابی کی نوید عرض کی۔

نوٹ...... یاد رہے کہ دعوت حفظ ایمان اور بیان در مقدمہ بہاولپور احتساب قادیانیت جلد ۴ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۲۵۰)

انوری رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۲۲ر جنوری ۱۹۷۰ء)

مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ اگی نکودر ضلع جالندھر کے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد محلہ سنت پورہ فیصل آباد آ گئے تھے۔ آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جب بہاولپور میں مشہور زمانہ مقدمہ مرزائی/مسلم میں بیان دینے کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولانا محمد انوری بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ''انوار انوری'' نامی کتاب میں اپنے استاذ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے علمی جواہر کو جمع کیا ہے۔ عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والوں کی قدردانی فرمائی۔ آپ کی اولاد میں مولانا سعید الرحمٰن انوری، مولانا عزیز الرحمٰن انوری، مولانا ایوب الرحمٰن، مولانا مقبول الرحمٰن بھی مقدور بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ساعی رہے۔

(۲۵۱)

اکبر رحمۃ اللہ علیہ ایڈیشنل سیشن جج (راولپنڈی)، جناب محمد

فاضل قانون دان، راولپنڈی کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی نے مرزائی عورت کے مسلمان خاوند سے نکاح ہو جانے سے متعلق ایک کیس کا فیصلہ ۳ر جون ۱۹۵۵ء کو سنایا کہ قادیانی عورت کا ایک مسلمان سے نکاح شرعاً جائز نہیں۔ اس کیس میں اہل اسلام کی طرف سے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ پیش ہوئے تھے۔ یہ کیس انتہائی اہمیت کا حامل تھا اور جناب ایڈیشنل سیشن جج نے بہت اہم فیصلہ صادر کیا جو تاریخی دستاویز ہے۔

(۲۵۲)

اکبر رحمۃ اللہ علیہ (جسٹس ریاست بہاولپور)، جناب محمد

(پیدائش: اکتوبر ۱۸۹۳ء، خیر پور ٹامیوالی ...... وفات: ۵ر مئی ۱۹۵۲ء، بہاولپور)

جناب محمد اکبر نامور قانون دان تھے۔ ریاست بہاولپور کے چیف جسٹس اور ناظم امور مذہبیہ رہے۔ ۷ر فروری ۱۹۳۵ء کو قادیانیوں کے خلاف مشہور زمانہ فیصلہ دیا۔ جسٹس مرحوم نے بہاولپور محلہ مبارک پورہ میں مسجد بنوائی۔ مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا۔ آج اسی مسجد سے ملحقہ ان کی آخری آرام گاہ ہے۔

جج محمد اکبر مرحوم کے ایک عزیز اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

عرصہ ہوا کہ میں نے ایک شب عالم رؤیا میں خود کو مسجد شریف تعمیر کردہ جج صاحب (جسٹس محمد اکبر بہاولپور) میں پایا، مسجد کا کمرہ انوار و تجلیات کی ضوفشانیوں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا، اور میری روح انتہائی پرسکون تھی، ان سرور آگیں لمحات کا تصور اور روح پرور کیفیت کا بیاں حیطۂ تحریر سے باہر ہے، بس دل ہی محسوس کرتا ہے، زبان اظہار سر دلبراں سے قاصر ہے۔ میری خوش بختی ہے کہ اسی حالت میں خود چچا حضور (جسٹس محمد اکبر) نے بھی تشریف لا کر زیارت سے مشرف فرمایا۔ چچا حضور کے چہرے مبارک سے میں نے ان کے کچھ قلبی تاثرات محسوس کئے، میں

نہایت ادب سے قدم بوس ہوا، آپ نے بڑی متانت سے فرمایا کہ: ''میاں! میں نے تو مکان میں دروازہ اس واسطے رکھوایا تھا کہ تم میرے پاس آتے جاتے رہو گے اور میری دیکھ بھال کرتے رہو گے، مگر تم نے تو آنا جانا ہی چھوڑ دیا ہے۔'' ان کے پروقار لہجے اور مشفقانہ انداز نے مجھے میری کوتاہی کا احساس دلایا اور بارندامت سے میری گردن جھک گئی، اظہار معذرت کرتے ہوئے قدموں میں گر پڑا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، کہ میری آنکھ کھل گئی۔

عالم رؤیا کا روح پرور اور دل گداز منظر حقیقت بن کر سامنے آ گیا، صبح ہو چکی تھی، نماز کے بعد میں نے قرآن پاک پڑھ کر برائے ایصال ثواب نذرانہ عقیدت پیش کیا اور معبود حقیقی سے دعا کی کہ رب العالمین! کالی کملی والے کا صدقہ اس مجاہد اعظم کی روح کو سکون وقرار عطا فرما اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما دے۔

اسی روز میں نے بہاولپور جا کر ان کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی اور دل میں آئندہ حاضر ہوتے رہنے کا عہد کیا۔

✿ ...... سیّد غلام محی الدین شاہ صاحب ہمدانی مرحوم ومغفور خیر پور ٹامیوالی کے مشائخ میں سے ایک خدارسیدہ بزرگ تھے، اور جج مرحوم کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے، وفات کی شب کو ہی انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ محمد اکبر فوت ہو گیا ہے، بہاولپور جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔ چنانچہ از خود آپ بہاولپور تشریف لے آئے اور مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!

(۲۵۳)

اکبر خان ساقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: یکم راپریل ۱۹۹۲ء)

قائد آباد ضلع میانوالی کے ملک محمد اکبر خان ساقی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ساتھی تھے۔ ساقی صاحب جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ ''ختم نبوت'' نام سے ۱۶رصفحات کا ایک رسالہ نومبر ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں خوب سرگرم عمل رہے۔ بہت اچھے خطیب تھے۔

نہایت ادب سے قدم بوس ہوا، آپ نے بڑی متانت سے فرمایا کہ: ”میاں! میں نے تو مکان میں دروازہ اس واسطے رکھوایا تھا کہ تم میرے پاس آتے جاتے رہو گے اور میری دیکھ بھال کرتے رہو گے، مگر تم نے تو آنا جانا ہی چھوڑ دیا ہے۔“ ان کے پروقار لہجے اور مشفقانہ انداز نے مجھے میری کوتاہی کا احساس دلایا اور بار ندامت سے میری گردن جھک گئی، اظہار معذرت کرتے ہوئے قدموں میں گر پڑا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، کہ میری آنکھ کھل گئی۔

عالم رؤیا کا روح پرور اور دل گداز منظر حقیقت بن کر سامنے آ گیا، صبح ہو چکی تھی، نماز کے بعد میں نے قرآن پاک پڑھ کر برائے ایصال ثواب نذرانہ عقیدت پیش کیا اور معبود حقیقی سے دعا کی کہ رب العالمین! کالی کملی والے کا صدقہ اس مجاہد اعظم کی روح کو سکون و قرار عطا فرما اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما دے۔

اسی روز میں نے بہاولپور جا کر ان کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی اور دل میں آئندہ حاضر ہوتے رہنے کا عہد کیا۔

✿ ...... سیّد غلام محی الدین شاہ صاحب ہمدانی مرحوم و مغفور خیر پور ٹامیوالی کے مشائخ میں سے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے، اور جج مرحوم کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے، وفات کی شب کو ہی انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ محمد اکبر فوت ہو گیا ہے، بہاولپور جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔ چنانچہ از خود آپ بہاولپور تشریف لے آئے اور مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!

(۲۵۳)

اکبر خان ساقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: یکم/اپریل ۱۹۹۲ء)

قائد آباد ضلع میانوالی کے ملک محمد اکبر خان ساقی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ساتھی تھے۔ ساقی صاحب جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ ”ختم نبوت“ نام سے ۱۶/صفحات کا ایک رسالہ نومبر ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں خوب سرگرم عمل رہے۔ بہت اچھے خطیب تھے۔

(۲۵۴)

اکبر شاہ حنفی قادری پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

جناب سید اکبر شاہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:
''تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ قادیانی پر کفر والحاد کا حکم لگائیں اور اس سے کنارہ کش رہیں۔ اس کے اور اس کے پیروؤں کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔''

(۲۵۵)

اکبر علی (چک ۸۱، سرگودھا)، جناب محمد

چک نمبر ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا کے جناب محمد اکبر علی صاحب نے ایک رسالہ ''ضرب اکبر خاتم النبیین'' کے نام پر شائع کیا۔

(۲۵۶)

اکبر قاضی خیل پشاوری، قاضی محمد

قاضی محمد اکبر صاحب نے ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی زندگی پر فارسی زبان میں ۲۲۲ صفحات کی کتاب ''موازنۃ الحقائق'' کے نام سے تالیف فرمائی۔ اس میں آپ نے حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل قرآن وحدیث سے عقلی ونقلی دلائل سے بیان کر کے قادیانی شبہات کا جواب عمدہ پیرایا میں رد کیا ہے۔

(۲۵۷)

اکبر مسیح، جناب

جناب اکبر مسیح ہندوستان کے مسیحی مشن کے انچارج تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ''مینارۃ البیضاء'' لکھی۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا جو ماہوار رسالہ ''تجلی لاہور ۱۹۲۸ء'' میں شائع ہوا۔ اس کا عنوان تھا ''مرزا غلام احمد کے فرزند کی وفات'' بعد میں آغا شہباز خان نے

مناسب ترمیم واضافہ کے ساتھ سیالکوٹ سے شائع کیا۔ان کا مضمون ''قادیانی محاسب اور خداوند مسیح کے شاگردوں کی تعداد'' کے نام سے ماہوار رسالہ ''تجلی لاہور'' میں شائع ہوا۔ بعد میں آغا شہباز خان نے ۱۹۲۸ء میں سیالکوٹ سے شائع کیا۔

جناب اکبر مسیح نے ایک کتاب ۱۹۵۷ء میں پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع کی۔جس کا نام ''ضرب عیسوی'' رکھا۔اس کتاب میں سات رسائل ہیں۔

(۱)عصیٰ آدم ربہ...... بحث عصمت انبیاء۔(۲)عشرہ کاملہ...... تحقیق معنی استغفار ذنب۔ (۳)عصمت مسیح از قرآن وحدیث۔ (۴)عصمت مسیح از اناجیل معہ رد شبہات۔ (۵) مسیح کی موت وبعثت کا اثبات اور مرزائے قادیانی کے اوہام کا ابطال۔(۶) خداوند مسیح کے بعثت اور مرزا کا خط کشمیر۔(۷)مرہم رسل۔

ان رسائل کے مصنف ''جناب اکبر مسیح'' مسیحی قوم کے لیڈر تھے۔انہوں نے مسیحی نقطہ نظر سے مرزا قادیانی کی تردید کی ہے۔مسیحی نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے خلاف اسلام باتیں بھی کہیں۔لیکن مسیحی حضرات کو خلاف اسلام طعن وتشنیع کرنے پر برصغیر میں مرزا قادیانی کے قلم نے جتنا ابھارا ہے اس کا بھی اس کتاب میں جگہ نمونہ قارئین دیکھیں گے۔بہرنوع خیال رہے کہ یہ کتاب مسیحی پادری کی تحریر کردہ ہے۔

یہ چاروں ''محاسبہ قادیانیت'' جلد۲ میں شائع کئے گئے ہیں۔

(۲۵۸)

اکرام الحق الخیری رحمۃ اللہ علیہ (برمنگھم)،مولانا

۱...... ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ مجاہد ملت بانی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے کنری ضلع تھرپارکر سندھ میں رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کے عنوان پر خطاب کے دوران آپ ﷺ کے وصف خاص عقیدہ ختم نبوت پر بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی ملعون کے تین حوالے پیش کئے۔جس میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کی۔آٹھ ماہ بعد کنری کے قادیانی فضل الدین نے ایک پمفلٹ میں چیلنج کیا کہ یہ حوالہ جات دکھائے جائیں تو تین صد روپیہ دینے کے لئے میں تیار ہوں۔اگلے دن جامعہ خیر المدارس کے فاضل اور ڈگری جامعہ اشاعت القرآن کے ناظم عمومی مولانا اکرام الحق الخیری کتب مرزا

لے کر کنری پہنچ گئے اور سپیکر پر چیلنج کیا کہ آ ؤ حوالے دیکھو۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ فضل الدین قادیانی، مرزا قادیانی کے خروج کی جگہ میں چھپ گیا۔ مولانا اکرام الحق الخیری ڈگری واپس تشریف لے گئے۔ قادیانیوں نے کہا کہ پمفلٹ کا جواب پمفلٹ سے دیا جائے۔ چنانچہ یہ پمفلٹ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کی طرف سے شائع کیا گیا۔

۲...... ''امین الملک جے سنگھ بہادر کرشن گوپال، مرزا غلام احمد قادیانی حجر اسود کے ادنیٰ ترین خادم فضل الدین مرزائی کے تینوں پمفلوں کا جواب، بمع چیلنج مناظرہ'' پمفلٹ سابقہ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' کے شائع ہونے پر فضل الدین مرزائی نے تین پمفلٹ سائیکلو سٹائل تقسیم کئے۔ ان تینوں سائیکلو سٹائل پمفلٹوں کا جواب اس رسالہ میں دیا گیا جو ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری نے شائع کیا اور اب دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۲۵۹)

اکرم اعوان (مینارہ ضلع جہلم)، جناب محمد

اویسی سلسلہ کے ایک بزرگ تھے مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ چکڑالہ کے۔ ان کے خلیفہ جناب اکرم اعوان نے منارہ ضلع جہلم میں خانقاہ قائم کر رکھی ہے۔ قرآن مجید کی اعوان صاحب نے تفسیر بھی لکھی۔ اپریل ۱۹۸۷ء میں انہوں نے قادیانی گرو مرزا کے رسالہ ''ایک حرف ناصحانہ'' کے جواب میں ''ایک حرف محرمانہ بجواب ایک حرف ناصحانہ'' لکھا اور خوب ملک بھر میں تقسیم کیا۔ اعوان صاحب ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔

(۲۶۰)

اکرم انصاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: یکم / اپریل ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۶/ اگست ۲۰۰۲ء)

مولانا موصوف ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت تھی۔ جامعہ امینیہ دہلی میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے پاس بھی پڑھتے رہے۔ مولانا شاہ عبدالقادر رائے

پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دوستانہ تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام جہلم کے امیر رہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔

(۲۶۱)

اکرم زاہد رحمۃ اللہ علیہ (جہلم)، مولانا محمد

جہلم کے مولانا محمد اکرم زاہد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔خوب دبنگ قسم کے عالم دین تھے۔آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں بڑی بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ایک قادیانی عزیز الرحمٰن نے پریس کانفرنس کی آپ نے اس کے جواب میں ''فتنہ مرزائیت اور مسئلہ ختم نبوت'' کے نام ۳۲ صفحات کا پمفلٹ تحریر کیا۔

(۲۶۲)

اکمل رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان)، حضرت مولانا قاری محمد

(وفات:۱۸ر فروری ۲۰۰۸ء)

حضرت قاری محمد اکمل مرحوم پاکستان کے نامور شیخ القراء فن تجوید کے بے تاج بادشاہ حضرت قاری تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ نابینا (عبدالحکیم والوں) کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔انتقال کے وقت قاری محمد اکمل کی عمر ۶۷ رسال کے لگ بھگ تھی۔زندگی بھر قاری محمد اکمل صاحب علماء وقراء وحفاظ کو تجوید پڑھاتے اور مشق کراتے رہے۔آپ کے کئی شاگرد پاکستان کی سطح پر قرأت کے مقابلوں میں اول پوزیشن بھی حاصل کرتے رہے۔قاری محمد اکمل صاحب پہلے عیدگاہ رحیم یار خان اور پھر ۱۹۷۴ء سے غلہ منڈی رحیم یار خان میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔غلہ منڈی میں حفظ کا مدرسہ بھی قائم کیا۔جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک وبیعت کا تعلق تھا۔ہردلعزیز رہنماء تھے۔بہت ہی صاف گو اور مؤمنانہ بصیرت رکھتے تھے۔خطابت اور تلاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کے دور خطابت میں آپ کی مسجد کا اجتماع رحیم یار خان کی مساجد کے بڑے اجتماعوں میں شمار ہوتا تھا۔ہر دینی تحریک کی سرپرستی میں آپ پیش ازپیش ہوتے تھے۔ختم نبوت کے کاز سے والہانہ لگاؤ تھا۔

خدمات پر مامور رہے۔ پھر مخدوم پور آگئے۔ مخدوم پور کے لوگوں کی خواہش پر حضرت مدنی ؒ نے آپ کو مستقل بنیادوں پر اس علاقہ میں کام کرنے کا حکم فرمایا تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ جنازہ بھی یہیں سے اٹھا اور تدفین بھی یہیں ہوئی۔ اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی اپنے استاذ و مرشد کے حکم کی تعمیل کی مثال پیش کی جاسکے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی ؒ کے حکم پر حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر خورشید احمد ؒ عبدالحکیم والوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ان سے مجاز بیعت بھی ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت ؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو سراپا مجلس تحفظ ختم نبوت ہوگئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے استاذ المناظرین مولانا محمد حیات ؒ فاتح قادیان سے پہلی مناظرہ کلاسوں سے جو حضرات فارغ ہوئے ان میں مولانا غلام محمد علی پوری ؒ بھی تھے۔ مولانا محمد امین شاہ صاحب ؒ خانیوال کے لئے مولانا غلام محمد صاحب ؒ کو حضرت امیر شریعت ؒ سے مانگ کر لے گئے۔ خود فرماتے تھے کہ مولانا غلام محمد طبعاً بہت شرمیلے اور کم گو تھے۔ حضرت امیر شریعت ؒ نے از راہ شفقت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ؒ سے فرمایا کہ مولانا غلام محمد گونگے ہیں۔ ان کو لے جاؤ۔ شاید آپ کے کام آسکیں۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ؒ یہ بات سناتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے کہ حضرت امیر شریعت ؒ کی دعاء سے مولانا غلام محمد ؒ صاحب خانیوال تحصیل کے ہر قابل ذکر گاؤں اور چک میں گئے۔ جہاں جاتے کامیاب لوٹتے۔ ایسے چھائے کہ بس چھا ہی گئے۔ یہ دور تو فقیر راقم نے نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت امیر شریعت ؒ اور حضرت خطیب پاکستان ؒ کے بعد مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے عہد امارت میں ہر ہفتہ مولانا سید محمد امین مخدوم پوری ؒ کا دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان تشریف لانا معمول تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے جس دن اپنے شیڈول کے مطابق ملتان تشریف لانا ہوتا۔ اسی روز سید محمد امین شاہ صاحب ؒ ملتان موجود ہوتے۔ مولانا محمد علی جالندھری ؒ سے عشق و تعلق کا یہ عالم تھا تو حضرت امیر شریعت ؒ سے تعلقات کا کیا عالم ہوگا؟ سید محمد امین شاہ صاحب مرحوم بہت ہی رقیق القلب تھے۔ گریہ کی حالت میں بات کرتے تو مخاطب کا کلیجہ پگھل جاتا۔ جو بات کرتے ایسے دل کی گہرائی سے کرتے کہ بس ماحول کو خدا رسیدہ بنا دیتے۔ ۱۹۷۰ء کے قریب میں یحیٰی خان کے مارشلاء کا دور تھا۔ اس زمانہ میں قاسم العلوم کچہری روڈ پر تھا۔ گل گشت کی جگہ الاٹ ہو چکی تھی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔ صحت کے زمانہ میں کئی بار چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے تھے۔ مجلس کے اکابر واصاغر سے پیار بھرا تعلق تھا۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد عبداللہ قریشی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل اور متخصص ہیں اوراقراء روضۃ الاطفال رحیم یار خان میں پڑھاتے ہیں آپ نے افتاء بھی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی سے کیا۔ مولانا محمد اکمل صاحب مرحوم نے اپنے ان صاحبزادہ مولانا مفتی عبداللہ قریشی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ انہوں نے ہی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۸رفروری کی صبح تہجد پڑھی۔ مصلے پر بیٹھے اپنے بیٹا محمد عبداللہ کو آواز دی۔ دل کا دورہ ہوا۔ ہسپتال لے گئے۔ لیکن وہ اس سے قبل اللہ رب العزت کے حضور پہنچ گئے۔ ان کی وفات نے رحیم یار خان کی دینی مجلسوں کی رونقوں وبہاروں کو مرجھا دیا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ جنت کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ اور پسماندگان کے حامی وناصر ہوں۔ جناب سید محمد توصیف، مولانا محمد عبداللہ بجاطور پر تعزیت کے مستحق ہیں اوراس سے کہیں زیادہ مجلس تحفظ ختم نبوت تعزیت کی مستحق ہے کہ اس ماہ بہت سارے بہی خواہوں، سرپرست، محسنوں کے صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ سب کے حامی وناصر ہوں۔ آمین!

(۲۶۳)

ایف۔جی۔ای جیمس، جناب

جناب ایف۔جی۔ای جیمس نے ''مرزاغلام احمد قادیانی کے خطوط عرف جیبی پستول'' کے نام سے پمفلٹ ترتیب دیا۔ جو مارچ ۱۹۳۳ء میں لاہور انارکلی سے شائع ہوا۔ ''محاسبہ قادیانیت'' کی دوسری جلد میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔

(۲۶۴)

ایم۔جے آغاخان، جناب پروفیسر

جناب پروفیسر ایم۔جے آغاخان، ایم۔اے کا مرتب کردہ رسالہ ''ختم نبوت پر ایک نظر'' ہے۔ جو ۵راگست ۱۹۶۰ء میں پہلی بار تبلیغی مرکز ریلوے روڈ لاہور سے شائع ہوا۔ نصف صدی بعد اسے دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۲۶۷)

ایوب حنفی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولوی محمد

مولوی محمد ایوب حنفی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:
''قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں لکھا ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی ہو اور ریاضات اور صفائی قلب کے ذریعہ سے حصول نبوت کو جائز رکھے وہ کافر بے دین ہے اور اس کے کفر پر اجماع ہے۔ امام صابونی نے کفایہ میں لکھا ہے کہ آیات واحادیث کے ظاہر معنی سے بلاضرورت عدول کرنا الحاد ہے۔ یہ ملحد قادیانی حضرت مسیح کا مثیل نہیں بلکہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا مثیل ہے۔''

(۲۶۸)

ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ محمد

(ولادت: ۱۸۸۹ء ...... وفات: دسمبر ۱۹۶۹ء)

آپ بڑے عالم وفاضل تھے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی تشریف لائے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر کی کلاس کا اجراء کیا۔ دیکھتے دیکھتے اس ہفتہ واری کلاس نے خوب قبولیت حاصل کی۔ آپ ہر بات کو سمجھانے کے لئے دو اور دو چار کی طرح کا انداز اختیار کرتے۔ اس لئے جو بات فرماتے سامعین کے قلب وجگر پیوست ہو جاتی۔ آپ نے منکرین حدیث کے رد میں حجیت حدیث پر کتاب تحریر فرمائی۔ رد قادیانیت پر بھی آپ کی تقاریر پر مشتمل رسالہ جس کا نام ''ختم نبوت'' ہے، جو احتساب قایانیت کی جلد ۳۵ میں شامل ہے۔

(۲۶۹)

ایوب رحمۃ اللہ علیہ (ساکن کول)، مولانا محمد

مولانا محمد ایوب ساکن کول نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ:
''قادیانی شریعت محمدیہ کے اصول کا منکر ہے اور جو کوئی ان کا منکر ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ الٰہی ہمیں باطل سے بچائے رکھنا۔''

(ب)

(۲۷۰)

بارک اللہ خان، جناب

(وفات:۲۵ر مئی ۱۹۸۴ء)

جماعت اسلامی لاہور کے عہدیدار اور رہنما تھے۔ وکالت کا امتحان پاس کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے کاموں میں پرجوش حصہ لیا۔ حق تعالیٰ بال بال رحمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۲۷۱)

بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۸۹۸ء، بدایوں ...... وفات:۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۵ء، مدینہ منورہ)

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام حاجی تیمور علی تھا اور سلسلہ چشتیہ کے نامور بزرگ تھے۔ سولہ سالہ عمر سے آخری وقت تک کبھی تہجد کا ناغہ نہیں کیا۔ پولیس میں ملازم تھے۔ سات حج کیے۔ ملازمت کے سلسلہ میں آپ بدایوں میں تھے۔ ان دنوں وہاں آپ کے گھر بیٹا پیدا ہوا جن کا نام "بدر عالم" رکھا گیا۔ یہ ۱۳۱۶ھ، مطابق ۱۸۹۸ء کی بات ہے۔ مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش سنبھالتے ہی گھر پر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ پھر انگریزی تعلیم کے لئے الہ آباد کے ایک سکول میں داخل ہوئے۔ ابھی ابتدائی کلاسوں میں پڑھتے تھے کہ وہاں ایک مسجد میں جمعہ پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سنا تو انگریزی تعلیم ترک کرنے پر تیار ہوگئے۔ حالانکہ والد گرامی کا خیال تھا کہ کم از کم میٹرک تو کر لیں۔ پھر دینی تعلیم حاصل کریں۔ لیکن مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر والد گرامی مان گئے اور آپ کو سکول سے نکال کر سہارنپور کے عظیم محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مظاہر العلوم میں دینی تعلیم کے لئے داخل کرادیا۔ ۱۳۳۶ھ میں یہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔ فارغ ہوتے ہی مظاہر العلوم میں معین مدرس مقرر ہوگئے۔ یہاں دو سال

پڑھانے کے بعد دوسری بار دورہ حدیث شریف کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے۔ جہاں آپ نے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ، مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن ؒ، مولانا سید اصغر حسین ؒ ایسے حضرات سے دوبارہ دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ بیک وقت اس زمانہ کے دو جامعات، مظاہر العلوم اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا بدر عالم ؒ پر زیادہ چھاپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے علوم کی تھی۔

زہے نصیب کہ دیوبند سے فارغ ہوتے ہی یہاں مدرس مقرر ہوگئے۔ آپ یہاں ۱۳۴۶ھ تک پڑھاتے رہے۔ ۱۳۴۶ھ میں جب حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری ؒ ڈابھیل جانے لگے تو مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ؒ، مولانا سراج احمد ؒ کی طرح مولانا بدر عالم ؒ بھی آپ کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے۔ مولانا بدر عالم ڈابھیل میں سترہ سال پڑھاتے رہے۔ اپنے استاذ سید انور شاہ کی تحقیقات اور علوم حدیث کو بخاری شریف کی شرح فیض الباری کی چار جلدوں میں جمع فرمانے کی سعادت حاصل کی۔ یہ شرح ۱۳۵۷ھ کو مصر میں پہلی بار شائع ہوئی۔

ڈابھیل میں سترہ سال پڑھانے کے بعد آپ بہاولنگر تشریف لائے۔ عیدگاہ بہاولنگر میں جامع العلوم کے نام سے مظبوط بنیادوں پر ادارہ قائم کیا۔ ایک سال کے بعد اپنے استاذ زادہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن کی خواہش پر دہلی تشریف لے گئے۔ مفتی عتیق الرحمٰن ؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی ؒ نے مل کر ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کیا۔ یہاں آپ نے حدیث شریف کی تشریحات پر مبنی اردو میں ترجمان السنۃ چار جلدوں میں مرتب فرمائی جو آپ کی یادگار اور مثالی خدمت ہے۔

ترجمان السنۃ کی مکمل اشاعت سے قبل پاکستان بن گیا۔ آپ پاکستان میں تشریف لائے تو دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں نائب مہتمم اور تدریسی ذمہ داریوں پر فائز ہوئے۔ بائیس نکات کی ترتیب اور اسلامی دستور کی تدوین میں بھی دیگر حضرات کے ساتھ شامل رہے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہوئے اور یہاں ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء میں وصال فرما کر امہات المومنین ؓ کے قدموں کی جانب جنت البقیع میں محو استراحت ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں بہت ہی قابل ستائش اور لائق اتباع خدمات ہیں۔ اپنے استاذ گرامی مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے فکر ختم نبوت کو آپ نے خوب جلاء بخشی۔ فقیر راقم (اللہ وسایا) کیلئے سعادت کی بات ہے کہ

آپ کے ردقادیانیت پر تمام رشحات قلم کو احتساب قادیانیت کی جلد چہارم کے ص۲۵۳ سے ۶۸۰ تک گویا سوا چار سو صفحات میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ فلحمدللہ!

جرع کی تفصیل یہ ہے:

۱...... ''نزول عیسیٰ علیہ السلام'' یہ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ترجمان السنۃ کی جلد۳ سے ص۲۲۱ سے ص۵۹۳ تک کی بحث ہے۔ جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر ہے۔ قیمتی جواہرات کی مالا جو اس کتاب میں آپ نے پروئی تھی وہ ڈابھیل سے علیحدہ کتابی شکل میں ''نزول عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام پر شائع ہوئی۔

۲...... ''ختم نبوت'' آپ ﷺ کی وصف خاص اور امتیازی شان ''ختم نبوت'' کو اچھوتے انداز میں ترجمان السنۃ کی جلد اوّل ص۳۷۹ سے ص۴۲۶ میں آپ نے قلمبند کیا ہے۔ پھر یہ علیحدہ ختم نبوت کے نام پر کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی۔

۳...... ''سیدنا مہدی علیہ الرضوان'' سیدنا مہدی علیہ الرضوان کی پیدائش سے وصال مبارک پر مشتمل تمام احادیث کی توضیح وتشریح آپ نے اپنی تصنیف لطیف ترجمان السنۃ کی جلد اوّل کے ص۳۷۲ سے ۴۲۸ پر فرمائی ہے۔ یہ علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی۔

۴...... ''دجال اکبر'' رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ ابتدائے دنیا سے اخیر جہان تک سب سے بڑا فتنہ دجال اکبر کا ہے۔ اس سلسلہ کی پچیس احادیث مبارکہ کی تشریح وترجمہ مولانا بدر عالم ؒ نے اپنی کتاب ترجمان السنۃ جلد چہارم کے ص۴۰۶ سے ص۴۲۸ تک درج فرمایا ہے۔

۵...... ''نور ایمان'' قادیانی گروہ کے موسیو بشیر نے ''ندائے ایمان'' نام سے ایک مضمون لکھا جس کا حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی ؒ نے ''نور ایمان'' کے نام سے جواب لکھا۔

۶...... ''الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح'' حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ ۱۷ر شعبان ۱۳۴۳ھ کو اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے شاگرد علماء کرام کی دیوبند سے جماعت ساتھ تھی۔ اہالیان کشمیر اپنے محبوب رہنما کو ملنے کے لئے جوق در جوق شوق سے تشریف لائے۔ ہزاروں ہزار کے اجتماعات منعقد ہونے لگے۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے لوگوں کے ٹھٹھ لگ جاتے۔ جگہ جگہ علماء کرام کے قادیانیت کے خلاف بیانات ہوئے۔ قادیان کے قادیانیوں ولاہوری مرزائیوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے اپنے رسالہ ''پیغام صلح'' میں

تردیدی مضمون لکھنے شروع کئے۔ جواب کے لئے مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اٹھایا تو یہ کتاب تیار ہوگئی۔ اس کتاب میں (۱) ''مصباح العلّیه لمحو النبوة الظلیه'' (۲) ''الجواب الحفی فی آیة التوفی'' (۳) ''انجاز الوفی فی لفظ التوفی'' ان تین مضامین پر مشتمل کتاب کا نام ''الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح'' ہے۔

۷..... ''آواز حق'' جناب پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲؍جمادی الاوّل ۱۳۵۲ھ کو حیدرآباد دکن عاشور خانہ شاہی میں ختم نبوت پر بیان ہوا۔ قادیانیت پر ہذیانی کیفیت طاری ہوئی۔ بات مضامین اور جواب الجواب تک پہنچی۔ تب حیدرآباد دکن کے علماء کی خواہش کے پیش نظر قادیانی مضامین کے رد پر آپ نے یہ گرانقدر مقالہ تحریر فرمایا۔ یہ ساتوں رسائل الحمدللہ! احتساب قادیانیت جلد۴ میں شائع ہوئے۔ ان رسائل کو حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے پڑھا تو احتساب قادیانیت جلد چہارم کو سفر حج پر حجاز اقدس ساتھ لے گئے۔ مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا سید آفتاب عالم کو پیش فرمائی۔ واپسی پر فقیر کی ملاقات ہوئی تو مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے فرمایا کہ اس سفر حج میں تو میں آپ کے فضائل کے لیکچر دیتا رہا۔ آپ نے میرے استاذ مولانا سید بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ردقادیانیت پر تمام کاوش کو یکجا کر کے بہت احسان فرمایا۔ مولانا چنیوٹی مرحوم نے اس پر بس نہیں کی بلکہ ان رسائل میں سے ختم نبوت کے مضامین کو علیحدہ کتابی شکل میں ''شان خاتم النبیین'' کے نام سے شائع کرایا تو اس کے مقدمہ میں تحریر فرمایا۔

''میرے شفیق و مربی استاذ حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ کی مشہور کتاب ''ترجمان السنۃ'' جلد۱ میں ختم نبوت کا ایک مستقل باب ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ برادرم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب (دامت فیوضہم) نے اپنی مؤلفہ کتاب ''احتساب قادیانیت'' جلد چہارم میں انہوں نے اکابر علماء دیوبند میں سے رئیس المحدثین امام العصر حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، رئیس المتکلمین شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور محدث کبیر ولی کامل

میرے شفیق استاذ حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ؒ جیسے اکابر ملت کے رد قادیانیت کے موضوع پر نایاب اور انتہائی اہم اور قیمتی رسائل شائع کئے ہیں۔ مولانا موصوف کی یہ عظیم دینی خدمت ہے اور یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ ان اساطین امت کے نایاب اور قیمتی تحفوں اور یادگار تحریرات کو ایک جلد میں جمع کر کے زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ مولانا موصوف کا امت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مولانا اللہ وسایا کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرماویں اور دارین میں اس کا بہترین اجر اور صلہ نصیب فرماویں۔

احتساب قادیانیت کی چوتھی جلد میں انہوں نے استاذ محترم کی کتاب ''ترجمان السنۃ'' سے ختم نبوت کے موضوع پر پورا باب نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ حضرت استاذ محترم مولانا بدر عالم ؒ کے رد قادیانیت کے سلسلہ میں سات عدد رسائل جو بالکل نایاب تھے جن میں قادیانیوں کے سوالات وشبہات کو عقلی ونقلی دلائل سے ھبآ منثوراً کر دیا ہے۔ شامل فرمادیئے ہیں۔ یہ رسائل انتہائی اہم اور قیمتی ہیں۔ آپ کو اکٹھے اس جلد میں مل سکتے ہیں۔

حضرت کے یہ قیمتی رسائل اب ایسے نایاب تھے کہ ان کے نام سے بھی کوئی عالم واقف نہیں۔.......... ناچیز (مولانا چنیوٹی) حضرت کا براہ راست شاگرد رہا ہے اور اس فقیر کے لئے حضرت کی بڑی شفقتیں اور دعائیں تھیں۔ لیکن مجھ جیسا ان کا نالائق اور عاشق شاگرد بھی ان تمام رسائل سے واقف نہ تھا۔ مولانا اللہ وسایا کا ان نایاب رسائل کو شائع کرنا امت اسلامیہ پر عموماً اور مجھ ناچیز پر خصوصاً بہت بڑا احسان ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین'' (مقدمہ شان خاتم النبیین ص۱۳ تا ۱۵، از مولانا منظور چنیوٹی مرحوم)

(۲۷۲)

برکت علی شاہ وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

(ولادت: جنوری ۱۸۸۳ء ...... وفات: اکتوبر ۱۹۵۶ء)

وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ کے جناب سید برکت علی شاہ صاحب تھے۔ جن کا لقب ''گوشہ نشین'' تھا۔ آپ شیعہ مکتب فکر کے نامور مناظر وخطیب تھے۔

''آئینہ مرزائیت'' نامی کتاب آپ نے قادیانیت کے خلاف مرتب فرمائی۔ یہ آج سے ایک صدی قبل کی کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں اس کو شائع کیا گیا۔ اس کتاب

سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی آنحضرت ﷺ کے بعد ختم نبوت کے منکر بالفاظ دیگر آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو واضح کرنے کے لئے مصنف نے اس کتاب کے آخر میں عراق، نجف اشرف، دکربلا کے مفتیان و مجتہدین کے فتویٰ جات کو شامل کتاب کیا ہے۔ شائع کرنے سے یہی ہمارا مقصد ہے۔ مصنف شاعر، ادیب، نقاد، ماہر عروض اور ۱۸ کتابوں کے مصنف تھے۔

(۲۷۳)

بشیر احمد (اسلام آباد)، جناب

اسلام آباد وفاقی حکومت کے وفاقی سیکرٹری سطح کے آفیسر تھے۔ آپ نے اپنے قلمی نام ابومدثرہ سے ''قادیان سے اسرائیل تک'' سلسلہ مضامین ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک میں شروع کیا۔ پھر کتابی شکل میں اسی نام سے مولانا سمیع الحق صاحب نے اسے شائع کیا۔ حق تعالیٰ مصنف کو بہت ہی جزائے خیر دیں کہ انہوں نے بہت گرانقدر مواد جمع کر دیا۔

(۲۷۴)

بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲۲/دسمبر ۱۹۷۴ء)

وہوا ضلع ڈیرہ غازیخان کی بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور نامور عالم دین تھے۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد و مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ ۱۹۳۵ء سے تادم واپسیں جامع مسجد شاہی پسرور میں امامت و خطابت درس اور تدریس کی خدمات میں مصروف رہے۔ تحریک کشمیر میں مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔ مجلس احرار سیالکوٹ کے امیر بھی رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام قائم ہوئی تو لاہور ڈویژن کے امیر رہے۔ تمام تحریکوں میں بہادرانہ طور پر نمایاں حصہ لیا۔ متعدد کتب عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم پر تحریر فرمائیں۔

آپ ہمیشہ ہاتھ میں تلوار رکھتے تھے۔ اس لئے صاحب السیف کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے اس علاقہ میں پیامبر جانے پہچانے جاتے تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت کو بقعۂ نور فرمائیں۔ آمین!

(۲۷۵)

بشیر احمد خاکی رحمۃ اللہ علیہ (شورکوٹ)، مولانا

(وفات:۱۶؍دسمبر۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ ۶۶/۱۹۶۵ء میں دارالعلوم کبیر والا سے دورہ حدیث شریف کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں ۱۹۶۶ء میں ردقادیانیت پر فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے کورس پڑھا۔ اس کلاس میں فقیر کو بھی حضرت مولانا بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس ہونے کا شرف حاصل ہوا:

ماو مجنوں در مکتب عشق ھم سبق بودہ ام

حضرت مولانا بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۷ء کے اواخر میں دارالعلوم کبیر والا میں تدریس سے وابستہ ہوگئے۔ دارالعلوم کبیر والا کی طرف سے مسجد اوکانوالی شورکوٹ سٹی جمعہ پڑھانے کے لئے گئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۶۹ء میں لاری اڈہ شورکوٹ سٹی میں جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ وسیع وعریض قطعہ اراضی پر دیکھتے دیکھتے عمارتوں کا خوبصورت قلعہ کھڑا دیا۔ جو حضرت مولانا مرحوم کے اخلاص اور محنت کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی جامع مسجد وسیع وعریض اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔ مدرسہ کی غربت کے باعث اینٹ گارا سے ابتدائی عمارت تعمیر کی۔ سیم زدہ علاقہ ہے۔ پچیس سال کے عرصہ میں وہ سیم زدہ ہوگئی تو ان کو گرا کر مرحلہ وار کنکریٹ کی عمارتوں کا دومنزلہ منصوبہ بنایا۔ خوبصورت درس گاہیں، شاندار رہائشی کمرے۔ اساتذہ کی رہائش گاہیں، جامعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا للبنات کی شاندار دیدہ زیب تعمیر سے فارغ ہوئے۔ دارالحدیث تعمیر کیا۔ مسجد کے سامنے دوطرفہ قابل رشک عمارتوں کا کام مکمل ہوگیا۔ ایک طرف کی پرانی عمارت گرا کر نئی عمارت کے منصوبہ پر کام ہورہا ہے۔ نورانی قاعدہ سے دورہ حدیث شریف تک بنین وبنات کی دونوں جامعات میں تعلیم اور بہت بہتر تعلیم کا سلسلہ شروع ہے۔ ان اداروں کی تعمیر وترقی کے لئے انہوں نے دن رات کا اپنا آرام تج کیا۔ خوب محنتی انسان تھے۔ سعودی عرب وبرطانیہ تک کے اسفار کئے۔ دھن کے پکے تھے۔ حق تعالیٰ نے فتوحات کے ان کے لئے دروازے کھول رکھے تھے اور ہر اعتبار سے اپنے دونوں اداروں کو بام عروج تک پہنچا دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔اس کے لئے دل و جان سے قدر دان تھے۔ہمیشہ اس تعلق کو قائم رکھا۔ملتان، چناب نگر اور برمنگھم کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت ان کے معمولات کا حصہ تھی۔فقیر راقم پر بہت مہربان تھے۔جب جانا ہوتا ذاتی مہمان بناتے۔گھر لے جا کر عزت افزائی فرماتے۔گرد و نواح کے حلقہ میں قادیانیت کے احتساب کے لئے کمر بستہ رہتے۔الیکشن میں متعدد بار حصہ لیا اور اپنی سیاسی حیثیت منوائی۔عظمت صحابہ کرامؓ کے حوالے سے ان کی خدمات تاریخ کا سنہری حصہ ہیں۔اس کے لئے متعدد بار انہوں نے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ایک بار کسی جلوس میں شرکاء نے اے سی کے خلاف نعرہ بازی کی۔وہ جامعہ عثمانیہ میں تلاش پناہ کے لئے آیا۔حضرت مولانا مرحوم نے ایک کمرہ میں اسے پناہ دی۔حکومت کی فورس آئی اور انہیں باعزت لے گئی۔لیکن برا ہو بیوروکریسی کا۔اس نے اس نیکی کو بدی میں بدل دیا اور حضرت مولانا مرحوم پر اے سی کے اغوا کا پرچہ درج کر دیا۔گرفتار ہوئے۔تب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ تھے۔حضرت مولانا ظفر احمد قاسم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی کے بانی جو حضرت مولانا بشیر احمدؒ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ان دونوں حضرات نے رات دن ایک کر کے حکومت کو مطمئن کیا۔تب جا کر رہائی عمل میں آئی۔

حضرت مولانا بشیر احمدؒ جمعیۃ علمائے اسلام کے سرکردہ رہنما تھے۔وہ ایک مخلص بزرگ، دینی رہنما اور درویش صفت انسان تھے۔فقیر کو برطانیہ اور سعودی عرب میں کئی بار کئی دن کی رفاقت رہی۔انہیں قریب سے دیکھا۔وہ ایک مثالی انسان تھے۔عمرہ سے واپسی پر ٹوپیوں کے بنڈل خرید کر لاتے۔پوچھنے پر فرمایا کہ سینکڑوں طلباء ہیں۔ایک ایک ٹوپی ان کو پیش کرنا میرا معمول ہے۔اس سے ان کی طلباء سے محبت بلکہ طلباء سے بچوں جیسی مروت کا راز منکشف ہوا۔اچھے منتظم تھے۔ریاء نام کی کوئی چیز ان کے قریب نہ پھٹکی تھی۔خوب وقت گزارا۔دن رات قال اللہ! وقال رسول اللہ! کی فضاؤں سے علاقہ بھر کو منور کر دیا۔ان کے شاگردوں کا بہت بڑا حلقہ ہے۔تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ان کے دونوں جامعات، مسجد، شاگرد اور اولاد تمام گلستان آباد و شاد ہے۔خود آخرت کو سدھار گئے۔وہ چلتے پھرتے جنتی انسان تھے۔خلد نشین ہو گئے۔اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور اپنی

شایان شان ان سے اپنی رحمت کا معاملہ فرمائے۔ انہیں مدتوں زمانہ یاد رکھے گا۔ بڑے انسان تھے۔ اس دور میں ان کا وجود بہت غنیمت تھا۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام!

(۷۷۶)

بشیر احمد سالار، جناب

مجلس احرار اسلام نے تحریک کشمیر کے لئے اپنے رضا کار بھجوائے تو اس زمانہ میں کچھ رضا کاروں پر ایک سالار کا تقرر کیا جاتا۔ ان سالاروں میں سے ایک بشیر احمد سالار تھے جو سیالکوٹ کے باسی تھے۔ بہت ہی جفاکش اور بہادر انسان تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی مساعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور ان کی جرأت انداز لائق وتبریک ہے۔

(۷۷۷)

بشیر احمد شاہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۳۰/جنوری ۲۰۱۵ء)

مولانا پیر بشیر احمد شاہ جمالی کے والد گرامی مولانا عطاء محمد دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا بشیر احمد نے جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا محمد شریف کشمیری کے آپ شاگرد تھے۔ ضلع غازی خان کے قصبہ تونسہ میں آپ نے مدرسہ عطاء العلوم قائم کیا۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا رشید احمد مہتمم اور آپ صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا رشید احمد صاحب کا بیعت کا تعلق مولانا علی المرتضیٰ ڈیروی سے تھا۔ آپ کو ان سے خلافت بھی ملی۔ ختم نبوت کے کام کے سلسلہ میں دلی طور پر اگلی صف شریک سفر رہے۔ آپ کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

(۲۷۸)

بشیر احمد شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ، چوہدری

چوہدری صاحب مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا جو اجلاس ٹوبہ میں منعقد ہوا اس میں شریک اجلاس تھے۔ موصوف بہت ہی منجھے ہوئے زیرک انسان تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے شب و روز جانثاری سے محنت کرنے والوں میں شامل تھے۔

(۲۷۹)

بشیر احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، جناب پیر

(وفات: ۲۴ر فروری ۱۹۹۴ء)

سادات گیلانیہ سیالکوٹ کے چشم و چراغ پیر بشیر احمد گیلانی پہلے مجلس احرار اسلام، پھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے امیر رہے۔ خوب بھرپور انسان تھے۔ انتہائی کم گو تھے۔ لیکن جو بات کہتے پتے کی کہتے۔ وہ قال کی بجائے حال کے انسان تھے۔ جو فیصلہ ہوتا بڑے بہادر انسانوں کی طرح اس پر عمل کرتے۔ عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سربکف رہے۔ قید و بند اور دیگر ہر طرح کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں خوب مستعدی دکھلائی۔ حافظ محمد صادق، مولانا محمد علی کاندھلوی اور پیر بشیر احمد گیلانی سیالکوٹ میں تمام دینی تحریکوں کے بانی مبانی گردانے جاتے تھے۔ گندم منڈی سیالکوٹ میں برف کا کارخانہ لگایا۔ اس سے رزق حلال کماتے اور شب و روز دینی کاموں میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے۔ ان کی ذاتی شرافت اور نجابت کے باعث سرکاری، نیم سرکاری، عوام و خواص، علماء اور دینی جماعتوں میں خاص احترام کا آپ کو درجہ حاصل تھا۔ آخری عمر میں مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت گہرا ربط اور محبت و احترام کا ایک مثالی تعلق قائم ہو گیا تھا۔

(۲۸۰)

بشیر احمد مصری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ

دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی کا ایک مرید شیخ عبدالرحمٰن مصری تھا۔ اس کی اولاد پر مرزا محمود نے اپنی جنسی بے راہ روی کا ہاتھ رکھا اور ان کی عفت تار تار کر ڈالی۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری اس صدمہ سے قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے اور عمر بھر لاہوری مرزائی رہے۔ بشیر احمد ان کے بیٹے تھے۔ ان پر بھی مرزا محمود نے جنسی حملہ کیا۔ اس سانحہ نے بالآخر انہیں قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی پر چار حرف بھیجنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور امیر اوّل، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی جا کر بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے باوصف اپنے والد عبدالرحمٰن مصری لاہوری مرزائی کے احترام میں لاہوری گروپ سے ملازمت کا تعلق برقرار رکھا۔ لاہوریوں نے اسے ووکنگ مشن برطانیہ کا امام بنا دیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ برطانیہ کے دورہ پر گئے تو بشیر احمد مصری نے ان کو ووکنگ مسجد میں بلایا۔ علی الاعلان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور ووکنگ شاہی مسجد بھی مسلمانوں کے سپرد کی۔ ''انگلستان میں مسلمانوں کی کامیابی'' نامی رسالہ جو احتساب قادیانیت کی جلد اوّل میں شائع شدہ ہے۔ اس میں اس کی کسی قدر تفصیل آپ کو مل سکے گی۔

قادیانی چیف گرو مرزا طاہر نے جن اہل اسلام کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ ان میں حافظ بشیر احمد مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ فقیر راقم کی ملاقات ان سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سنٹر سٹاک ویل گرین لندن میں ہوئی۔ انہوں نے یہ دو رسائل فقیر کو عنایت کئے۔

۱…… ''فریب قادیانیت'' اس میں انہوں نے اپنے مسلمان ہونے اور قادیانیت کو ترک کرنے کی مختصر روئیداد قلمبند کی۔

۲…… ''قبولیت چیلنج مباہلہ (قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر کے نام کھلا خط)''

یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہونے پر فقیر کا دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہا ہے۔ ایک ایسا شخص جس نے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ، میرے استاذ محترم مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی سے اسلام قبول کیا اور وہ قادیانی جماعت کے سرگرم رکن کا فرزند تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے

قادیانی طلسم کو پاش پاش کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔ آج وہ مرحوم دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن ردقادیانیت پر ان کے شہ پاروں کو تاریخ کا حصہ بنانے کی توفیق سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز فرمایا۔ بس واقعی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں کی بخشش کے لئے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ یہ رسائل مجلس نے پہلے بھی شائع کئے۔ اب احتساب قادیانیت کی جلد ۴۸ کا بھی حصہ بن رہے ہیں۔ فالحمدللہ!

(۲۸۱)

بشیر اختر الٰہ آبادیؒ، مولانا

الٰہ آباد لیاقت پور کے حضرت مولانا بشیر اختر الٰہ آبادیؒ تھے۔ خوب پڑھے لکھے اور ذہین عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے خطیب بھی تھے۔ مطالعہ کے رسیا تھے۔ برمحل تقاریر میں اشعار کا استعمال کرتے تو سامعین پر جادو کر دیتے تھے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا محمد مکی حجازیؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ کے ہم عمر ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ ختم نبوت کے محاذ پر کام کے لئے دل و جان سے ہر وقت مستعد رہے۔ حضرت درخواستیؒ کے شاگرد اور حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ کے مرید تھے۔ خوب بذلہ سنج طبیعت پائی تھی۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۲۸۲)

بشیر اللہ مظاہریؒ (رنگون)، مولانا

حضرت مولانا محمد بشیر اللہ مظاہریؒ رنگونی کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۳ میں شامل ہے۔

''دو نبی (نبی صادق اور نبی کاذب)'' مولانا محمد بشیر اللہ صاحب اصلاً برما رنگون کے تھے۔ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فضلاء میں سے تھے۔ آپ جمعیۃ علماء برما کے نائب صدر بھی رہے۔ دارالعلوم تاموے رنگون کے شیخ الجامعہ تھے۔ آپ نے اگست ۱۹۵۷ء میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ تریپن (۵۳) سال گویا نصف صدی بعد اس رسالہ کی اشاعت اللہ رب العزت کے انعامات بے پایاں میں سے ہے۔ فالحمدللہ اولاً آخراً!

(۲۸۳)

بشیر بٹ، جناب خواجہ محمد

(وفات: اکتوبر ۱۹۸۲ء)

موصوف انجمن نعمانیہ لاہور کے نائب صدر رہے۔ تحریک شہید گنج، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے۔ حج پر گئے ہوئے تھے کہ مکہ مکرمہ کے جنت المعلیٰ میں ابدی نیند سو گئے۔

(۲۸۴)

بشیر شاہ سوانی رحمۃ اللہ علیہ (بھوپال)، مولانا محمد

(۵۸۶)

(ولادت: ۱۲۵۰ھ ...... وفات: جمادی الاوّل ۱۳۲۶ھ)

ملعون قادیان غلام احمد قادیانی نے ۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی جا کر مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کی طرح ڈالی۔ لیکن پھر خود ہی حیلے بہانوں سے کنی کترانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ تب اس زمانہ کے ایک عالم دین مولانا محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ جو بھوپال میں مقیم تھے، انہوں نے مرزا قادیانی کو کھلی چٹھی دے دی کہ جن شرائط پر آپ چاہیں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ بھوپال سے وہ دہلی تشریف لائے اور مرزا قادیانی کے ”گاٹے فٹ“ ہو گئے۔ ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء دہلی میں مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین پرچے لکھے۔ تین پرچے مرزا قادیانی نے لکھے۔ لیکن تیسرے پرچہ میں مرزا قادیانی نے اپنے خسر میر ناصر کی بیماری کا بہانہ کر کے قادیان جانے کے لئے دہلی چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زور لگایا کہ اپنے تیسرے پرچہ کا جواب لے لو۔ لیکن مرزا قادیانی نہ مانا۔ ”میں نہ مانوں“ کی گردان نے مرزا قادیانی کے منہ سے جھاگ کا منظر پیش کیا۔ مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب لکھ کر مرزا قادیانی کو بھجوایا۔ مولانا محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح“ تحریر فرمائی۔ ہم نے احتساب کی جلد ۲۲ میں صرف مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ کے پرچوں کو درج کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے پرچے حذف کر دیئے ہیں۔ مرزا قادیانی

کے پرچے چونکہ خود مرزا قادیانی نے ”مباحثہ الحق دہلی“ میں شائع کردیئے تھے۔ شائقین وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اصل کتاب پڑھنے سے باقی تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ایک سوبیس سال بعد اس کتاب کی اشاعت ڈھیروں ڈھیر کریم کے کرم کے اعتراف کے ساتھ اس سعادت کے حصول پر سجدہ شکر بجالاتا ہوں۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ:

”مرزا قادیانی ان عقائد ومقالات کی وجہ سے اسلام سے خارج اور دجالین کذابین کی جماعت میں داخل ہے۔ ایسے عقائد واقوال کے ساتھ کوئی شخص شرعاً وعقلاً ملہم ومجدد نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہوں گے، جو تم کو ایسی باتیں کہیں گے جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے نہ سنی ہوں گی۔ خبردار! ان سے بچتے رہنا۔ مبادا وہ تم کو گمراہ کردیں۔“

(۲۸۵)

بلال زبیری ؒ (جھنگ)، جناب

(وفات: ۲۸ رستمبر ۱۹۷۷ء)

تحریک آزادی کے سرگرم اور مجاہد کارکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے جانثار ساتھی جناب بلال زبیری ؒ آف جھنگ نے نوعمری سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام ہند کے پلیٹ فارم سے کیا۔ درمیانہ قد، گٹھا ہوا جسم، سرخ کشمیری چہرہ، لال احراری وردی میں ملبوس یہ نوعمر مجاہد جب سٹیج پر انقلابی نظمیں پڑھتے تو اجتماع پر جادو کر دیتے۔ حضرت امیر شریعت ؒ، مفتی کفایت اللہ ؒ، مولانا ابو الکلام آزاد ؒ، حضرت مدنی ؒ، حضرت لاہوری ؒ، حضرت جالندھری ؒ، حضرت قاضی صاحب ؒ، مولانا مظہر علی اظہر ؒ، ماسٹر تاج الدین ؒ، چوہدری افضل حق ؒ، سر فضل حسین ؒ اور دوسرے رہنماؤں کو دیکھنے اور ان سے تربیت حاصل کرنے کا خوب موقعہ ملا۔ ان حضرات کی ایمان پرور مجاہدانہ زندگی سے جناب بلال زبیری ؒ کے ذہن کو جلا ملی۔ تقسیم کے بعد کی تمام دینی تحریکوں میں ضلع جنگ کی نمائندگی کرتے۔ مجلس احرار کے حلقوں میں جھنگ کا دوسرا نام بلال زبیری ؒ تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پیش پیش رہے۔ جب حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے سیاست سے الگ تھلگ ہو کر مذہبی تنظیم مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو بلال زبیری رحمۃ اللہ علیہ اس میں شامل ہوگئے۔ آخری وقت میں مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے سیکرٹری تھے۔ جھنگ کے ضلع میں چناب نگر (ربوہ) واقع ہے۔ اسی زمانہ میں مرزا ناصر اور بلال زبیری رحمۃ اللہ علیہ اکٹھے رہے تھے۔ مرزا ناصر کی عادات وروایات سے زبیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخوبی آگاہ تھے۔ ویسے بھی زبیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ربوہ میں ہونے والی ہر قسم کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ جب کبھی ربوہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا۔ سب سے پہلے زبیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوتا اور وہ آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کو فون پر باخبر کر دیتے اور پھر یہ حضرات ملک بھر کے مسلمانوں کو باخبر کر کے مرزائیوں کے اس واقعہ کا نوٹس لیتے۔

جھنگ میں شیعہ سنی فضا ابتداء سے قائم ہے۔ مرحوم نے شیعہ سنی اتحاد کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔ افسوس کہ آپ کی وفات کے بعد اس عنوان سے ضلع جھنگ میں ملک وملت کی خدمت کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ مرحوم ربوہ کے مقابلہ میں منعقد ہونے والی سالانہ آل پاکستان چینوٹ ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوتے۔ نہایت ہی خاموشی سے بغیر کسی نمائش کے کانفرنس کی کارروائی قلم بند کر کے اخبارات کو بھیج دیتے۔ لکھنے کا اللہ رب العزت نے آپ کو شروع سے ذوق دیا تھا۔ کم وبیش درجن بھر ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مذہب، سیاست، تاریخ اور علاقائی طرز تمدن پر آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔ ان کی تصانیف سے انشاء اللہ رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ وتابندہ رہے گا۔ عرصہ سے آپ روزنامہ غریب لائل پور (فیصل آباد) کے نمائندہ تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد رحمۃ اللہ علیہ پر جان دیتے تھے۔ مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے تھے۔ جبکہ یہ حضرات بھی زبیری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم مخلصانہ خدمات کے معترف تھے۔ ربوہ کی زیر تعمیر نو آباد مسلم کالونی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کو ۹ کنال اراضی برائے جامع مسجد ومدرسہ کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں آپ نے بڑی کوشش کی۔ پچھلے سال دسمبر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے موقعہ پر تقریر کرنے کے سلسلہ میں مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوگئے۔ ان کی ضمانت کے لئے مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور راقم

جھنگ گئے۔ جھنگ سے چنیوٹ جانا پڑا۔ جناب اقبال زبیری مرحوم یہاں سے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ زبیری صاحب مرحوم سے اپنے اکابر کے حالات و واقعات سنانا شروع کئے۔ زبیری صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کے اہم واقعات، مختلف تحریکوں کے ضمن میں معزز اکابر کی زندگی کے حوالے سے جہاں جہاں نکات آئے ان پر روشنی ڈالی تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ وہ تاریخ ہند کے صفحات پلٹتے جا رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا ذہن عطا کیا تھا۔ معاملہ فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بذلہ سنجی، خوش خلقی، باغ و بہار، پُر رونق، بشاش طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی وفات حسرت آیات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔

اپنی زندگی میں مرحوم جلسے جلوسوں کے روح رواں ہوتے تھے۔ جھنگ کے اجتماعات کا مرکزی نقطہ ہوتے تھے۔ جھنگ کی تاریخ میں آپ کا جنازہ عظیم جنازہ تھا۔ ہزاروں مذہبی سیاسی کارکن علماء، وکلاء، سرکاری حکام اور صحافی شریک تھے۔ نماز جنازہ کاروان بخاری کے جرنیل مولانا تاج محمود مرحوم نے پڑھائی۔ قبرستان میں ہزاروں افراد نے آپ کو رحمت خداوندی کے سپرد کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں۔

(۲۸۶)

بوٹا خان (سرگودھا)، جناب حاجی محمد

چیف وارنٹ آفیسر سرگودھا حاجی محمد بوٹا خان مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر وقت مستعد رہنے والے رہنما ہیں اور یہ کہ اس کام پر مجھے بھی انہوں نے مہمیز لگائی۔

(قاری احمد علی ندیم لیاقت کالونی)

(۲۸۷)

بوٹا مل، جناب پادری

جناب پادری بوٹا مل کے ”مسیح کی آمد ثانی“ کے نام سے مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے بطلان پر کتاب لکھی جسے پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور کے مسیحی اشاعتی ادارہ نے دوسری بار ۱۹۵۳ء میں شائع کیا جو ”محاسبہ قادیانیت“ کی دوسری جلد میں شامل ہے۔

(۲۸۸)

بہاء الحق قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: یکم مئی ۱۹۰۰ء ۔۔۔ وفات: ۲ فروری ۱۹۸۷ء)

مشرقی پنجاب کے مردم خیز خطہ امرتسر کے نامور عالم دین اور روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت مولانا پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی تھے۔ جو امرتسر کے مفتی تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی کے شاگردوں میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی ہیں۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے صاحبزادے پیرزادہ مولانا محمد بہاء الحق قاسمی تھے۔ آج کل روزنامہ جنگ کے کالم نگار مخدوم زادہ جناب عطاء الحق قاسمی حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی نے ردقادیانیت پر کئی کتابچے تحریر فرمائے ہیں۔ ہمیں صرف چار ملے ہیں:

۱۔۔۔۔۔ ''مطالبہ حق'' اس کا تعارف خود ٹائٹل پر مصنف مرحوم نے یہ تحریر فرمایا: ''مرزائیوں کو جداگانہ اقلیت قرار دیئے جانے اور سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کئے جانے کے مطالبہ کے دلائل پر مشتمل مختصر رسالہ ''مطالبہ حق'' جو ادارہ قاسمیہ وزیرآباد پنجاب نے شائع کیا۔'' تاریخ اشاعت یکم ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۵۲ء درج ہے۔

۲۔۔۔۔۔ ''گستاخ مرزا'' یہ رسالہ بھی مولانا محمد بہاء الحق قاسمی کا مرتب کردہ ہے۔ جو انجمن مباہلہ امرتسر نے شائع کیا تھا۔ انجمن مباہلہ کے بانی مبانی مولانا عبدالکریم مباہلہ تھے۔ جن کی کتب و رسائل ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شائع کر چکے ہیں۔

۳۔۔۔۔۔ ''مرزائی لٹریچر میں توہین انبیاء و صلحاء'' یہ رسالہ بھی حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی کا ہے۔ جسے انجمن مباہلہ امرتسر نے شائع کیا تھا۔

۴۔۔۔۔۔ ''فدائے مرزا'' یہ حضرت مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی کا ایک مضمون ہے۔ جو غالباً اخبار اہل حدیث، امرتسر میں شائع ہوا۔ بعد میں مولانا حبیب اللہ امرتسری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اسے کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا۔ اس کے علاوہ

بھی مولانا بہاء الحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ردقادیانیت پر رشحات قلم ہیں جن تک رسائی سے ہم محروم رہے۔ ان چار رسائل کی احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شامل اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر بجالاتے ہیں۔

نامور شاعر اور کالم نویس عطاء الحق قاسمی اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''تذکرۂ اسلاف'' میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد وزیر خان میں تقریر کرتے ہوئے گرفتار کرلیا گیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے زعماء بھی مسجد وزیر خان میں ان کے ہمراہ تھے۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنے کے بعد شاہی قلعے لے جایا گیا۔ ان پر بغاوت، آتش زنی اور اس نوع کے خدا جانے کیا کیا الزامات تھے۔ ہمیں تین ماہ تک والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں؟ زندہ ہیں یا انہیں مار دیا گیا ہے؟ تین ماہ بعد جب انہیں عدالت میں پیش کیا گیا اور انہیں سزا سنائی گئی تو ہمیں ان کی زندگی کی اطلاع ہوئی۔

شاہی قلعے میں والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کرسی پر بٹھا کر ان کے سر پر ایک تیز بلب روشن کردیا گیا تا کہ وہ ساری رات سو نہ سکیں، جب والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو اونگھ آتی تو اُن کے پیچھے کھڑا سنگین بردار سپاہی سنگین کی نوک انہیں چبھوتا اور کہتا: ''مولانا جاگتے رہیں!'' یہ لوگ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بیان لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بیان دینے کے لئے کہا گیا کہ انہوں نے تحریک میں حصہ عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اکسانے پر لیا تھا۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کہا: ''مجھے شاہ صاحب نے کیا اکسانا تھا۔ انہوں نے تو ختم نبوت کا درس میرے خاندان سے لیا ہے!'' والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات یوں کہی کہ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی طرح میرے دادا مفتیٔ اعظم امرتسر مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص تھے۔ اس پر ڈیوٹی پر متعین فوجی افسر نے جھنجھلا کر والد ماجد کو اپنے کمرے میں طلب کیا اور کہا: ''مولانا! آپ اپنے گھر کا ایڈرس لکھوا دیجئے تا کہ آپ کی میت آپ کے ورثاء کے سپرد کی جاسکے!'' اس پر والد ماجد کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری جو طلوع صبح سے کم خوبصورت نہ تھی اور انہوں نے کہا: ''آپ مجھے موت سے ڈراتے ہیں؟ حالانکہ آپ میری زندگی کا ایک لمحہ بھی کم یا زیادہ نہیں کرسکتے!''

(پ)

(۲۸۹)

پھگلہ میں مباہلہ

مولانا کریم عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ، قاضی عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ

آپ مانسہرہ سے اگر بالاکوٹ کی طرف جائیں تو ''عطرشیشہ'' کے قریب ایک گاؤں پھگلہ نامی ہے، جس میں اکثر آبادی سادات کی ہے۔ اس قصبے میں سب سے پہلے عبدالرحیم شاہ نامی ایک شخص نے مرزائیت قبول کی اور مرزائیت کا مبلغ بن کر مرزائیت کی تشہیر شروع کردی۔ لیکن علمائے کرام نے ہر دور میں باطل کے خلاف زبان وسنان سے جہاد کیا۔ خدا کی شان ہے اس علاقے میں علمائے حق، علمائے دیوبند کثیر تعداد میں تھے۔ خاص کر پھگلہ میں بھی مولانا قاضی عبداللطیف فاضل دیوبند سے اکثر و بیشتر مرزائیوں کا مباحثہ چلتا رہتا تھا۔ شدہ شدہ معاملہ مباہلے تک پہنچا۔ طے یہ پایا کہ تین تین آدمی دونوں طرف سے لے لئے جائیں۔ مسلمانوں کی جانب سے تین علمائے کرام تھے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد منڈھیار۔

۲...... حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد و ماسٹر عطرشیشہ۔

۳...... حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد پھگلہ۔

مرزائیوں کی جانب سے: (۱) عبدالرحیم شاہ، (۲) غلام حیدر، (۳) عبدالرحیم عرف کھیم، چنے گئے۔

یہ تاریخی مباہلہ ۲۶ رفروری ۱۹۴۳ء جمعہ کے دن طے پایا گیا اور اردگرد کے مضافات میں بھی اطلاعات بھیج دی گئیں۔ عوام کا عظیم اجتماع حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لئے امنڈ آیا اور جگہ بھی ایسی منتخب کی گئی جو کہ علاقے کا مشہور ترین مزار تھا جو ''غازی بابا'' کے نام سے مشہور ہے۔ مباہلہ شروع ہونے سے قبل حضرت مولانا کریم عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مباہلے کی حقیقت بیان کی اور غرض و غایت سے عوام کو روشناس کرایا۔ نیز قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ہم نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں جبکہ مرزائی، مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ ہمارا

عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، جبکہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ انتقال کرچکے ہیں اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ ''مسیح'' بن کر آیا ہے۔ ہم اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ سب مل کر عاجزی زاری اور خلوص سے دعا کریں کہ جس کا عقیدہ غلط ہے اور جو باطل پر ہے، خداوند قدوس اس پر ہلاکت کی صورت میں (ایک سال کے اندر اندر) عذاب نازل کرے اور سخت سزا دے۔

چنانچہ تمام حاضرین نے اپنے سروں کو ننگا کر کے دعا شروع کردی اور بیس منٹ لگاتار دعا ہوتی رہی اور مجمع سے آمین آمین کی آواز آتی رہی، دعا کے درمیان غلام حیدر نامی قادیانی پر غشی کا دورہ پڑا اور بیہوش ہوکر گر پڑا، عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس کو ہوش میں لانے کے بعد کھڑا کیا اور حوصلہ دیا۔ ایک دوسرا قادیانی عبدالرحیم جو ٹھاکدار تھا اور مباہلے میں شریک تھا۔ اپنی دعا کے دوران کہنے لگا کہ: ''میں تو دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس! جو ہم میں جھوٹا ہے اس کو پاگل کردے تاکہ دیکھے سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ اور دوسروں کو بھی عبرت ہو۔''

راقم الحروف سے حضرت مولانا کریم عبداللہ نے بیان فرمایا کہ: مباہلے سے قبل میں نے عبدالرحیم شاہ قادیانی سے جو وہاں مرزائیوں کا سرغنہ تھا۔ کہا کہ: ''آؤ! تم اور میں ایک آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ جو چیڑ کے بلندو بالا درخت ہیں ان درختوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر بلندی سے چھلانگ لگاتے ہیں۔ جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا وہ نیچے گرتے ہی مرجائے گا۔'' لیکن عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس بات سے بالکل انکار کردیا اور کہا کہ: ''نہیں! ہم مباہلہ ہی کریں گے۔''

اب سنیئے! مباہلہ کرنے والے قادیانی لوگوں کے ساتھ کیا بیتی؟ اور ان کا انجام کیا ہوا؟

۱...... عبدالرحیم قادیانی نے دوران مباہلہ خود کہا تھا کہ: ''خدا جھوٹے کو پاگل کردے'' ایک ماہ کے بعد وہ پاگل ہوگیا اور اول فول بکنے لگا، قریب ''جابہ'' نامی بستی میں فوج کا کیمپ تھا، وہ وہاں بغیر اجازت داخل ہوا اور شور شرابا شروع کردیا۔ انگریز کمانڈر تھا اس نے عبدالرحیم قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا اور کافی دنوں تک جیل میں قید رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو خود کہنے لگا کہ: ''میں نے مرزا قادیانی کو سور کی شکل میں دیکھا ہے اور قادیانی عقیدے کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔''

۲...... غلام حیدر نامی قادیانی کو اس کے بھتیجوں نے ٹھیک ایک مہینے کے بعد جمعہ کے دن ۲۶ر مارچ ۱۹۳۳ء کو بالکل معمولی بات پر جہنم واصل کردیا۔ غلام حیدر کی کوئی اولاد نہ

تھی اور ان ہی بھتیجوں نے پرورش کی تھی۔ بھتیجوں کو سیشن کورٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پولیس نے بغیر کسی سزا اور جرمانہ کے بری کر دیا اور اس کے دہ بھتیجے تاحال زندہ ہیں۔ راقم الحروف نے بالمشافہ ان سے بات بھی کی ہے۔ انہوں نے بھی کچھ بتایا ہے۔ راقم سے حضرت مولانا کریم عبداللہ نے فرمایا کہ: اس سال سے ہم تینوں علماء کے سر میں بھی کبھی درد نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دور فرما دی۔

۳..... تیسرا قادیانی عبدالرحیم شاہ کو ۱۹۷ء میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور عام لوگ اس کے کمرے میں نہ جا سکتے تھے۔ کمرے میں داخل ہونے سے ہی بدبو آتی تھی۔ بالآخر کافی مدت اسی کیفیت میں رہنے کے بعد عبدالرحیم شاہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ (مولانا منظور احمد شاہ ج ۲ ص ۲)

اب فقیر راقم (اللہ وسایا) کی درخواست پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ جناب عبدالرؤف صاحب نے مباہلہ میں اہل اسلام کی نمائندگی کرنے والے حضرت علماء کرام کے متعلق یہ معلومات دیں:

۱..... مولانا کریم عبداللہ منڈ ھیار کے خطیب رہے۔ مباہلہ فروری ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ مباہلے کے بعد مولانا کریم عبداللہ ۵۴ سال بخیر و عافیت زندہ رہے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے قادیانیوں کو آئینی طور پر اقلیت غیر مسلم تسلیم کیا گیا۔ مولانا کا وصال ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۷ء کو ہوا۔ منڈ ھیار میں ہی قبر مبارک ہے۔ فقیر نے عرصہ ہوا وہاں ایصال ثواب بھی کیا۔

۲..... مولانا عبدالصمد یہ گڑھی حبیب اللہ کے رہائشی تھے۔ فروری ۱۹۴۳ء میں مباہلہ کے وقت عطر شیشہ میں ماسٹر تھے۔ وہاں خطیب بھی رہے۔ مباہلہ کے بعد ۲۹ سال زندہ رہے۔ ۳۰؍نومبر ۱۹۷۲ء کو وصال فرمایا۔ فقیر راقم ۲۰۱۵ء میں ان کے مزار مبارک گڑھی حبیب اللہ ایصال ثواب کے لئے بھی حاضر ہوا ہے۔

۳..... حضرت مولانا عبداللطیف خطیب پھگلہ مباہلہ کے بعد اکتالیس سال زندہ رہے۔ ۲۸؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو وصال فرمایا۔ قومی اسمبلی میں قادیانی ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت پائے۔ اس کے اکیس دن بعد آپ کا وصال ہوا۔ فقیر راقم ان کے مزار پر بھی حاضر ہوا ہے اور ان کی لائبریری سے کتابیں اور رسائل بھی لئے۔

(۲۹۰)

پیر بخش لاہوری، جناب بابو

(وفات:۱۰رمئی ۱۹۲۷ء)

جناب بابو پیر بخش لاہوری بھاٹی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ گورنمنٹ کے محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔ فروری ۱۹۱۲ء میں پوسٹ ماسٹر کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ پائی۔ آپ نے لاہور میں انجمن تائیدالاسلام کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد وحید عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور منکرین ختم نبوت قادیانیوں کا علمی تعاقب تھا۔ وہ تائیدالاسلام کے نام سے لاہور سے ماہنامہ بھی شائع کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد تائید الاسلام کے چند شمارے حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ کی ادارت میں شائع ہوئے۔ لیکن پھر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ اچھرہ کی معروف فیملی کے سربراہ میاں قمرالدین جو مجلس احرار اسلام کل ہند کے شعبہ تبلیغ قادیان کے خازن بھی رہے، یہ میاں صاحب جناب بابو پیر بخش کے دینی کاموں میں بہت مددگار ثابت ہوئے۔ بابو پیر بخش صاحب کے وہ رسائل وکتب جو قادیانیوں کی تردید میں شائع ہوئے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۱ اور ۱۲ اور جلد ۴۵ میں شائع ہوئے۔ ان کی تعداد چودہ ہے۔

۱...... معیار عقائد قادیانی (سن اشاعت ۱۹۱۲ء)

۲...... بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی (۱۹۱۸ء)

۳...... کرشن قادیانی (۱۹۲۰ء)

۴...... مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی (۱۹۲۲ء)

۵...... تفریق درمیان اولیائے امت اور کاذب مدعیان نبوت ورسالت (۱۹۲۶ء)

۶...... اظہار صداقت (کھلی چٹھی بنام محمد علی وکمال الدین لاہوری)

۷...... تحقیق صحیح فی قبر مسیح (۱۹۲۲ء)

۸...... قادیانی کذاب کی آمد پر محققانہ نظر

۹...... مجدد وقت کون ہوسکتا ہے

۱۰...... الاستدلال الصحیح فی حیات المسیح (۱۹۲۴ء)

۱۱...... تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوۃ فی خیر الامت (۱۹۲۵ء بار دوم)
۱۲...... تردید معیار نبوت قادیانی (۱۹۲۱ء)

ان کے علاوہ ''حافظ ایمان فی فتنۃ القادیان'' عربی اور فارسی میں مطبوعہ رسالہ بھی ان کا شائع کردہ ہے۔ متذکرہ بالا بارہ رسائل وکتب تو احتساب قادیانیت کی جلد ۱۱،۱۲ میں شائع ہوئے۔ مزید:

۱۳...... مرزائیوں کے بیس سوالات کے جوابات (۱۹۱۹ء)

لاہوری مرزائیوں کے مہنت محمد علی لاہوری نے یہ سوالات کئے۔ جناب بابو پیر بخش صاحب نے ان کا جواب لکھا۔ رسالہ تائید الاسلام لاہور بابت فروری ۱۹۱۲ء میں یہ جواب شائع ہوا جو ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ کے ص ۱۸۳ سے ۲۱۲ پر شائع کیا۔

۱۴...... ''خدمات مرزا'' یہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۴۵ کے ص ۲۱۳ سے ۲۲۲ پر شائع ہوا۔

ماہنامہ تائید الاسلام لاہور کی مکمل فائل مل جائے تو مرحوم کا تحریر کردہ بہت سارا ذخیرہ مزید بھی جمع ہوسکتا ہے۔ آپ کا وصال مئی ۱۹۲۷ء میں ہوا۔ اپنے دور میں ردقادیانیت پر کام کرنے والوں میں نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل بزرگ تھے۔ حق تعالیٰ ان کی گرانقدر تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

۱۵...... آپ کا ایک رسالہ ''حافظ ایمان از فتنہ قادیان'' فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں شائع ہوا۔

قارئین کے لئے یہ امر باعث تعجب ہوگا۔ کیونکہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ بابو پیر بخش جب ملتان میں ملازم ہوئے تو اسی وقت عبدالحق اور بابو الٰہی بخش اکاؤنٹینٹ دونوں ملتان میں ملازم تھے۔ مؤخر الذکر تو ویسے بھی ملتانی تھے۔ اس وقت یہ دونوں قادیانی تھے۔ یہ دونوں قبل ازیں صوفی عبداللہ غزنوی کے مرید تھے۔ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی اس زمانہ میں مرزا قادیانی کی پشت پر تھے۔ اس لئے اس بہکاوے میں آکر یہ قادیانی ہوگئے۔ بابو پیر بخش ملتان میں پوسٹ آفس ملتان میں ملازم تھے۔ عبدالحق اور بابو الٰہی بخش نے ان کی دعوت کی۔ براہین احمدیہ کا خریدار بنایا اور پھر بابو پیر بخش کو مرزا قادیانی کا حامی بنادیا۔ اللہ رب العزت نے کرم کیا کہ پھر موصوف نے مرزا قادیانی پر نہ چار بھیجے بلکہ عمر بھر قادیانیت کو ننگی کا ناچ بھی نچوایا۔

(ت)

تاج الدین احمد تاج، جناب

(پیدائش: اپریل ۱۸۸۴ء ... وفات: ۱۱ مئی ۱۹۵۹ء)

"ایک جھوٹی پیش گوئی پر مرزائیوں کا شور وغل": لاہور میں حامی اسلام ایک انجمن تھی جس کے سیکرٹری ملا محمد بخش تھے۔ ملا محمد بخش صاحب کے صاحبزادے تاج الدین احمد تاج تھے جو اخبار زمیندار کے ایڈیٹر بھی رہے۔ انہوں نے یہ رسالہ لکھا کہ مرزا قادیانی نے لڑکا کی خبر دی تھی جو جھوٹی نکلی۔ مرزا نے ایک نظم لکھی جس میں ایک شعر تھا

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار"

یہ نظم ایک زلزلے کے متعلق تھی۔ جو عنقریب مرزا قادیانی ذلیل ہوا۔ مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد روس میں انقلاب آیا۔ زار روس کو معزول ہوا۔ لاہوری گروپ کے چیف مہنت محمد علی ایم۔اے نے اس پوری نظم زلزلہ سے فقط ایک مصرعہ "زار بھی ہوگا اس گھڑی باحال زار" کو لے کر مرزا کی پیش گوئی پر پمفلٹ چھاپ دیا۔ تاج الدین احمد نے اس رسالہ میں لاہوری چیف گرو محمد علی ایم اے کے ڈھول کا پول کھولا ہے۔ (افسوس کہ اس رسالہ کا صفحہ ۵، ۶، ۷، ۸ گم تھے نہ مل سکے)۔

"قادیان میں قہری نشان": یہ رسالہ بھی تاج الدین احمد تاج کا مرتب کردہ ہے۔ یاد رہے کہ تاج صاحب کا پہلا رسالہ "ایک جھوٹی پیش گوئی پر مرزائیوں کا شور وغل" پڑھ کر لاہوری لاٹ پادری محمد علی ایم اے تو دم بخود ہوگیا۔ البتہ قادیانی گرو مرزا محمود نے اس رسالہ کے خلاف "قہری نشان" نامی رسالہ لکھا۔ جس کا جواب "قادیان میں قہری نشان" کے نام سے تاج الدین احمد تاج نے دیا۔ اس رسالہ کو پڑھ کر آپ محسوس کریں گے کہ مرزا محمود ملعون کے رسالہ کے کیسے آپ نے تار پود بکھیرے ہیں کہ اسے دھیاں دھیاں کر دیا ہے۔ ایک پیش گوئی اس کے متعلق مرزا نے کچھ کہا۔ لاہوری چیلے نے

کچھ کہا۔ مرزا محمود قادیانی گرو نے پہلے کچھ کہا اب کچھ اور کہا۔ اس شیطان کی آنت کا سرا کہاں سے ملے گا؟ یہ اس رسالہ کا خلاصہ ہے۔ پڑھنے کے پڑھنے کی چیز ہے۔ ان دو رسائل کے علاوہ موصوف کا ایک رسالہ:

۳..... ''تہذیب قادیانی'' جو عدم فرصتی کے باعث ہم شائع نہ کر سکے۔ البتہ یہ دونوں متذکرہ رسائل احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں شامل اشاعت ہیں۔ جناب تاج الدین احمد تاج شاعر اور نعت گو بھی تھے اور پیر جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

(۲۹۲)

تاج الدین انصاری، جناب ماسٹر

(ولادت: ۱۸۹۱ء ...... وفات: یکم مئی ۱۹۷۰ء)

محترم حضرت ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مجلس احرار میں تحریک خلافت، تحریک کشمیر، تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں گرانقدر شہری خدمات کا ایک ریکارڈ قائم کیا۔ بہت ہی ایثار پیشہ قومی رہنما تھے۔ بات کرنے کا اور اپنی بات کو دوسرے کی کھوپڑی میں اتارنے کا ڈھنگ رکھتے تھے۔ انگریز کے زمانہ میں اور پھر کشمیر و تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مثالی خدمات انجام دیں۔ ان کی زندگی جیل اور ریل میں گزری۔ مجلس احرار اسلام نے شعبہ تبلیغ جب قادیان میں قائم کیا تو حضرت ماسٹر صاحب نے قادیان میں جا کر ڈیرے لگا دیئے اور اپنی حکمت عملی سے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ قادیانی ان کے سایہ سے ایسے بھاگتے تھے جیسے شیطان، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھاگتا تھا۔ آپ نے اس زمانہ قیام قادیان کے حالات قلمبند کئے تھے اور پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یادداشتوں کو زیر قلم لایا تھا۔ فقیر راقم، اللہ رب العزت کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ کتاب ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' میں حضرت ماسٹر صاحب مرحوم کی تمام یادداشتوں اور قلم پاروں کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ قادیان میں قیام کے دوران آپ کے ساتھ حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان، مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے رہنما بھی ہوتے تھے۔ مولانا عنایت اللہ چشتی نے آپ کا ایک واقعہ ''مشاہدات قادیان'' میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ماسٹر تاج الدین انصاری ؒ جن دنوں میرے ہمراہ قادیان میں مقیم تھے، انہوں نے ایک بڑا اقدام کر ڈالا اور وہ اقدام اتنا سخت تھا کہ اگر مرزائیوں کے حالات پہلے کی طرح سازگار ہوتے تو اس اقدام کے بدلے اگر ہم سب کو قتل کر دیا جاتا، تو بھی ان کی تسکین نہ ہوتی۔ لیکن ہماری طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور قادیانیوں کے غصے کا نشانہ وہی ایک شخص بنا رہا جس نے ارتکاب جرم کیا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ اگر وہ ادھر ادھر تجاوز کرتے تو ہزاروں قادیانیوں کو اس کا نشانہ بننا پڑتا اور یہ سودا ان کے لئے مہنگا تھا۔ اب اس اقدام کی تفصیل سنیئے:

مرزائیت کی تاریخ کا انوکھا واقعہ

ماسٹر تاج الدین ؒ کی مجلس میں حاضر باش ایک نوجوان نے فیصلہ کر لیا کہ: ''جب مرزا شریف احمد ہمارے محلے سے گزر رہا ہو تو اسے دو ڈنڈے مار کر سائیکل سے گرا دے گا۔'' مرزا شریف احمد جو مرزا غلام احمد کا چھوٹا بیٹا اور مرزا محمود کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کے دفتر جانے کا راستہ ہمارے محلے شیخانوالے میں سے تھا اور وہ ہر روز بلا ناغہ سائیکل پر سوار ہو کر دفتر کو جاتا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان نے مرزا شریف احمد پر ڈنڈے رسید کئے اور اسے سائیکل سے گرا دیا۔ قادیان میں مرزائیوں کے لئے یہ حادثہ عظیم تھا اور ایسا حادثہ مرزائیت کی تاریخ نے اپنے جنم دن سے آج تک کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس حادثے نے مرزائیت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک تزلزل برپا کر دیا۔ چوہدری ظفر اللہ خان اس وقت وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر تھا۔ قادیانی جماعت ہر طرف سے واویلا کر رہی تھی اور چشم عبرت مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں کہہ رہی تھی کہ: ''تم نے انسانی جانوں کو بے دردی سے ذبح کیا ہے۔ مخالفوں کے مکانات نذر آتش کئے۔ وہ تمہارے لوح قلب سے ذہول ہو کر رہ گئے۔ اگر عدالتوں نے مجرموں کو سزائیں دیں تو ان کی مردار لاشوں کو تمہارے پیشوا نے کندھا دیا اور پھول چڑھائے اور انہیں اپنے ''بہشتی مقبرے'' میں دفن کیا۔ ان ڈنڈوں سے آج اگر تمہارے صاحبزادے کو چند خراشیں آ گئی ہیں تو آسمان سر پر اٹھا رہے ہو؟'' چوہدری ظفر اللہ خان نے خود تو جو واویلا کیا سو کیا۔ مزید براں اپنی بوڑھی والدہ کو لیڈی وائسرائے کے پاس بھیج دیا تھا اور اس نے گلے میں کپڑا ڈال کر لیڈی وائسرائے کے قدموں پر سر رکھ کر زار و قطار رو کر فریاد کی تھی کہ: ''ہمارے نبی زادے کی سر بازار بے عزتی ہو گئی اور ہم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔'' انگریز مرزائیت کا بڑا حامی تھا اور اپنے خود کاشتہ پودے کی ہر طرح آبیاری کر رہا تھا۔ لیکن وہ حکومت کے اصول جانتا تھا کہ ادھر یہ خراشیں اور ادھر ذبح عظیم! ایک نہیں، دو

نہیں، کوئی نصف درجن۔ انگریز یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور ان کے رفقاء بے نیام ہو کر نکل آئیں گے اور جرائم کا موازنہ کرنے کے لئے جہاں وہ حکومت کو مجبور کریں گے وہاں عوام میں آتش انتقام بھڑکا کر مرزائیوں کا چلنا پھرنا دوبھر بنادیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ مرزائیوں نے اصل مجرم کے علاوہ کسی دوسرے احراری یا غیر مرزائی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور قلمی یا لسانی احتجاج سے آگے ایک قدم بھی نہ بڑھایا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایسے بیسیوں واقعات رونما ہوئے جنھیں سرزمین قادیان نے ہضم کر دیا تھا اور عوام کے کانوں تک ان کی بھنک بھی نہ پہنچی تھی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لقمہ سرزمین قادیان ہو گئے تھے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری ؒ بہت زرخیز دماغ کے انسان تھے۔ آپ مجلس احرار اسلام کے مرکزی صدر بھی رہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ؒ کے دست راست تھے۔ آپ مصنف، صحافی، مدیر روزنامہ آزاد، مدیر روزنامہ ''سیاست'' بھی رہے۔ یکم رمئی ۱۹۷۰ء کو لاہور میں وصال فرمایا۔ بڑی عظمتوں والے انسان تھے۔ وہ ایک چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ تحریک ختم نبوت کے لئے ان کی خدمات مرکزی نقطہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

حق مغفرت کرے عجیب آزاد مرد تھا

(۲۹۳)

تاج الدین بسمل نقشبندی ؒ (پڈعیدن والے)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۸رمئی ۱۹۸۹ء)

مولانا تاج الدین بسمل قصبہ کڑیانوالہ ضلع گجرات پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بھٹی راجپوت فیملی سے تھا۔ آپ نے دورہ حدیث مدرسہ مخزن العلوم خانپور کٹورہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی ؒ سے پڑھا۔ آپ کا اصلاحی تعلق ولی کامل حضرت مولانا عبداللہ بہلوی شجاع آبادی سے تھا۔ فراغت کے بعد ۱۹۴۸ء کے بعد آپ نے پڈعیدن ضلع نوشہرو فیروز سندھ میں سکونت اختیار فرمائی۔ پڈعیدن ریلوے اسٹیشن کو کسی زمانے میں ہندوستان کے بڑے ریلوے اسٹیشنوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں پر گاڑیوں کے لئے بہت بڑا لوکوشید تھا۔ یہاں پر گاڑیوں میں پانی بھی بھرا جاتا تھا۔ یہ شہر ہمیشہ سے حق گو علماء کرام کا مرکز رہا ہے۔ جن میں حضرت

مولانا عبدالحق بھٹو سندھی رحمۃ اللہ علیہ فاضل ڈابھیل خطیب سندھ، حضرت مولانا قاری محمد عیسیٰ بھٹو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علامہ احمد الدین بھٹو رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر، حضرت مولانا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی اسی طرح بے باک نڈر نہ جھکنے والے نہ بکنے والے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق بھٹو سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے مولانا تاج الدین بسمل کو پہلے سے زیادہ بے باک بنادیا۔ چاہے کتنا بڑا آدمی ہوتا تھا مولانا بسمل ان کو۔ ان کے سامنے کلمہ حق کہہ دیتے تھے۔ بعد میں جو بھی نتیجہ نکلے اس کو دیکھا جائے گا۔ اس لئے بڑے بڑے آدمی مولانا مرحوم سے آنکھ چراتے تھے۔ مولانا بسمل کو دیکھ کر راستہ بدل دیتے تھے۔ پاکستان کے ایوب خان کے مارشل لاء کا دور تھا۔ اسی دوران اتفاق سے صدر ایوب کو پڈعیدن ریلوے اسٹیشن پر آنا ہوا تو مولانا بسمل وہاں تشریف لے گئے اور صدر ایوب کو مخاطب کر کے مولانا نے فرمایا کہ صدر صاحب آپ نے عائلی قوانین بنائے۔ وہ قوانین قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ اس لئے اس کو فوراً ختم کیا جائے۔ مولانا کی اس جرأت اور کلمہ حق سن کر لوگ بہت متاثر ہوئے۔ اسی کلمہ حق کہنے کی وجہ سے علاقے میں مولانا مرحوم کی بہت بڑی شہرت ہوئی۔ مولانا کا ابتداء میں تعلق جماعت احرار کے ساتھ تھا اور جلسوں میں کتابیں بیچتے تھے۔ لیکن بعد میں مولانا نے پڈعیدن شہر میں سدابہار نہر کے ساتھ کچھ زمین خریدی اس کا نام احرار نگر رکھا جہاں پر آپ نے ۱۹۵۳ء میں ایک عیدگاہ اور مدرسہ معارف القرآن قائم کیا۔ یہی مولانا کا مرکز تھا۔ اس علاقے میں یہ مدرسہ تحریک ختم نبوت کا مرکز تھا اور خود مولانا بھی تحریک ختم نبوت کے دوران گرفتار ہو کر جیل چلے گئے تھے۔

لیکن آخری عمر تک ختم نبوت کا کام کرتے رہے۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت گہرا دوستانہ تعلق تھا۔ مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ رفاحی کاموں میں بھی سب سے آگے ہوتے تھے۔ کوئی بھی مجبور مظلوم مدد کے لئے آتا تو آپ اسی وقت اسی کے ساتھ چلے جاتے۔ کتنا ہی بڑا افسر ہو اس کے ساتھ جرأت سے بات کرتے۔ اس مظلوم کا کام کر کے بعد میں واپس آتے۔ پڈعیدن شہر میں آپ نے کافی تعداد مساجد بھی تعمیر کروائیں۔ مولانا کا جو کڑیا نوالہ گھر تھا وہ بھی آج مدرسہ اور مسجد کی صورت میں مولانا کا صدقہ جاریہ موجود ہے۔ مولانا بسمل بنیادی طور پر بہت بڑے صحافی اور ادیب تھے۔ آپ پڈعیدن سے پندرہ روزہ ایک اخبار ''تعمیر قوم'' کے نام شائع کرتے تھے جس کا ایک پرچہ اردو دوسرا سندھی زبان میں ہوتا تھا۔ اس اخبار میں مولانا وڈیروں، چوہدریوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف

خوب لکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے بڑے لوگوں کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہو جاتا تھا۔ مولانا کے قلم کو جس نے خریدنا چاہا لیکن مولانا نے فرمایا کہ میرے قلم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں خرید سکتی۔ بڑے بڑے لوگ جن میں سابق وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی، سابق وزیر دفاع رسول بخش ٹالپور، مولانا سے ملاقات کرنے کے لئے مولانا کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

مولانا بسمل قد کے لمبے، جسم کے پتلے، ہاتھ میں عصا، سر پر قراقلی ٹوپی کے اوپر کلف لگایا ہوا عمامہ پہنتے تھے۔ جس سے مولانا کی شخصیت کو چار چاند لگ جاتے تھے۔ چونکہ مولانا مرحوم کا ہمیشہ سے باطل سے ٹکر ہوتا تھا۔ اس لئے مولانا مرحوم کے خلاف سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ عیدالفطر کے موقع پر مولانا گھر والے پنجاب گئے ہوئے تھے۔ یہ موقعہ جان کر عیدالفطر کے دوسرے دن رات کو نامعلوم لوگ آپ کے گھر کی دیوار پر چڑھ کر آپ کے گھر میں داخل ہوئے۔ مولانا مرحوم اس وقت محو آرام تھے۔ قاتل داخل ہوتے ہیں۔ مولانا مرحوم کی کن پٹی پر فائر کر کے ہمیشہ کے لئے مولانا کی آواز کو بند کر دیا۔ گولی لگنے کی وجہ سے اتنا خون نکلا کہ خون کے فوارے جا کر چھت پر لگے اور سارا کمرہ خون سے بھر گیا۔ آپ نے پوری زندگی جرأت بہادری سے گذاری اور شہادت جیسے عظیم نعمت سے سرفراز ہوئے۔ (مولانا خالد الحسینی گھوٹکی)

مولانا تاج الدین بسمل کا ایک رسالہ مرزا قادیانی کے رد میں ''قادیانی دنیا کا چیلنج پانچ سوال اور پانچ ہزار نقد انعام'' احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع کیا گیا۔

(۲۹۴)

تاج الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

مولوی تاج الدین گجراتی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

''علماء نے قادیانی کی جو تکفیر کی ہے وہ صحیح ہے۔ اس کا کفر ثابت ہے۔ اس کے عقائد کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ اس کا یہ کہنا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہوں۔ ایک باطل دعویٰ ہے۔ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میری امت میں قریباً تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔'' یہ انہی تیس میں سے ایک ہے۔''

(۲۹۵)

تاج محمد نکودری رحمۃ اللہ علیہ (فقیروالی)، جناب بابو

(وفات: ۱۹۸۹ء)

''مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیش گوئی کا تجزیہ (عمر مرزا)'' مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاولنگر میں ایک بزرگ مدرس تھے۔ جنہیں باؤ تاج محمد نکودری کہا جاتا تھا۔ نکودر ضلع جالندھر میں ہے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان کے ہائی سکول میں ٹیچر بھی رہے۔ کئی قادیانی جو بعد میں قادیانی جماعت کے لیڈر بنے وہ آپ کے شاگرد تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان میں رہائش کے حوالہ سے قادیانی جماعت کے خدوخال اوران کے کردار وچال سے بخوبی واقف تھے۔ پوری قادیانی جماعت کے شب وروز ان کے سامنے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ فقیروالی آئے اور پھر عمر بھر قاسم العلوم کے درودیوار کو علم وعمل کے درس دیتے رہے۔ آپ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ منحنی آپ کا وجود تھا۔ جسم کی طرح گفتگو بھی مختصر کرتے تھے مگر پتہ کی ہوتی تھی۔ بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے۔ تحقیق کے خوگر، قلم وقرطاس کے دھنی اور کتاب بینی کے رسیا تھے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں پر تشریف لانا عمر بھر کا معمول رہا۔ ان دنوں قادیانی جلسہ چناب نگر میں بھی انہیں تاریخوں میں ہوتا تھا۔ وہ چنیوٹ سے چناب نگر جاتے اور قادیانیوں سے سابقہ قیام قادیان کی وجہ سے جو تعارف پہلے سے موجود تھا اس سے فائدہ اٹھاتے اور قادیانیوں کی نئی مطبوعات خرید لاتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فقیروالی کے آپ امیر تھے۔ عالمی مجلس کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ بھی کتابوں کے رسیا تھے۔ دونوں حضرات چنیوٹ کانفرنس پر جمع ہوتے، سر جوڑتے، فہرست تیار ہوتی۔ شام کو تمام نئی قادیانی کتب مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ کے بستر پر لاکر باؤ تاج محمد صاحب ڈھیر کردیتے۔

باؤ تاج محمد صاحب کا کتب خانہ خود بھی قادیانی اور ردقادیانی کتب کے حوالہ سے وقیع کتب خانہ تھا۔ ان کے پاس بعض قادیانی کتب ایسی تھیں جو مجلس کی مرکزی لائبریری کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ کو فوٹو کرانی پڑیں اور یہی کتابیں قومی اسمبلی میں جب قادیانی کیس پیش ہوا تو وہاں بھی کام آئیں۔ باؤ تاج محمد صاحب کے ایک بھائی غالباً تاثیر نام تھا ملتان میں ہوتے تھے۔ ان سے ملاقات کے لئے باؤ صاحب ملتان تشریف لاتے تو زیادہ وقت ان کا مولانا

عبدالرحیم اشعرؒ کے ہمراہ ملتان کی لائبریری میں گزرتا۔ خوب شریف النفس انسان تھے۔ شرم وحیاء، اخلاق وکردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ قادیان ایسے قحبہ خانے، معصیتوں کے گڑھ میں بھی سالہا سال رہے۔ لیکن دشمن بھی آپ کی پاک دامنی کا معترف رہا۔ ان کی اس ذاتی شرافت کا یہ عالم تھا کہ ان کے قادیانی شاگرد بھی ان کے وضو کے پانی سے اشنان کرنے کو سعادت گردانتے تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب سے فقیر کو ذاتی نیازمندی کا شرف حاصل ہے۔ فقیر والی، ملتان، چنیوٹ میں آپ سے بارہا ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی ملاقات ہوئی ان کی طرف سے شفقت اور فقیر کی طرف سے نیازمندی میں اضافہ ہوجاتا۔ آپ کا وصال ۱۹۸۹ء میں ہوا۔

ان کی وفات کے بعد ایک بار ان کے ذاتی کتب خانہ سے بہت ساری کتابوں کا ڈھیر ملتان اٹھا لایا۔ فوٹو کرائے اور اصل واپس کر دیں۔ قاری عبدالخالق بنگلہ یتیم والا واسطہ بنے۔ ارائیں برادری اور رشتہ داری باؤ صاحب کے عزیزوں سے قاری عبدالخالق صاحب رکھتے ہیں۔ یہی کام آئی اور اعتبار کا ذریعہ بنی۔ مرحوم کا کتب خانہ ان کے صاحبزادہ برادرم نثار صاحب کے پاس تھا۔ جون، جولائی ۲۰۱۲ء میں فقیر کا برطانیہ کا سفر تھا۔ واپسی پر بھاگم بھاگ چناب نگر سالانہ ختم نبوت کورس میں شمولیت کے لئے آنا پڑا۔ ملتان کے کتب خانہ میں جانے کا موقع ہی نہ ملا۔ یہاں کورس پر مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر ملے۔ انہوں نے خوشخبری سنائی کہ بھائی نثار صاحب نے باؤ صاحب مرحوم کی قادیانیت وردقادیانیت کی جملہ کتب ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے عنایت کی ہیں۔ یہ کہ وہ ملتان دفتر پہنچ چکی ہیں۔ اس خبر سے چونکا بھی ضرور، تعجب بھی ہوا۔ خوشی تو خیر ہونا ہی تھی۔ باعث تعجب یہ امر تھا کہ نثار بھائی تو ان کتابوں کو ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔ وہ کیسے آمادہ ہوگئے؟ معلوم ہوا کہ باؤ صاحب مرحوم کی وصیت تھی کہ میری یہ کتابیں عالمی مجلس کے مرکزی کتب خانہ میں جمع کرادی جائیں۔ تعجب تو ختم ہوا۔ لیکن باؤ صاحب مرحوم سے عقیدت کے میٹر کی سوئی نے کئی چکر کاٹ لئے۔ خداوند کریم مرحوم کی تربت کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے ڈھانپ دیں۔ بہت ہی عبقری شخصیت تھے۔ وہ نام کے نہیں کام کے صاحب علم وفضل تھے۔ ان کی کتاب ''مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیشگوئی کا تجزیہ'' احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔ ''عمر مرزا'' پر مرزا کی پیش گوئی کے تجزیہ کے لئے اس سے بہتر اور معلومات کا خزینہ کتاب فقیر کی نظر سے نہیں گذری۔ آپ کی اور کتاب بھی ہے۔ غالباً ''قادیانیت کا پوسٹ مارٹم'' یا کیا اس کا نام ہے؟ وہ آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ہفت روزہ ختم نبوت

میں شائع ہوتے رہے۔فقیر احتساب قادیانیت میں صرف کتب کو جمع کر رہا ہے۔مضامین کو جمع نہیں کر رہا ہے اور وہ مضامین کا مجموعہ ہے۔اس لئے اس جلد میں وہ شامل نہیں ہو رہی۔لیکن اب حضرت مرحوم کی محبت غالب آ رہی ہے۔شاید کسی دوسری جلد میں اس خواہش کی تکمیل ہو جائے۔

(۲۹۶)

تصدق حسین شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

انجمن حزب الانصار بھیرہ کا رسالہ شمس الاسلام سے وابستہ جناب سید تصدق حسین شاہ بی۔اے نے ''تحفہ قادیان'' نام سے ۴۸ صفحات کا رسالہ لکھ کر قادیانیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔

(۲۹۷)

تقی عثمانی، مولانا محمد

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی کے صاحبزادہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث، پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کے سابق جسٹس ہیں۔آپ نے عربی زبان میں فتح الملہم کا کئی جلدوں میں تکملہ لکھا ہے۔عالمگیر شخصیت کے حامل ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست و بازو رہے۔آپ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے رکن ہیں۔جدہ کے مجمع الفقہ میں آمدہ سوالات کے جوابات جو عربی میں ''استفسارات حول الطائفة القادیانیة'' کے نام پر شائع ہوئے۔ان کا مقدمہ بھی آپ نے تحریر فرمایا۔جسے فتویٰ ختم نبوت کی جلد سوم میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

(۲۹۸)

تنزیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، جناب جسٹس

پاکستان کے نامور قانون دان جسٹس تنزیل الرحمٰن تھے جو جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔انہوں نے سفارشات مرتب کیں۔

علماء کرام کا وفد بنایا اور وہ مسودہ سفارشات جا کر ضیاء الحق صاحب کو پیش کیں کہ آج کے بعد کوئی پاکستان کا حکمران یہ نہ کہہ سکے گا کہ پاکستان میں کس کا قانون نافذ کیا جائے۔ دیوبندیوں کا بریلویوں کا یا کس کا۔ لیجئے! چاروں مکاتب فکر نے یہ سفارشات مرتب کی ہیں۔ اسے نافذ کر دیں تو اس ملک میں اسلام کا قانون نافذ ہو گیا۔ یہ کہہ کر انہوں نے پاکستان کے حکمرانوں پر اتمام حجت کر دیا۔ یہ جناب جسٹس تنزیل الرحمٰن خوب آدمی تھے۔ انہوں نے اسلامی ضابطہ قانون دیوانی وفوجداری بھی مرتب کیا۔ آپ نے اپریل ۱۹۷۳ء سے مارچ ۱۹۷۴ء تک ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی میں بالاقساط ایک مقالہ شائع کرایا جس کا عنوان تھا: ''مرتد کے احکام اسلامی قانون میں'' ان تمام اقساط کو یکجا کر کے متذکرہ عنوان سے فتاویٰ ختم نبوت کی جلد ۳ میں شائع کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق سے ہم مسکینوں کو سرفراز فرمایا۔

(۲۹۹)

توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سائیں

(وفات: ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۱۵/ ۴ اگست ۱۸۹۷ء)

مولوی محبوب عالم ''صحیفہ محبوب'' میں لکھتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ میں نے خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں تو مرزا قادیانی کو برا جانتا ہوں۔ آپ کے نزدیک وہ شخص کیسا ہے؟ ان دنوں مرزا قادیانی کا دعویٰ مجددیت ومہدویت سے متجاوز نہ ہوا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ گویا کوتوال کی حیثیت سے شہر لاہور کا گشت کر رہا ہوں۔ ایک مقام پر مرزا غلام احمد کو دیکھا کہ کانٹوں اور گندگی میں پڑا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کو جنبش دی اور ڈانٹ کر کہا: ''تیرے پاس مجددیت اور مہدویت کا کیا ثبوت ہے؟'' وہ سخت اداس اور غمزدہ دکھائی دیتا تھا۔ میرے سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی عمل کیا تھا۔ مگر پھر کسی بدپرہیزی کے باعث اس عمل سے گر گیا۔''

مولوی محبوب عالم لکھتے ہیں کہ: ''یہ تو میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ اس کے کثر خط خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ جن کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ: ''حضور! میرے حق میں دعا فرمائیں۔'' خط کے سنتے ہی خواجہ صاحب کے چہرے پر غصے کے مارے شکن پڑ جاتی تھی۔ مگر ضبط کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔''

(رئیس قادیان ج ۲ ص ۱۹)

(ث)

(۳۰۰)

ثاقب رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، حافظ محمد

(وفات: ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

محترم حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ رائے کوٹ ضلع لدھیانہ میں ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ ارائیں برادری سے تعلق تھا۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی کمالیہ مرکزی رہنما اہل سنت والجماعت کے والد گرامی حضرت حافظ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی رائے کوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بیس پارے پاکستان بننے سے پہلے حفظ کر لئے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ آ کر آباد ہوئے تو یہاں حافظ عبدالحمید صاحب سے بقیہ دس پارے حفظ کئے۔

حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ نے سکول کی تعلیم ایف اے تک حاصل کی۔ پھر لکڑی کا کاروبار کیا۔ کچھ عرصہ کتابوں کاپیوں کی دکان بھی چلائی۔ ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ گوجرانوالہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما چوہدری غلام نبی مرحوم کی تحریک پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق جوڑا اور ہمہ وقتی مجلس گوجرانوالہ کے دفتر میں ڈیوٹی سنبھالی۔ جسے دم واپسی تک سرانجام دیتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعلیم وتربیت کے لئے مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ ان سے وظائف کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا انوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ڈھڈیاں شریف کے سجادہ نشین مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر ان کے وصال کے بعد مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ خوب ذاکر شاغل انسان تھے۔ عالمی مجلس کے شعبہ تبلیغ سے تیس پینتیس سال وابستہ رہے اور بہت ہی اخلاص ومحبت کے ساتھ اپنا فریضہ سرانجام دیا۔

حضرت حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ تمام اولاد شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سال سے زیادہ عمر پائی۔

آخری وقت تک اللہ تعالیٰ نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔اب داڑھی کے بال دوبارہ سیاہ ہونے شروع ہوگئے تھے۔

• حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ وفات سے ایک دو روز پہلے کمزوری کے باعث گھر پر رہے۔تمام معمولات چلتے رہے۔وفات کی رات معمولی تکلیف ہوئی۔ڈاکٹر کو بلایا۔لیکن ڈاکٹر کی آمد سے قبل ہی ۲۶،۲۵،اکتوبر کی درمیانی شب اڑھائی بجے وصال فرمایا۔اگلے روز شیرانوالہ باغ میں جنازہ ہوا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ یادگار اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے جنازہ پڑھایا اور چمن شاہ کے قبرستان میں محو استراحت ہوئے۔

(۳۰۱)

ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا

(ولادت:جون ۱۸۶۸ء وفات:۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جون ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔والد کا نام محمد خضر تھا۔کشمیری پنڈتوں کی شاخ منٹو سے تعلق تھا۔یہ انت ناگ کشمیر سے امرتسر آگئے تھے۔امرتسر میں جناب خضر صاحب پشمینہ کے تاجر تھے۔مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن میں والد صاحب کا وصال ہوگیا تو بڑے بھائی کے ساتھ رفو گری پر لگ گئے۔اچھے خاصے کاریگر تھے۔اسی زمانہ میں مولانا احمد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنا شروع کیا۔پھر مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ (وزیرآباد) کے پاس چلے گئے۔مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ کی سند دکھا کر ان سے اعزازی سند لی۔سہارنپور بھی گئے۔پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کی بھی یہاں تعلیم پائی۔پھر کانپور مدرسہ فیض عام میں مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔پھر اپنے استاذ اوّل مولانا احمد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرنگرانی امرتسر میں پڑھانا شروع کیا۔یہاں سے ملک بھر میں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔آپ بہت ذہین مناظر اسلام تھے۔آپ نے ردقادیانیت کے لئے وہ خدمات سرانجام دیں جو قابل رشک ہیں۔قادیانیت ہی نہیں بلکہ اس کا بانی مرزا قادیانی بھی آپ کے نام سے اس طرح کانپتا تھا۔جس طرح شیطان،سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نام سے لرزاں ترساں ہوکر بھاگ جاتا تھا۔

مولانا کا وصال ۱۵؍مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں ہوا۔ فقیر کو مجاہد ملت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ کے ہمراہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کے مرقد پر ایصال ثواب کی غرض سے حاضری کی سعادت نصیب بھی ہوئی ہے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سے مناظرے مباحثے اور مقابلے کئے۔ اس لئے آپ کو ''شیر پنجاب'' کہا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آخری عمر میں اعلان کیا تھا کہ: ''میں اگر سچا ہوں تو میری زندگی میں مولوی ثناء اللہ کسی وبائی مرض میں مبتلا ہوکر مرجائیں گے اور اگر وہ سچے ہیں تو میں ان کی زندگی میں مرجاؤں گا۔'' الحمدللہ ! حضرت مولانا ثناء اللہ ؒ کی زندگی میں مرزا قادیانی بمرض ہیضہ، جو ایک وبائی مرض ہے، اس کا شکار ہوکر آنجہانی ہوگیا، اس لئے آپ کو ''فاتح قادیان'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کا رجحان طبعی اہل حدیث مسلک کی طرف تھا۔

مرزا سے پہلی ملاقات

مولانا امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

جس طرح مرزا کی زندگی کے دو حصے ہیں (براہین احمدیہ تک اور اس سے بعد) اسی طرح مرزا سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۷، ۱۸ سال کی تھی۔ میں بشوق زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا ایک معمولی مصنف کی حیثیت میں تھے۔ مگر باوجود شوق اور محبت کے میں نے جو وہاں دیکھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جو ان کی بابت خیالات تھے۔ وہ پہلی ملاقات میں مبدل ہوگئے۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ وہ آتے ہی بغیر اس کے کہ ''السلام علیکم'' کہیں، یہ کہا کہ: ''تم کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام کرتے ہو؟'' میں ایک طالب علم، علماء کا صحبت یافتہ تھا۔ فوراً میرے دل میں آیا کہ انہوں نے مسنون طریقے کی پروا نہیں کی۔ کیا وجہ ہے؟ مگر چونکہ حسن ظن غالب تھا اس لئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

مرزا کا سکڑا سا چہرہ اور خش خشی داڑھی

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب سے دعوئ مسیحیت کیا ہے۔ فقیر (مولانا امرتسری ؒ) ان کے دعاوی کی نسبت بڑے غور وفکر سے تأمل کرتا رہا اور ان کے ہوا خواہوں کی تحریریں جہاں تک دستیاب ہوئیں عموماً دیکھیں۔ استخارات سے کام لیا مباحثات د مناظرات کئے۔

ایک دفعہ کا واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حکیم نورالدین سے بمقام امرتسر رات کے وقت تخلیہ میں کئی گھنٹے گفتگو ہوئی۔ آخر حکیم صاحب نے فرمایا کہ: ''ہمارا تجربہ ہے کہ بحث و مباحثہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ آپ حسب تحریر مرزا قادیانی مندرجہ رسالہ نشان آسمانی استخارہ کیجئے۔ خدا کو جو منظور ہوگا، آپ پر کھل جائے گا۔''

ہر چند میں ایسے استخاروں اور خوابوں پر بمقابلہ نصوص شرعیہ کے اعتماد اور اعتبار کرنا ضمناً دعویٰ عصمت یا مساوات معصوم بلکہ برتری کے برابر جانتا تھا۔ تاہم ایک محقق کے لئے کسی جائز طریق فیصلہ پر عمل نہ کرنا جیسا کچھ شاق ہوتا ہے۔ مجھے بھی ناگوار تھا کہ میں حسب تحریر مرزاجی! ان کی نسبت استخارہ نہ کروں۔ چنانچہ میں نے پندرہ روز حسب تحریر نشان آسمانی، مصنفہ مرزاجی استخارہ کیا اور میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے صفائی میں کوئی کسر نہ رکھی بالکل رنج اور کدورت کو الگ کر کے نہایت تضرع کے ساتھ جناب باری میں دعائیں کیں۔ بلکہ جتنے دنوں تک استخارہ کرتا رہا، اتنے دنوں تک مرزاجی کے بارے میں مجھے یاد نہیں کہ میں نے کسی سے مباحثہ یا مناظرہ بھی کیا ہو، آخر چودھویں رات میں نے مرزاجی کو خواب میں دیکھا کہ آپ تنگ مکان میں سفید فرش پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور سوال کیا کہ: ''آپ کی مسیحیت کے دلائل کیا ہیں؟'' آپ نے فرمایا کہ: ''تم دو زینے چھوڑ جاتے ہو، پہلے حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ، دوم عدم رجوع کا مسئلہ طے ہونا چاہئے۔'' میں نے عرض کیا کہ: ''آپ ان دونوں کو طے شدہ ہی سمجھئے میری غرض یہ ہے کہ اس پیش گوئی کے الفاظ میں جتنے لفظوں کی حقیقت محال ہے۔ ان کو چھوڑ کر حسب قاعدہ علمیہ باقی الفاظ میں ''مھما امکن'' مجاز کیوں مراد ہے؟ یعنی اگر بجائے مسیح کے۔ مثیل مسیح بھی آئے تو ان مقامات پر جہاں کا ذکر احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کیونکر آئے؟ کیونکہ ان مقامات پر مسیح یا مثیل مسیح کا آنا محال نہیں۔'' اس کا جواب مرزا صاحب نے ابھی دیا ہی نہ تھا کہ دو آدمی اور آ گئے۔ ان کی آؤ بھگت میں ہم دونوں ایک دوسرے کی مواجہت سے ذرا الگ ہوئے تو مرزاجی کو دیکھتا ہوں کہ لکھنؤ کے شہریوں کی طرح سکڑا سا چہرہ اور داڑھی بالکل رگڑ کر کتری ہوئی ہے، سخت حیرانی ہوئی۔ اسی حیرانی میں بیدار ہو گیا۔ جس کی تعبیر میرے ذہن میں آئی کہ مرزا کا انجام اچھا نہیں۔

حضرت مولانا سیّد محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب حیدرآباد میں خاکسار (یعنی مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ) کی ناچیز خدمات سنیں تو اپنے سر کی خاص پگڑی (شملہ) اور کرتے کا کپڑا بذریعہ ڈاک پارسل اس خادم کو بھیجا جو بلحاظ مذہبی تقدس کے حیدرآبادی منصب سے زیادہ قابل فخر ہے۔

دونوں (مادی اور روحانی) طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد میں میری خدمات خدا کے ہاں قبول ہوئی ہیں۔ للّٰہ الحمد!

مرزائی لڑکے کا انجام

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرے قادیان جانے سے کچھ پہلے ایک واقعہ عجیبہ رقت انگیز ہوا۔ ایک احمدی لڑکا عبدالرحمٰن لوہار، عمر شاید چودہ پندرہ سال ہوگی، ایک ڈنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے گھر سے کہتا ہوا بازار میں نکلا کہ: ''یہ ڈنڈا میں ثناء اللہ کے سر پر ماروں گا!'' قادیان کی آبادی سے باہر آٹا پیسنے کی ایک مشین ہے۔ عبدالرحمٰن مذکور اسی مشین میں (شاید کسی کام کو) گیا۔ جاتے ہی مشین میں پھنس کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

مرحوم ایک بیوہ عورت کا لڑکا تھا، ہمیشہ اس بیوہ کے حال پر رحم آتا ہے۔ خدا اس کو تسلی دے اور اس کا کفیل ہو۔ قادیانیو! اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی!

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی ظرافت

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بلا کے ظریف الطبع تھے، ان کی ظرافت کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوسکتا ہے۔

ایک دفعہ کسی تقریب میں آپ لاہور تشریف فرما تھے، انہی دنوں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کا جلسہ تھا، مولانا چونکہ نہایت وسیع الظرف تھے اور تمام فرقوں کے اکابر سے... مناظرانہ نوک جھونک کے باوجود... نہایت اچھے، دوستانہ اور فیاضانہ مراسم رکھتے تھے۔ اس لئے منتظمین جلسہ نے آپ کو بھی تقریر کے لئے مدعو کیا، آپ اپنے احباب کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ کو اچانک دعوت نامہ ملا۔ آپ فوراً احمدیہ بلڈنگ روانہ ہوگئے، لاہوریوں نے آپ کو دیکھ کر ''مسیح موعود زندہ باد'' اور ''احمدیت پائندہ باد'' کے پرجوش نعرے لگائے۔ درحقیقت وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ آج مولانا کو دام فریب کے اندر پھانسنے میں وہ کامیاب ہوچکے ہیں۔ چنانچہ صدر جلسہ نے کہا کہ: ''ہم نے آپ کو اس لئے زحمت دی ہے کہ آپ مرزا قادیانی کے اخلاق وعادات پر کچھ ارشاد فرمائیں۔'' وہ سمجھتے تھے کہ آپ موقع کی مناسبت سے مرزا قادیانی کی کچھ نہ کچھ مدح وتوصیف کر ہی دیں گے۔ لیکن مولانا بھی غضب کے موقع شناس، معاملہ فہم اور برجستہ گو تھے، اٹھے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''احمدی دوستو! میں اپنے پڑوسی کے خصائل وفضائل کیا بیان کروں؟ جہاں تک مجھے یاد ہے، ان کے محاسن ومحامد کی نسبت یہی کہہ سکتا ہوں کہ:

میرے معشوق کے دو ہی نشاں ہیں

مولانا نے اس مصرع کو چند بار دو انگلیاں اٹھا کر دہرایا، جب مرزائی سامعین دوسرے مصرع کے لئے سراپا انتظار بن گئے تو پورا شعر یوں ادا فرمایا:

میرے معشوق کے دو ہی نشاں ہیں زباں پر گالیاں، مجنوں سی باتیں

یہ سنتے ہی مرزائیوں کی آنکھیں نیچی ہوگئیں اور مولانا اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔

مربی کا ازار بند

ایک بار آپ بٹالہ میں ایک جلسے کی صدارت فرما رہے تھے، ایک قادیانی مربی کو پیشاب کی حاجت ہوئی، وہ باہر گئے اور فارغ ہوکر ازار بند پکڑے ہوئے جلسہ گاہ میں آگئے۔ حاضرین جلسہ کو ان کی اس حرکت سے گدگدی سی ہونے لگی، مولانا نے حاضرین کی کیفیت تاڑلی، اٹھے اور فرمایا کہ: ''آپ لوگ مربی صاحب کی اس حرکت پر حیران کیوں ہیں؟ موصوف تو اپنے پیغمبر کی پیش گوئی پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں، یہ شاعر قادیان ہی کا ارشاد ہے کہ:

اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار''

اس پر سامعین لوٹ پوٹ ہوگئے اور مربی اس طرح روپوش ہوئے کہ پھر ان کا سراغ نہ لگ سکا۔

حاضر جوابی

ایک مناظرے میں مبحث کی تعیین پر گفتگو چل رہی تھی، مرزائی ''حیات ووفات مسیح'' کو موضوع بحث بنانے پر مصر تھے اور مولانا آسمانی نکاح بابت محمدی بیگم کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ قادیانی مناظر نے طنزاً کہا: ''میں نہیں سمجھتا مولوی ثناء اللہ کا محمدی بیگم سے کیا رشتہ ہے کہ انہیں اس کی اتنی حمایت مقصود ہے۔'' مولانا نے فوراً فرمایا کہ: ''محمدی بیگم زیادہ سے زیادہ ہماری اسلامی

بہن ہوسکتی ہے، مگر وہ تو تمہاری (قادیانی امت کی) ماں ہے، اگر غیور ہو تو اپنی ماں کو اپنے گھر بٹھاؤ، دوسرے گھروں میں کیوں پھر رہی ہے......؟"

اس ظریفانہ نکتہ سنجی اور حاضر جوابی پر پوری مجلس قہقہہ زار بن گئی اور فریق مقابل بہت خفیف ہوا۔

آریوں کا بادشاہ

ایک دفعہ ایک آریہ سماجی اور ایک قادیانی آپس میں جھگڑ پڑے، مولانا نے سماجی سے فرمایا: "بھئی! توبہ کرو اور مرزائیوں سے نہ جھگڑو، کیونکہ یہ تمہارے فرماں روا ہیں۔" آپ کی اس بات پر دونوں کو حیرت ہوئی، آپ نے فرمایا: "بھئی! تعجب کیوں کرتے ہو؟ مرزا قادیانی نے "البشریٰ" (ج۱ص۶۵) میں اپنے آپ کو "آریوں کا بادشاہ" لکھا ہے۔" یہ سن کر سماجی تو ہنس پڑا اور مرزائی کو بڑی خفت ہوئی۔

مہاراجہ قادیان

پنجاب میں سکھ مسلم فساد کے ایام میں سکھوں کی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے گورداسپور میں ملکی اتحاد واتفاق کی تلقین کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا اور تقریر کے لئے مولانا کو بھی مدعو کیا۔ آپ نے اس وقت کے حالات کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے نہایت پراثر تقریر فرمائی۔ دوران تقریر آپ کی رگ ظرافت پھڑکی اور آپ نے سکھوں سے کہا کہ: "وہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب قادیان کا احترام کریں اور ان کی امت کے ساتھ ادب سے پیش آئیں۔ کیونکہ پیغمبر قادیان بھی سکھوں سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں۔"

اس پر قادیانی سامعین بھڑک اٹھے اور شور مچایا کہ: "آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے اور تحریری معافی مانگئے، ورنہ آپ کے خلاف دعویٰ دائر کیا جائے گا۔"

مولانا مسکرائے اور فرمایا: "میں نے مرزا صاحب کو "مہاراجہ" اور "سکھوں سے قریبی تعلق رکھنے والا" کہا ہے، تو کچھ بے جا نہیں کہا ہے۔ بلکہ ان کے ایک الہامی نام کی مناسبت سے کہا ہے۔ آپ نے "البشریٰ" (جلد دوم ص۱۱۸) میں لکھا ہے کہ خدا نے آپ کا نام "امین الملک جے سنگھ بہادر" رکھا ہے۔ اگر میرا حوالہ غلط ہو تو الفاظ واپس لینے اور تحریری معافی مانگنے کو تیار ہوں۔"

مستری ثناءاللہ قادیانی کا قبول اسلام

قادیانی آپ کا نام سن کر لرزہ براندام ہوجایا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی مناظرے کی تحریک ہوئی لیکن صرف یہ سن کر کہ اس مناظرے میں مولانا امرتسری ؒ پیش ہوں گے۔ قادیانیوں نے دست کشی اختیار کر لی۔ گوجرانوالہ کے ایک قادیانی کا نام بھی ''ثناءاللہ'' تھا۔ قادیانی اساطین ان کے اس نام سے اس قدر بدکتے تھے کہ انہوں نے اسے بدلنے کی بارہا کوشش کی۔ دسمبر ۱۹۳۴ء کے قادیان اجلاس میں جب وہ حاضر ہوئے تو مولوی غلام رسول راجیکی نے اس موضوع پر گفتگو کے دوران ازراہ تمسخر کہا: ''کیا ہوا؟ لوہا ہی لوہے کو کاٹتا ہے!'' مگر حسن اتفاق دیکھئے کہ اس کے بعد ہی مستری ثناءاللہ موصوف امرتسر آئے۔ وہاں مولانا امرتسری ؒ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے قادیانیت کے موضوع پر مولانا سے طویل گفتگو کی اور بالآخر تائب ہوگئے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ نے رد قادیانیت پر یہ رسائل وکتب تحریر فرمائے:

۱...... الہامات مرزا
۲...... ہفوات مرزا
۳...... صحیفہ محبوبیہ
۴...... فاتح قادیان
۵...... آفتہ اللہ
۶...... فتح ربانی در مباحثہ قادیانی
۷...... عقائد مرزا
۸...... مرقع قادیانی
۹...... چیستان مرزا
۱۰...... زار قادیان
۱۱...... فسخ نکاح مرزائیاں
۱۲...... نکاح مرزا
۱۳...... تاریخ مرزا
۱۴...... شاہ انگلستان اور مرزائے قادیان
۱۵...... لیکھرام اور مرزا
۱۶...... ثنائی پاکٹ بک
۱۷...... قادیانی مباحثہ دکن
۱۸...... شہادات مرزا
۱۹...... نکات مرزا
۲۰...... ہندوستان کے دو ریفارمر
۲۱...... محمد قادیانی
۲۲...... قادیانی حلف کی حقیقت
۲۳...... تعلیمات مرزا
۲۴...... فیصلہ مرزا

۲۵...... تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار
۲۶...... علم کلام مرزا
۲۷...... عجائبات مرزا
۲۸...... نا قابل مصنف مرزا
۲۹...... بہاء اللہ اور مرزا
۳۰...... اباطیل مرزا
۳۱...... مکالمہ احمدیہ
۳۲...... بطش قدیر بر قادیانی تفسیر
۳۳...... محمود مصلح موعود
۳۴...... تحفہ احمدیہ

جو احتساب قادیانیت کی جلد ۷، ۸ میں شائع ہوئے۔ ان میں سے نمبر ایک پر درج الہامات مرزا کا ایک حصہ احتساب قادیانیت جلد ۵۹ پر ملخصاً دوبارہ شائع ہوا۔

(۳۰۲)

ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب چوہدری

مجلس احرار اسلام کے مرکزی دفتر کے آفس سیکرٹری رہے۔ ممتاز اور ذہین دماغ رکھتے تھے۔ آپ نے آزادی کے لئے خوب قربانیاں دیں۔ تحریک ختم نبوت میں اپنے بزرگوں کے ساتھ رہے اور بڑی بہادری کے ساتھ رہے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حسام الدین، حضرت ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد دوبارہ ہر مجلس احرار اسلام کے کام کی نیو اٹھائی تو چوہدری ثناء اللہ بھٹہ بھی اس قافلہ حق میں شانہ بشانہ تھے۔ حضرت شیخ صاحب اور حضرت ماسٹر صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ احرار اور پھر ان کے وصال کے بعد صوفی عبدالرحیم صاحب نیازی مجلس احرار اسلام کے ایک دھڑا کے سربراہ بنے تو چوہدری ثناء اللہ بھٹہ ان کے دھڑا کے ناظم اعلیٰ تھے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔ مرکزی قیادت کے ہمراہ پورے ملک کا دورہ کر کے تحریک کے الاؤ کو روشن کیا۔ چناب نگر میں مسلمانوں کی آبادی کے لئے ٹرسٹ بھی قائم کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ختم نبوت کانفرنسوں میں چناب نگر تشریف لاتے تھے۔ خوب آدمی تھے۔ مسلم مسجد لاہور کے سامنے مکتبہ احرار کے نام پر کتابوں کا کاروبار بھی کیا۔

(ج)

(۳۰۴)

جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۸۳۸ء ...... وفات:۱۹۰۵ء)

موصوف تحریک مجاہدین ہند سے متعلقہ علمی حلقوں میں اب غیر متعارف نہیں رہے۔ وہ ''کالا پانی'' (خودنوشت حالات زندگی) اور سوانح احمدی (حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات) دو مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔ تھانیسر ضلع انبالہ (ہند) کی ارائیں برادری کی ایک دیندار خوشحال اور زمیندار شخصیت میاں جیون کے ہاں پیدا ہوئے۔ دس بارہ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ طبیعت محنتی اور ذہین پائی تھی۔ جلد جلد منازل ترقی طے کرتے گئے۔ بتقاضائے حالات گردوپیش، قانون کے پیشے میں حسب ضرورت قابلیت پیدا کر لی اور عرائض نویسی شروع کردی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کا اپنا اچھا خاصہ حلقہ پیدا ہو گیا۔

سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے وہ دور بڑا پر آشوب تھا۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان بحیثیت قوم سراسیمہ اور گویا دبکے بیٹھے تھے۔ البتہ سرفروشوں یعنی وہابیوں کی ایک جماعت تھی جو شہیدین بالاکوٹ کی تحریک جہاد کو زندہ رکھے ہوئے اور سارے ہندوستان میں تنہا برطانوی سطوت وجبروت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے علم جہاد اٹھائے کھڑی اور میدان ہائے جنگ میں داد شجاعت دے رہی تھی اور انگریز بہادر کا ناک میں دم کر رکھا تھا اور یہ تھی صادقین صادقپور کی جماعت۔

سارے ملک (ہندوستان) میں اس انقلابی دینی تحریک کا غلغلہ تھا۔ کسی مجاہد کی وساطت سے ہمارے یہ مولوی صاحب بھی اس میں شامل ہوگئے اور مردانہ وار حصہ لینے کے سبب جلد ہی علمائے صادق پور کے معتمد علیہ اور تحریک میں نہایت سرگرم عمل ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی حکومت نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ۱۸۶۳ء میں مقدمہ چلا جس کے دوران مختلف جیلوں میں رکھے گئے۔ ۱۸۶۴ء میں پھانسی کی سزا ہوئی۔ جو بعد میں ''حبس دوام عبور دریائے شور'' تبدیل کر دی گئی۔ چند ماہ لاہور جیل وغیرہ میں رکھا گیا۔ پھر ۱۸۶۶ء کو جزائر انڈیمان (کالا پانی) بھیج دیئے

گئے۔ بہت سکون اور صبر و تحمل سے سترہ سال کی قید کاٹی اور ۱۸۸۳ء میں باعزت رہائی پا کر وہاں سے واپس انبالہ پہنچ گئے۔

مولوی محمد جعفر کو باقی اوصاف حسنہ کے ساتھ مطالعہ کا بھی ذوق تھا۔ پڑھنے، پڑھانے اور تالیف و تصنیف سے بھی بہت شغف تھا۔ زمانہ اسیری میں بھی بھرپور علمی شغل رکھا۔ چنانچہ وہاں اور وطن واپسی کے بعد کی ان کی تحریری یادگاریں حسب ذیل ہیں۔

- ترجمہ آئین پورٹ............(ایک دفعہ طبع ہوا تھا)
- تاریخ پورٹ بلیر (تاریخی نام تواریخ عجیب ۱۲۹۶ھ غالباً ایک دفعہ طبع ہوئی)
- سوانح احمدی (تاریخی نام تواریخ عجیبہ) حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کے حالات وسوانح (متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے)
- کالا پانی (تاریخی نام تواریخ عجیب ۱۳۰۲ھ) یہ کتاب بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہوئی اور تا حال شائع ہو رہی ہے۔
- نصائح جعفری یہ بھی اپنے ہی حالات انہوں نے لکھے تھے اور انگریزی حکومت کے افسروں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ تاہم اس کا خلاصہ ان کے مقدمہ انبالہ میں پیش ہوا اور ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' (ترجمہ کتاب ولیم، ولسن ہنٹر) میں آ گیا ہے۔

(ص۱۳۶، ۱۳۸، طبع ۱۹۵۵ء قومی کتب خانہ لاہور)

- برکات الاسلام۔ رسالہ تائید آسمانی کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب طبع ہو گئی تھی۔ جس میں اسلام کی خوبیاں، اسلامی اخلاق، ترجمہ رسالہ الاربعین فی احوال المہدیین، اسلام کے روشن مستقبل اور مرزائے قادیانی کے جھوٹے دعاوی کی حقیقت کا بیان تھا۔ غالباً ۱۸۹۸ء میں طبع ہوئی۔ لیکن ہماری اس تک رسائی نہیں ہو سکی۔
- رسالہ تائید آسمانی بجواب رسالہ ''رسالہ نشان آسمانی'' از مرزائے قادیانی ۱۳۰۹ھ میں تالیف اور ۱۳۱۰ھ، ۱۸۹۲ء میں اختر ہند پریس ہال بازار امرتسر (مشرقی پنجاب) طبع ہوا۔

اور قصہ آخر الذکر تالیف کا یہ ہے کہ مرزائے قادیانی کو مولوی محمد جعفر کے ہاں سے ایک (عربی) رسالہ بنام الاربعین فی احوال المہدین ہاتھ آ گیا۔ جس کے ساتھ نعمت اللہ دلی نامی کسی شاعر کی طرف منسوب ایک قصیدہ بھی تھا۔ جس میں پیشین گوئیوں کی بھرمار تھی۔

مرزا قادیانی نے جو مسیح دجال کا مظہر اتم ہونے کے ناطے سے عوام کی نفسیات سے کھیلنے میں خوب ماہر تھے۔ ان پیشین گوئیوں کے لئے ''نشان آسمانی'' کے طور پر رسالہ دھر گھسیٹا

مولوی محمد جعفر نے تائید آسمانی میں اسی رسالے کا سب تاروپود بکھیر دیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

''رسالہ نشان آسمانی جس میں مرزا قادیانی نے اپنے کو مسیح زمان اور مہدی دوران اور مجدد الوقت قرار دے کر...... چند اشعار مؤلفہ شاہ نعمت اللہ ولی ہانسوی سے اپنے دعوؤں پر استدلال کر کے اس شہادت کو نشان آسمانی ٹھہرایا ہے۔ میری نظر سے بھی گذرا چونکہ اس رسالہ میں مرزا قادیانی نے بے حد خودستائی کر کے دھوکہ بازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا ہے۔ اس واسطے بنظر اظہار حق ایک مختصر جواب اس رسالہ کا میں بھی عرض کرتا ہوں۔''

آٹھ نو برس ہوئے (شاید ۱۸۸۳،۸۲ء) اربعین فی احوال المھدیین جس کے اخیر میں یہ اشعار بھی چھپے ہوئے ہیں۔ خود میرا بھیجا ہوا عرصہ دراز تک مرزا قادیانی کے ملاحظہ میں رہ چکا ہے اور مرزا قادیانی نے جس قدر اپنی پیشین گوئیوں تولد فرزند وغیرہ کو نوٹوں میں زیر اشعار مذکور اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے۔ وہ پیشین گوئیاں قریب تمام کے ان اشعار کے ملاحظہ کے بعد مرزا قادیانی نے تحریر کی ہیں۔ (ص۷)

مولوی صاحب مرحوم نے مرزا قادیانی کی نفسیات کا بحیثیت معاصر خوب جائزہ لے کر ان کو کریڈٹ دیا ہے کہ وہ: ''عمدہ فلاسفر، مسرف، فضول خرچ، خوش پوش، نفیس خور، نہایت دوراندیش، باوجود پیری اور بے مائگی باکرہ خواتین کے حریص، بڑے گہرے اور ڈھنگے، عقلمند، خوش تقریر، خوش تحریر اور مسکین صورت اور طرح طرح کے حیلوں سے طالب زر ہیں۔'' (ص۲۶،۲۷)

مولانا محمد جعفر تھانیسری ؒ کا ایک اور رسالہ ''تائید آسمانی درردنشان آسمانی'' ہے۔ اس رسالہ کے مؤلف حضرت مولانا محمد جعفر تھانیسری ؒ ہیں جو ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ (جیسا کہ اس نے خود اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں لکھا ہے) اس لحاظ سے مولانا محمد جعفر تھانیسری ؒ مرزا قادیانی کے ہم عصر ہیں۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری ؒ کا وصال ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ جب کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مردود ہوا۔ مولانا دلی اللہ ولی ہانسویؒ کی پیش گوئیوں پر مشتمل ۵۲ اشعار کا رسالہ مولانا محمد جعفر تھانیسری ؒ کا مملوکہ مرزا قادیانی کے پاس رہا۔ جیسا کہ خود مولانا تھانیسری ؒ نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی نے تحریف کی اور غلط طور پر دلی ہانسویؒ کے اشعار کو اپنے اوپر فٹ کیا۔ جس اپنے کتابچہ میں مرزا قادیانی نے یہ کھیل کھیلا اس رسالہ کا نام اس نے ''نشان آسمانی'' رکھا۔ مولانا

محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا ملعون کے رسالہ ''نشان آسمانی'' کا رد لکھا۔ جس کا نام ''تائید آسمانی در رد نشان آسمانی'' تجویز کیا۔ آپ نے ۱۸۹۲ء میں یہ رسالہ لکھا۔ اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد سولہ سال مرزا قادیانی زندہ رہا۔ لیکن مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ یوں یہ رسالہ لکھ کر مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو ''سولہ آنے جھوٹا'' ثابت کر دیا۔

ایک سو بیس سال قبل کے رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کرنے کی سعادت پر میری خوشیوں کے ٹھکانہ کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے؟ مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتگان سے براہ راست فیض یافتہ تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی مجلسوں میں جا جا کر مرزا قادیانی کے حالات کو دیکھا۔ جوں جوں دیکھتے گئے توں توں مرزا قادیانی کا کفر مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ پر الم نشرح ہوتا گیا۔ یہ ساری تفصیل آپ اس رسالہ میں پڑھیں گے۔ پڑھیں اور سر دھنیں کہ تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء میں سے مرزا قادیانی کا جس جس نے زمانہ پایا۔ سبھی نے مرزا قادیانی کے کفر کا اعلان کیا۔ چاہے وہ مولانا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک ہوں، یا مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ولایتی تک ہوں، یا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تک ہوں، یا مولانا نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تک ہوں، یا مولانا علی الحائری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سید آل حسن زیدی رحمۃ اللہ علیہ تک ہوں۔ ان میں مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ بھی صف اوّل میں شامل ہیں۔ جنہوں نے مرزا قادیانی کو دیکھا اور اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کافر و کذاب تھا۔ رد میں یہ رسالہ لکھا۔

(۳۰۴)

جعفر حسین رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

گوجرانوالہ کے معروف شیعہ مذہبی رہنما، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، ملت جعفریہ کے قائد ۱۹۵۱ء میں متفقہ طور پر ۲۲ نکات اسلامی نظام کے سلسلہ میں تمام مکاتب فکر کی طرف سے جو منظور ہوئے، ان پر جناب مفتی جعفر حسین کے بھی دستخط ہیں اور تحریک ختم نبوت میں شیعہ مکتب فکر کی آپ نے موقعہ بموقعہ بھرپور نمائندگی فرمائی۔

(۳۰۵)

جعفر خان (راولپنڈی)، جناب ملک محمد

(ولادت:۱۹۱۴ء ...... وفات: یکم رجون ۱۹۹۹ء)

جناب ملک محمد جعفر خان نے نومبر ۱۹۵۷ء میں ایک کتاب ''احمدیہ تحریک'' تحریر کی۔ پہلے اس کی کچھ اقساط ماہنامہ ''طلوع اسلام'' لاہور میں شائع ہوئیں۔ پھر ان کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی طرح ملک محمد جعفر خان بھی اٹک کے رہائشی تھے۔ ملک محمد جعفر خان پہلے قادیانی تھے۔ بلکہ ان کی پوری فیملی قادیانی تھی۔ خوب پڑھے لکھے اور مضبوط قسم کے قلمکار تھے۔ قادیانیت کو ترک کیا۔

گویا مرزا غلام احمد قادیانی کو چھوڑا تو جناب غلام احمد پرویز کے گردیدہ ہوگئے۔ ملک محمد جعفر خان کا خاندان قادیانی تھا تو اپنے قادیانی عزیزوں کو قادیانیت سمجھانے کے لئے انہوں نے پوری قوت صرف کی۔ بہت ساری باتیں ردقادیانیت کے سلسلہ کی نہایت ہی بلیغ اور اچھوتے انداز میں اس کتاب میں آگئی ہیں اور یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ ملک صاحب نے خوب دلسوزی کے ساتھ اپنے قادیانی عزیزوں کو قادیانیت کے دلدل یا چنگل سے نکالنے کی سعی مشکور کی ہے۔ ملک صاحب نے ۱۹۷۰ء کا الیکشن پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر لڑا اور قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے تھے۔ وکالت کرتے تھے۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ قادیانیت ترک کرنے کے بعد انہوں نے پرویز صاحب کے نظریات اپنالئے تھے۔ اس لئے قارئین ملاحظہ کریں گے کہ وہ جگہ جگہ ردقادیانیت کے ساتھ ساتھ پرویزی خیالات کی ترجمانی میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ان خامیوں کے باوجود قادیانیت زدہ افراد کو قادیانیت سمجھانے کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ بس یہی غرض ہے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۲ میں شامل کرنے کی۔

(۳۰۶)

جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ (علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ)، پیر سید

(پیدائش: ۱۸۴۱ء ...... وفات: ۳۰/اگست ۱۹۵۱ء)

آپ برصغیر کے معروف شیخ طریقت، عالم دین، مبلغ، یکے از اکابر خلفاء بابا فقیر محمد چوراہی نقشبندی، تحریک پاکستان کے پرزور حامی، تحریک خلافت کے نامور رہنما، قادیانی فتنہ کے خلاف اپنے زمانہ میں آیت من آیات اللہ تھے۔ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

آپ کی رد قادیانیت پر گرانقدر خدمات ہیں۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر آپ نے پانچ نکاتی بیان جاری کیا:

۱...... سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلاواسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ (جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے)

۲...... ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے۔ بتدریج آہستہ آہستہ اس کو درجہ نبوت نہیں ملتا کہ پہلے وہ محدث، پھر مجدد اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کرے۔

۳...... حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سرور کائنات ﷺ تک تمام کے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہیں تھا۔ (اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا)

۴...... سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ (جبکہ جھوٹا ترکہ چھوڑ کر مرا اور کچھ اولاد کو محروم الارث کیا)

۵...... علاوہ ازیں مرزائی، حضور علیہ السلام کے مدارج کو مرزا قادیانی کے لئے مان کر شرک

فی النبوۃ کے مرتکب ہوئے۔ جس طرح خداوند کریم کا شریک کوئی نہیں۔ اسی طرح محمد عربی ﷺ کی مثال بھی کوئی نہیں۔

آپ کا یہ پانچ نکاتی اعلان وچیلنج آج تک مرزائی امت کے لئے سوہان روح ہے۔ اس کا کوئی مرزائی جواب نہ دے پایا۔

شاہی مسجد لاہور میں جہاں دیوبندی، اہل حدیث علماء پیر مہر علی شاہ ؒ کی تائید کے لئے ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کے معرکے میں تشریف لائے تھے اور تقریریں کی تھیں، وہاں پیر جماعت علی شاہ ثانی ؒ بھی تشریف لائے۔ آپ نے ایمان افروز، باطل سوز تقریر کی، اس طرح جب مرزا قادیانی کے خلیفہ نورالدین نے نارووال، ضلع سیالکوٹ میں اپنا ارتدادی کیمپ لگایا۔ آپ اس وقت صاحب فراش تھے۔ چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ: ''میری چارپائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلو!'' چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعہ میں مرزائی عقائد کا پردہ چاک کرتے رہے۔ بالآخر نورالدین کو وہاں سے راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

۲۷؍اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا قادیانی اپنے حواریوں کے ساتھ سیالکوٹ ارتدادی مہم پر آیا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کا سپرنٹنڈنٹ قادیانی تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کا خیال تھا کہ سرکاری اثر ورسوخ کے باعث میرے مقابلے میں کوئی نہ آئے گا۔ پیر جماعت علی شاہ ثانی ؒ نے سیالکوٹ میں تشریف لاکر تین ہفتے قیام کیا۔ ہر روز شہر کے مختلف مقامات پر آپ کے رد قادیانیت پر بیان ہوئے۔ بالآخر مرزا قادیانی کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی لاہور آیا۔ ارتدادی مہم کے مقابلے کے لئے لاہور کے مسلمانوں نے پیر جماعت علی شاہ ثانی ؒ کو بلوایا۔ آپ نے موچی دروازہ اور دیگر مقامات پر مرزا کو للکارا۔ مرزا قادیانی کو پانچ ہزار انعام دینے کا اعلان کیا کہ وہ آ کر مناظرہ کرے اور انعام پائے۔ جواب میں مرزا قادیانی نے کہا کہ: ''پیر صاحب! مجھے بھگانے کے لئے آئے ہیں، یہ

ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ مگر میں ایسا نہیں جو بھاگ جاؤں۔ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو میرا قدم نہ ہلے گا!'' اس کے جواب میں پیر جماعت علی شاہ ثانی ؒ نے ۲۲رمئی ۱۹۰۸ء کے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ: ''بارہ برس تو اپنی جگہ رہے۔ مرزا قادیانی جلد ہی لاہور نہیں۔ بلکہ دنیا سے ذلیل وخوار ہوکر جائے گا!'' ۲۵، ۲۶رمئی کی درمیانی رات کے جلسے میں کہا: ''مرزا قادیانی کو چوبیس گھنٹے کی مہلت ہے۔ آئے اور مناظرہ کرے، لیکن مسلمانو! یاد رکھو وہ میرے مقابلے میں نہ آئے گا۔'' چنانچہ ایسا ہوا کہ ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء مرزا قادیانی کو ہیضے نے آن گھیرا، ڈاکٹر نے ایسی دوائی دے دی کہ نجاست کا رخ جو نیچے کی طرف تھا اوپر کو ہو گیا اور بیت الخلا میں جان نکل گئی۔

(ضیائے حرم، دسمبر ۱۹۷۴ء)

(۳۰۷)

جمال النساء بنت رافع، محترمہ

لندن کی عالمہ فاضلہ محترمہ جمال النساء نے ''ختم نبوت، مسیح موعود اور عقیدۂ ظہور مہدی کی حقیقت'' کے نام سے سولہ صفحاتی رسالہ جون ۱۹۸۵ء میں ختم نبوت کانفرنس لندن کے موقعہ پر شائع کیا۔

(۳۰۸)

جی. آر اعوان، جناب

جی آر اعوان جو پہلے عرصہ تک چناب نگر (ربوہ) میں رہے۔ ان کے والد صاحب گورنمنٹ کے ملازم تھے۔ یہ اپنے والد گرامی کے ساتھ وہاں رہے۔ انہوں نے اس شہر کے رہائشی ہونے کے ناطے قادیانیت اور قادیانیوں کا گیرائی اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ یہ کتاب لکھ دی، جس کا نام ہے: ''احمقوں کی جنت'' ۱۹۹۸ء کے اواخر میں کتاب تحریر کی گئی۔ جسے ہم نے ''محاسبہ قادیانیت'' کی جلد۲ میں شائع کیا ہے۔

(چ)

(۳۰۹)

چراغ الدین رحمۃ اللہ علیہ (جموں کشمیر)، جناب

(وفات:۴؍اپریل ۱۹۰۶ء)

جناب چراغ الدین جموں کشمیر کے رہنے والے تھے۔ مرزا قادیانی سے بیعت تھے۔ مرزا قادیانی کے قریب ہوئے تو کھرے کھوٹے کی تمیز ہوگئی کہ جسے میں زر خالص سمجھتا تھا۔ یہ تو ملمع وجعل سازی کا چکر ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی پر پانچ حرف بھیج کر علیحدہ ہوگئے۔ پھر عمر بھر مرزا قادیانی کو دن میں تارے دکھاتے اور چھٹی کا دودھ یاد دلاتے رہے۔

(۳۱۰)

چراغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، جناب سید محمد

یہ قادیان کے قریب کے رہنے والے بزرگ تھے اور مجلس احرار اسلام کے ایثار پیشہ رہنما، مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ نے قادیان میں جو جائیداد خریدی انہیں کے نام سے خریدی۔ ٹرسٹ قائم کیا گیا تو آپ اس کے رکن تھے۔ پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ، گجرات میں آ کر آباد ہوئے۔ اس ٹرسٹ کی زمینوں اور جائیداد کے بدلہ میں یہاں کوئی متروکہ جائیداد الاٹ نہ ہوسکی۔ جب وہ نہ رہے تو ان کے متعلق اب کسی کو کیا یاد ہوگا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ابتدائی کارروائیوں میں ان کی وفات پر تعزیت کی قرارداد پڑھی جو مرکزی شوریٰ کے پہلے اجلاسوں میں کی گئی۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۳۱۱)

چراغ رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا محمد

(ولادت:۱۸۹۴ء ...... وفات:۲۱؍اپریل ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز

شاگرد تھے۔ آپ نے اپنے استاذ کی تقریر ترمذی کو ’’العرف الشذی‘‘ کے نام سے تحریر کیا جو اس وقت ہر ترمذی پڑھانے والے کے لئے چراغ راہ کا کام دیتی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا فتنہ قادیانیت کے خلاف جو جذبہ جہاد تھا۔ وہ نسبت حضرت مولانا محمد چراغ مرحوم میں بھی منتقل ہوئی۔ آپ ردقادیانیت کے اپنے وقت کے امام تھے۔ ان کی خوبی یہ تھی کہ وہ مرزا قادیانی کی تکذیب اس کی اپنی تحریرات سے کرتے تھے۔ ہمارے استاذ محترم فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ، حضرت مولانا محمد چراغ صاحبؒ کے ردقادیانیت پر شاگرد اور جانشین تھے۔ حضرت مولانا محمد چراغ صاحبؒ نے ایک کاپی ردقادیانیت پر مرتب کی تھی۔ جس میں ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام اور کذب مرزا تینوں موضوعات پر جاندار مناظرانہ مباحث کو دریا بکوزہ بند کیا گیا تھا۔ عرصہ تک وہ کاپی نقل درنقل ہوتی رہی۔ حضرت مولانا محمد حیاتؒ اسی کو سامنے رکھ کر تیاری کرنے کا اپنے شاگردوں کو حکم دیتے تھے۔ مولانا محمد چراغؒ گوجرانوالہ میں جامعہ عربیہ کے بانی تھے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد انور صاحب نے فروری ۱۹۹۰ء میں اس کاپی کو کتابی شکل میں ’’چراغ ہدایت‘‘ کے نام پر شائع کیا۔ حضرت مولانا محمد چراغ صاحبؒ کی کاپی پر اکثر حوالے مرزا قادیانی کی کتب کے لاہوری ایڈیشن کے تھے۔ کاپی کو جب کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہوا تو مولانا محمد انور صاحب کے حکم پر ان کے دونمائندے ملتان دفتر مرکزیہ آئے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی معاونت سے انہوں نے قادیان وچناب نگر ایڈیشنوں کے حوالہ جات اس پر لگائے۔ اب اس ایڈیشن میں الحمدللہ! فقیر نے دجال قادیان کی کتب کے مجموعہ خزائن کے حوالہ جات بھی لگادیئے گئے ہیں۔ ہمارے ہاں علمی حلقوں میں ایک لفظ ’’جامع‘‘ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ واقعہ میں ردقادیانیت کے لئے یہ کتاب جامع کا درجہ رکھتی ہے۔ ربع صدی بعد جدید ایڈیشن کی اشاعت عالمی مجلس کے لئے اعزاز کی بات ہے۔ ہمارے دادا استاذ حضرت مولانا محمد چراغؒ اتحاد العلماء کے بھی بانی صدر تھے جو جماعت اسلامی پاکستان کا ذیلی ادارہ ہے۔ مولانا محمد چراغؒ سے جناب مودودی صاحب کا جوڑ بجا طور پر ہمارے خیال میں ریشم میں ٹاٹ کے پیوند کے مترادف ہے اور اس سے بہتر تعبیر کرنی کم از کم فقیر کے لئے ممکن نہیں۔ کتاب کی اشاعت بہرحال ہمارے لئے ڈھیروں خوشیاں لئے ہوئے ہے۔ اس کتاب کی احتساب میں شمولیت گویا فقیر راقم کی اپنے دادا استاذ سے ایک نسبت قائم ہوجانے کی خوشخبری اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔ فالحمدللہ!

(ح)

(۳۱۲)

حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (بریلی)، جناب شاہ

(وفات: ۲۳ رمئی ۱۹۴۲ء)

مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ انہیں کے شاگرد اور خلیفہ مجاز بھی تھے۔ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ردقادیانیت پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کا نام ہے: ’’الصارم الربانی علی اسراف القادیانی‘‘ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول پر قرآن وحدیث اور مفسرین ومحدثین کے اقوال سے بھرپور استدلال کر کے ان مسائل کو ثابت کیا گیا ہے۔

(۳۱۳)

حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۶ء، رامپور ...... وفات: ۷رجنوری ۱۹۸۰ء، ملتان)

مولانا حامد علی خان نامور عالم دین، مدرس سیاستدان اور پیر طریقت تھے۔ مدرسہ خیرالمعاد قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کے بانی تھے۔ مولانا عنایت اللہ رامپوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ ۱۹۷۷ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ خدامت سرانجام دیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں جس بہادری اور جرأت کی مثال آپ نے قائم کی اس پر تاریخ کو فخر ہے۔

(۳۱۴)

حامد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (فیروزہ)، مولانا سید

(وفات:۱۵/مارچ ۲۰۰۰ء)

یادگار اسلاف، مجاہد اسلام، صوفی منش، بزرگ رہنما، حضرت مولانا سید حامد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی متحدہ ہندوستان میں ریلوے کے ملازم تھے۔ پاکستان بننے کے وقت آپ دہلی کے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ وہاں سے آپ کے خاندان نے پاکستان کا سفر کیا۔ مولانا حامد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تقسیم سے قبل موقوف علیہ تک کی پوری تعلیم مظاہر العلوم سہارن پور میں مکمل کر چکے تھے۔ پاکستان آ کر ایک سال بعد گویا ۱۹۴۹ء، ۱۹۴۸ء میں جامعہ خیر المدارس میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ فیروزہ (ضلع رحیم یار خان) کے ملحقہ ایک چک میں اراضی الاٹ ہوئی تو یہاں فیروزہ میں حضرت مولانا حامد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑے کی دکان کر لی اور جامع مسجد میں اعزازی طور پر نمازیں پڑھانا شروع کر دیں۔ بعد میں مدرسہ قائم کر دیا۔ مسجد کی توسیع کرائی۔ مدرسہ کی تعمیر کی اور پھر اللہ رب العزت نے مسجد و مدرسہ کے کام کو اتنی وسعت دی کہ آپ کو دکان چھوڑ کر تمام وقت مدرسہ کے لئے وقف کرنا پڑا۔

تبلیغی جماعت، جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ ہمیشہ ان جماعتوں کے کاموں کو دین کا کام سمجھ کر سرانجام دیتے رہے۔ تمام بے دین و بد دین لوگوں کے خلاف آپ نے بہت ہی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مختلف اوقات میں حسب ضرورت علاقہ بھر میں آپ دینی اجتماعات منعقد کراتے رہتے تھے۔ یوں کفر کو نکیل ڈالی ہوئی تھی۔ آپ کے دینی مدرسہ مدینۃ العلوم سے بلاشبہ ہزارہا بندگان خدا نے فیض حاصل کیا۔ آپ کی جامع مسجد تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ آپ کا وجود بھی تبلیغ اسلام کے لئے وقف تھا۔

آپ کی گرانقدر دینی بے لوث خدمات کے باعث علاقہ کے لوگوں کے دلوں میں آپ کا بہت ہی احترام تھا اور یہ مقبولیت آپ کی نیکی و شرافت کا اعتراف اور آپ کی خدمات عنداللہ مقبولیت کی دلیل بیّن ہے۔ بلاشبہ آپ چلتے پھرتے مقبولان بارگاہ اشخاص میں سے تھے اور یہ نیکی و تقویٰ آپ کو وراثت میں ملا۔ آپ کی مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے عزیز

داری تھی۔ آپ کے والد گرامی کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ ریلوے کی پوری ملازمت کے زمانہ میں کسی ملازم سے ایک گلاس پانی پلانے کی فرمائش نہیں کی۔ اس سے ان کی نیکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ کے والد غالباً اپنی ہمشیرگان سے ملنے کراچی گئے تو سید حامد علی شاہ ؒ بھی ہمراہ تھے۔ کراچی میں، وصال و تدفین ہوئی۔ اگلے سال سید حامد علی شاہ ؒ کراچی گئے تو والد صاحب مرحوم کی قبر پر بھی فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک بوڑھا گورکن دوڑا ہوا آیا۔ سلام کیا اور کہا کہ اس صاحب قبر سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟ شاہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ یہ میرے والد صاحب تھے تو وہ بہت خوش ہوا دعائیں اور مبارکبادیں دیں کہ آپ خوش نصیب ہیں۔ آپ کے والد بہت نیک تھے۔ شاہ صاحب ؒ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بارش کے باعث قبرستان میں بعض تازہ قبریں بیٹھ گئیں۔ اس سے پورے قبرستان میں ایسی نفیس خوشبو پھیلی کہ میں حیران ہو گیا۔ قبریں تیار کرنا اور میتوں کو دفن کرنا میرا پیشہ ہے۔ لیکن زندگی میں میں نے یہ خوشبو آپ کے والد کی قبر سے محسوس کی۔ اس کی نرالی و عجیب کیفیت تھی۔

ان بزرگ صفت والد کے مولانا سید حامد علی شاہ ؒ لخت جگر تھے اور خود مولانا حامد علی شاہ ؒ کا یہ عالم تھا کہ خیر المدارس ملتان میں ہندوؤں کا مندر تھا۔ اس سے ملحقہ متروکہ عمارت میں مدرسہ جاری ہو گیا۔ طلباء زیادہ تھے۔ جگہ کی کمی تھی تو بعض طالب علموں نے خود مندر ہی میں رہائش رکھ لی۔ وہاں جنات رہتے تھے۔ انہوں نے طلباء کو رات بھر اس طرح تگنی کا ناچ نچایا کہ وہ صبح ہوتے ہی جگہ خالی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ طلباء میں جنات کے مندر میں رہنے کا تذکرہ ہوا۔ بات سید حامد علی شاہ ؒ تک پہنچی۔ آپ نے بستر اٹھایا وہاں ڈیرہ لگا دیا۔ سال ڈیڑھ سال جتنا عرصہ رہے جنات نے آپ کو کبھی تکلیف نہیں دی۔ البتہ خدمت تو کر دی ہو گی مگر پریشانی کا باعث نہیں بنے۔

آپ حضرت میاں عبدالہادی دین پوری ؒ قطب عالم سے بیعت تھے۔ آخری عمر میں حضرت اقدس خواجہ خان محمد ؒ سے بیعت کر لی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد و کلاں سے آپ کا بہت ہی مخلصانہ تعلق تھا۔ چناب نگر کانفرنس پر تشریف لاتے اور بہت ہی دعاؤں سے نوازتے۔ وہ اس دھرتی پر چلتے پھرتے ولی اللہ تھے۔ ان کے وصال سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو عرصہ تک شاید پر نہ ہو سکے۔

وفات سے ایک روز قبل وصیت نامہ لکھا۔ مسجد و مدرسہ سے لے کر گھر تک کے معاملات کی تفصیلات درج کر کے اپنے صاحبزادہ مولانا سید ناصر حسین شاہ کو سنا دی۔ دوسرے

روز صبح کو دل کی تکلیف ہوئی۔ رحیم یار خان لے کر گئے۔ وہاں جان مالک کے سپرد کر دی۔ دوسرے دن ۹ر ذی الحجہ کو سکول کے گراؤنڈ میں علاقہ کا بہت بڑا اجتماع جنازہ پر موجود تھا۔ دین پور شریف کے بزرگ میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ نے امامت کی اور قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔

(۳۱۵)

حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا سید

(ولادت: دسمبر ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۳ر مارچ ۱۹۸۸ء)

آپ ممتاز عالم دین تھے۔ دار العلوم دیو بند کے فاضل اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ پاکستان بننے کے بعد دیو بند سے لاہور تشریف لائے اور کریم پارک میں جامعہ مدنیہ کی بنیاد رکھی اور شیخ الحدیث و مہتمم کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ ممتاز سیاستدان اور نامور اہل قلم تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ایک زمانہ میں امیر بھی رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرنے والوں کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی اور یہ کہ خود بھی موقعہ بموقعہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

(۳۱۶)

حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۵ء، امرتسر ...... وفات: ۸ر مارچ ۱۹۴۸ء، سرگودھا)

مولانا حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۸ء کے اواخر میں سری نگر کے محلہ زینہ کدول میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق کشمیری قبیلہ ککر سے تھا۔ آپ کے والد سید مختار شاہ کشمیری شالوں اور اخروٹ کی لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کا کاروبار بنگال، بہار، سی پی، یوپی اور حیدر آباد دکن تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ موسم سرما میں اپنے کارندوں سمیت سری نگر سے امرتسر منتقل ہو جاتے تا کہ کاروبار میں رکاوٹ پیدا نہ ہونے پائے۔ سید مختار شاہ کی شادی کابل کے ایک دیندار گھرانے میں ہوئی تھی۔ ان کے خسر سلطان خان بھی ایک تاجر تھے۔ مولانا حبیب اللہ اپنے والدین کی تیسری اولاد تھے۔ سید صاحب کو دو بڑی اولادوں کے عین جوانی میں انتقال سے جو صدمہ پہنچا وہ ان کے

لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کے انتقال کے وقت مولانا حبیب اللہ کی عمر صرف دس سال تھی۔ آپ کی والدہ نے ان کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ چنانچہ انہوں نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ کسب معاش کے لئے وہ آبائی کاروبار ہی کو اختیار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن والدہ محترمہ نے منع کیا اور ملازمت اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ مولانا حبیب اللہ محکمہ انہار میں کلرک ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے شادی کی۔

والدہ کی تربیت کے باعث آپ جوانی ہی میں مذہب کے سخت پابند تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ امرتسری سے حاصل کی۔ انہی کے زیر اثر انہوں نے شیخ الاسلام مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کو بے پناہ حافظہ عطاء ہوا تھا۔ آپ حافظ قرآن نہ تھے۔ لیکن قرآن مجید کا بیشتر حصہ محض تلاوت کے باعث یاد ہو گیا تھا۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ کوئی چیز ایک مرتبہ پڑھ لیتے تو وہ ذہن میں محفوظ ہو جاتی۔ ملازمت کے دوران آپ محکمہ انہار کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے رہے اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔

یہ وہ دور تھا جب قادیانی نبوت کے خلاف علمائے کرام اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس نبوت کے مرکز قادیان میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنا شروع کی۔ مولانا حبیب اللہ مرحوم نے اس کانفرنس کی بانی مجلس احرار اسلام کی سرگرمیوں میں عملی حصہ لینا شروع کر دیا۔ اپنے وسیع مطالعہ اور غیر معمولی حافظہ کی بدولت بہت جلد انہیں تحریک ختم نبوت میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا۔ مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ امرتسری اس میدان میں بہت آگے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ مولانا حبیب اللہ کے سسر کی حقیقی چچازاد بہن تھیں۔ اس لئے اس خاندانی تعلق اور علمی ہم آہنگی نے ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۵ء تک مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سربراہی میں مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ پر مشتمل ایک ٹیم نے ہندوستان کا دورہ کر کے قادیانیوں اور پادریوں کے ساتھ مناظرے کئے اور انہیں شکست فاش دی۔ مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کو بے نقاب کرنے اور قادیانی نبی کے جھوٹ اور تضادات کا بھانڈا پھوڑنے کے لئے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھنے شروع کئے جو ملک میں بے حد مقبول ہوئے۔ قادیانی بیوروکریٹ ظفر اللہ خان نے گورنر پنجاب سے درخواست کر کے ختم نبوت کانفرنس میں مولانا کی شرکت پر پابندی لگوائی تو انہوں نے سرکاری ملازمت کو ٹھوکر مار کر اپنی زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دینے کا عہد کیا۔ اس کے بعد آپ کشمیر گئے۔ وہاں کافی عرصہ

قیام کر کے اپنی تحقیق ''حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں'' کے عنوان سے ایک مقالہ میں پیش کی۔ جب یہ مقالہ شائع ہوا تو علمائے اسلام میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ پورے ہندوستان، نیز افریقہ اور انڈونیشیا سے بھی اس کتابچہ کی مانگ آئی۔

۱۹۳۷ء میں بھیرہ ضلع شاہ پور کے مشہور عالم اور بے مثل خطیب مولانا ظہور احمد بگوی ؒ کی دعوت پر ان کی قائم کردہ تنظیم حزب الانصار کے تحت شمالی پنجاب میں قادیانیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے قریہ قریہ سفر کیا اور قادیانیوں سے مناظرے کئے۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل ایم.اے.او سکول امرتسر میں اکاؤنٹینٹ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پاکستان بنا تو لٹ لٹا کر بھیرہ پہنچے۔ لیکن جلد ہی سرگودھا میں قیام کا انتظام ہوگیا۔ آپ نے محکمہ انہار جہلم میں ملازمت اختیار کی۔ لیکن امراض جگر نے آگھیرا اور ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ ان سے چند روز ہی پہلے مولانا ثناء اللہ ؒ کا انتقال بھی ہوا تھا۔ چنانچہ دونوں رفیق ایک ہی قبرستان میں تھوڑے سے فاصلہ پر دفن ہوئے۔

مولانا حبیب اللہ مرحوم کی پانچ بیٹیاں ؒ اور تین بیٹے ہوئے۔ دو بیٹیوں کی شادی مولانا ظہور احمد بگوی ؒ کے دو بھتیجوں مولانا افتخار احمد بگوی اور مولانا حکیم برکات احمد بگوی ؒ سے ہوئی۔ ایک بیٹا شیرخوارگی کے دوران فوت ہوگیا۔ جب کہ دوسرا عالم جوانی میں۔ مولانا حبیب اللہ ؒ کی نشانی ان کے بڑے بیٹے حکیم محمد ذوالقرنین لاہور میں تھے۔ ان کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی سب کے سب ماشاء اللہ شادی شدہ ہیں۔ حکیم صاحب پہلے مجلس احرار اسلام اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے صدر رہے اور تحریک ختم نبوت میں عملی حصہ لیتے رہے ہیں۔ انہوں نے حکمت کی تعلیم استاذ الحکماء حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم سے حاصل کی جو مولانا حبیب اللہ مرحوم کے داماد تھے۔

مولانا امرتسری مرحوم کو مطالعہ کتب سے خاص دلچسپی تھی۔ اپنی آمدنی کا اکثر حصہ کتب کی خرید اور ان کی خوبصورت چرمی جلدیں بنوانے پر صرف کرتے۔ نماز کا بڑا اہتمام کرتے۔ نماز باجماعت کے لئے اپنے محلہ کے نوجوانوں کو ساتھ لے جاتے۔ راہ چلتے بچوں سے کلمہ، نماز اور دعائیں سنتے۔ جو بچہ صحیح سناتا۔ اسے انعام کے طور پر پھل یا مٹھائی لے کر دیتے۔ اہل خاندان کو شرع کی پابندی کی تلقین کرتے۔ ایک جگہ اپنی منگنی صرف اس بناء پر توڑ دی کہ لڑکی والے غیر شرعی رسوم ادا کرنے پر بضد تھے۔ ہمسایوں اور بیواؤں کے حقوق کا خاص خیال رہتا۔ کمزوروں کا سامان اٹھا کر خود ان کے گھروں تک پہنچاتے۔ ہر وقت باوضو رہتے اور تسبیح میں مشغول رہتے۔ دین کی

بات بڑے دلنشین اور دھیمے طریقہ سے سمجھاتے۔ پاکستان بننے پر جب ان کے محلہ پر سکھوں نے دھاوا بول دیا تو تن کے کپڑے لے کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ بھیرہ پہنچے تو ان کے لئے ایک نیا جوڑا تیار کروایا گیا۔ دھلنے کے لئے دھوبی کے ہاں بھیجا گیا تو چوری ہوگیا۔ مولانا کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''الحمدللہ! سرخرو ہوگیا۔'' جو کمایا وہ امرتسر میں رہ گیا جو نیا لباس بنایا گیا وہ چوری ہوگیا۔ میں حساب کتاب سے پاک ہوا۔ (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ج۲۳ش۱۱ص۸تا۱۰)

قادیانیت کی حقیقت کا پردہ چاک کرنے کے لئے مولانا حبیب اللہؒ نے رسائل لکھنے کا سلسلہ ۱۹۲۴ء میں شروع کر دیا تھا۔ قادیانیت کی تردید میں آپ نے بے شمار مضامین اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھے۔ اس کے علاوہ آپ نے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار ونظریات کے خلاف تقریباً ۱۸ کتابیں لکھیں۔ آپ کی یہ کتابیں حجم کے لحاظ سے گو مختصر ہیں۔ لیکن اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت بھاری ہیں۔ ان کتب کی تفصیل یہ ہے:

۱...... ''مراق مرزا'' شوال ۱۳۴۷ھ/ اپریل ۱۹۲۹ء

۲...... ''مرزائیت کی تردید بطرز جدید'' شعبان ۱۳۵۱ھ/ دسمبر ۱۹۳۲ء

۳...... ''حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں'' شوال ۱۳۵۱ھ/ فروری ۱۹۳۳ء

۴...... ''عمر مرزا'' صفر ۱۳۵۲ھ/ جون ۱۹۳۳ء

۵...... ''بشارت احمد'' ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ/ جولائی ۱۹۳۳ء

۶...... ''مرزا قادیانی نبی نہ'' شوال ۱۳۵۲ھ/ جنوری ۱۹۳۴ء

۷...... ''نزول مسیح'' شوال ۱۳۵۲ھ/ فروری ۱۹۳۴ء

۸...... ''حلیہ مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ'' محرم ۱۳۵۳ھ/ اپریل ۱۹۳۴ء

۹...... ''معجزہ اور مسمریزم میں فرق'' محرم ۱۳۵۳ھ/ اپریل ۱۹۳۴ء

۱۰...... ''حضرت مسیح کا حج کرنا اور مرزا قادیانی کا بغیر حج کے مرنا'' ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ/ اگست ۱۹۳۴ء

۱۱...... ''مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں'' جمادی الاوّل ۱۳۵۳ھ/ ستمبر ۱۹۳۴ء

۱۲...... ''سنت اللہ کے معنی مع رسالہ واقعات نادرہ'' جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ/ ستمبر ۱۹۳۴ء

۱۳...... ''مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی'' محرم ۱۳۵۴ھ/ اپریل ۱۹۳۵ء

۱۴...... ''مرزا قادیانی اور اس کی قرآن دانی'' جمادی الاوّل ۱۳۹۵۶ھ/ اگست ۱۹۳۷ء

۱۵...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع اور آمد ثانی'' رجب ۱۳۸۰ھ/ دسمبر ۱۹۶۰ء

۱۶...... ''مرزا غلام احمد رئیس قادیان اور اس کے بارہ نشان'' تاریخ اشاعت نہ معلوم
۱۷...... ''اختلاف مرزا''
۱۸...... ''سلسلہ بہائیہ وفرقہ مرزائیہ''
۱۹...... ''مرزائیت میں یہودیت ونصرانیت''
۲۰...... ''انجیل برناس''

یہ سب رسائل احتساب قادیانیت جلد۳ جو ۵۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں شائع شدہ ہیں۔ فلحمدللہ!

(۳۱۷)

حبیب اللہ فاروقی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۲/فروری ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۲۲/جنوری ۱۹۸۳ء)

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی وروحانی خاندان ''فاروقی قریشی'' کے حضرت شیخ استاد الخطاط مولانا حافظ محمد عالم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بن غلام محمد بن مولانا محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کا نسب حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

مولانا مفتی حبیب اللہ نے پرائمری سکول کی تعلیم ساہووالہ سے حاصل کی اور مڈل کا امتحان سمبڑیال ضلع سیالکوٹ سے درج اوّل میں پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا۔فارسی کی ابتدائی کتب مولانا حکیم محمد شریف ساہووالہ سے حاصل کی۔فارسی کتب کی تکمیل مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا حافظ نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔۱۹۲۶ء میں انوار العلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ، صرف ونحو کی ابتدائی کتب حضرت مولانا احمد علی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند سے پڑھیں۔بقیہ کتابیں مولانا محمد چراغ، حضرت مولانا محمد خلیل چونتروی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔شرح چغمینی اور مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا جو نبراس الساری علی اطراف البخاری کے مصنف ہیں۔تحریر اقلیدس کی مشق بھی حضرت مولانا محمد خلیل چونتروی سے کی۔

اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۳۳ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔داخلہ کا امتحان مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے لیا اور درجہ اوّل میں کامیابی حاصل ہوئی اور دورہ حدیث میں شرکت کا شرف

حاصل ہوا۔ حضرت حسین احمد مدنی ﷫، مولانا ابراہیم بلیاوی ﷫، حضرت میاں محمد اصغر حسین ﷫، حضرت علامہ محمد رسول خان ہزاروی ﷫، حضرت مفتی شفیع ﷫، مفتی ریاض الدین ﷫، حضرت قاری محمد طیب ﷫ سے دورہ حدیث شریف، شمائل ترمذی، دورہ حدیث کا امتحان ۱۹۳۵ء کو درجہ اوّل میں پاس کیا اور کئی کتابوں میں امتیازی نمبر حاصل کر کے انعامی کتب حاصل کیں۔

شوال المکرم ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۹۳۶ء کو اساتذہ کی ہدایت اور حضرت مولانا عبداللہ گجراتی ملکوی ﷫ کے حکم اور اصرار پر تدریس اور رد قادیانیت کے لئے بطور مبلغ آپ کھاریاں ضلع گجرات تشریف لے گئے اور مسجد سائیں رحمت کو مرکز بنا کر علاقہ بھر میں درس قرآن کے ذریعے اور مختلف مقامات پر مقابلوں کے ذریعے مرزائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کے سامنے بند باندھا اور بہت سے لوگوں کو جو کہ مرزائیت کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ مرزائیت کے دام تزویر سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نکال کر مسلمان کے ایمان کی حفاظت کی۔ کھاریاں قیام کے دوران آپ پر قادیانیوں کی طرف سے جان لیوا حملے بھی ہوئے۔ ایک حملہ میں آپ کے سر پر کافی گہری چوٹ بھی آئی۔ سر پر لگے ہوئے ٹانکوں نے آخر دم تک پریشان کئے رکھا۔ کھاریاں سے مولانا نور الزمان ﷫ (میانوالی) کے اصرار پر آپ مدرسہ قادریہ محمد پور سنسار ضلع بہاولنگر تشریف لے گئے اور ایک سال سے زائد عرصہ تک صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ مگر آب و ہوا کے راس نہ آنے پر اپنے گاؤں واپس آ کر ایک عربی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دوست حضرت حکیم محمد اسماعیل قاسمی ﷫ فاضل دیوبند کے مدرسہ فاروقیہ امام صاحب میں بھی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ساہووالہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا کہ اسی دوران سیالکوٹ کی ایک عظیم الشان مثالی درسگاہ دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ کے مہتمم حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی ﷫ کی دعوت اور اساتذہ کی ہدایت و حکم اور احباب کے اصرار پر دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ چلے گئے اور چار سال تک بطور صدر مدرس اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی ﷫ کچھ عرصہ کے لئے انڈیا تشریف لے گئے تو پیچھے سے دار العلوم الشہابیہ کا نظام حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ فاروقی ﷫ کو مہتمم بنا کر سپرد کر کے گئے۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی ﷫ کے حکم پر آپ چنیوٹ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا دوست محمد ساقی ﷫ کے ساتھ مل کر مدرسہ آفتاب العلوم شروع کیا۔ مولانا فاروقی ﷫ نے چار سال تک وہاں کے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اسی مدرسہ کے پہلے طالبعلم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ﷫ تھے۔ حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی ﷫ کے واپس بلا لینے پر

آپ واپس دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ میں صدر مدرس کے فرائض انجام دینے لگے۔علاوہ ازیں مدرسہ الشہابیہ میں ۱۹۷۲ء تک فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

آپ کو زمانہ طالبعلمی سے ہی سیاست سے بڑی دلچسپی تھی۔ مدرسہ انوار العلوم کے زمانہ طالبعلمی میں کشمیر ایجی ٹیشن میں مجلس احرار کے زیر قیادت تبلیغی دورے کئے۔ اکابرین احرار سے لاہور سنٹرل جیل اور بعض دوسری جیلوں میں ملاقاتیں کر کے انہیں ضروریات پہنچانے اور پیغام رسائی کی خدمات سرانجام دیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ساردا ایکٹ کے خلاف ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد کے لئے کام کیا۔ ردمرزائیت اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور گوجرانوالہ جیل میں قید رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی سیالکوٹ کے محاذ پر بھرپور کام کیا اور سیالکوٹ کی مختلف دینی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے رہے۔

جولائی ۱۹۳۶ء کو حضرت مولانا نورالزماں رحمۃ اللہ علیہ میانوالی کے ہمراہ دیوبند تشریف لے گئے اور بعد از نماز مغرب حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت نے چاروں سلسلوں میں بیعت کر لیا۔ لیکن تلقین وتعلیم سلسلہ چشتیہ کے مطابق فرمائی۔ ان کے وصال کے بعد بے چینی بڑھنے لگی تو اشارۂ غیبی نے رہنمائی فرمائی اور صاحب السیف حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ کے دست شفقت پر بیعت کی۔ مفتی صاحب نے ۲۲/اکتوبر ۱۹۷۲ء بروز سوموار اجازت بیعت سے نوازا۔

صد سالہ جلسہ دستار دارالعلوم دیوبند میں آپ اپنی دستار لینے کے لئے گئے۔ واپسی پر ایک مقام پر پانی میں بھیگ جانے کی بناء پر سردی کا عارضہ ہو گیا جو موت کا بہانہ بنا۔

(۳۱۸)

حبیب اللہ فاضل رشیدی رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۷/دسمبر ۱۹۸۵ء)

’’قادیانیت کی حقیقت‘‘ یہ مختصر چار صفحاتی رسالہ ہمارے مخدوم حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے

تھے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ، حضرت شیخ الہند ؒ کے شاگرد اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی تھے۔ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی ؒ، جامعہ رشیدیہ کے ناظم تھے۔ اس لئے آپ کو ''ناظم صاحب'' بھی کہا جاتا تھا۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ جن پر آنے والی نسلیں فخر کریں گی۔ آپ کا رسالہ ''قادیانیت کی حقیقت'' احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں شائع کرنے پر بہت ہی خوشی ہوئی۔ یہ رسالہ مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے پرنٹ لائن سے آپ نے شائع کیا۔ اس پر سلسلہ اشاعت نمبر۲ درج ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک رسالہ شائع ہوا۔ اس کا کیا نام تھا۔ افسوس کہ اس رسالہ کے نہ ملنے کے باعث اس وقت محرومی کے احساس کے نیچے ٹھنڈے سانس لے رہا ہوں۔

پاکستان کے بعد عرصہ تک چنیوٹ کے ایک سکول میں ٹیچر بھی رہے۔ ہر سال ختم نبوت چنیوٹ میں تشریف لاتے۔ مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے دل وجان سے عاشق تھے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے علمبردار آپ کو ملک بھر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں بلوانا یہ بھی حضرت جالندھری ؒ کے گویا معمولات میں سے تھا۔ جس کا بعد میں بھی رفقاء مجلس نے خیال رکھا۔ مولانا محمد شریف جالندھری ؒ، مولانا تاج محمود ؒ، مولانا حبیب اللہ ؒ یہ تینوں ایک ہی مٹی کے انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔ آپ کا خاکہ جناب سید شاہد صاحب نے لکھا اور خوب لکھا۔ آپ بھی ملاحظہ کریں:

''نحیف ونزار جسم، نزلہ کے دائمی مریض، قد راست، قامت موزوں، رنگ گندمی، دل زندہ، آنکھیں مضطرب، طبیعت شکستہ، تقریر کے ماہر، خطابت کے شناور، گھنٹوں بولتے اور جھکتے نہیں تھے۔ بڑے اچھے منتظم، بہترین مدیر اور نغز گو شاعر تھے۔ مگر مشق سخن کو امام شافعی ؒ کے ارشاد کے مطابق عالمانہ ثقاہت کے منافی سمجھتے۔ اس لئے بہت کم کہتے۔ مگر جب کہتے تو فن کے معیار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

ایک جلیل القدر باپ کے بیٹے تھے اور پاکستان کے سب سے بڑے مذہبی ادارے جامعہ رشیدیہ کے ناظم الامور لیکن تواضع اور انکسار کا مجسمہ۔ تکلفات سے کوسوں دور، بذلہ سنج خوش ذوق اور وضع دار۔ ہمیشہ ایک خاص وضع کا لباس پہنتے۔ اپنے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق کھدر پوش ٹوپی اور وضع قطع سے یو۔ پی کے مہاجر معلوم ہوتے۔ اردو اہل زبان کی طرح بولتے۔ مولانا حبیب اللہ صرف نام ہی کے حبیب اللہ نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اس مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ طبیعت میں مروت اور شرافت کا جوہر بطور خاص ودیعت ہوا۔ ان کے والد امجد حضرت مفتی فقیر

اللہ علیہ علم وفضل میں یکتائے روزگار اور زہد وتقویٰ میں مثالی کردار تھے۔ مولانا حبیب اللہ بھی الولد ستر لابیہ کا مصداق تھے۔

حق کہنے میں یہ نحیف ونزار جسم تیغ براں تھا اور جرم حق گوئی کی پاداش میں بارہا پابند سلاسل رہ چکا۔ لیکن اس کے عزم اس کی ہمت اور اس کو تاب وتوں کے وہی دم خم تھے۔ فرق باطلہ کے لئے سراپا للکار اور فتنہ ہائے مذہبی کا سر کچلنے کے لئے شمشیر جوہردار یہ اثر ہے۔ اس ادارت وعقیدت کا جو انہیں اپنے استاذ ومرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے ہے۔ جامعہ رشیدیہ کے فروغ اور اس کے ارتقاء میں توفیق ایزدی کے ساتھ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری کی مساعی کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ تحریک ختم نبوت میں جامعہ رشیدیہ نے جو کردار ادا کیا ہے اس سے جھنجھلا کر حکومت نے اس ادارہ کو بہت سی مراعات سے محروم کردیا اور اس کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ لیکن مولانا حبیب اللہ کے جذبۂ دین وجوش ایمانی نے اس کو از سر نو زندہ کر دکھایا اور آج حسن انتظام، شہرت عام اور طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ ادارہ پورے ملک میں امتیازی شان کا حامل ہے اور روز افزوں ترقی پر ہے۔ اللہ کرے زور جنوں اور زیادہ، حضرت فاضل جالندھری سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے متعلق تھا اور اس کے صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ مصلحت کیشی اور مصلحت کوشی سے پاک، صاف باطن وصاف عقائد ہیں۔ متشدد مگر طبعاً اعتدال پسند نرم دم گفتگو گرم دم جستجو۔"

(۳۱۹)

حبیب رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب سید

(پیدائش: ۵؍ستمبر ۱۸۹۰ء ...... وفات: ۲۳؍فروری ۱۹۵۱ء)

سید حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے اچھے لکھاری، صحافی، ادیب اور رہنما تھے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان، کشمیر کمیٹی میں مرزا محمود ملعون کے ساتھ کام کرتے۔ لاہوری مرزائی ڈاکٹر یعقوب بیگ سے مفت علاج کراتے رہے۔ ان دونوں کے بارہ میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ لیکن جب قلم پکڑا تو مرزا قادیانی ملعون کے بخئے ادھیڑنے کا خوب حق ادا کیا۔ مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر تھے۔ ان سے دوستی، دشمنی رہی۔ اخبار والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ روزنامہ سیاست لاہور کے مدیر تھے۔ ان کا یہ مضمون سیاست میں قسط وار چھپتا رہا۔ پھر کتابی شکل میں شائع

کیا۔جس کا نام ''تحریک قادیان'' ہے۔

احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں جناب سید حبیب ؒ کی کتاب تحریک قادیان بھی شامل اشاعت ہے۔جناب سید حبیب ؒ کی اس کتاب کے ٹائٹل پر حصہ اوّل لکھا ہے۔دوسرا حصہ دستیاب نہیں ہوا۔اغلب گمان یہ ہے کہ شائع ہی نہیں ہوا۔جو کتاب میسر آئی ہے یہ فوٹوسٹیٹ ہے۔فہرست میں نقد وتبصرہ کی سرخی ہے جو ص ۷ سے ص ۳۳ تک صفحات کو حاوی ہے۔وہ فوٹوسٹیٹ جس کتاب سے ہوئی۔اس میں بھی ۷ سے ص ۳۳ تک صفحات موجود نہ تھے۔نامعلوم اس میں کیا کچھ تھا کیا تبصرہ تھا۔آگے ص ۳۷ سے ص ۷۴ تک تمہید ہے۔فوٹو میں موجود ہے۔لیکن میں نے حذف کر دیا۔اس دور میں سیاست،زمیندار،دو اخبارات کی تو تکار کو آج کی نئی نسل کو یہ بحث پڑھانا،ذہن پراگندہ کرنے والی بات ہے۔ان مباحث کا آج کی نسل سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے اسے بھی حذف کر دیا۔الحمدللہ!ردقادیانیت کی بحث جہاں سے شروع ہوئی وہ اوّل سے آخر تک موجود تھی اور یہ ہمارا مقصود ہے تو گویا ہر مقصود مل گیا۔

مولانا سید حبیب ؒ کی پیدائش جلالپور جٹاں میں ہوئی۔مشن ہائی سکول وزیرآباد سے میٹرک کیا۔مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔۱۹۳۵ء دارالاشاعت پنجاب لاہور سے ملازمت کا آغاز کیا۔ماہنامہ ''پھول اور تہذیب'' کے ایڈیٹر رہے۔پھر کشمیری مؤرخ منشی محمد دین فوق کے کشمیری میگزین سے وابستہ ہوئے۔فوج میں شامل ہوکر چائنہ شنگھائی بھی گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے ریٹائر ہوکر کلکتہ سے اخبار رسالت میں ملازمت کر لی۔پھر اپنا اخبار ''ترمذی'' کے نام سے شائع کیا۔اس پر پابندی لگی تو ''رہبر'' جاری کیا۔اس پر پابندی لگی تو ''نقاش'' نکال لیا۔پھر لاہور سے ۱۹۱۹ء سے روزنامہ سیاست جاری کیا جو وفات تک جاری رہا۔ آپ صحافی کے ساتھ ساتھ قومی رہنما بھی تھے۔جس تحریک میں شامل ہوئے جو کردار ادا کیا۔اخبار میں اس کی ترجمانی بھی جاری رہتی۔مولانا پیر جماعت علی شاہ ثانی علی پور سیداں (۱۸۴۱ء، ۱۹۵۱ء) کی تعاون وسرپرستی آپ کو حاصل رہی۔اچھے قلمکار، اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے بھرپور واقفیت رکھتے تھے۔بھرپور محنتی اور بلا کے جفاکش تھے۔دوستی اور دشمنی نبھانا جانتے تھے۔ بڑے بڑے آفیسر و لیڈر سے ٹکرانے میں دیر نہ کرتے تھے۔وہ ایک روز اپنے دفتر آئے۔اپنا اخبار دیکھا۔اپنے اخبار میں قادیانیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔معلوم ہوا کہ کل دفتر میں کسی قادیانی سے گفتگو ہوئی۔مولانا آزاد سبحانی ؒ نے مضمون لکھا جو مدیر نے شائع کر دیا۔اس پر قادیانی چمکے۔پھر قادیانیوں نے خطوط لکھے۔رسائل بھیجے۔زبانی کہا۔ان تمام دلائل کو دیکھ کر

اٹھارہ نکات (سوالات) مرتب کر کے جناب سید حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات لکھے۔ ''تحریک قادیان'' کے نام پر بالاقساط ریاست میں شائع ہوئے پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ جسے احتساب قادیانیت جلد۲۹ میں محفوظ کیا گیا۔

(۳۲۰)

حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، حضرت شیخ

(پیدائش: یکم رجون ۱۸۹۷ء، امرتسر ...... وفات: ۲۱ رجون ۱۹۶۷ء، لاہور)

محترم شیخ حسام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اس خطہ کے نامور سیاستدان اور صحافی تھے۔ امرتسر کے میونسپل کمشنر بھی رہے۔ ۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ امرتسر کے سیکرٹری رہے۔ ۱۹۲۸ء میں مجلس خلافت پنجاب میں کام کیا۔ مجلس احرار الاسلام ہند کے ممتاز رہنما تھے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے بھی صدر رہے۔ جہاں رہے شان کے ساتھ رہے۔ تقسیم کے بعد امرتسر سے لاہور آگئے۔ تجارت سے وابستہ رہے۔ مجلس احرار الاسلام کے ترجمان روزنامہ ''آزاد'' لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد حکومت نے مجلس احرار اسلام سمیت سیاسی جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے دیا تو شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ، سہروردی کی دعوت پر کام کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر تھے اوّل و آخر احراری۔

بروایت محترم آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مدیر و بانی ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، حسین شہید سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جبکہ وہ پاکستان کے وزیراعظم تھے۔ محترم شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کر کے سکندر مرزا سابق صدر پاکستان سے تبادلہ خیالات کرنے کی غرض سے اپنے ہمراہ لے گئے، تاکہ سکندر مرزا کو مجلس احرار اسلام سے جو غلط فہمیاں ہیں، وہ دور ہو سکیں۔ الغرض شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ماسٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سکندر مرزا سے ملنے کے لئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور پہنچے۔ سکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فرد کش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبے کے وزیراعلیٰ (غفار خان کے بھائی) ساتھ تھے۔ سہروردی صاحب نے سکندر مرزا سے کہا کہ: ''یہ دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب ملنے کی غرض سے آئے ہیں۔'' مگر سکندر مرزا نے حقارت سے کہا: ''احرار، پاکستان کے غدار ہیں!'' ماسٹر جی،

جو بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے، نے فرمایا کہ: ''اگر غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے۔ لیکن اس جرم کا ثبوت ہونا چاہئے۔'' سکندر مرزا نے پھر اسی رعونت سے جواب دیا: ''بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں۔'' ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا۔ لیکن سکندر مرزا نے گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیا۔ پھر وہی ڈاڑ خائی۔

اتنے میں شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غصے میں کروٹ لی اور مرزا سے پوچھا: ''کیا کہا تم نے؟'' ''میں نے؟'' ''جی ہاں!'' ''تو میں نے یہی کہا ہے کہ احرار پاکستان کے غدار ہیں۔'' یہ الفاظ سکندر مرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہے۔

شیخ صاحب مرحوم نے فوراً گرج کر جواب دیا: ''احرار غدار ہیں کہ نہیں، اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ مگر تیرا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے۔ تو غدار ابن غدار ہے۔ تیرے جد امجد میر جعفر ملعون نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ واللہ العظیم! تو اسلام اور پاکستان کا غدار ہے۔'' اللہ اکبر! تب ڈاکٹر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی قوت سے اپنی آغوش میں لے لیا اور سکندر مرزا سے پشتو زبان میں کہا: ''میں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں گفتگو کرنا۔ یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔'' تب یکا یک اس کا لہجہ بدل گیا اور شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عاجزانہ معذرت کرنے لگا:

شہ سواروں میں ہیں ہم کو حقارت سے نہ دیکھو گو بظاہر نظر آتے ہیں قلندر کی طرح

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی نیو اٹھانے میں آپ کا بنیادی کردار تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے کیا آزاد مرد تھا۔

(۳۲۱)

حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا مفتی محمد

(وفات: یکم رجون ۱۹۶۱ء، کراچی)

دار العلوم دیوبند کے فاضل، حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سرپرست اعلیٰ، بزرگوں کی روایات کے حامل، ان کا وجود اس دھرتی پر انعام خداوندی، علم وفضل کے کوہ گراں، خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ کراچی سوسائٹی کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

(۳۲۲)

حسن رضا خان حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

''قہرالدیان علےٰ مرتد بقادیان'' چند لوگ قادیانی ہوئے۔ انہوں نے مناظرہ کا چیلنج اشتہار کے ذریعہ دیا۔ ان کے مقابلہ میں ایک اشتہار ''ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری'' نام سے اس پمفلٹ میں دیا گیا۔ اس کی صرف فصل اوّل اس پمفلٹ میں شائع ہوئی۔ روہیلکھنڈ گزٹ یکم رجولائی ۱۹۰۵ء میں قادیانی اشتہار شائع ہوا۔ وہ قادیانی اشتہار پنجہ ند قادیانی کا تھا۔ اس کا جواب مولانا حسن رضا خان سنی، حنفی قادری برکاتی نے دیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں ہم نے شائع کیا۔

(۳۲۳)

حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میر

(ولادت: ۱۸۴۴ء ...... وفات: ۱۹۲۹ء)

سیالکوٹ کے معروف فاضل اجل منطقی عالم تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے۔ مولانا رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''رئیس قادیان'' حصہ اوّل اشاعت جنوری ۱۹۹۶ء کے ص ۵۶ پر لکھا ہے کہ مجھے ایک سیالکوٹی پروفیسر نے بتایا: ''ایک دفعہ ایک قادیانی مرزا کے سوانح پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ مرزا کے دل میں قرآن پاک کی بڑی عظمت تھی۔ یہ سن کر مولوی میر حسن صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہاں عظمت قرآن کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تلاوت کا جو قرآن تھا اس میں مرزا قادیانی نے خاتمہ قرآن پر یعنی سورۃ الناس کے اختتام پر ''قوت باہ'' کا ایک نسخہ لکھ رکھا تھا۔''

یہی بات فقیر راقم نے حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی۔ آپ نے ایک کاتب کے حوالہ سے فرمایا کہ ان کاتب صاحب کو یہی بات مولانا میر حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی تھی۔

(۳۲۴)

حسن رحمۃ اللہ علیہ (شاہ پور چاکر، سندھ)، مولانا محمد

(وفات: ۱۰/دسمبر۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا حسن اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ سرزمین سندھ کے لئے آپ کا وجود اللہ رب العزت کا خصوصی انعام تھا۔ آپ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کی تکمیل کی۔ دونوں بزرگوں کے آپ محبوب نظر تھے۔ دونوں اکابرین نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔ زندگی بھر آپ سے خلق خدا نے فیض حاصل کیا۔ بہت ہی مرنجان مرنج طبیعت کے رہنما تھے۔ اخلاص اکابر کا نمونہ تھے۔ آپ میں کسر نفسی وللّٰہیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر شریف رحمۃ اللہ علیہ والوں کے بعد آپ کا وجود اسلامیان سندھ اور یاران طریقت کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھا۔ ہمارے مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں جب سانگھڑ کے دورہ پر تشریف لے جاتے تو حضرت مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ کے تشریف لانے پر شگفتہ ہو جاتے۔ اکابر کی روایات کے امین تھے۔ حق تعالیٰ نے سنت کی پابندی اور بدعت سے نفرت کو آپ کی طبیعت ثانیہ بنادیا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے منّاد تھے۔ حق تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا۔ ان کا وصال موت العالم کا مصداق ہے۔

(۳۲۵)

حسن شاہ قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر

مولانا پیر حسن شاہ قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دفعہ مرزا قادیانی آیا۔ آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ عقیدۂ اہل سنت پر ثابت قدم رہنا اور خواہشت نفسانیہ وہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جانا۔ آپ کے شاگرد حافظ عبدالوہاب نے مرزا کے جانے کے بعد پوچھا کہ: ''حضرت! آپ نے عجیب ہدایت فرمائی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟'' فرمایا کہ: ''کچھ عرصہ بعد میں اس آدمی کا دماغ خراب ہوگا اور یہ دعویٰ نبوت کرے گا۔ شیطان اس وقت بھی اس کی مہار تھامے

ہوئے ہے۔" چنانچہ اس پیش گوئی کے ۳۶ سال بعد مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔
(ارشاد المسترشدین ص۱۶۱)

اسی طرح شاہ عبدالرحیم سہارنپوری نے حکیم نورالدین کے متعلق قبل از وقت فرمایا تھا کہ یہ مرتد ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہوا۔ سچ ہے: "اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله"

(۳۲۶)

حسن عیسیٰ عبدالظاہر المصری، جناب

موصوف جامعہ از ہر مصر کے فارغ التحصیل تھے۔ آپ نے جامعہ کے کلیۃ الدین سے ۱۹۵۴ء میں ڈگری حاصل کی۔ ۲۰۷ صفحات پر مشتمل عربی میں کتاب ۱۹۷۳ء میں لکھی جس کا نام "القادینی نشأتها وتطورها" مصنف نے نائیجیریا کے قیام کے دوران مرزائیت کو قریب سے دیکھا۔ ان کے لٹریچر کو دیکھا۔ ان سے مباحثے ہوئے۔ واپسی پر قاہرہ جا کر یہ کتاب تحریر کی جس کی چار فصل ہیں۔ مرزائیت کے عقائد فاسدہ کو عقل ونقل کی روشنی میں خوب سے خوب تر واضح کر کے مسلمانوں کے لئے اسے عظیم فتنہ قرار دیا۔

(۳۲۷)

حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ (بھین ضلع چکوال)، مولانا محمد

(ولادت: ۱۸۶۰ء ...... وفات: ۱۸/اکتوبر ۱۹۰۱ء)

مولانا محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ چکوال کے معروف قدیمی قصبہ "بھیں" میں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچازاد بھائی مولانا کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر تعلیم دین حاصل کی۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاضی حمیدالدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات کے آپ شاگرد تھے۔ مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ بے نقط عربی نظم ونثر لکھنے پر قادر تھے۔ اس لئے "فیضی" کے نام سے موسوم ہوئے۔ مولانا فیضی مدرسہ نعمانیہ لاہور میں علوم عربیہ کے اعلیٰ درجہ کے عرصہ تک مدرس رہے۔ مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں میں شامل تھے۔ ۱۸/اکتوبر ۱۹۰۱ء

جمعہ کے روز وصال فرمایا۔ مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ (اعجاز احمدی) لکھنے سے چار سال قبل مولانا فیضی مسجد حسام الدین سیالکوٹ میں ۱۳ر فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سے ملے اور یہ قصیدہ پیش کیا جسے دیکھ کر مرزا قادیانی کے حواس کی سٹی گم ہوگئی۔ ایسے مخبوط العقل ہوا کہ ''یتخبطه الشیطان من المس'' کا مصداق ہوگیا۔ اس کی تفصیل قصیدہ کے شروع میں مصنف کے ہاتھ سے لکھی ہوئی موجود ہے جسے مولانا قاضی کرم الدین ساکن بھیں نے اپنی کتاب تازیانہ عبرت میں تفصیل سے تمام واقعات کو قلمبند کیا ہے جو یہ ہیں:

''مولوی (محمد حسن فیضی ﷺ) صاحب موصوف تقدیر الٰہی سے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے رہگورائے عالم جاودانی ہوگئے۔ جب مرزا قادیانی کو فاضل مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ حسب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈینگ لگانے لگے کہ فاضل مرحوم ان کی بددعاء سے بہت بری موت فوت ہوئے ہیں اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی اور الہام کا نشانہ ہوئے ہیں۔ یہ مضامین آپ نے ''کشتی نوح، تحفہ ندوہ، نزول المسیح'' اپنی تصانیف میں خود بھی شائع کئے اور اپنے راسخ الاعتقاد مرید ایڈیٹر الحکم قادیاں سے بھی اخبار میں شائع کرائے۔''

فاضل مرحوم سے مرزا قادیانی کی ناراضگی

یہ امر کہ مرزا قادیانی کا فاضل مرحوم نے کیا نقصان کیا تھا؟ اور کیوں ان کو بعد وفات برا بھلا کہنے پر مستعد ہوئے۔ واضح ہو کہ فاضل مرحوم ایک مہذب اور عالی ظرف تھے۔ باوجود اس کے کہ مرزا قادیانی کے عقائد کے مخالف تھے۔ کبھی کسی تحریر یا تقریر میں آپ نے مرزا قادیانی سے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے کبھی بھی سخت کلامی نہ کی تھی۔ ان سے قصور صرف یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ حسب تجویز چند اکابر اسلام آپ سیالکوٹ میں مرزا قادیانی سے جا ملے اور آپ (مرزا) کے علمی کمالات (جن کا ان کو ہمیشہ دعویٰ رہتا تھا) کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود مرزا قادیانی کے پیش کیا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ مرزا قادیانی سخت گھبرائے اور کچھ نہ سمجھ سکے کہ قصیدہ میں کیا لکھا ہے، نہ کوئی جواب دے سکے۔ مولوی صاحب مرحوم مرزا قادیانی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا۔ جس کو شائع ہوئے قریباً ۶ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب تک مرزا قادیانی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ ہی اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی۔ (سچی بات کی تردید کیا کرتے؟) ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ قصیدہ ہدیہ ناظرین کر دیں۔ اہل علم

ناظرین، مرحوم کی علمی فضیلت کا اندازہ اس قصیدہ سے لگا سکیں گے اور اس قصیدہ کو مرزا قادیانی کے مدعی اعجازی کلام کے قصائد سے مقابلہ کرنے سے ہر دو صاحبان کی قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت میں وزن کر سکیں گے اور بمصداق ’’مشک آن است کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید‘‘ قصیدہ خود اس کی شہادت دے گا کہ مرزا قادیانی اس کے جواب دینے سے عاجز ہے اور اس کا جواب دینا اس کے امکان سے باہر ہے اور پیشتر اس کے کہ وہ قصیدہ لکھا جائے۔ سراج الاخبار ۹ رمئی ۱۸۹۹ء ص ۷ سے ہم وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو کہ فیضی مرحوم نے سیالکوٹ والی کیفیت اپنے قلم سے لکھ کر اخبار مذکور میں شائع کرائی تھی۔ وھو ھذا

نقل مضمون سراج الاخبار ۹ رمئی ۱۸۹۹ء مشتہرہ فیضی مرحوم

’’ناظرین! مرزا قادیانی کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجودیکہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہئے، نہیں رکھتے۔ کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں۔ سیالکوٹ کے کئی ایک احباب جانتے ہوں گے کہ ۱۳ ارفروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا قادیانی سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا قادیانی کے ہدیہ کیا۔ جس کا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے، ماشاء اللہ فاضل ہیں اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں تھا اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مزید برآں مسائل متحدثہ مرزا قادیانی کی نسبت استفسار تھا۔ مرزا قادیانی اس کو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا قادیانی کو اس کی عبارت بھی نہ آئی۔ باوجودیکہ عربی خوش خط لکھا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے کہ اس کا ہم کو تو پتہ نہیں ملتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ پھر زبان سے عرض کیا تو مرزا قادیانی کلمہ شہادت اور آمنت باللہ الخ مجھے سناتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں نبی نہیں، نہ رسول ہوں، نہ میں نے یہ دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو، لیلۃ القدر کو، معراج کو، احادیث کو اور قرآن کریم کو مانتا ہوں۔ مزید برآں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتے رہے۔ دوسرے دن حضرت مسیح کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیت ’’فلما توفیتنی‘‘ اور ’’انی متوفیک‘‘ پڑھ کر سنائی۔ معنے کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔ یہ پوچھا گیا کہ آپ کیوں مثیل مسیح موعود ہیں؟ آپ سے بہتر آج کل بھی اور پہلے کئی ایک ولی عالم گزرے ہیں۔ وہ کیوں نہیں؟ اور آپ کیوں ہیں؟ تو فرمایا میں گندم گوں ہوں اور میرے بال سیدھے ہیں۔ جیسے کہ

مسیح اللہ کا حلیہ ہے۔ افسوس اس لیاقت پر یہ غل؟ مرزا قادیانی وقت ہے۔ توبہ کر لیجئے۔ اخیر پر میں مرزا قادیانی کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو آئیں۔ صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری! اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں۔ یا نظم میں۔ عربی یا فارسی یا اردو۔ آیئے سنئے اور سنایئے۔"

راقم: ابوالفیض محمد حسن فیضی حنفی ساکن بھیں ضلع جہلم

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں؟ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کر لے گی۔ لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔

اس کے بعد پھر دوسری خط فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ مرزا قادیانی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادّعاء پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ بچند وجوہ غلط ہے اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلائیں۔ مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا قادیانی کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزا قادیانی کی طاقت مقابلہ ہوئی۔ وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل چٹھی فیضی مرحوم مطبوعہ "سراج الاخبار" ۱۳؍اگست ۱۹۰۰ء ص ۶

مکرمی مرزا قادیانی زید اشفاقہ!

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! آپ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار اور اس کے ضمیمہ (مجموعہ اشتہارات ج ۳) کے ذریعہ پیر مہر علی شاہ صاحب ؒ سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آ کر میرے ساتھ بہ پابندی شرائط مخصوصہ، فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورۃ کی تفسیر لکھیں۔ فریقین کو ۷ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات ۲۰ اوراق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح و بلیغ کہہ دیں گے وہ فریق سچا، اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جس قدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو و نسیان پر محمول نہیں کی جائیں گی۔ بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔ مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں۔ جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱...... کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز وفصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا۔ آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کے حد پر نہیں پہنچ سکتا۔ حتیٰ کہ افصح العرب حضرت سید الرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ معارضہ کے لئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمایئے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں مابہ الامتیاز کیا رہا؟

۲...... ہزارہا عربی کے غیر مسلم اعلیٰ درجہ کے فاضل اور منشی گزرے ہیں اور ان کی تصانیف عربی میں موجود ہیں اور ان کے عربی قصائد اور نثر اعلیٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ مانے گئے ہیں۔ کئی ایک غیر مسلم عالم قرآن کریم کے حافظ گزرے ہیں۔ بعض غیر مسلم شاعروں کے قصائد کے نمونے میں نے اپنے ایک مضمون میں دیئے ہیں۔ جو ۱۸۹۹ء کے رسالہ انجمن نعمانیہ میں، پھر اخبار ''چودھویں صدی'' کے کئی پرچوں میں چھپا ہے۔

۳...... مجھے سمجھ نہیں آئی کہ چالیس علماء کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر یہ الہامی شرط ہے تو خیر ورنہ ایک عالم بھی آپ کے لئے کافی ہے اور یوں تو چالیس علماء بھی بالفرض آپ کے مقابلہ میں ہار جائیں تو دنیا کے علماء آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجددیت، محدثیت اور رسالت کا معیار ''عربی نویسی'' کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہوسکے گی۔

۴...... تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے ص۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت پر جو عربی تفسیر لکھی جائیں گی۔ ان میں کوئی غلطی سہو ونسیان پر حمل نہیں کی جائے گی۔ مگر افسوس کہ آپ خود ان اشتہارات میں لفظ ''محصنات'' کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کے علاوہ ایک معمولی اور مشہور لفظ ہے۔ دو دفعہ ''محسنات'' لکھتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۲۹،۳۳۶) ''س، ص'' کی تمیز نہ ہونا، اتنے بڑے دعوے دار عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے۔ یہ لفظ اگر ایک دفعہ غلط لکھا ہوتا تو شاید سہو پر حمل کیا جاسکتا۔ مگر دو دفعہ غلط لکھا اور پھر یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہو اور نسیان پر حمل نہیں کیا جائے گا۔

اخیر میں میری التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم ونثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں۔ مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ''

راقم: محمد حسن حنفی بھیں ضلع جہلم تحصیل چکوال، مدرس دارالعلوم نعمانیہ لاہور ۵/اگست ۱۹۰۰ء

علاوہ ازیں فیضی صاحب مرحوم سے مرزا قادیانی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزا قادیانی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی بمعہ بہت سے جلیل القدر علماء وفضلاء کے لاہور تشریف لے گئے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزا قادیانی کو اپنے بیت الامن کی چاردیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ بالآخر شاہی مسجد میں علماء وفضلاء کا جلسہ ہوا۔ جس میں مسلمانان لاہور بھی کثرت سے شامل تھے۔ اس جلسہ میں علامہ فیضی مرحوم نے مناسب حال حسب ذیل تقریر کی۔ جو روئیداد جلسہ میں چھپی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی،

مدرس دارالعلوم نعمانیہ لاہور کی تقریر

حضرات سامعین! مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰/جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری مولانا المعظم ومطاعنا المکرم عالی جناب حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ چشتی سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کے نام نامی پر بشمولیت دیگر علماء کرام ومشائخ عظام ''ایدهم الله تعالیٰ وکثرهم'' کے بھیجی۔ جس کے پہلے دو صفحوں پر مرزا قادیانی نے اپنی عادت کے مطابق اپنے مرسل، مامور من اللہ اور پھر ''مجدد، مہدی، مسیح'' ہونے کے ثبوت میں بخیال مخبوط خود دلائل پیش کئے اور عالی جناب حضرت پیر صاحب موصوف اور دیگر علماء وفضلاء اسلام کو لکھا کہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل اگر آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ اخیر پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے۔ یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ مانتے ہیں تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابلہ پر دارالسلطنت پنجاب (لاہور) میں چالیس آیات قرآنی کی

عربی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر لیا جائے۔ یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورق پر لکھی جائے اور میں (مرزا قادیانی) بھی ان ہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھوں گا۔ ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں فیصلہ کے لئے پیش کی جائیں۔ جو فریقین سے ارادت وعقیدت کا ربط وتعلق نہ رکھتے ہوں۔ ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظ حلف لیا جائے جو قذف محصنات کے بارے میں مذکور ہے۔ اس حلف کے بعد جو فیصلہ یہ ہر سہ علماء فریقین کے تفسیروں کی بابت صادر فرمائیں۔ وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ ان ہر سہ علماء کو جو حکم تجویز ہوں گے۔ فریقین کی تفسیروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بامحاورہ اور فصیح ہے۔ اگر پیر صاحب خود یہ مقابلہ نہ کریں تو اور چالیس علماء مل کر میرے مقابلہ پر شرائط مذکورہ سے تفسیر لکھیں، تو ان کی چالیس تفسیریں، اور میری ایک تفسیر، اسی طرح تین علماء کو فیصلہ کے لئے دی جائیں گی۔ مرزا قادیانی کی یہ چٹھی تو ۱۲ صفحہ کی ہے۔ مگر اس کی دلخراش گالیاں، ناجائز نامشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کر دیا جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر کی چند سطروں میں لکھا گیا ہے۔ ہمیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ وحی کا۔ مگر یہ قیاس غالب ہے کہ اس خط میں حضرت پیر صاحب کو علی الخصوص مخاطب کرنا دو وجہ سے تھا۔

اوّل...... یہ کہ صوفیائے کرام کا طریق ومشرب مرنج ومرنجان کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ گوشۂ تنہائی میں عمر کا بسر کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ کسی کی دل شکنی انہیں منظور نہیں ہوتی۔ پھر حضرت صاحب ممدوح کے دینی مشاغل ومصروفیت سے بھی یہی قیاس ہوسکتا تھا کہ آپ عزلت نشینی اور للّٰہی مصروفیت کو ہر طرح سے ترجیح دیں گے اور اس طریق فیصلہ کو جو حقیقتاً مرزا قادیانی کے دعاوی کی تصدیق کا فیصلہ نہیں تھا۔ پسند نہیں فرمائیں گے جو ظاہر بینوں کی نظروں میں مرزا قادیانی کی فتح یابی کا نشان ہوگا۔ نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کے ساتھ گانٹھنا یہی راز رکھتا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مرزا قادیانی چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں ایسا تحریری مباحثہ نہیں کرتا؟ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کو جھوٹی شیخی اور بیہودہ تعلّی دکھانی مطلوب تھی۔ ورنہ اگر صرف تصدیق دعویٰ اور ہدایت علماء مقصود ہوتی تو اس خاکسار نے جو ۱۳؍اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار جہلم میں بہ تسلیم جملہ شرائط مرزا قادیانی کو میدان مباحثہ میں بلایا تھا اور بعد ازاں خط بھی ارسال کیا تھا اور صاف لکھا تھا کہ مجھے بلاکم وکاست آپ کی

جملہ شرائط منظور ہیں۔ آیئے! جس صورت پر چاہئے مقابلہ کر لیجئے۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی ایسے بے خود ہوئے کہ اب تک کروٹ نہیں بدلی۔ وہ مضمون ہی اڑا دیا اور وہ خط ہی غائب کر دیا۔

دوم...... یہ کہ مرزا قادیانی حسب عادت مستمرہ خود (اس لئے کہ فقط اس کو اپنی شہرت ہی مطلوب ہے) ہمیشہ نامی اشخاص کے مقابلہ میں مباحثہ کا اشتہار دے دیا کرتا ہے اور اس طور پر دوسرے اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت کروا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چٹھی میں بھی حضرت صاحب موصوف سے استدعا کرتا ہے کہ وہ جوابی چٹھی کی پانچ ہزار کاپیاں چھپوا کر اس مباحثہ کی شہرت دور دراز ملکوں میں کرادیں اور یہ کاپیاں مختلف اطراف میں بھجوادیں۔

لیکن فخر الاصفیاء والعلماء حضرت پیر صاحب نے ایسے نازک وقت میں کہ اسلام کو ایک خطرناک مصیبت کا سامنا تھا۔ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں آنے کو عزلت نشینی پر ترجیح دی اور حسب الدرخواست مرزا قادیانی جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار ۲۵ رجولائی ۱۹۰۰ء کو طبع کرا کر بذریعہ رجسٹری بتاریخ ۴ راگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا اور لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء کو (اس لئے کہ مرزا قادیانی نے تقرر تاریخ کا اختیار حضرت پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آجائیں گے آپ بھی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آئیں۔ چونکہ مرزا قادیانی نے ۲۰ رجولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعاوی پر اور کئی استدلال پیش کئے تھے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں۔ ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنی کرتے ہیں۔ ''انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر ''اور'' ذکرا رسولا '' کا مراد نہیں سمجھتے۔ میری مسیحیت ومہدویت رمضان میں کسوف وخسوف کا دیکھ چکے ہیں۔ پھر نہیں مانتے۔ صدی سے ستر سال گذر چکے ہیں۔ پھر مجھے مجدد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلالات مرزا قادیانی نے اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اسی چٹھی میں تحریر کئے ہیں اور صرف ایک ہی فیصلہ پر اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی ہیں۔ اس لئے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب ہی تسلیم کیا اور پسند فرمایا کہ مرزا قادیانی اسے اس کے اپنے استدلالات جو اس نے اپنی چٹھی میں تحریری فیصلہ سے پہلے پیش

کئے ہیں۔ سن لئے جائیں اور مسیح علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کی دلالت نص پیش کی جائے کہ اگر مسیح کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانا قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہئے۔ حدیث ہی کی جستجو کی جائے یا کیا؟ نیز سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نزول کے وہ معنی جواب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین اور محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت نے نہیں سمجھے۔ وہ کیا ہوں گے اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف وخسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے؟ یہ سب امور احقاق حق کی غرض سے حضرتنا ممدوح۔ مرزاقادیانی کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے اور بعد ازاں یہ قرارداد تھی کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا جائے اور مرزاقادیانی کی قرارداد شرائط کے موافق تفسیر لکھی جائے۔

اس عرصہ میں آج تک مرزاقادیانی کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ البتہ ان کے بعض حواریوں کی طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ لیکن ان تحریرات کو اس لئے بے معنی خیال کیا گیا تھا کہ خود مرزاقادیانی نے اپنے اشتہار مشتہرہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ ہر دو امور فیصلہ علی الترتیب مطلوب تھے اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب نے صاف طور پر مرزائی جماعت کو مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب صرف اس صورت میں قلم اٹھائیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جب کہ بالمقابل مرزاقادیانی خود میدان میں آدے یا کچھ تحریر کرے، ورنہ نہیں۔ پس حضرت پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵؍جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزاقادیانی کے نام پر تھی۔ بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے باوجود انقضائے عرصہ مدید ایک راہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے کہ ہر دو طرح سے مباحثہ ہو جائے۔

اس کے بعد حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب مالک ومہتمم کارخانہ مصطفائی پریس لاہور نے ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ مرزاقادیانی کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزاقادیانی کے نام پر بھیجی اور عام مشتہر بھی کی۔ اس کے بھی کچھ جواب نہ آنے پر انہوں نے رجسٹری شدہ چٹھی نمبر۲ اور چھاپ کر مرزاقادیانی کو روانہ کی اور عام تقسیم کر دی۔ مگر مرزاقادیانی کو کہاں ہوش وتاب کہ کچھ جواب دیتا؟

تاہم اس رہا سہا عذر دفع کرنے کے لئے حکیم سلطان محمود صاحب ساکن حال پنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے بھی متعلق مباحثہ کئی ایک اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ

اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا قادیانی کے پاس ارسال کر دیا۔ جس کا آخری مضمون یہ تھا کہ اگر مرزا قادیانی کی علمی وعملی کمزوریاں اس کو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسے ضد ہے کہ تم ان ہماری ہی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرو تو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں تو خیر۔ لو یہ بھی سہی۔

پیر صاحب تمہاری سب پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح سے تم نے پیش کی ہیں۔ منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آ جاؤ۔ یہ اعلان عام طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا۔ علاوہ اس اعلان کے جناب پیر صاحب نے بنظر تاکید مزید حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور کو بھی ایما فرمادیا کہ ہماری طرف سے مرزا قادیانی کی شرائط کی منظوری کا اعلان کر دو۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار مطبوعہ ۲۴ راگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۴ ربجے شام کی ٹرین میں بوجہ ہمدردی اسلام پیر صاحب مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہوں گے اور محمڈن ہال انجمن اسلامیہ واقع موچی دروازہ لاہور میں بغرض انتظار مرزا قادیانی قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام کی گاڑی میں معہ دوتین سو علماء ومشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرما لاہور ہوئے۔

حضرت ممدوح کی زیارت واستقبال کے لئے اس شوق وولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن لاہور اور بادامی باغ پر شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرتے چلے جاتے تھے۔ حضرت ممدوح اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ استراحت کر کے محمڈن ہال موچی دروازہ میں مقیم ہوئے۔ لاہور کے علمائے کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ نیز اور بھی علماء مشائخ ومعززین اسلام اضلاع پشاور، پنڈی، جہلم، سیالکوٹ، ملتان، ڈیرہ جات، شاہ پور، گجرات، گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ وغیرہ مقامات سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہو کر آ پہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیروؤں نے مرزا قادیانی کے نام خطوط، تاریں اور ضروری قاصد روانہ کئے۔ مگر بعض گرمجوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیان پہنچے اور ہر چند اپنے پیرومرشد مرزا قادیانی کو لاہور لانے کے لئے منت وسماجت کی۔ پاؤں پکڑے۔ مگر مرزا قادیانی کی دلی کمزوری نے ان کو اپنے فدائی پیروؤں کی درخواست منظور کرنے کی طرف مائل نہ کیا اور وہ بیت الفکر میں ہی داخل دفتر رہا۔

حضرت پیر صاحب ۲۴ راگست سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا قادیانی کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے انتظار ہو رہا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے برنخاست

کا معاملہ ہوا۔ یہ حقیقت میں خود مرزا قادیانی کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت وجلال کا کھلا کھلا نشان تھا۔ جس نے مرزا قادیانی کی جھوٹی و بے جا شیخی کو کچل ڈالا اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ ومباحثہ لاہور تو درکنار آپ کو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی اور ''وقذف فی قلوبهم الرعب بما كفروا'' کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض وجود میں آیا۔ برخلاف اس کے حضور پرنور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا۔ جس کا آیت ''وكان حقاً علينا نصر المؤمنين '' میں وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس وبابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں۔ جس طرح پہلے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو الٰہی غیرت اور ان کے اپنے کفر وغرور نے ذلیل وخوار کر دیا ہے۔ ایسا ہی اس نے مرزا قادیانی کی جھوٹی مہدویت، رسالت ومسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے مخصوص مناصب اور مفروضہ مراتب کے اندر بے جا مداخلت کرنے والا اس طرح سے علی رؤس الاشہاد، روسیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے۔ کیا غور وعبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا قادیانی نے بلا کسی تحریک کے خود بخود حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نیز ہند وپنجاب کے تمام مسلم الثبوت مشائخ وعلماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا وہ اعلان کیا۔ جس کی ہزار ہا کاپیاں ہند وپنجاب کے تمام اضلاع واطراف میں مرزا قادیانی نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی وقرآن دانی میں وہ لاف زنی کی جس کا وہ خواب میں بھی خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ اگر میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں مردود جھوٹا اور مخذول ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۳۰،۳۳۱) اس شد ومد کے اشتہار کے بعد جب اس کو پیر صاحب اور دیگر علمائے کرام نے بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو مرزا قادیانی کی طرف سے سوائے بہانہ گریز کے اور کوئی کارروائی ظہور میں نہ آئی۔ سخت افسوس کا موقعہ ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید انہی دنوں میں جب کہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء فقراء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ اس قسم کے اشتہارات شائع کر رہے ہیں کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے اور شرائط سے انکار کر گئے۔ سبحان اللہ! ڈھٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی کہ دروغ گوئیم برروئے شما۔

اس موقعہ پر مرزا قادیانی کی مسیحی تعلیم پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ کیا امام زمان کی تعلیم کا یہی اثر ہونا چاہئے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے؟ اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ہندو

اخبارات بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کررہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں۔ میں از جانب اہالیان جلسہ جن کی تعداد کئی ہزار ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں۔ اس امر کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ پیر صاحب نے مع ان علمائے کرام اور مشائخ عظام کے جو آپ کے ساتھ شامل ہیں اسلام کی ایک بے بہا خدمت کی ہے اور مسلمانوں کو بے انتہاء مشکور فرمایا ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ آئندہ کو بہت سے مسلمان بھائی مرزا قادیانی کے اس سلسلہ حرکات سے ان کی دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

آخر میں مولانا صاحب نے ایک پرزور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا کہ جو بوجہ طوالت یہاں درج نہیں ہوسکا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا قادیانی جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح، مہدی بننے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوکر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ مرزا قادیانی کا بھی یہی حشر ہوگا۔

اس کے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جو ہر مختار چیف کورٹ پنجاب سیکرٹری انجمن نعمانیہ نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی اور مرزا قادیانی کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔'' (''سراج الاخبار'' کا مضمون ختم ہوا)

یہ بے نقط قصیدہ جس نے بے مثال طور پر مرزائے قادیان کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں اشاعت پذیر ہوا تاکہ مرزا قادیانی کی ''عربی دانی'' کے دعویٰ کے بطلان پر قدرت کی طرف سے نشان کے طور پر گواہ رہے۔ اس قصیدہ کا ترجمہ ہمارے مخدوم زادہ ڈاکٹر محمد اشرف ہمدانی اسسٹنٹ پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی نے کیا۔

مولانا علامہ ابوالفیض محمد حسن صاحب فیضی (متوفی ۱۹۰۱ء) مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر کے چچازاد بھائی تھے۔ ادب عربی کے ماہر، نظم میں ممتاز، بے نقط عربی قصائد لکھنے میں انہوں نے شہرت دوام حاصل کی۔ مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں کئی سال تک مسند درس و تدریس پر جلوہ گر رہے۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ ؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ مولانا غلام احمد پرنسپل مدرسہ نعمانیہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے کے استیصال میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

مرزا قادیانی کی عربی دانی

۱۳ر فروری ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے کہ علامہ فیضی صاحب ایک غیر منقوط عربی قصیدہ لکھ کر

مرزا قادیانی کے پاس سیالکوٹ پہنچے۔ مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا اپنے ممتاز حواریوں کے جلو میں بیٹھا ڈینگیں مار رہا تھا کہ یہ شیر دھاڑتا ہوا جا پہنچا اور للکار کر فرمایا: ''تمہیں الہام کا دعویٰ ہے تو مجھے تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدے کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مرزا صاحب اس قصیدے کو چپکے چپکے دیکھتے رہے۔ لیکن اس کی عبارت بھی سمجھ نہ سکے۔ حالانکہ نہایت خوشخط عربی رسم الخط میں لکھا تھا۔ پھر اپنے ایک حواری کو دیا۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم کو تو اس کا پتا ہی نہیں چلتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ علامہ صاحب نے اپنا قصیدہ واپس لے لیا اور زبانی گفتگو شروع فرما دی۔ مرزا پر ایسا رعب طاری ہوا کہ:

''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن''

آخر پکار اٹھا: ''میں نبی نہیں، نہ رسول ہوں، نہ میں نے دعویٰ کیا، فرشتوں کو، لیلۃ القدر کو، معراج کو، احادیث اور قرآن کریم کو مانتا ہوں۔ مزید ازاں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتا ہوں۔''

دوسرے روز یعنی ۱۴ ر فروری ۱۸۹۹ء کو علامہ فیضی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو متنبی قادیان کی ساری عربی دانی کی ہوا نکل گئی۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی کے ہفتہ وار پرچہ ''سراج الاخبار'' میں ۹ رمئی ۱۸۹۹ء کو بے نقط قصیدہ کے بارے میں، جو مرزا غلام احمد قادیانی سے بات چیت ہوئی تھی۔ مشتہر کرائی اور ساتھ ہی مرزا صاحب کو مناظرے کا چیلنج دیتے ہوئے اعلان فرمایا:

''میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقیدے میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری، اگر تحریر میں ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اردو، آیئے، سنئے اور سنایئے!''

''سراج الاخبار'' میں مذکورہ اشتہار سے پہلے آپ نے وہ بے نقط قصیدہ عربی، فروری ۱۸۹۹ء میں ہی انجمن نعمانیہ لاہور میں بھی مشتہر کرایا اور آخر میں نوٹ لکھا:

''اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدے کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدے کے ذریعے ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں؟ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کر لے گی۔ لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔''

مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا محمد حسین فیضی نے ذیل کا فتویٰ دیا۔ ''قادیانی کے عقائد معتزلہ اور فلاسفہ کے سے عقائد ہیں۔ اہل سنت و جماعت ایسے عقائد سے کوسوں دور ہیں۔''

(۳۲۸)

حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

(وفات: جولائی ۱۹۵۵ء)

ہندوستان کے نامور بزرگ خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کی جیسی جامع الحیثیات شخصیتیں مدتوں میں پیدا ہوتیں ہیں۔ وہ ایک خاندانی اور صاحب نسبت صوفی، صاحب طرز ادیب، ذہین و ماہر نفسیات داعی، کامیاب تاجر، غرض تنہا ایک دنیا اور دلی کی تہذیب و شرافت کی یادگار تھے۔ انہوں نے اپنی محنت اور خداداد ذہانت و قابلیت اور سوجھ بوجھ سے نہایت معمولی حالت سے جس قدر ترقی اور شہرت و ناموری حاصل کی، اس کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ ان کا طرز انشاء نہایت سادہ مگر دلنشین اور سہل ممتنع کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے بہت چھوٹی چھوٹی اور حقیر چیزوں پر جیسے مفید، دلچسپ، سبق آموز اور نتیجہ خیز مضامین لکھے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ان کے مضامین کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ موضوع کا اتنا تنوع اور نشیب و فراز مشکل ہی سے اردو کے کسی مصنف کے مضامین اور کتابوں میں مل سکتا ہے۔ ان کی تصانیف میں غدر دہلی کے افسانوں کا سلسلہ شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے درجنوں اخبارات اور رسالے نکالے۔ ایک زمانے میں ان کے زیر پرستی نکلنے والے رسالوں کی سارے ہندوستان میں دھوم تھی۔ ان کے بہت سے شاگرد اور تربیت یافتہ ایڈیٹر اور صاحب قلم بن گئے۔ اس لئے اردو زبان کی خدمت کے اعتبار سے وہ اس دور کے اساطین اردو میں تھے۔

ان کے ہر کام میں جدت و ذہانت نمایاں تھی اور ان کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ان کا یہی وصف تھا، ان کے مریدوں اور عقیدتمندوں کا دائرہ نہایت وسیع تھا، جس میں ہندو، مسلمان، سکھ اور امراء و والیان ریاست سب داخل تھے۔ ایک زمانہ میں انہوں نے شدھی اور سنگھٹن کا بھی مقابلہ کیا اور ہندو مسلمانوں کو ملانے کا بھی فرض انجام دیا۔ غرض علم و ادب، مذہب و سیاست، صنعت و تجارت ہر شعبہ میں ان کے کارنامے ہیں اور ان کی پوری زندگی جدوجہد اور سعی و عمل کا نمونہ اور اس حیثیت سے دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی اور وہ اپنے زمانہ کے بڑے کامیاب انسان تھے۔ باقی بشری کمزوریوں سے کوئی انسان بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ آج سے دس

پندرہ سال پہلے تک سارا ہندوستان ان کی شہرت سے گونجتا تھا۔ مگر ادھر چند سال سے کچھ حالات کے تغیر اور کچھ ضعف پیری نے خانہ نشین کر دیا تھا اور وہ گمنام سے ہو گئے تھے۔ ان کی زندگی کا یہ دور دنیاوی شہرت و ناموری کی ناپائیداری کا سبق آموز مرقع ہے۔ ''والبقاء للّٰہ وحدہ'' اللہ تعالیٰ ان کو علم آخرت کی کامیابی اور ناموری سے سرفراز فرمائے۔

تحریک ختم نبوت (۱۹۷۴ء) میں مرزائیوں نے اشتہارات اور ہینڈبل وغیرہ شائع کر کے یہ پروپیگنڈا کیا کہ حضرت خواجہ حسن نظامی ؒ قادیانیوں کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ ۱۷/جون ۱۹۳۵ء کے روزنامچے ''منادی'' کی مندرجہ ذیل تحریر غالباً آئینہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔ خواجہ صاحب ؒ لکھتے ہیں:

''میرے پیرو مرشد حضرت مولانا مہر علی شاہ چشتی نظامی ؒ سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ایک بیان میری نظر سے گزرا۔ جس میں حضرت اقدس نے ایک فیصلہ کن حکم صادر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے عقائد مخصوصہ کے سبب مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اس واسطے کسی مسلمان کو ان سے کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔'' (بحوالہ مہر منیر ص ۲۹۳)

(۳۲۹)

حسنین محمد مخلوف ؒ (مصر)، جناب شیخ

مصر کی حکومت کے مفتی اعظم شیخ حسنین محمد مخلوف نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، مرزا قادیانی کے کفر پر فتویٰ دیا تھا جسے پاکستان میں جامعہ عربیہ چنیوٹ سے مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے شائع کیا۔ یہ دسمبر ۱۹۶۲ء کی بات ہے۔

(۳۳۰)

حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا سید

(پیدائش ۶/اکتوبر ۱۸۷۹ء ...... وفات: ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء)

حضرت شیخ الہند ؒ کے پہلو میں بجانب غرب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کی قبر مبارک ہے۔ یہاں بھی حق تعالیٰ نے ایصال ثواب کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔ اللہ داد پور نزد قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں آج سے پانچ سو سال پہلے شاہ نور الحق ؒ

تشریف لائے۔ ان کی اولاد کے پندرھویں سلسلہ میں سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹؍شوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۶؍اکتوبر ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تین سال کی ہوئی تو والد گرامی سے ٹانڈہ اپنے گاؤں میں پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والد گرامی نے آپ کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے بہت ساری کتابیں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ دیگر اساتذہ میں مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعلی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ ہمیشہ اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے۔ عربی مدارس میں انتہائی نمبر پچاس ہوتے ہیں۔ مگر آپ اکثر ۵۱، ۵۲، ۵۳ نمبر لیتے تھے۔ صدرا جیسی مشکل کتاب کے اصل پچاس نمبر کی بجائے ۵۷ نمبر حاصل کئے۔

جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ کے والد مولانا سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۶ھ میں اپنے اہل وعیال سمیت حجاز مقدس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا خانوادہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا جو بارہ چھٹانک مسور کے پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ پورے خاندان کی طرح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی مدینہ طیبہ کا قیام نعمت غیر مترقبہ تھا۔ اس وقت مدینہ طیبہ میں کتب خانہ شیخ الاسلام، اور کتب خانہ محمودیہ نایاب کتب کے مراکز تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کتب خانوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ چھ سال کی مدت میں آپ نے دارالعلوم دیوبند مختلف اساتذہ سے مختلف فنون کی ۶۷ کتب باقاعدہ پڑھی تھیں۔ عربی ادب آپ نے مدینہ طیبہ کے بزرگ عالم دین الشیخ آفندی عبدالجلیل برادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کیا۔ تکمیل وتحصیل علم کے ساتھ آپ نے مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ ۱۳۱۸ھ تک آپ کا درس ابتدائی لیکن امتیازی رہا۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ ہندواپس آئے۔ محرم ۱۳۲۰ھ کو پھر واپس حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ اب بھی آپ نے مدینہ طیبہ مسجد نبویؐ میں درس کا آغاز کیا۔ ایک ہندی عالم دین کے درس نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ افریقہ، چین، جزائر، شرق الہند تک کے شائقین نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان دنوں چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے آرام کرتے تھے۔ باقی وقت پڑھنے پڑھانے میں گزرتا۔ آپ بغیر کتاب سامنے رکھے پڑھاتے تھے۔ ادھر طالب علم عبارت

پڑھتا، ادھر آپ تقریر شروع کر دیتے۔ روزانہ چودہ پندرہ اسباق پڑھاتے اور پڑھانے میں یہی انداز تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ یہ سب صدقہ تھا اس بات کا کہ ایک رات آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو قدموں سے لپٹ کر درخواست کی کہ آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ جو کتب پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں، جو نہیں پڑھیں وہ مطالعہ میں نکال سکوں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمادی۔ بس اس کے بعد پھر علم کی وادی میں برابر بڑھتے گئے۔ اب تو مکی، شامی، مدنی علماء کو بھی وہ مقام حاصل نہ تھا جو وقار و جاہت آپ کو حاصل ہو گیا۔

بیعت وسلوک کا سفر

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ اپنے برادر مولانا سید محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے حکم پر قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حجاز مقدس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تعلق قائم رکھنا۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے ارشاد فرمودہ اسباق کو جاری رکھا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا۔ آپ مدینہ طیبہ مسجد اجابہ کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں علیحدہ ذکر کرتے تھے۔ برابر اپنی کیفیات قلبی سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو بھی باخبر رکھتے تھے۔ حجاز مقدس سے آپ ہند گئے۔ اس دوران چالیس دن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے۔ انہی دنوں آپ کو دستار خلافت نصیب ہو گئی تھی۔ آپ نے دوبارہ ہند سے آ کر مدینہ طیبہ پڑھانا شروع کیا۔ آپ کے ذوق عالی کو ملاحظہ کیجئے کہ اس وقت مسجد نبوی کے تمام مدرسین ''قال رسول اللہ ﷺ'' سے حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ مگر آپ ''قال صاحب هذه القبر ﷺ'' کہہ کر حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ بھی حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد انگریزوں کی سازش میں آ کر شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ گرفتار ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت مدنی رحمہ اللہ بھی گرفتار ہوئے۔ اس دوران میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے قرآن مجید یاد کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ سورۂ مائدہ تک حواشی بھی تحریر فرمائے۔ باقی کام کو بعد میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے مکمل کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے کام تفسیری حواشی کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ سے کام لیا اور علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی ''فتح الملهم'' کی تکمیل کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی

عثمانی سے لیا۔

حضرت شیخ الہند ؒ اور آپ کے رفقاء کی اسارت مالٹا ساڑھے چار سال بنتی ہے۔ جب مالٹا سے رہا ہوئے اور حضرت شیخ الہند ؒ کے ہمراہ ہند میں آئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت شیخ الہند ؒ نے حضرت مدنی ؒ کو دارالعلوم کلکتہ کی صدارت کے لئے بھیج دیا۔ جب جانے لگے تو حضرت شیخ الہند ؒ نے حضرت مدنی ؒ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر، آنکھوں پر لگایا۔ سینے سے لگایا۔ ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ کے بعد دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت شیخ الہند ؒ بنے۔ آپ کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ اور ان کے بعد یہ منصب حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے حصہ میں آیا۔ یہ ۱۹۲۷ء کی بات ہے۔ اکتیس سال آپ اس منصب پر فائز رہے۔

جولائی ۱۹۲۱ء میں آپ نے کراچی خلافت کانفرنس میں انگریز کی فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دینے کی قرارداد منظور کرائی۔ ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۱ء میں آپ گرفتار ہوئے۔ ۲۶ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو کراچی خالق دینا ہال بندر روڈ پر کیس کی سماعت شروع ہوئی۔ نہایت بہادری وجرأت سے انگریزی فوج میں بھرتی حرام کے کیس پر دلائل دیئے اور اپنے فتویٰ وقرارداد پر ثابت قدم رہے۔ مولانا محمد علی جوہر ؒ نے عدالتی بیان سننے کے دوران آپ کے قدم چوم لئے۔ یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو دو سال کی آپ کو قید بمشقت کی سزا سنائی گئی۔ آپ نے سابرمتی جیل میں یہ قید کاٹی۔ دسمبر ۱۹۲۳ء میں آپ نے کناڈا میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں صرف ہند نہیں بلکہ پورے ایشیاء سے انگریز کے نکلنے کا ریزولیشن منظور کرایا۔ سائمن کمیشن کی آمد کے موقع پر نہرو رپورٹ کی منظوری میں بھی آپ نے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا۔ حضرت مدنی ؒ، سلوک وتصوف، درویشی وولایت، مکارم اخلاق، خودداری، ذوق عبادت، اتباع شریعت وسنت، عزم واستقلال، سادگی وبے تکلفی، تواضع وانکساری، ایثار وقربانی، فیاضی ومہمان نوازی، احتیاط وتقویٰ، قناعت واستغناء، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مناصب جلیلہ پر نہ صرف فائز تھے بلکہ ان تمام امور میں درجہ امامت کے حامل تھے۔

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱..... آپ نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کی قرب تشریف آوری پر رسالہ لکھا جس کا نام ہے ''الخليفة المهدى فى الاحاديث الصحيحة''

۲..... اسیر مالٹا۔ جس میں حضرت شیخ الہند ؒ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ نمایاں کیا گیا ہے۔

۳...... متحدہ قومیت۔
۴...... نقش حیات۔
۵...... الشہاب الثاقب۔
۶...... مکتوبات شیخ الاسلام۔

ان کتب درسائل کے علاوہ ایک رسالہ داڑھی کے وجوب پر بھی ہے اور بھی شاید کچھ رسائل ہوں۔

آپ کا رنگ گندمی تھا۔ قد درمیانہ، جسم مضبوط، آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی، ناک نہ زیادہ اٹھی ہوئی نہ لمبی بلکہ متوسط۔ سینہ نہایت چوڑا۔ انگلیاں پُر گوشت۔ حضرت مدنی ؒ پانچ بھائی اور ایک بہن تھی۔

حضرت مدنی ؒ کی پہلی شادی موضع قتال پور ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ ان سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ ایک کا بچپن میں وصال ہوا۔ جب آپ مالٹا میں گرفتار تھے۔ آپ کے خاندان کے حضرات شام گئے۔ شام میں دوسری بیٹی کا وصال ہوا۔ حضرت کی دوسری شادی قصبہ بچھرایوں ضلع مراد آباد میں ہوئی۔ ان سے دو صاحبزادے اخلاق احمد، اشفاق احمد ہوئے۔ پہلے آٹھ سال اور دوسرے ڈیڑھ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ اہلیہ کا بھی مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔ اس کے بعد تیسری شادی اس اہلیہ کی چھوٹی بہن سے ہوئی۔ ان سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ صاحبزادی کا انتقال سلہٹ میں ہوا۔ حضرت مولانا اسعد مدنی کی والدہ کا وصال ۱۳۵۵ھ میں دیوبند میں ہوا۔

حضرت مدنی ؒ کی چوتھی شادی اپنے چچازاد بھائی کی منجھلی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے حضرت مولانا محمد ارشد، مولانا محمد اسجد اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔

زندگی کا آخری سفر

۱۹۵۷ء میں موسم گرما میں ڈیڑھ ماہ کے تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے۔ مگر بیس روز بعد واپسی ہوگئی۔ بتایا کہ دوران سفر آپ کو تکلیف ہوگئی۔ سانس لینا مشکل ہوگیا تو بقیہ سفر منسوخ کر دیا۔ واپسی پر ہفتہ بھر اسباق پڑھائے۔ بالآخر بیماری کے زور کرنے سے مجبوراً مدرسہ کے اسباق بند کر دیئے۔ سہارنپور معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس دوران میں رائے پور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے ملاقات بھی فرمائی۔ ایکسرے میں پتہ چلا کہ گردے متاثر ہیں۔

واپس دیوبند تشریف لائے۔ مسجد میں نماز پڑھنا، ملاقاتیں کرنا، خطوط کے جواب لکھوانا یہ معمولات جاری رہے۔ مگر آخری پندرہ روز ڈاکٹروں نے پابندی لگادی۔ گھر پر جماعت سے نماز پڑھتے۔ مگر ایک دن بھی شدید تکلیف کے باوجود بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔ کتابوں کا مطالعہ جاری رہا۔ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بھی ۱۳؍جمادی الاوّل بروز جمعرات بعد از نماز ظہر ہوا۔ یہی وقت، یہی دن، یہی تاریخ، یہی مہینہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا ہے۔ جمعرات ساڑھے ۱۲؍بجے شب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مقبرہ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے بالکل قریب رات کے وقت اتنا جم غفیر کہ وہاں پہنچتے پہنچتے دو گھنٹے لگ گئے۔ خاص تہجد کے لئے جس وقت ہمیشہ رب کریم کے حضور حاضر ہوتے تھے آج بھی اسی وقت اس شان سے حاضر ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”الخلیفة المهدی فی الاحادیث الصحیحه“ یہ فن حدیث سے تعلق رکھتا ہے لیکن ہم نے اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۵ میں شامل کیا۔ اسے شامل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مرزا قادیانی ملعون نے جہاں اور لایعنی ومجنونانہ کفریہ دعاوی کئے وہاں اس ملعون نے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اس رسالہ میں احادیث صحیحہ جمع کی گئی ہیں۔ ان کی روشنی میں مرزا قادیانی ملعون کو جانچا جاسکتا ہے۔

(۳۳۱)

حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی

(وفات: ۵؍جنوری ۲۰۱۳ء)

قاضی حسین احمد صاحب کے والد گرامی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اپنے استاذ کے نام پر اپنے بیٹے کا نام حسین احمد رکھا۔ قاضی حسین احمد بیک وقت دینی ودنیوی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ فارسی زبان پر آپ کو بھرپور عبور حاصل تھا۔ علامہ اقبال کے فارسی کلام کے آپ گویا حافظ تھے۔ اپنے خطاب میں جگہ جگہ علامہ اقبال مرحوم کے کلام سے استدلال پکڑا کرتے تھے۔ قاضی حسین احمد نے زندگی

بھر جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔

جناب قاضی حسین احمد صاحب نے کبھی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تفردات، غلط تعبیرات، یا متنازعہ عبارات کا دفاع نہیں کیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر ان کا بیان شائع ہوا تھا کہ وہ مودودی صاحب کی ان متنازعہ عبارتوں سے لاتعلقی کا اظہار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تاکہ امت وحدت کی لڑی میں پروئی جائے۔ یہ آپ نے حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا۔ جناب قاضی حسین احمد صاحب بائیس سال مسلسل جماعت اسلامی کے امیر رہے۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ انتھک اور بھرپور محنتی شخصیت تھے۔ آپ نے زندگی بھر جسے صحیح سمجھا اسے برابر عوام تک پہنچاتے رہے۔ ان کی رائے سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن ان کے اخلاص میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کے دل وجان سے قدردان تھے۔ کبھی ایسے نہیں ہوا کہ انہیں ردقادیانیت یا عقیدہ ختم نبوت کی جدوجہد کے لئے آواز دی ہو اور وہ پیچھے رہے ہوں۔ ہمیشہ صف اوّل میں رہے اور دل ودماغ کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لانا ان کا معمول تھا۔ ہمیشہ تشریف لاتے۔ کانفرنس سے قبل یا بعد جب بھی موقعہ ملتا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرتے۔ جب ہم لوگ قاضی صاحب کو ملنے کے لئے جاتے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ضرور معلوم کرتے اور گہری محبت کے ساتھ آپ کا تذکرہ کرتے۔ آپ کی وفات پر تشریف لائے۔ اخبارات میں تعزیتی مضمون بھی لکھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جب ضرورت ہوتی۔ ضرور شرکت سے سرفراز فرماتے۔ پرویز مشرف کے دور میں پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ نکال دیا گیا۔ اس کے لئے جدوجہد میں آپ برابر کے شریک رہے۔ اس تحریک کے آخری موڑ پر اسلام آباد میں جلوس نکالنے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب بیمار ہوگئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیرون ملک کے سفر پر تھے۔ تب حضرت قاضی حسین احمد صاحب نے اس جلوس کی قیادت فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالغفور حیدری، حضرت مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، حضرت حافظ حسین احمد صاحب، آپ کے شانہ بشانہ تھے۔ مسجد دارالسلام سے آبپارہ چوک تک جلوس نکالا گیا۔ اس موقع پر آپ نے کمال محبت سے اس جلوس کی کامیابی کی خوشی میں اپنے دست کرم سے فقیر راقم کی دستار بندی کرائی۔ یہ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام اور کارکردگی پر بھرپور اعتماد کا اظہار تھا۔

آپ زندگی بھر اتحاد امت کے لئے لازوال جدوجہد کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں ملی یکجہتی کونسل کی تشکیل آپ کا بڑا کارنامہ شمار کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے افتراق وتشتت کی مسموم فضا میں جناب ساجد علی نقوی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، جناب مرید حسین یزدانی ایسے متحارب حضرات کو ایک سٹیج پر ہم پیالہ وہم نوالہ کر دیا۔ تاکہ ملک سے مذہبی قتل وغارت کا خاتمہ ہو۔ اس دور میں یہ ملک کی بہت بڑی خدمت تھی۔ جو آپ کی مساعی جمیلہ سے ظہور میں آئی۔ بعض شتر بے مہار قسم کے اوباش نو عمر کالعدم سپاہ صحابہ کے لڑکوں نے حضرت قاضی صاحب کے سامنے بہت کمینگی کا مظاہرہ کیا۔ نعرہ بازی کی، جو ہر طرح اخلاق باختگی کا مظہر تھی۔ لیکن وہ اتنے صابر وشاکر انسان تھے کہ زندگی بھر اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ اتنے عظیم الرتبت شخص کی جدائی کے بعد بہت ساری ایسی قدریں ہیں جن کی حفاظت کے لئے ان کی مدتوں یاد آئے گی۔ جماعت اسلامی کے دستور کے مطابق غالباً تین یا چار دفعہ ایک شخص امیر بن سکتا ہے۔ اس کے بعد نہیں چنانچہ آپ نے یہ پیریڈ پورے کئے تو اب ان کی جگہ جناب سید منور حسن جماعت اسلامی کے امیر منتخب ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود قاضی صاحب مسلسل شب وروز مورچہ زن رہے۔ آپ نے اپنی شبانہ روز کی محنتوں سے امت کی وحدت کا فریضہ انجام دیئے رکھا۔ دسمبر ۲۰۱۲ء میں آپ نے اتحاد امت کانفرنس اسلام آباد کنونشن سنٹر میں منعقد کرائی۔ عالم اسلام سے پوری امت کے جن جن حضرات کو جمع کر سکتے تھے کیا۔ آپ نے ملی یکجہتی کونسل کا احیاء کیا۔ آپ متحدہ مجلس عمل کی دل وجان سے بحالی چاہتے تھے۔ لیکن بعض جماعتی فیصلوں کے سامنے مجبور ہو جاتے تھے۔ غرض ان کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔ سید منور حسن ضابطہ کے پابند انسان ہیں۔ قاضی حسین احمد محبتوں کا منبع تھے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ فقیر کے نام آپ کا آخری خط پیش خدمت ہے جو ۳۰ رنومبر کا تحریر کردہ ہے:

برادر محترم جناب مولانا اللہ وسایا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا خط ملا۔ آپ کے نام کے ساتھ (فقیر) کا لفظ پڑھ کر آپ کی شخصیت کی تصویر ذہن میں سامنے آگئی۔ واقعی آپ اسلاف کے فقر اور عجز وانکسار کا پیکر ہیں۔ ملی یکجہتی کونسل میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت یکجہتی کونسل کے لئے باعث برکت ہے۔ خطیب اعظم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں تحفظ ختم نبوت کا پلیٹ فارم امت کی یکجہتی کی علامت تھی۔ آپ پھر سے کوشش کریں کہ

اس پلیٹ فارم پر پوری امت اکٹھی ہو جائے اور امت مسلمہ کے اندر ہم کسی پر کافر و مشرک اور توہین صحابہ اور توہین رسول کی تہمت لگانے سے گریز کریں اور جو طبقہ خود ایک الزام سے برأت کا اظہار کردے ہم ان کی برأت کو قبول کریں۔

اتحاد امت کنونشن نے جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا ہے۔اس پر پوری امت کو جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔جیسے کہ ۲۱ علماء کے ۲۲ نکات پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ والسلام!
مخلص: (قاضی حسین احمد)

(۳۳۲)

حسین بن محسن انصاری یمنی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

فضیلت الشیخ حسین بن محسن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی ''تحریر فرمائی۔جسے اردو ترجمہ کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ (مطابق ۱۸۹۳ء،۱۸۹۴ء) میں شائع فرمایا۔حسین بن محسن انصاری رحمۃ اللہ علیہ یمن بھوپال کے حکمرانوں کی علم دوستی کے باعث بھوپال میں قیام پذیر تھے۔اس زمانہ میں بہت سے علماء نے آپ سے کسب فیض بھی کیا۔احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں اس کتاب کو بھی شامل کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ فالحمدللہ تعالیٰ!

مولانا حسین بن الحسن انصاری عربی یمانی مقیم بھوپال نے لکھا:

''مرزا قادیانی دجال، کذاب کا طریق گمراہوں کا طریق ہے جو اس کے گمراہ ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی گمراہ ہے۔میں نے اس کے مفتریات کی رد میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ خدا اس کو اس کے مفتریات کی سزا دے۔''

(۳۳۳)

حسین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد حسین بنارسی نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق تحریر کیا:

''ہم نے مرزا غلام احمد کے رسالے فتح اسلام، توضیح المرام وغیرہ دیکھے اور ان میں وہ

مقالات وعقائد جوفتوے میں نقل کئے ہیں پائے۔ ہمارے نزدیک ان عقائد کا معتقد اور ان مقالات کا قائل احاطہ اسلام سے خارج اور دجال کذاب ہے۔"

(۳۳۴)

حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش:۱۷رمحرم۱۲۵۶ھ ...... وفات:۲۹رجنوری۱۹۲۰ء)

مولانا محمد حسین بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ اپنے شہر میں پڑھا۔ پھر علی گڑھ، لکھنؤ، دہلی تعلیم حاصل کی۔ مفتی صدرالدین آزاد رحمۃ اللہ علیہ، جناب مولانا نورالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے بٹالہ اور پھر لاہور میں خدمات سرانجام دیں۔ چینیانوالی مسجد واگزار کرائی اور اس کے خطیب مقرر ہوئے۔ یہاں سے رسالہ اشاعۃ السنہ جاری کیا جو بلاشبہ آپ کا مثالی کارنامہ ہے۔ ہم وطن ہونے کے ناطہ سے طالب علمی کے زمانہ سے مرزا غلام احمد قادیانی سے تعارف تھا۔ اس لئے گل علی شاہ مرزا قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے مشترکہ استاذ تھے۔

چنانچہ اسی تعارف پر مرزا قادیانی نے جب براہین احمدیہ لکھی تو علمائے لدھیانہ اور مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اسے پڑھ کر اس کے کفریہ الہامات کو دیکھ کر مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر دینے لگے۔ لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی نے نہ صرف مرزا قادیانی کا دفاع کیا بلکہ خود اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کو مرزا قادیانی کے وکیل کے طور پر پیش کیا۔ علماء کرام نے ان کی اس طرفداری پر سخت حیرت کا اظہار کیا۔ لیکن قدرت نے کرم کیا کہ ملعون قادیانی نے جب توضیح المرام، فتح اسلام اور ازالہ اوہام لکھیں تو ان کو پڑھ کر مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے خلاف میدان میں اترے اور ایسے اترے کہ مشرق سے مغرب تک مرزا قادیانی کے کفر پر تمام مکاتب فکر کو ایک کر دیا۔ مافات کی تلافی ہو تو ایسے ہو۔

مولانا نے جو فتویٰ مرتب کر کے سینکڑوں علماء کرام کے دستخط کرائے وہ ہم نے فتاویٰ ختم نبوت کی جلد دوم میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۳۳۵)

حسین سرحدی رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند، سیالکوٹ)، مولانا محمد

مولانا محمد حسین سرحدی فاضل دیوبند نے سیالکوٹ میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے قریب قریب میں رسالہ ''کلمہ حق'' ترتیب دیا۔ حضرت علامہ خالد محمود نے تقریظ لکھی۔ ہم اسے احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ مولانا مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے ناظم بھی رہے۔ بھرپور عالم تھے اور فقہ پر گہری نظر تھی۔ علماء میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

(۳۳۶)

حسین (لاہور، سابق قادیانی)، جناب مرزا محمد

جناب مرزا محمد حسین مؤلف کتاب ''فتنہ انکار ختم نبوت'' قادیانی جماعت کے دوسرے گرو مرزا محمود کی اولاد کے اتالیق تھے۔ قادیان کی خلافت کے درون خانہ کے رازہائے سربستہ سے واقف ہوئے۔ پھر نہاں خانہ کے عینی گواہ بھی ہوئے۔ پھر ان پر مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ الف خالی کی طرح عیاں ہوگیا۔ یہ قادیانیت سے تائب ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں یہ کتاب شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار سے شائع کرائی۔ زہے نصیب! احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ''لعنت بر مرزا قادیانی وبر آل و اولاد او''

(۳۳۷)

حسین میر کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب علامہ

(وفات: ۱۶/جنوری ۱۹۶۲ء، لاہور)

علامہ حسین میر کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث مکتب فکر کے رہنما تھے۔ بہت ہی فاضل شخصیت، عربی زبان پر عبور کامل حاصل تھا۔ صحافی، مزاح نگار تھے۔ مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں سے تعلق خاطر تھا۔ آزادی وطن کے لئے گرفتار بھی ہوئے۔ تحریک ختم نبوت میں گرانقدر خدمات

سرانجام دیں۔آپ کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر عبدالرؤف ڈائریکٹر پنجاب کالجز مقرر ہوئے۔ وہی والدوالی وراثتی روایات کو آگے بڑھایا۔ چناب نگر کالج کی مسجد ان کی کاوشوں سے بنی۔اس کا انہوں نے افتتاح بھی کیا اور افتتاح کے موقعہ پر چبوترہ افتتاح پر فقیر راقم کو ساتھ کھڑا کر کے قادیانیوں کی حالت دیدنی بنادی تھی۔

علامہ حسین میر کاشمیری ؒ کے بہت لطیفے استاذ محترم مولانا محمد حیات فاتح قادیان مرحوم سنایا کرتے تھے۔اس میں ان کا خطبہ بھی تھا:

نعوذ باالله من شرور پولیسنا ومن سيات مجسٹریٹنا لا دین لمن کارله ولا ایمان لمن کوٹھی له وعليكم باالچنداه فانه من تملق فقد نجا اياكم والاحرار فانها تهدى الىٰ سنٹرل الجيل اياكم والقاديانى المتبنى انه من عمل الانگیز والشيطان القادیانی المتبنی کان بن ذرية البغايا كاملاً فى العصيان والطغيان وان اعمال القاديانين كلهم من عمل رجس الابليس الشيطان......الخ! غرض خوب مخلص تھے۔

(۳۲۸)

حسین نیلوی ؒ (سرگودھا)، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد حسین نیلوی اشاعۃ التوحید کے مرکزی حضرات میں سے تھے۔ایک قادیانی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں چند شبہات پیش کئے جن کا مولانا نے ''تفسیر آیت رفع عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام سے جواب تحریر کیا۔یہ رسالہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے اور ۵/جنوری ۱۹۸۴ء کو لکھا گیا۔

(۳۲۹)

حسین کولوتارڑوی ؒ، مولانا ابوالقاسم محمد

اس دھرتی پر قادیانی عفریت کو گرم توے پر جنہوں نے مجنونانہ رقص کرایا ان مجاہدین

حق میں سے ایک کا نام مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی ؒ تھا۔ آپ بہاولپور کے مشہور زمانہ میں کیس میں پیش ہوئے۔ قادیانیوں کے مہا ابلیس مناظرین سے آپ کے مناظرے ہوئے۔ ”برق آسمانی برخرمن قادیانی“ نامی کتاب جو احتساب قادیانیت جلد۱۹ میں چھپ چکی ہے اس میں آپ کے مناظروں کا جاہ وجلال ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ برصغیر میں قادیانی طاغوت کو نتھ ڈالنے میں آپ کا نام صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل ہے۔

(۳۴۰)

حسین، جناب چوہدری محمد

شاہ نعمت اللہ کرمانی ایران کے ایک نامور صوفی وشاعر گزرے ہیں۔ ان کا ایک قصیدہ مرزا قادیانی ملعون کے ہاتھ لگا۔ اس کی ترتیب الٹ پلٹ کر تحریک لفظی ومعنوی کا ملغوبہ تیار کیا۔ جس میں اپنے مہدی ومسیح ہونے کے کئی جھوٹ تراشے۔ رسالہ کا نام مرزا قادیانی نے ”نشان آسمانی“ رکھا۔ اللہ رب العزت نے چوہدری محمد حسین صاحب ایم۔اے کو توفیق دی۔ انہوں نے قصیدہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کے تین مختلف نسخے حاصل کئے اور پھر مرزا قادیانی کے مکروفریب کو دلائل کی دنیا میں ایسے طور پر تارتار کیا کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں جو رسالہ لکھا اس کا نام ”کاشف مغالطہ قادیانی فی ردنشان آسمانی“ تھا۔ پہلے ماہنامہ ”انجمن تائید الاسلام“ لاہور کی اشاعت جولائی ۱۹۲۱ء میں چوہدری محمد حسین صاحب کا یہ رسالہ شائع ہوا۔ احتساب قادیانی کی جلد۴۷ میں نوے (۹۰) سال بعد (۱۹۲۱ء......۲۰۱۱ء) میں شائع کرنے پر ہماری خوشی کے ٹھکانہ کی حد کو خوشیاں دینے والی ذات باری تعالیٰ ہی جان سکتی ہے۔ فالحمدللہ!

(۳۴۱)

حشمت اللہ قریشی، جناب

کراچی کے جناب حشمت اللہ صاحب نے ”مہدی اور مسیح دو جدا جدا فرد ہیں“ کے نام سے۳۲ صفحات کا رسالہ دسمبر۱۹۶۲ء میں تحریر کیا۔

مرزا قادیانی ملعون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مہدی ومسیح ایک شخصیت ہے اور وہ میں

ہوں۔اس پر متعدد حضرات نے قلم اٹھایا اور مرزا قادیانی ملعون کے نظریہ کو باطل ثابت کیا۔اس رسالہ میں بھی مرزا قادیانی کے اس نظریہ کا رد کیا گیا ہے۔

(۳۴۲)

حضرت گل رحمۃ اللہ علیہ (بنوں)، مولانا قاری

مدرسہ تجوید القرآن مسجد حق نواز بنوں کے مہتمم جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے رکن فدائے ختم نبوت قاری حضرت گل صاحب نے ردقادیانیت پر کتاب تحریر کی۔''قادیانی تحریک......اسلام کے خلاف ایک سازش''اب اس کو احتساب قادیانیت جلد۵۲ میں شامل کرنے پر بہت خوشی ہوئی ہے۔حضرت قاری''حضرت گل''خوب مجاہد ختم نبوت تھے۔فقیر راقم کے مہربان تھے۔ ہر سال چنیوٹ و چناب نگر ختم نبوت کی کانفرنسوں میں تشریف فرما ہوتے۔اپنے ایک مہربان کی کتاب کو احتساب قادیانیت میں محفوظ کرنے کی سعادت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر بجالاتا ہوں۔

(۳۴۳)

حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۲؍اگست۱۹۶۲ء)

مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ ضلع بجنور میں مولانا شمس الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔آپ کا گھرانہ زمیندار، تعلیم یافتہ گھرانہ تھا۔آپ کے والد قصبہ کے معزز، متدین گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔بھوپال و بیکانیر میں اسسٹنٹ انجینئر کے عہدہ پر رہے۔مولانا حفظ الرحمٰن کے دو بھائی، بہنوئی اور بھتیجے علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے۔ لیکن مولانا کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ آپ دینی مدارس میں پڑھے اور علی گڑھ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ ایسے کئی قومی اداروں کی منتظمہ کے رکن یا سرپرست رہے۔

آپ نے سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام سے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کیا۔مدرسہ شاہی مرادآباد میں بھی پڑھتے رہے۔پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساتذہ سے

دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ کے ہمدرس تھے۔ دوران تعلیم جب آپ بخاری شریف کا سماع کر رہے تھے، دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے معین المدرس مقرر ہو گئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن اور خدمت خلق

آپ ابھی سیوہارہ میں تھے کہ یہاں سے پانچ میل دور کانٹھ کے مقام پر ایکسپریس ٹرین کو حادثہ پیش آیا۔ بیسیوں ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے زخمیوں کو نکالنے کے لئے جلتی آگ میں کودنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ خود جھلس گئے لیکن کئی افراد کو بچالیا۔ چوبیس گھنٹے کچھ کھائے پیئے بغیر مسلسل آخری زخمی کے نکالے جانے تک مصروف عمل رہے۔ اس طرح ایک جذامی قصبہ میں فوت ہو گیا۔ کوئی اس کے جنازہ کے قریب نہ جاتا تھا۔ آپ نے اسے غسل دیا۔ جنازہ وتدفین کا اہتمام کیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا سیوہاروی کس دل گردہ کے انسان تھے؟ جنہیں حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے میدان میں اتارا تھا۔

سیاسی سرگرمیوں کا آغاز

۱۹۱۹ء ہندوستان کی تاریخ میں ایک نیا موڑ ہے۔ اسی سال کانگریس نے ستاگری کی تحریک کا آغاز کیا۔ اسی سال جلیانوالہ باغ امرتسر کا قیامت خیز حادثہ رونما ہوا۔ اسی سال امرتسر میں ہی جمعیۃ علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ اسی سال ہی مولانا نے میدان سیاست میں قدم رکھا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ گرفتار ہوئے۔ رہا ہوتے ہی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا تعلیم کی تکمیل کی۔ حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدراس بھجوادیا۔ سال بھر وہاں تدریس وتبلیغ میں منہمک رہے۔ آپ نے اس دور میں ”حفظ الرحمن لمذهب النعمان“ اور ”مالا بار میں اسلام“ دو رسائل تصنیف کئے۔ ۱۹۲۴ء میں حج کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات دارالعلوم دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے تو مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قافلہ میں ہمراہ تھے۔ ڈابھیل کے گردونواح میں آپ کی خطابت نے وہ جوہر دکھائے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ آپ قومی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔ گاندھی وپٹیل ایسے قومی رہنما آپ کی صلاحیتوں کے اعتراف میں سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھک کر آپ کو سلام کیا

کرتے۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کی دعوت پر کلکتہ گئے۔ آپ نے مختلف مساجد میں درس قرآن جاری کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسوں میں شریک کار کے طور پر کام کیا۔ اس موقع پر ندوۃ المصنفین کا ادارہ قائم کیا۔ اس ادارہ کے قیام میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شریک عمل تھے۔ یہ ادارہ بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ''قصص القرآن'' چار جلد ''اخلاق اور فلسفہ اخلاق'' اور ''اسلام کا اقتصادی نظام'' اسی ادارہ کے تحت میں اوّلاً شائع ہوئیں۔ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور عالم حدیث شریف کا مجموعہ ''ترجمان السنہ سہ جلد'' بھی یہاں سے شائع ہوئی۔ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء میں جو تحریکیں شروع ہوئیں، ترک موالات، تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت ان میں مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا قائدانہ کردار انہیں صف اوّل کے رہنماؤں میں کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا امروہہ میں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک آزادی میں شرکت اور کانگریس سے تعاون کی تحریک پیش کی۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات کی موجودگی میں یہ تحریک منظور ہوئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید میں شعلہ جوالہ گفتگو فرمائی۔ اس کے فقہی حصہ پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم نے بارش برسائی اور بہت ہی مقبول ماحول میں تمام شرکاء نے تجویز کو منظور کیا جو مولانا سیوہاردی رحمۃ اللہ علیہ کے پختہ اور بلندیٔ ذہن کی واضح دلیل ہے۔ جمعیۃ علماء ہند نے تحریک آزادی کے الاؤ کو تیز کرنے کے لئے مسلمانوں کی گرفتاری پیش کرانے کی غرض سے ''ادارہ حربیۃ'' قائم کیا۔ اس کے پہلے ڈکٹیٹر مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے مولانا سحبان الہند رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اس ادارہ حربیہ کے کمانڈر تھے۔

کانگریس خلاف قانون تھی۔ لیکن اس نے طے کیا کہ چاندنی چوک دہلی گھنٹہ گھر میں جلسہ عام کرنا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے رکن رکین تھے۔ آپ ہمیشہ کھدر کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ اس دن سیوہارہ سے نکلے تو لٹھے کا پاجامہ، ولایتی کپڑے کی شیروانی، بے پروائی سے صافہ جے پوری انداز میں باندھ کر ہاتھ میں بیش قیمت لاٹھی

اٹھائے دہلی میں نوابوں کی طرح وارد ہوئے۔ پولیس پہچان نہ پائی کہ کھدر پوش مولوی آج نوابی شان سے ہمیں جل دے رہا ہے۔ آپ اجلاس میں شریک ہوئے۔

۱۹۴۲ء میں انگریز کے خلاف ''انڈیا سے نکل جاؤ'' تحریک کا آغاز ہوا۔ اسی زمانہ میں جنگ عظیم شباب پر تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ اس دور میں بیدار مغز قائد اور سرگرم مجاہد کے روپ میں نظر آتے ہیں کہ آپ نے صبح وشام انگریز کو ہند میں زچ کر دیا تھا۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کا واقعہ یا قصہ خوانی بازار پشاور کا حادثہ بھلانے سے نہیں بھلائے جاسکتے۔ ایک بار مولانا محمود مدنی پشاور آئے۔ ہمارے مخدوم زادہ مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کی مسجد قاسم علی خان قصہ خوانی سے ہند میں اپنے والد امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی ؒ کو فون کیا کہ اس وقت قصہ خوانی بازار پشاور ہوں۔ مولانا اسعد مدنی ؒ نے جواب میں بے ساختہ فرمایا کہ قصہ خوانی کے موجود وغائب سب کو میرا اسلام، زندہ قومیں یوں اپنے شہداء کو یاد رکھتی ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ قصہ خوانی بازار پشاور میں کیا ہوا تھا؟

جب ''انڈیا چھوڑ دو'' کی تحریک انگریز کے خلاف چل رہی تھی تو کانگریس کے رہنماؤں نے بمبئی میں اجلاس رکھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ اس میں موجود نظر آتے ہیں۔ بلکہ اس کے بعد گرفتار ہوئے۔ ۸؍اگست ۱۹۴۲ء کو انڈیا کوئٹ تحریک کانگریس نے منظور کی۔ مولانا آزاد ؒ، جواہر لال اسی شام گرفتار ہوگئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ تمام خطرات سے بے نیاز ہوکر اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ حضرت مدنی ؒ گرفتار ہوگئے۔ مولانا عبدالحکیم صدیقی ؒ ان دنوں جمعیۃ علماء ہند کے ناظم تھے۔ ان کے ساتھ مل کر ۲۷، ۲۸؍اگست کو جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس منعقد کر ڈالا اور پورے ملک کے مسلمانوں کو انگریز کے مقابلہ میں میدان میں لا کھڑا کیا۔ انگریز نے ندوۃ المصنفین کے دفتر قرول باغ سے آپ کو گرفتار کرلیا۔ مراد آباد جیل میں بند کیا۔ مولانا حسین احمد مدنی ؒ کی جیل میں معیت حاصل ہوگئی۔ رمضان شریف یہاں گزرا۔ جیل میں حضرت مدنی ؒ نے تراویح پڑھائیں۔ اتنے میں زعیم ملت مولانا سید محمد میاں ؒ بھی گرفتار ہوکر مراد آباد آگئے۔ انگریز نے حضرت مدنی ؒ کو نینی تال جیل اور مولانا حفظ الرحمٰن ؒ، مولانا سید محمد میاں ؒ کو بریلی سنٹرل جیل منتقل کر دیا۔ یہ جنوری ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ مئی ۱۹۴۴ء میں مولانا حفظ الرحمٰن ؒ اور اگست ۱۹۴۴ء میں حضرت مدنی ؒ رہا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں سہارنپور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں جمعیۃ کے صدر حضرت مدنی ؒ اور ناظم اعلیٰ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ منتخب ہوئے۔ اس کی استقبالیہ کمیٹی نے استقبالیہ

رکھا۔ حضرت مدنی ؒ کے مزاج کے خلاف تھا۔ آپ نے شرکت سے انکار کر دیا۔ کارکنوں کی دلداری کے لئے مولانا حفظ الرحمٰن ؒ استقبالیہ میں شرکت کے لئے مان گئے۔ کمیٹی نے شوخ گھوڑے پر آپ کو سوار کیا۔ آپ نے اس شان سے سواری کی کہ شاہ سوار معلوم ہوتے تھے۔ مولانا سید محمد میاں ؒ نے یہاں ایک خوبصورت بات کہی۔ جو یہ ہے کہ کبیر الاولیاء، مخدوم خواجہ جلال الدین ؒ اپنی جوانی کے زمانہ میں بوعلی قلندر شاہ شرف الدین پانی پتی ؒ کے سامنے سے گزرے تو قلندر مرحوم نے برجستہ کہا۔

گلگوں لباس کرد وسوار سمند شد ۔۔۔ یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

اب اس شعر کا زوردار ترجمہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ فارسی کا ذوق رکھنے والے مولانا سید محمد میاں ؒ کے ذوق عالی اور انتخاب لاجواب کی تو داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ؒ کی گھڑسواری پر اس کو منطبق ۱۹۴۶ء کا ''الیکشن کرپس مشن'' آیا۔ ہند تقسیم ہوا۔ پاکستان بنا۔ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو ہند آزاد ہوا۔ اس خطہ میں نقل آبادی کے باعث ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ نے جان جوکھوں میں ڈال کر جس طرح مسلمانوں کے قتل عام کو روکنے میں کردار ادا کر سکتے تھے، کردار ادا کیا۔ ان کے یہ شب و روز پوری زندگی کا حاصل محنت قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ آپ کا قائدانہ کردار قابل رشک کارنامہ ہے۔ بہادر شاہ ظفر ؒ کی گرفتاری اور ان کے اقتدار کے خاتمہ پر دہلی میں مسلمانوں کے خون سے انگریز نے ہولی کھیلی تھی۔ یا بالفاظ دیگر ۱۸۵۷ء کے نوے سال بعد ۱۹۴۷ء میں دہلی میں مسلمانوں کا خون ارزاں ہوا۔ اس خونی منظر میں خون کا دریا عبور کر کے ایک ایک مسلمان کو بچانے میں جو قیادت متحرک نظر آتی ہے یا اس جان لیوا مہیب منظر کے منظر نامے پر جو مسلمانوں کی خیر خواہ تصاویر ابھرتی ہیں مولانا حفظ الرحمٰن ؒ اس میں نمایاں ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا حفظ الرحمٰن ؒ کی تین نمایاں صفات، تدبر، جرأت وخطابت سب مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔

۱۵ر نومبر ۱۹۴۷ء کے اجلاس کانگریس دہلی میں مولانا ابوالکلام آزاد ؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن ؒ نے شیرازہ بندی میں مسلمانان ہند کے لئے جو خدمات سرانجام دیں اور کروڑوں مسلمانوں کو ہند میں تحفظ مہیا کرنے کے اقدام منظور کرائے۔ فرقہ پرستوں کو احساس ندامت پر مجبور کیا۔ ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو لکھنؤ میں اجلاس منعقد کیا۔ نقل آبادی کے لئے سپیشل ٹرینوں کی

حفاظت کا نظم قائم کرنے میں جدوجہد کی۔ انہیں حضرات کی کاوشوں سے بہت سارے مزید نقصان سے مسلمان بچ گئے۔ نقل آبادی سے جو خون کے دریا بہائے گئے وہ بھی کیا کم تھے۔ لیکن جتنے نقصان سے بچے وہ انہی رہنماؤں کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

دہلی کی تعلیم گاہیں، اجمیر کا مدرسہ معینیہ، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مراد آباد مدرسہ شاہی، سیوہارہ کے مسلم سکولز، اناوہ کے ادارے، علی گڑھ کی یونیورسٹی، یہ سب ادارے دیگر مساجد و مدارس اور خانقاہوں کی طرح اس نقل آبادی کے ہنگامہ میں زمین بوس ہوئے۔ انہیں دوبارہ آباد کرنے میں مولانا حفظ الرحمٰن ؒ کی قیادت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ فرسودہ لیگی ذہنیت کی ژاژ خواہی اور بعض اخبار نویسوں کا اوباش پن اور زبان درازی اور احمقانہ رویہ کو دیکھ کر ان کی ذہنیت کے افلاس پر ترس آتا ہے کہ پاکستان سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں۔ ان مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنا کیا یہ کوئی کارنامہ نہیں؟ جن مقدس شخصیات نے ان حالات میں مسلمان قوم کی خدمت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا، ہزاروں مساجد و خانقاہوں، مکاتب و مدارس کو آباد کیا۔ وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں یا تنقید کے تیروں کے لائق...... کہاں کھوگئی عقل سلیم؟ اور پھر تنقید کرنے والے وہ شریف لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایک تنکا نہیں اٹھایا۔ تنقید کرتے ہیں ان پر جو سراپا عزیمت تھے۔ سچ ہے کہ جس قوم کی ذہنیت افلاس زدہ ہو جائے یا پراگندہ حالی کا شکار ہو جائے تو ان کی سوچ سے سوائے یاوہ گوئی کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

تف برتو اے چرخ گردوں تف

مولانا حفظ الرحمٰن ؒ گندمی رنگ، اوسط درجہ کا بدن، نکلتا ہوا قد، کتابی چہرہ پر جرأت وسادگی اور نیکی کا ابر رحمت برستا ہوا، علم ووقار کا مرقع، بہادری وخطابت کا شاہکار، جرأتوں کی داستان، میانہ روی اور استقامت کے کوہ گراں۔ یہ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ تھے۔ ہند کی پارلیمنٹ سے لے کر منبر ومحراب تک ہند کا گوشہ گوشہ ان کی عظمتوں پر شاہد عدل ہے۔ تین بار پارلیمنٹ کا کانگریس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ مگر ایک پیسہ کانگریس کے انتخابی فنڈ سے قبول نہیں کیا۔ اٹھارہ سال جمعیۃ علماء ہند کے سربراہ رہے۔ مگر آپ کی کسب معاش اپنی کتب کی فروختگی پر موقوف رہی۔ جبل پور، آسام کے حادثات نے انہیں بہت ہی تھکا دیا۔ اس موقع پر اپنی وفات سے ایک سال قبل ایک مسلم ورکر کنونشن میں فرمایا: ”میں نے تو اپنے خدا سے معاملہ کر لیا ہے۔ میں نعرہ ہائے تحسین ونفریں سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ دنیا کی عمر ہی کتنی ہے۔ میری تو بس یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو کر جاؤں۔“

مرض وفات

۲۳؍جنوری ۱۹۶۲ء کو بیمار ہوئے۔ معالج ڈاکٹر نے پھیپھڑوں سے پانی نکالا تو اس میں خون کی آمیزش نے انہیں حیرت زدہ کر دیا۔ اس پانی کا ٹیسٹ ہوا تو ڈاکٹروں نے بمبئی بھیج دیا۔ وہاں جہاز کے ذریعہ گئے۔ اعلیٰ ہسپتال ٹاٹا میں زیر علاج رہے۔ ۲۶؍فروری کو دہلی واپس آئے۔ ۱۶؍اپریل کو علاج کے لئے امریکہ گئے۔ ۱۲؍جولائی کو واپس پھر دہلی آئے۔ گرمی کی حدت کے باعث احباب کشمیر لے جانا چاہتے تھے۔ مگر آپ نہ مانے۔ ۲؍اگست ۱۹۶۲ء کی صبح ساڑھے تین بجے انتقال فرمایا۔

صدر جمہوریہ ہند، وزیراعظم جواہر لال نہرو، لوک سبھا، پارلیمنٹ کے سپیکر و ممبران آل انڈیا کانگریس کے ایک ایک رہنما نے عقیدت کے گلدستے آپ کے قدموں میں رکھے۔ اس روز ساڑھے چار بجے شام دہلی کے دہلی دروازہ کے باہر کے میدان میں لاکھوں انسانوں نے قاری محمد طیب ؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ مغرب کے وقت سپرد خاک ہوئے۔ وہ ۱۹۶۲ء تھا آج ۲۰۱۴ء کہ فقیر ان کے قدموں میں ایصال ثواب کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ ہائے کتنی جلدی زمانہ گزر گیا اور زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!

میرے دادا پیر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ نے مولانا مفتی محمد جمیل الرحمٰن ؒ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کے مکان سیوہارہ میں فرمایا کہ: ''مولانا حفظ الرحمٰن ؒ نے فسادات کے زمانہ میں دہلی کے اندر مسلمانوں کو بچانے کے لئے جو خدمات سرانجام دیں۔ اس زمانہ کی ان کی ایک رات کی جدوجہد پر میں اپنی پوری زندگی کے اذکار واشغال نثار کرنے پر تیار ہوں۔'' (بیس بڑے مسلمان ص۴۲۳)

اس ملفوظ کے بعد اب قارئین مزید لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔ اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۱۳ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ کے دو مضامین:

۱…… ''فلسفہ ختم نبوت''

۲…… ''حیات مسیح علیہ السلام''

آپ کی معروف زمانہ تصنیف قصص القرآن سے لے کر شامل اشاعت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۳۴۴)

حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی محمد

جناب قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب پی.سی.ایس ریٹائرڈ نے قادیانیوں سے سات سوال پر مشتمل رسالہ لکھا جس کا نام ہے ’’احمدی حضرات سے سات سوال‘‘ یہ بھی محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل ہے۔

(۳۴۵)

حقیقت پسند پارٹی قادیانی

مرکزی حقیقت پسند پارٹی، مرزا قادیانی کی کتابوں کی رو سے اس کے بیٹے کو پرکھنے کے لئے یہ کتابچہ خود قادیانیوں نے تحریر کر کے مرزا محمود کی بولتی بند کر دی اور اس کے منہ میں دہ...... رکھ دیا۔

۱...... ’’مرزا غلام احمد کی تحریر میں مرزا محمود کی تصویر‘‘

۲...... ’’ربوی راج کے محمودی منصوبے‘‘ مرکزی حقیقت پسند پارٹی۔ مرزا محمود کے یکے بعد دیگرے بدکرداری کے واقعات کو دیکھ کر قادیانی جماعت میں انتشار پیدا ہوا۔ کئی آدمی ایسے تھے جو عقیدۂ قادیانی تھے۔ مگر مرزا محمود کے خلاف تھے۔ انہوں نے حقیقت پسند پارٹی کے نام پر کام کرنا شروع کیا۔ اس کی ایڈہاک کمیٹی میں بشیر رازی، صلاح الدین ناصر، چوہدری عبدالحمید، ملک عزیز الرحمٰن، محمد یوسف ناز، عبدالمجید اکبر، صالح نور وغیرہ ایسے لوگ شامل تھے۔ انہوں نے یہ کتابچہ مرتب کیا۔ ۱۲؍ستمبر ۱۹۵۷ء کو یہ شائع ہوا تھا۔ اب پھر ستاون سال بعد احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں اسے محفوظ کر دیا ہے۔

(۳۴۶)

حماد اللہ پھل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سائیں

(وفات: ۲۶/جولائی ۲۰۰۸ء)

جامعہ شمس العلوم کھرڑاہ ضلع خیر پور میں مدرس وتدریس کے سلسلہ سے وابستہ رہے۔ تدریس کے علاوہ علاقہ میں تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے عوام الناس کو خوب آگاہ کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے طلباء کی بھی پوری پوری ذہن سازی فرماتے اور ہر سال ''سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر'' کے لئے کافی تعداد میں طلباء کو چناب نگر بھیجتے۔ (مولوی آصف محمود پھل)

(۳۴۷)

حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۳۰۱ھ ...... وفات: ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ)

سندھ کی بستی ہالیجی میں چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں محمود بن حماد اللہ تھا۔ گویا آپ کا نام آپ کے دادا کے نام پر تھا۔ مولانا کا خاندان اصلاً راجستھان کا رہنے والا تھا۔ اجمیر میں کہیں بود و باش تھی۔ قبیلہ اندھڑ یہ اصل میں اندراج کی بگڑی ہوئی حالت ہے۔ اندراج نامی ایک شخص اجمیر کی طرف سے ہجرت کر کے ریاست بہاولپور بھنگ ضلع رحیم یار خان میں سکونت پذیر ہوا اور میاں موسیٰ نواب رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بھانجے اور خلیفہ تھے اور انہی کی محنت سے اندھڑ قوم مسلمان ہوئی) کے ہاتھ پر مع اہل وعیال بیعت کر کے مشرب بہ اسلام ہوا۔ اسی قوم کے بعض افراد ریاست بہاولپور سے ترک وطن کر کے اسی دیہات (ہالیجی) میں آباد ہوئے۔ یہ گاؤں ضلع سکھر میں پنوعاقل کے قریب ہے۔

مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدین کے لئے بڑھاپے میں اکلوتے فرزند تھے اور پھر والد گرامی کے سایہ شفقت سے بھی جلد محروم ہو گئے۔ اسی وجہ سے ابتدائی تعلیم کافی متاثر ہوئی۔ یتیمی کے صدمے کے بعد کچھ فطرتاً طبیعت اچاٹ ہو گئی اور کچھ حالات نے حوصلہ توڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر قریب دوسرے گاؤں کے نرم مزاج استاذ (جس کا نام ''میٹھا'' تھا) کے ہاں جا کر قرآن ختم کیا۔ ایک دن ماموں جن کا نام حبیب اللہ تھا ملنے آئے۔ بھانجے کا قرآن پاک سنا۔ نتیجہ کمزور محسوس کر کے

ساتھ گھر لے گئے۔ قرآن پاک یاد کرانے کے ساتھ ابتدائی فارسی رسالہ ”نام حق“ بھی پڑھایا۔ اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ ایک بار پھر منقطع ہوگیا۔ آثار وقرائن اب تک سب ایسے تھے کہ ہالیجی میں پیدا ہونے والا یہ بچہ لاکھوں گمنام بچوں کی طرح جو پدری سایہ شفقت سر پر نہ ہونے کی وجہ سے علم سے محروم رہتے ہیں یہ بھی علم سے محروم رہ جائے گا۔ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ دربار خداوندی میں مراد پاچکے ہیں۔ قدرت نے بہانے تلاش کرنے شروع کئے اور مولانا نے تحصیل علم کے لئے اسفار، کہیں پڑھائی کا معیار پسند نہ آتا تو کہیں داخلہ نہ ملتا۔ اب ایسا طالبعلم جو پڑھنے سے بھاگتا تھا جب ادھر متوجہ ہوا جہاں جائے دروازہ بند۔ ہمت شکنی کے تمام اسباب موجود تھے۔ مگر اب توفیق الٰہی کی مقناطیسی اپنی طرف کو کھینچ رہی تھی تو جا پہنچے۔ مولانا محمد واصل صاحب بروہی ؒ کی خدمت میں حسن اتفاق یا قدرت کا کرشمہ کہ مولانا کے ایک رشتہ دار مولوی محمد صادق ؒ یہاں زیر تعلیم تھے تو مولانا کا داخلہ ہوگیا۔ مدرسہ میں خورد ونوش کی تنگی تھی۔ لیکن کیا کہنے مالک حقیقی کے کہ غیبی انتظام کہاں سے ہورہا ہے۔ ایک شخص مہر قوم کا یہاں رہتا تھا جو کہ مولانا کے والد کا معتقد تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ فلاں کا بیٹا پڑھنے آیا ہے تو وہ شخص خود اور اس کی بیوی آئے اور اصرار کر کے گھر لے گئے اور درخواست کی کہ کھانا ہمیشہ ہمارے ہاں کھائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مدرسہ میں جو کھانا ہے وہ کافی ہے۔ زیادہ اصرار پر مولانا نے فرمایا کہ آپ لوگ لسی مدرسہ میں پہنچا دیا کریں۔ انہوں نے کہا رات کو دودھ بھی پہنچا دیا کریں گے۔ چنانچہ رات میں دودھ اور دن میں لسی وہ مہر شخص یا اس کی بیوی پہنچا جاتے۔

مولانا کا مزاج یکسوئی اور کام میں لگے رہنے کا تھا۔ جب تعلیم میں مشغول ہوئے تو پوری کوشش اور لگن کے ساتھ اس میں منہمک ہوئے اور علم میں خوب رسوخ اور استعداد پیدا کی۔ آپ نے زیادہ تر علم اسی مدرسہ میں استاذ مولانا محمد واصل صاحب، بروہی ؒ کے پاس حاصل کیا اور تکمیل علم کے لئے بھی زیادہ دور نہ جانا پڑا۔ قریب میں ہی آپ کی قوم کے ایک جید عالم مولانا قمرالدین ؒ جو استاذ العلماء کے لقب سے موسوم تھے موجود تھے۔ ان سے تعلیم کی تکمیل کی اور ایک دو کتابیں مولانا عبیداللہ سندھی ؒ سے بھی پڑھیں۔ فراغت کے بعد آپ نے اپنی بستی ہالیجی میں مدرسہ قائم کر کے فی سبیل اللہ درس دینا شروع کر دیا۔ کئی جید الاستعداد علماء نے آپ کے درس سے استفادہ کیا۔ کئی سال درس وتدریس میں مشغول رہے۔ لیکن روح کو کچھ اور ہی پیاس تھی۔ تعلق اور محبت کا رنگ ظاہر ہونے لگا۔ قلبی کیفیات کا جوش ابلنے لگا۔ بالآخر سید تاج محمود امروٹی ؒ سے بیعت ہوکر فنافی الشیخ ہوئے۔ آپ کے شیخ مولانا سید تاج محمود امروٹی ؒ سید العارفین پیر بھرچونڈی حافظ محمد صدیق ؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت میاں غلام محمد دین پوری ؒ بھی آپ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا سائیں حماد

اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہانجی شریف والوں کے ہاں حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جایا کرتے تھے۔ آپ کی عقیدۂ ختم نبوت کے لئے گہری عارفانہ نظر تھی۔ آج بھی آپ کی خانقاہ ہانجی شریف تیسری پشت میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں سرفہرست ہے۔ حضرت مولانا عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ بیر شریف بھی آپ کے مرید اور مجاز تھے۔ جنہوں نے اپنے زمانہ میں عقیدہ ختم نبوت کے سندھ میں دیپ جلائے۔

آپ کے قوم وقبیلہ کے مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ (پنوں عاقل)، مولانا جمال اللہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ اور اس وقت مولانا احمد میاں حمادی اور مفتی حفیظ الرحمٰن کی ختم نبوت کے سلسلہ میں خدمات سے ایک زمانہ واقف ہے۔

(۳۴۸)

حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی

(وفات: ۱۸/اپریل ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے ترجمان تھے۔ بہت ہی کامیاب ترین معقولی ومنقولی علوم کے استاذ تھے۔ جامعہ مظاہر العلوم گوجرانوالہ کے بانی تھے۔ جامعہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ ان کے تدریس کی دھوم کی اماجگاہ رہے۔ جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں آپ کا درس قرآن کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ آپ بہت ہی جفاکش عالم دین تھے۔ صبح سے لے کر رات گئے تک آپ علوم اسلامی کی ترویج واشاعت کے لئے وقف رہتے۔ بلا مبالغہ آپ کی تدریس پر طالب علم جان چھڑکتے تھے۔ آپ کا جمعیۃ علمائے اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ گوجرانوالہ سے ایک بار ایم این اے بھی منتخب ہوئے۔ آپ جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب کے امیر بھی رہے۔ آپ مجاہد فی سبیل اللہ، حق گو عالم دین تھے۔

رسوائے زمانہ پرویز مشرف کے منحوس دور اقتدار میں جب پاکستان کو روشن خیال بنانے کے خوشنما نعرہ کی آڑ میں اسلام اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا گیا۔ میراتھن ریس کے نام پر یونیورسٹی وکالجز کی نوجوان بچیوں کو سرکاری آرڈر کے تحت نیم برہنہ لباس میں سڑکوں پر مخلوط دوڑ میں شریک مقابلہ کیا گیا۔ تو پورے ملک میں الامان والحفیظ کی صدائیں تو ضرور بلند ہوئیں۔ لیکن اس شرمناک کھیل کی رکاوٹ وسد سکندری قائم کرنے کے لئے جو شخصیت میدان میں شہباز بن کر اتری اور پورے شیطانی حکومتی کھیل کو جوتے کی نوک پر رکھ کر لازوال حفاظت اسلام کی تاریخ

مرتب کی۔ وہ مولانا قاضی حمید اللہ ؒ تھے۔

آپ کی جرأت نے خالد وطارق کی یاد تازہ کردی۔ آپ کی ایک للکار نے باطل کو ناکوں چنے چبوائے۔ چاروں شانے چت کیا۔ شکست فاش سے دوچار کیا۔ باطل نے دم دبا کر بھاگنے میں عافیت گردانی۔ تب حق کے نمائندہ، علمائے حق کے حدی خواں حضرت مولانا قاضی حمید اللہ ؒ کی للکار حق نے پورے ملک سے میراتھن ریس کو ایسے غائب کیا جیسے گدھے کے سر سے قدرت نے سینگ غائب کئے ہیں۔

پرویزی ملعون دور حکومت کی گردن کا سریا جس نے مروڑا وہ مولانا حمید اللہ ؒ تھے۔ ان سے بڑی یادیں وابستہ ہیں۔ وہ بڑے آدمی تھے۔ وہ کیا گئے ایک عالم سونا ہوگیا۔ رحمت حق کی ان کی قبر پر موسلا دھار بارش نازل ہو کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔

مولانا عطاء الرحمٰن اور دیگر علماء کی شہادت

بھوجا ائیر لائن کا طیارہ ۲۰؍اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعہ شام قریباً سات بجے راولپنڈی چک لالہ ائیر پورٹ کے قریب حادثہ کا شکار ہوگیا۔ اس میں سوار تمام مسافران شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یہ بدقسمت طیارہ کراچی سے چلا۔ منزل مقصود راولپنڈی تھی۔ جہاں پہنچنے سے چند منٹ قبل یہ روح فرسا حادثہ پیش آ گیا۔

یہ اچانک حادثہ یقیناً ہمارے اعمال کی سزا ہے۔ حکومتی بے اعتدالیاں وبددیانتیاں عروج پر ہیں۔ قانون کو نیچا دکھانے کی پالیسی، غبن، اقرباء پروری، ڈھیٹ پن اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ اس صورتحال میں یہ حادثہ کاش ہم سب کو توبہ واستغفار اور معاصی سے چھٹکارے کی راہ پر ڈال دے۔ لیکن نت نئے حادثے ہوتے ہیں۔ رسمی تعزیتی چار بول بول کر ہم پھر اسی بے اعتدالی کی راہ پر سرپٹ دوڑنے لگ جاتے ہیں:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　میر کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو انابت کی توفیق رفیق فرمائیں۔ صدر مملکت بددیانتی کے کیسوں میں منہ چھپائے پھر رہے ہیں۔ پوری دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جس کا وزیر اعظم سزا یافتہ مجرم ہے۔ کیا دنیا میں میں جینے کے یہ لچھن ہوتے ہیں؟۔ کاش! پوری قوم اس قیادت تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتی۔

اس افسوسناک حادثہ کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس جہاز میں مولانا عطاء الرحمٰن استاذ الحدیث وناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، مولانا محمد یونس، مولانا گل زمان، مولانا عرفان، مولانا پیر عثمان رشید، قاری عبدالرحمٰن بھی شریک سفر تھے۔ جو تمام کے تمام جاں بحق ہوگئے۔

مولانا عطاء الرحمٰن جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے محبوب ترین وکامیاب مدرس تھے۔ آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کی قابلیت وذہانت واطاعت شعاری نے اللہ رب العزت کے ہاں یہ قبولیت حاصل کی کہ اپنی مادر علمی میں خدمت تدریس کا موقعہ مل گیا۔ پھر بڑھتے تو بڑھتے ہی چلے گئے۔ اس وقت نہ صرف ناظم تعلیمات تھے۔ بلکہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، نائب مہتمم حضرت مولانا سید محمد سلیمان بنوری کے دست وبازو تھے۔ جامعہ کی نمائندگی وفاق المدارس کی نصاب کمیٹی میں آپ کرتے تھے۔

آپ انتہائی دوررس نگاہ رکھتے تھے۔ اصابت رائے کے باعث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے اساتذہ وطلباء میں محبوبیت کا مقام رکھتے تھے۔ جمعیۃ علمائے اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کی آنکھوں کا تارہ تھے۔ وہ کیا گئے ہم سب کو آزردۂ خاطر کر گئے۔

حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کے درجات بلند ہوں کہ وہ بلند کردار عالم دین تھے۔ جہاز کے حادثہ میں شہید ہونے والے تمام مسافروں کے ورثاء مستحق تعزیت ہیں۔

(۳۴۹)

حنیف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۲ء)

مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام حافظ خدا بخش تھا۔ جٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ضلع خانیوال کی تحصیل عبدالحکیم کے گاؤں لدھی کے رہائشی تھے۔ ان کے ہاں ۱۹۴۰ء میں مولانا محمد حنیف کا تولد ہوا۔ پنج کسی پل چاون نزد کبیر والا میں حضرت حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے تمام کتب دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں حضرت علامہ منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا صوفی محمد سرور، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ ستہ دارالعلوم کے افق

پرضوفگن تھے۔ مولانا محمد حنیف ؒ نے ان اکابر سے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم مکمل کی۔ یہ ۶۲۔۱۹۶۱ء کی بات ہے۔ مولانا محمد حنیف ؒ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سکول میں بطور ٹیچر کے کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے ابتدائی استاذ حضرت حافظ غلام محمد ؒ نے فرمایا کہ آپ نے علم دین، سکول ٹیچر بننے کے لئے نہیں پڑھا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے سکول کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور بہاولپور جامعہ عباسیہ میں جا کر داخلہ لے لیا۔ اس زمانہ میں بہاولپور جامعہ عباسیہ کے شیخ التفسیر حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی ؒ تھے۔ حضرت مولانا سعید احمد کاظمی ؒ، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی ؒ، مولانا محمد صادق بہاولپوری ؒ اور دیگر اساطین علم سے آپ نے استفادہ کیا۔ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی ؒ جامعہ عباسیہ میں پڑھاتے تھے۔ لیکن آپ کی رہائش بہاولپور دن یونٹ کالونی میں تھی۔ تب آپ کی کوشش سے مولانا محمد حنیف ؒ جامعہ عباسیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دن یونٹ کالونی کی جامع مسجد میں امام وخطیب مقرر ہو گئے اور پھر اسی کالونی میں نصف صدی تک خدمات سرانجام دیں۔ اس کالونی میں زیادہ تر سرکاری ملازمین رہائش پذیر تھے۔ پڑھے لکھے حلقہ کے لئے جو فاضل بزرگ، خدارسیدہ عالم دین کی ضرورت ہوسکتی تھی وہ مولانا محمد حنیف ؒ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے پوری کر دی۔

بہاولپور دارالعلوم مدنیہ کی حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم نے ۱۹۶۵ء میں بنیاد رکھی۔ تب پہلے استاذ کے طور پر حضرت مولانا محمد حنیف ؒ تشریف لائے۔ کچھ عرصہ بعد دارالعلوم کبیروالا سے فراغت کے بعد مولانا مفتی عطاء الرحمٰن بہاولپوری موجودہ مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم مدنیہ بہاولپور تشریف لائے۔ تیسرے استاذ مولانا رشید احمد جلالپوری ؒ تھے۔ تینوں حضرات قریباً نصف صدی اس جامعہ میں مدرس رہے۔ لیکن کبھی بھی اختلاف یا تو تکار نہ ہوئی۔ یہ اس دور کی برکات اور خیر کی معمولی جھلک ہے۔ مولانا علامہ غلام مصطفیٰ ؒ رحیم یار خان تشریف لے گئے۔ بدرالعلوم رحیم یار خان میں مولانا فخر الدین فخر ؒ مدرس تھے۔ فاضل وقابل اور معروف تدریسی تجربہ رکھنے والے تھے۔ مولانا فخر الدین فخر ؒ کے ترغیب دینے پر ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم مدنیہ بہاولپور میں مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم نے دورہ حدیث کی کلاس کا آغاز کر دیا۔ مولانا فخر الدین ؒ بھی تشریف لائے۔ لیکن ان کی طبیعت نہ لگی۔ وہ دوران سال چلے گئے۔ مولانا غلام مصطفیٰ ؒ نے دوسرے شیخ الحدیث تلاش کئے۔ لیکن وہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی، تو مولانا محمد حنیف ؒ اور مولانا مفتی عطاء الرحمٰن ؒ نے مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم سے فرمایا کہ آپ ادھر ادھر جو شیخ الحدیث کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں ہم پر اعتماد کریں۔ ہم دورہ حدیث کے تمام اسباق پڑھائیں گے۔ تب شیخ الحدیث مولانا محمد

حنیف رحمۃ اللہ علیہ قرار پائے اور نائب الشیخ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن۔ تقریباً ۴۲ سال مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ یہاں شیخ الحدیث رہے۔ (چند سال درمیان میں آپ دارالعلوم اسلامی مشن گئے اور پھر جلد واپس لوٹ آئے) ۱۹۸۰ء سے اختتام ۲۰۱۱ء تک قریباً پانچ صد علماء کرام نے مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ یوں آپ استاذ العلماء قرار پائے۔ ۱۹۶۵ء قیام جامعہ کے زمانہ سے اپنی صحت کے زمانہ تک قریباً نصف صدی ہمیشہ ون یونٹ کالونی سے ماڈل ٹاؤن سائیکل پر تشریف لاتے۔ اس پورے عرصہ میں ایک دن جامعہ کے مطبخ سے کھانا نہیں کھایا۔ ہمیشہ ہر روز بلا ناغہ کھانا گھر سے ساتھ لاتے۔ دوپہر کو تعلیمی وقفہ کے درمیان گھر کا کھانا گرم کر کے استعمال کرتے۔ تھوڑا درس گاہ میں آرام کیا اور پھر ظہر کے بعد مصروف تعلیم ہو گئے۔ یوں آپ نے کریما، نام حق سے لے کر بخاری شریف تک تمام درسی کتابیں پڑھائیں اور بڑی شان سے پڑھائیں۔

مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ چک نمبر ۱۱ چیچہ وطنی والوں سے تھا۔ جو حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ چک نمبر ۱۱ والے رمضان المبارک کوہ نور ملز فیصل آباد میں اپنے مسترشد رانا نصر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گذارتے تھے۔ تو حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال، مولانا مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم جامعہ خیر المدارس ملتان اور حضرت مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور کا رمضان المبارک فیصل آباد کوہ نور ملز میں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزرتا تھا اور عید الفطر اپنے شیخ کے ساتھ مسجد محمدیہ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ادا فرماتے تھے۔ اب وہ دور یاد آتا ہے تو طبیعت میں سرسراہٹ اور جھرجھری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ سب حضرات چل دیئے جنہیں عادت تھی مصائب میں مسکرانے کی۔ اب صرف یادیں باقی رہ گئیں۔ مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ غائبانہ طور پر ختم نبوت محاذ کے تمام خوش وکلاں کے لئے دعا گو تھے۔ وہ کیا گئے چار سو اندھیرا چھا گیا۔ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن کا کہنا ہے کہ مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر کبھی جامعہ دارالعلوم مدنیہ کے منتظمین سے تنخواہ کے اضافہ کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ ایسی اجلی سیرت کے لوگ اس دھرتی پر آیۃ من آیات اللہ تھے۔ مورخہ ۱۳ اکتوبر دن گیارہ بجے مولانا مفتی عطاء الرحمٰن نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور اسی روز ہی بہاولپور میں وہ رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

گول چہرہ، خندہ رو، گھنی داڑھی، کسرتی جسم، قدوقامت ابھرتی ہوئی، رنگ پکا، سر پر پگڑی باندھتے، چشمہ لگاتے تھے۔ ان کی ایک ایک ادا سے علم وعمل کے چشمے پھوٹتے تھے۔ اتنے منکسر المزاج کہ: ”نہد شاخ پر میوہ سر برزمین“ کا مصداق تھے۔ رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔ اللہ بس، باقی ہوس!

(۳۵۰)

حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۰/جون ۱۹۰۸ء ...... وفات: ۱۲/جولائی ۱۹۸۷ء)

مولانا محمد حنیف ندوی بڑے فاضل عالم دین، محقق، مفکر اور مفسر قرآن تھے۔ مسجد مبارک لاہور کے خطیب تھے۔ ہفت روزہ ”الاعتصام“ کے پہلے مدیر تھے۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ڈپٹی ڈائریکٹر رہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت سے بھی سرفراز ہوئے۔ ”الاعتصام“ لاہور میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ عرصہ ہوا، مکتبہ ادب ودین، گوجرانوالہ، لاہور نے اسے کتابی شکل میں ”مرزائیت نئے زاویوں“ کے نام سے شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع ہوگئی ہے۔

(۳۵۱)

حیدر اللہ خان درانی رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد دکن)، مولانا

مولانا حیدر اللہ خان درانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام سیف اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا نام نواب مرزا خان رحمۃ اللہ علیہ درانی تھا۔ مولانا حیدر اللہ خان کا خاندان افغانستان سے ہندوستان آئے۔ آپ کا خاندان افغانستان کے حکمران نواب احمد شاہ درانی کی شاخ سے تھا۔ مولانا حیدر اللہ خان، مولانا غلام محی الدین قصوری کے خلیفہ مولانا غلام نبی للّٰھی (پیدائش: ۱۸۱۹ء...... وفات: ۱۸۸۸ء) سے نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھے اور انہیں سے دینی علوم حاصل کئے تھے۔ مولانا حیدر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے حیدرآباد دکن میں گرانقدر خدمات دینیہ سرانجام دیں۔

ملعون قادیان دیگر ہفوات کی طرح یہ بھی کہتا تھا کہ میرے دعویٰ کا تعلق صوفیاء سے ہے۔ مولانا حیدر اللہ خان نے ”درۃ الدرانی علیٰ ردۃ القادیانی“ نامی کتاب لکھ کر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی تردید کا حق ادا کر دیا ہے۔ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کی اس کتاب پر تصدیقات ہیں۔

(خ)

(۳۵۲)

خاقان بابر مرحوم ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

مولانا مظہر علی اظہر مرحوم شیعہ رہنما، نامور قانون دان، مجلس احرار اسلام کل ہند کے سیکرٹری جنرل کے صاحبزادہ جناب خاقان بابر ایڈووکیٹ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے صمدانی کمیشن میں مجلس احرار اسلام کی طرف سے مولانا عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر پیروی کرتے رہے۔ خوب بھرپور شخصیت تھے۔

(۳۵۳)

خالد محمود سومرو شہید رحمۃ اللہ علیہ (لاڑکانہ)، مولانا ڈاکٹر

(وفات: ۲۹ نومبر ۲۰۱۴ء)

صوبہ سندھ کے بزرگ عالم دین اور نامور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علی محمد حقانی رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ اشاعۃ القرآن والحدیث لاڑکانہ کے صاحبزادوں میں ایک صاحبزادہ کا نام خالد محمود تھا۔ خالد محمود صاحب نے دینی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر سکول و کالج کی تعلیم کی راہ پر چلے اور بڑھتے چلے گئے۔ ''چانڈ کا میڈیکل کالج لاڑکانہ'' سے ایم بی بی ایس کیا۔ آج اس مادی دور میں کیا یہ باور کرانا ممکن ہے کہ جب دنیا ایم بی بی ایس ڈاکٹر بننے کو ترستی ہے۔ آپ نے ڈاکٹری کا امتحان پاس کرنے کے باوجود دینی و تبلیغی خدمات کا راستہ اختیار کیا اور پھر دنیا کے ڈاکٹروں کو کیا عزت حاصل ہوگی جو دنیا پر دین کو مقدم کرنے کے صدقہ میں اللہ رب العزت نے ڈاکٹر خالد محمود سومرو رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب فرمائی۔

ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میدان خطابت میں قدم رکھا تو اپنے انداز خطابت کے بانی کہلائے۔ پہلے لاڑکانہ پھر سکھر ڈویژن، پھر اندرون سندھ، پھر پورے سندھ، پھر پاکستان، پھر دنیا میں اپنی خطابت کے بلند و بالا جھنڈے گاڑ دیئے۔ جہاں جاتے اپنے انداز خطابت سے لوگوں کے دلوں میں مقام پیدا کر لیتے۔ آپ کو قدرت نے ایسی خوبیوں سے نوازا تھا کہ آپ بجا

طور ہردلعزیز شخصیت بن گئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاسی کام کا آغاز کیا۔ پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف ؒ، مولانا شاہ محمد امروٹی ؒ اور حضرت مولانا سائیں محمد اسعد محمود ہالیجوی ؒ، حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی ؒ کی قیادت میں بڑھتے چلے گئے۔ پھر یہ وقت بھی آیا کہ کراچی سے اوباڑہ اور مٹھی سے لے کر بی تک جمعیۃ علماء اسلام کا دوسرا نام ڈاکٹر خالد محمود سومرو ؒ تھا۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے سیکرٹری جنرل بنے اور پھر قریباً ربع صدی تک بغیر وقفہ کے سندھ جمعیۃ کے سیکرٹری جنرل رہے۔ تمام خانقاہوں، مساجد، مدارس کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیر شریف ؒ سے تھا۔ انہوں نے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت بیر والوں کی وفات کے بعد آپ نے اصلاحی تعلق خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ سے استوار کیا۔

اتنا فعال و متحرک عالم دین بہت کم لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ اکثر اوقات چار پانچ جلسوں میں خطاب اور وہ بھی تفصیلی، اور آخری، تو معمول تھا۔ ہنگامی حالت میں یہ تعداد یومیہ دس دس جلسوں کے بیان تک پہنچتی تھی۔ اتنے مقدر کے بادشاہ تھے کہ جس میدان میں قدم رکھتے تو بس چھا ہی جاتے تھے۔ بلامبالغہ آپ نے سندھ میں جمعیۃ علماء اسلام کو اپنی شبانہ روز محنت سے فعال طاقت بنادیا تھا۔ آپ نے محترمہ بے نظیر بھٹو مرحومہ کے مقابلہ میں پانچ بار قومی اسمبلی کا لاڑکانہ سے الیکشن لڑا۔ دھن کے اتنے پکے تھے کہ کامیاب نہ ہوسکنے کے باوجود میدان کو خالی نہ کبھی چھوڑا اور نہ شکست تسلیم کی۔ برابر برسرمیدان رہے:

فتح و شکست تو مقدر ازل سے ہے اے میر　　مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ڈاکٹر خالد محمود سومرو ایم آر ڈی کی تحریک میں گرفتار ہوئے تو آپ نے جیل میں مولانا غلام قادر پنوار سے حدیث شریف اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ بجا طور پر آپ دینی و دنیاوی اعلیٰ تعلیم کے حامل اور منتظم مزاج شخصیت تھے۔ حق تعالیٰ کے کرم کو دیکھیں! برصغیر پاک و ہند عرب امارات، برطانیہ اور افریقہ تک آپ نے فریضہ تبلیغ ادا کیا۔

ایک بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کے توجہ دلانے پر حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف ؒ والوں نے ایک ہفتے کا اندرون سندھ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ختم نبوت کانفرنسوں کا پروگرام ترتیب دیا۔ اس کے لئے عالمی مجلس کے مبلغین کے پروگرام مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب ؒ نے ترتیب دیئے اور کانفرنسوں کی کامیابی کے لئے شب و روز ان کو متحرک رکھا۔ ادھر جمعیۃ علماء اسلام کے تمام رفقاء کو جگہ جگہ ہر قریہ و شہر میں فعال کردیا۔ سکھر سے لے کر مٹھی

اور جیکب آباد شکار پور سے لے کر ٹھٹھہ تک پروگرام ہوئے۔ مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا احمد میاں حمادی، مولانا جمال اللہ الحسینی ؒ اور فقیر راقم مشتمل پر قافلہ حضرت ڈاکٹر صاحب ؒ کی قیادت میں چلا اور ایک ہفتہ میں یومیہ چار پانچ شہروں میں کونشوں، جلسوں اور کانفرنسوں سے اندرون سندھ وہ ماحول قائم ہوا کہ در و دیوار ختم نبوت کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اٹھے۔ ان پروگراموں کی کامیابی کا سہرا محترم ڈاکٹر خالد محمود صاحب ؒ کے سر ہے، جو یقیناً آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے آپ مرکزی ناظم انتخاب بنے تو اس عہدہ کی لاج رکھی۔ جمعیۃ علماء اسلام کی صد سالہ خدمات علماء دیوبند کانفرنس پشاور کو آپ صف اوّل میں میدان میں رہ کر کامیاب کرانے میں شریک رہے۔ اسلام زندہ باد کانفرنس سکھر و کراچی کی کامیابی آپ کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے مدارس عربیہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے صدا بلند کی تو پورے سندھ کو اسی تحریک میں صف اوّل میں لا کھڑا کیا۔

والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ کی تعمیر نو سے اسے فلک بوس بلڈنگ میں بدل دیا۔ اس کی تعلیم کے درجات کو دورہ حدیث شریف تک کامیابی سے سرفراز کیا۔ آپ کا خطاب جمعہ صرف لاڑکانہ میں نہیں پورے ملک کے کامیاب خطباء کے جمعہ میں صف اوّل میں نظر آتا تھا۔ لائبریری اور جامع مسجد کی شاندار و مثالی تعمیر کو دیکھیں تو طبیعت عش عش کر اٹھتی ہے۔

ایک بار آپ سینٹ آف پاکستان کے ممبر بنے تو اپنی خداداد صلاحیتوں سے پاکستان کی صف اول کی قیادت میں نمایاں مقام کے حامل قرار پائے۔ آپ کی للکار حق سے اقتدار کے ایوانوں میں ارتعاش کا سماں پیدا ہو جاتا تھا۔ مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب ؒ کے ساتھ برطانیہ، بھارت اور سندھ کے کئی عشروں پر محیط سفروں میں فقیر راقم کا ساتھ رہا، بلا مبالغہ وہ ایک عظیم انسان اور عظیم دوست تھے۔ دیوبند میں خدمات شیخ الہند کانفرنس کے موقعہ پر سرزمین دیوبند کے باسیوں نے جس طرح آپ سے محبت کی اس کی یادوں سے ابھی تک دل و دماغ سرشار ہیں۔

۲۸ر نومبر کو سکھر قاسم پارک میں پیام امن اور استحکام پاکستان کانفرنس میں آپ کا آخری بیان رات ایک بجے ختم ہوا۔ سکھر کے گلشن اقبال پارک میں اپنے والد گرامی کی یاد میں جامعہ حقانیہ کے نام سے ادارہ تعمیر کروا رہے تھے۔ بقیہ رات وہاں گذاری۔ صبح نور کے تڑکے میں مسجد آ گئے۔ باڈی گارڈز اور رفقاء کے آنے سے قبل ہی مسجد میں آئے۔ سنتیں ادا کر رہے تھے کہ سجدہ کی حالت میں ڈبل کیبن گاڑی سے آنے والے قاتلوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور ڈاکٹر صاحب حالت سجدہ میں ''شہادت عظمیٰ'' کے مقام پر فائز ہو گئے۔

امن کے داعی، استحکام پاکستان کے مبلغ ومنادی کیا گئے کہ اب امن واستحکام بھی نوحہ کناں ہو گئے۔ جن قوتوں نے جناب عمران خان اور طاہر القادری کو میدان میں اتارا۔ وہ خوب جانتی ہیں کہ ان کے اس منصوبہ کو اکیلے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے ناکام کیا۔ وہ قوتیں اب جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت کو راستے سے ہٹانے کے درپے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر ناکام قاتلانہ حملہ سے لے کر ڈاکٹر خالد محمود سومرو پر کامیاب قاتلانہ حملہ تک کی سازشی کڑیوں کو ملایا جائے تو کھرا جن قاتلوں تک جائے گا۔ ان لوگوں سے مقابلہ کی حکومت تاب رکھتی ہے؟ اس سوچ کی دعوت کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

(۳۵۴)

خالد محمود (پی.ایچ.ڈی)، جناب علامہ

نامور عالم دین، مناظر اور سکالر، سابق جسٹس جناب علامہ خالد محمود سیالکوٹی مدظلہ جن کی خدمات جلیلہ سے ایک زمانہ واقف ہے۔ نامور محقق اور فاضل مصنف ہونے کے علاوہ غضب کے حاضر جواب بھی ہیں۔ آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فاضل اور اس علماء کے قافلہ کے سرخیل ہیں۔ ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جسے قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا۔ کیس کی سماعت کے دوران بہت سے سکالرز حضرات کے عدالت میں بیانات ہوئے۔ حضرت علامہ صاحب نے ''قادیانیوں کی شرعی وقانونی حیثیت'' کے نام سے عدالت میں بیان جمع کرایا جو اس عنوان پر یادگار علمی دستاویز ہے۔ ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال میں یہ مضمون کی شکل میں قسط وار شائع ہوا۔ جسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد۳ میں یکجا مقالہ کی شکل میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۳۵۵)

خالد وزیرآبادی، جناب ایم.ایس

(وفات: ستمبر ۱۹۷۸ء)

وزیرآباد کے ممتاز قلمکار اور صحافی وادیب جناب مولانا محمد شفیع خالد تھے جو اپنے نام کا مخفف استعمال کرتے تھے۔ (ایم.ایس خالد وزیرآبادی) انہوں نے ۱۹۳۵ء میں:

۱...... ''صحیفہ تقدیر'' کے نام سے مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کی۔ جو کمپیوٹر کے چار سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ہے۔ اسی طرح:

۲...... ''نوبت مرزا''

۳...... ''تصویر مرزا''

۴...... ''نوشتۂ غیب''

مؤخر الذکر تینوں کتابیں ۵۶۰ صفحات مشتمل ہیں۔ پہلی کتاب احتساب قادیانیت جلد۲۲ میں اور دوسری تین کتابیں احتساب جلد۲۳ میں شامل ہیں۔ ''نوشتۂ غیب'' پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے بیسیوں حضرات کی تقاریظ ہیں۔ اس سے آسانی سے مصنف کے ''عہد'' کی تاریخ سمجھ میں آ سکتی ہے کہ وہ رد قادیانیت پر کام کرنے والوں کے ہراوّل دستہ میں شامل تھے۔ ''خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را''

(۳۵۶)

ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

خانیوال کے طارق محمود صاحب جو آج کل کراچی میں ہیں۔ عابد، زاہد، متقی نوجوان ہیں۔ اپنے اخلاص و نیکی کے باعث بہت ہی زیادہ قابل احترام ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ ختم نبوت کانفرنس مسلم کالونی ربوہ (چناب نگر) کے موقع پر فقیر سے بیان کیا کہ:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد ختم نبوت مسلم کالونی میں محبت واضطراب کی کیفیت ہے۔ عظیم اجتماع استقبال کے لئے امڈ آیا ہے۔ لوگ ادھر ادھر دیوانوں کی طرح سرگرداں پھر رہے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ: ''کیا معاملہ ہے؟'' تو مجھے بتایا گیا کہ آقائے نامدار ﷺ دریائے چناب کی جانب سے کانفرنس کے پنڈال کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ میں بھاگم بھاگ دریائے چناب کی جانب گیا۔ جس طرف سے آپ ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا کہ: ''کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ہے؟'' اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جامع مسجد ختم نبوت میں ہماری کانفرنس ہو رہی ہے۔ ادھر جانے کا پروگرام ہے!'' فَسُبْحَانَ اللّٰہ!

(۳۵۷)

خدابخش سندھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

ٹھل نوجیکب آباد کے نامور عالم دین اور حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق، حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلب وجگر سے فدائی، حضرت مولانا خدابخش سندھی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کا وجود اس دھرتی پر اسلاف کی یادگار تھا۔ اس دھرتی پر وہ عقیدہ ختم نبوت کے منادتھے۔ حق مغفرت کرے خوب آزاد منش انسان تھے۔

(۳۵۸)

خضر حسین، جناب شیخ

شیخ خضر حسین پروفیسر اصول الدین جامعہ از ہر مصر نے رجب ۱۳۵۱ھ مطابق نومبر ۱۹۳۲ء میں ''الطائفة القادیانیة'' نامی عربی میں مقالہ تحریر کیا۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے ''تخریب پسند تحریکیں'' نامی اردو میں ایک کتاب شائع کی۔ جس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''قادیانیت اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت'' (مطبوعہ احتساب قادیانیت جلد ۳۹) اور جناب الشیخ خضر حسین رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر جامعہ ازہر کا مقالہ ''الطائفة القادیانیة'' کا ''قادیانی گروہ'' کے نام سے ترجمہ شائع کیا۔ اس کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ''تخریب پسند تحریکیں'' قادیانیت مطبوعہ رابطہ عالم اسلامی میں تیسرا مقالہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ''قادیانی مسئلہ'' بھی شامل تھا۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں شائع کیا گیا۔

(۳۵۹)

خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۲۶۹ھ ...... وفات: ۱۵ / ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ)

۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی حقیقی بہن اور حضرت مولانا محمد مملوک علی ؒ کی صاحبزادی تھیں۔ خاندانی شرافت وعظمت کی وجہ سے اللہ رب العزت کی ذات گرامی نے آپ کے اندر وہ تمام، دینی، اخلاقی صفات جمع فرمادیں تھیں۔ جو ایک انسان کے کامل ہونے کے لئے ضروری تھیں۔

آپ شروع ہی سے فطرت سلیمہ کے مالک تھے۔ لغو، لایعنی کاموں سے اجتناب فرماتے تھے۔ صرف اور صرف مقصد کے کاموں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ آپ کی عمر مبارک کے پانچویں سال ہی آپ کے نانا جی حضرت مولانا محمد مملوک ؒ نے آپ کی تعلیم کی ابتداء کرائی۔ آپ چونکہ شروع ہی سے اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ اس لئے بہت جلد ہی ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا اور ساتھ ابتدائی تعلیم بھی مکمل کر لی۔ ابتدائی تعلیم میں آپ نے اردو، فارسی، ادب کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

بعدازاں جب آپ کو معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جاچکی ہے۔ مزید یہ کہ آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ دارالعلوم کے صدر مدرس ہیں۔ تو آپ نے فوراً مزید دینی تعلیم کی پیاس بجھانے کے لئے گھر والوں سے اجازت لے کر دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہیں کافیہ کے سال میں آپ کو داخلہ مل گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے قلیل عرصہ بعد مظاہر العلوم سہارنپور کی بنیاد رکھی گئی۔ اگرچہ آپ ہر لحاظ سے یہاں پر راحت واطمینان سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مگر فیصلہ خداوندی کے تحت آپ دل کے اچاٹ ہونے کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کو چھوڑ کر مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے اور وہیں داخلہ لے لیا۔ مظاہر العلوم میں ہی آپ نے اپنی بقیہ تعلیم مکمل فرمائی۔ تقریباً انیس برس کی عمر میں ہی آپ نے درس نظامی سے فراغت حاصل کر لی۔ اس کے بعد آپ نے ادب کے اندر مہارت تامہ حاصل کرنے کے لئے ادیب المعظم حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری ؒ کی صحبت کو اختیار کیا اور ان سے شعبہ ادب میں خوب علمی ادبی پیاس بجھائی۔

بعدازاں آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی معین المدرس کے عہدہ پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے بنگلور، بریلی، بہاولپور جامعہ عباسیہ وغیرہ کے مختلف جامعات میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ بالآخر تقریباً پینتالیس سال کی عمر میں آپ مظاہر العلوم کے صدر

مدرسہ نے ہر لحاظ سے علمی، ادبی، روحانی اعتبار سے ترقی کی تمام منازل طے کیں۔
باوجود اس کے آپ نے تمام تر علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت حاصل کر رکھی تھی۔ مگر آپ نے روحانی ترقی کے لئے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی ذات حق پرست کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج تھا کہ جب تک طالب میں طلب صادق نہ ہو تب تک بیعت نہ فرماتے تھے۔ آپ جب تشریف لے گئے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی تم خود پیرزادہ ہو تمہیں بیعت ہونے کی کب ضرورت ہے تو آپ نے فوراً حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تاریخی جملے عرض کئے۔

''حضرت مجھ میں کیسی پیرزادگی۔ میں تو آپ کے در کے کتوں کے بھی برابر نہیں ہوں۔ آپ کی مرضی ہے بیعت فرمائیں یا دھتکار دیں۔ میں اس بیعت کا محتاج نہیں بلکہ سراپا احتیاج ہوں۔ میں آپ کا غلام بن چکا ہوں۔ غلام ہی رہوں گا۔''

مزید آگے کچھ کہنے سے قبل ہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خاموش کرادیا اور خوشی سے آپ کو فوراً بیعت فرمالیا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بعد ذکر الٰہی کو آپ نے ایسا مشغلہ بنایا کہ چلتے پھرتے غرض ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ جب حج کے سفر پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک عریضہ تحریر فرمایا کہ مولوی خلیل احمد حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ ان کی حالت سے مسرور ہوں گے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے جب حاضر ہوئے تو حضرت نے آپ کی کیفیت سے مسرور ہو کر اپنے سر سے دستار اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔ آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام جوابی خط ارشاد فرمایا۔ جب واپس آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے اور دستار اتار کر حضرت کو دے دی کہ یہ سب کچھ آپ ہی کے صدقہ ملا ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دستار آپ کو واپس کر دی۔

آخر عمر میں آپ نے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی اور وہیں آپ کا انتقال پرملال ہوا۔ ایک مرتبہ آپ طواف کے کے لئے حرم میں داخل ہوئے تو حضرت مولانا محب الدین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرم میں تشریف فرما تھے۔ فوراً فرمانے لگے دیکھو دیکھو حرم میں کون داخل ہوا ہے؟ جب تھوڑی دیر کے بعد آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا محب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے آپ کے حرم میں آنے کی وجہ سے سارا حرم منور ہو گیا

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوداؤد کی شرح ''بذل المجھود'' تحریر فرمائی۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے معاون تھے۔ ایک دن ایک حدیث شریف کی شرح لکھی۔ رات کو سوئے تو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ اس حدیث کی جو آپ نے تعبیر کی یہ صحیح نہیں۔ صحیح تعبیر یہ ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی جانب چلے۔ راستہ میں رات کو لیمپ لئے۔ مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ مل گئے۔ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بتایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا جس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ دونوں حضرات رات کو ہی آئے۔ مسودہ میں تصحیح کی، پھر آرام کیا۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں فتویٰ دیا کہ:

''عقائد مندرجہ سوال مخالف کتاب اللہ معارض سنت رسول اللہ ﷺ مناقض اجماع امت ہیں اور تاویلات مذکورہ از قبیل تحریفات وتکذیبات ہیں۔ اگر تاویلوں کا دروازہ اسی طرح کھولا جائے تو تمام دین درہم وبرہم ہوجائے۔ مرزا قادیانی کی محدثیت وملہمیت محض تزئین نفس اور تسویل شیطان ہے۔ ان عقائد کا مخترع ضال ومضل بلکہ دجاجلہ میں سے راس رئیس ہے۔ حق تعالیٰ اپنے دین کی ایسے لوگوں سے حفاظت فرمائے اوران کو رجوع الی الحق کی توفیق بخشے۔''

(۳۶۰)

خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۶ رمارچ ۱۹۹۸ء)

مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ نامور عالم دین، جامع مسجد وزیرخان لاہور کے خطیب اور حکیم تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں فوجی مارشل لاء عدالت نے چار آدمیوں کو سزائے موت سنائی تھی۔ مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، جناب نذیر احمد فیصل آباد اور چوتھے حضرت مولانا خلیل احمد قادری تھے۔ آپ طبابت بھی کرتے تھے۔

✿...... حضرت مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجھے گرفتار کر کے جیل بھجوادیا گیا اور مجھ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔ میرے

کمرے میں زہریلے سانپ چھوڑے گئے۔ کئی کئی دن کھانا نہ دیا جاتا۔ نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ پیٹ اور سینے میں شدید درد ہونے کی وجہ سے کراہتا۔ مگر جیل والوں پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دفعہ میں نے درود شریف پڑھنا شروع کیا، جس کی وجہ سے کافی افاقہ ہوا۔ اس عالم میں آنکھ لگ گئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے جس میں سبز رنگ کی روشنی ہے، اس کمرے کی سیڑھیوں پر والد محترم حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ، جو اس وقت سکھر جیل میں تھے، کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے سینے سے لگا لیا اور میں نے ان سے پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواباً فرمایا کہ: مجھے بھی انہوں نے رات بھر کھڑا رکھا ہے۔ اس گفتگو کے بعد میں ان سیڑھیوں سے نیچے کمرے میں اترا تو میں نے دیکھا کہ شمالی جانب ایک دروازہ ہے جو کہ کھلا ہوا ہے۔ میں اس کمرے میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک بزرگ سپید نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، درمیانہ قد، سفید داڑھی، کھلی آستینوں کا سبز کرتا زیب تن کئے میری طرف تشریف لائے اور پیچھے سے آواز آئی: ''سرکار شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔'' میں نے دست بستہ حضرت سے عرض کی: ''حضور! ان کتوں نے بہت تنگ کر رکھا ہے۔'' آپ نے میری داہنی طرف پشت پر تھپکی دی اور فرمایا: ''شاباش بیٹا! گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' میں نے دوبارہ عرض کی: ''حضور! انہوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے'' رخ انور پر مسلسل شگفتگی تھی۔ فرمایا: ''کچھ نہیں! سب ٹھیک ہے۔'' اور یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے اور اس واقعے کے بعد میرا حوصلہ بہت زیادہ بلند ہو گیا۔''

٭...... مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں جیل میں مجھ پر بے شمار سختیاں کی گئیں۔ ایک دفعہ مغرب کے بعد میں اپنی بیرک میں بیٹھا ہوا تھا کہ معاً دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں خشک روٹی اور چنے کی دال کے سوا کچھ نہیں مل رہا۔ اگر اپنے گھر میں ہوتے تو حسب منشا کھانا کھاتے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ضمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ میں نے سربسجود ہو کر توبہ کی اور اس وسوسے کا ازالہ چاہا۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ چند لمحے بعد اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی: ''شاہ جی! یہ لے لو'' اور پھر ایک لفافہ مجھے دے دیا گیا۔ جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی۔ میں حیران رہ گیا کہ

اتنے سخت پہروں کے باوجود یہ سب کچھ مجھ تک کیسے پہنچ گیا۔ لیکن میرے دل کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ غیبی دعوت ہے۔ وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک میں استعمال کرتا رہا۔

○...... جناب مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ: ”۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب میں جیل میں تھا تو مجھے پھانسی کی سزا سنائی گئی اور بعد میں مجھے غیر مشروط طور پر رہا کردیا گیا۔ لیکن میرے بارے میں مشہور ہوگیا کہ مجھے پھانسی دے دی گئی ہے اور کراچی جیل میں میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالحسنات شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت تحریک کی کمان فرمارہے تھے، کو یہ خبر دی اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد مظفر علی شمسی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ چند روز تک ہم نے یہ خبر علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ سے چھپائے رکھی اور پھر آخر کار ایک روز ہم نے انہیں بتادی کہ آپ کے صاحبزادے کو موت کی نیند سلادیا گیا ہے۔ علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ یہ سنتے ہی سجدے میں گر گئے اور انہوں نے فرمایا: میرے آقا! گنبد خضریٰ کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اکلوتے بیٹے خلیل کی قربانی قبول ہے تو میں بارگاہ ربی میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں۔ ناموس رسالت پر ایک خلیل تو کیا میرے ہزاروں فرزند بھی ہوں تو اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کردوں۔“

○...... مولانا خلیل احمد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ: ”ایک روز میں نے سکھر جیل کے پتے پر والد محترم حضرت ابوالحسنات شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خیریت کا خط لکھا جس کا جواب مجھے پندرہ روز کے بعد موصول ہوگیا۔ والد صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا: مجھے یہ جان کر بے حد افسوس ہوا کہ تم رتبہ شہادت حاصل نہیں کرسکے۔ لیکن بہرحال یہ جان کر دل کو اطمینان ہوا کہ تم ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر لڑرہے ہو۔ خط کے آخر میں لکھا تھا: کاش! اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی قربانی قبول کرلیتا۔“

○...... مولانا خلیل احمد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں میرے ہاتھوں کو ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ جب مجھے حوالات میں بند کرنے کے لئے پولیس کی بارک کے سامنے سے گزارا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر ہتھکڑی کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا۔ میرے ساتھ چلنے والے سپاہیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں کہا: خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ ہتھکڑیاں کسی اخلاقی جرم کی پاداش میں نہیں پہنیں اور مجھے فخر ہے کہ میں نے اللہ کے پیارے حبیب، شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور عظمت کے

تحفظ کی خاطر یہ زیور پہنا ہے۔ یہ سن کروہ سپاہی خاصے متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا:
''دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کر کچھ نہیں سکتے۔ ملازمت کا معاملہ ہے۔''
میں نے ان سے کہا: یزیدی فوج بھی یہی کہتی تھی۔ اگر تم مجھے حق پر سمجھتے ہو تو اسوۂ حسینؓ پر عمل کرو۔ یہ سن کروہ شرمندہ ہوگئے۔''

✿...... مولانا خلیل احمد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ: ''میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (نیلا گنبد) کے پاس گیا اور ان سے تحریک میں باقاعدہ شمولیت کے لئے درخواست کی تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور پھر کہنے لگے کہ: میں ٹانگوں سے معذور ہوں۔ مگر آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروادیں۔ اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔''

(۳۶۱)

خلیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

۱...... ''ختم نبوت پر مستند دلیل''
۲...... ''مرزائی لاریب غیر مسلم ہیں''
۳...... ''مرزا غلام احمد قادیانی کا فلسفہ طاعون اور اس کی سرگذشت''
۴...... ''نص قرآنی سے ختم نبوت کا مدلل ثبوت''

مولانا خلیل الرحمٰن قادری کے یہ چار رسالے ہیں۔ پہلے رسالہ کا سن تالیف معلوم نہ ہوسکا۔ دوسرے کا سن وتاریخ تالیف، ۸؍جون ۱۹۸۶ء، تیسرے اور چوتھے کا ۲۱؍نومبر ۱۹۸۸ء ہے اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۳۶۲)

خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ...... مولانا دوست محمد خان رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شکست فاش کے داغ کو دھونے کے لئے قادیانی احسن امروہی نے تحریری مکالمہ کے لئے ڈول ڈالا۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے اس کے چیلنج کو قبول کر کے تحریری مکالمہ کا آغاز کر...

(د)

(۳۶۵)

داؤد پسروری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالبیان محمد

حضرت مولانا ابوالبیان محمد داؤد پسروری ہیں جو حضرت مولانا نور احمد چوک فرید امرتسر کے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں عمدہ کتاب ''آسمانی کڑک'' تالیف کی جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہے اور احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۳۶۶)

داؤد غزنوی (لاہور)، مولانا سید محمد

(وفات: ۱۶/دسمبر ۱۹۶۳ء، لاہور)

عالم دین، خطیب، سیاستدان، تحریک آزادی کے مجاہد، اہل حدیث مکتب فکر کے ممتاز رہنما، مجلس احرار اسلام میں گرانقدر خدمات کے سرانجام دینے والے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور......

(۳۶۷)

داتہ پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے اثرات

داتہ جسے اس وقت ربوہ ثانی کہا جاتا تھا اور شنید یہ ہے کہ مرزا ملعون کا بیٹا بشیر الدین ملعون بنفس نفیس یہاں آیا بھی تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کی برکت سے یہ ایسا پاک ہوا کہ اب بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ داتہ میں کوئی قادیانی نہیں۔ گو کہ چند افراد جن کا تعلق داتہ سے ہے اور وہ قادیانی ہیں۔ مگر وہ نہ تو داتہ میں آسکتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی قریبی رشتہ داران سے تعلق برقرار رکھ سکتا ہے۔ گویا ان کا اس گاؤں سے کوئی واسطہ، تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ وہ ترک مرزائیت کر کے توبہ تائب ہو کر پاک صاف ہو جائیں۔

(د)

(۳۶۵)

داؤد پسروری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالبیان محمد

حضرت مولانا ابوالبیان محمد داؤد پسروری ہیں جو حضرت مولانا نوراحمد چوک فرید امرتسر کے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں عمدہ کتاب ''آسمانی کڑک'' تالیف کی جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہے اور احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۳۶۶)

داؤد غزنوی (لاہور)، مولانا سید محمد

(وفات: ۱۶/دسمبر ۱۹۶۳ء، لاہور)

عالم دین، خطیب، سیاستدان، تحریک آزادی کے مجاہد، اہل حدیث مکتب فکر کے ممتاز رہنما، مجلس احرار اسلام میں گرانقدر خدمات کے سرانجام دینے والے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور......

(۳۶۷)

داتہ پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے اثرات

داتہ جسے اس وقت ربوہ ثانی کہا جاتا تھا اور شنید یہ ہے کہ مرزا ملعون کا بیٹا بشیرالدین ملعون بنفس نفیس یہاں آیا بھی تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کی برکت سے یہ ایسا پاک ہوا کہ اب بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ داتہ میں کوئی قادیانی نہیں۔ گو کہ چند افراد جن کا تعلق داتہ سے ہے اور وہ قادیانی ہیں۔ مگر وہ نہ تو داتہ میں آ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی قریبی رشتہ داران سے تعلق برقرار رکھ سکتا ہے۔ گویا ان کا اس گاؤں سے کوئی واسطہ، تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ وہ ترک مرزائیت کر کے توبہ تائب ہو کر پاک صاف ہو جائیں۔

۱۹۷۴ء سے قبل صورتحال یہ تھی کہ داتہ کے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ کوئی بھی ہو پورے ملک میں مشکوک نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں یہ علاقہ نظر انداز رہا اور اس زمانے کا یہ عمومی تاثر کہ داتہ مرزائیت کا گڑھ ہے۔ اسے نظر انداز کئے جانے کا سبب تھا۔ مگر حقیقت حال یہ نہ تھی بلکہ یہاں کی اکثریت بشمول سادات گیلانیہ نہ صرف صحیح العقیدہ مسلمان تھے بلکہ ابتدائے مرزائیت (۱۹۰۳ء) سے پرزور انداز میں مرزائیت سے برسر پیکار تھے اور تحفظ ختم نبوت کی جنگ ابتداء ہی سے لڑتے رہے۔ تاہم کچھ بااثر افراد کی وجہ سے اگرچہ وہ اقلیت میں تھے داتہ کو مرزائیت کا مرکز شمار کیا جاتا رہا۔ بنابریں قادیانی جنازہ نامی کتابچہ جو کہ ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال کرنے والے نے یہ لکھ دیا کہ مرزائی کا جنازہ داتہ کی اکثریت نے پڑھا۔ جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزائیت کے بائیکاٹ کی بناء پر ماسوائے چار آدمیوں کے گاؤں کا کوئی شخص شریک جنازہ نہ تھا۔ سارے لوگ بشمول امام کے ہری پور سے مرزائی ساتھ لاتے تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر سعید جس کا جنازہ تھا وہ باشندہ تو داتہ کا تھا مگر رہائش ہری پور کا تھا۔ جو چار آدمی شریک جنازہ ہوئے تھے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، خطیب جامع مسجد داتہ نے انہیں مسجد میں بلا کر سرعام مرغا بنایا۔ پھر ان سے توبہ کروائی اور نکاح کی تجدید کر کے چھوارے تقسیم کرائے۔

۱۹۷۴ء میں انہی مسلمانوں کے اخلاف نے تھوڑی سی بیرونی توجہ کے سبب مرزائیت کو چاروں شانے چت کیا اور آج الحمدللہ! داتہ پاک ہے۔ تحریک ۱۹۷۴ء کے داتہ پر پڑنے والے اثرات سے قبل داتہ میں مرزائیت کی تاریخ کا اجمالی تذکرہ اشد ضروری ہے تاکہ اصل صورت واضح ہو سکے اور اس تحریک کے نتیجہ خیز اثر کو جانا جا سکے۔

۱۹۰۳ء میں ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر ٹامسن نے زعمائے علاقہ مانسہرہ کے جرگہ کے نتیجہ میں یہ تاریخی فیصلہ دیا کہ مسلمان اور مرزائیت الگ الگ ہیں۔ مرزائیوں کو مسلمانوں کی مسجد میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ اگر اپنی عبادت گاہ اپنے خرچہ پر بنانا چاہیں تو بنالیں۔ مسلمان ان کے درپے نہ ہوں گے۔

یہ فیصلہ دو مختلف درخواستوں کے ضمن میں سنایا گیا۔ یہ دو درخواستیں ایک مسلمان باپ اور دوسرے مرزائی بیٹے کی دی ہوئی تھیں۔ جن کی مختصر روداد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ حکیم نورالدین مردود کے ایک قریبی دوست آزاد کشمیر کے گاؤں گھنڈی کے مولوی سرور شاہ جو کہ مرزا قادیانی کی طرف سے کئی مواقع پر مناظر بھی رہا، کے اثر و رسوخ سے قادیان کے ایک مبلغ یامین جو کہ ہزارہ کے گاؤں بچی کوٹ کا امام تھا کو داتہ میں ایک طالب علم کے روپ میں مسجد میں بھیجا

گیا۔ یامین کی کوشش سے ایک نوجوان حیات علی شاہ ولد فتح علی شاہ نمبر دار داتہ مرزائیت کا شکار بن گیا۔ پھر اس نے اپنے چچازاد بھائی سرور شاہ (ساکنہ داتہ) کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ حیات علی شاہ کے والد سید فتح علی شاہ نے جن کا بیٹا ان کی کوشش کے باوجود ترک مرزائیت پر راضی نہ ہوا اور کچھ دوسرے لوگ یعنی ملاں احمد جی (گجر) مولوی عبدالغنی (سواتی) وغیرہ مرزائی بن گئے تو انہوں نے بیٹے سے مکمل قطع تعلق کرلیا بلکہ گھر سے نکال دیا۔ حتیٰ کہ ان کی بہو جو کہ خود بھی عابد وزاہد تھی اور حویلیاں کے قریب پیر کوٹ نامی گاؤں کے سلسلہ قادریہ کے سادات گیلانیہ میں سے تھیں، انہوں نے بھی تعلق منقطع کر دیا۔ یہاں تک سنا ہے کہ گلی سے گزرتے وقت راکھ اکٹھی کر کے حیات علی شاہ کے سر پر ڈلوائی گئی۔ مگر وہ باز نہ آیا اور ایک درخواست ڈپٹی کمشنر کو ارسال کی کہ وہ چونکہ ایک نئے مذہب کا پیروکار ہو گیا اور میرا والد اور دوسرے رشتہ دار درپے ہیں۔ لہٰذا میری حفاظت کے لئے پولیس تعینات کی جائے۔ ادھر فتح علی شاہ صاحب نے دیگر سادات گیلانیہ کے مشورہ سے ایک درخواست اس عنوان کی دے دی کہ ایک نووارد یامین ولد مطلب طالب علم کے روپ میں آ کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اگر اسے کسی نے قتل کر دیا تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ لہٰذا اسے یہاں سے بے دخل کیا جائے۔ مسٹر ٹامسن ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے علاقے کے خوانین اور مقتدر شخصیات کا جرگہ طلب کیا اور پھر مذکورہ بالا فیصلہ کرتے ہوئے ۱۹۰۳ء میں مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کرلیا۔ مسجد مسلمانوں کی ہوگئی اور مرزائی علیحدہ ہوگئے۔ اس وقت قادیان کی ایماء پر علاقہ تریڑھی اور کک منگ (موجودہ ضلع ایبٹ آباد) سے سراڑہ خاندان کے چند لوگ جو مرزائی ہوئے تھے وہ بھی داتہ میں آ موجود ہوئے۔ سرور شاہ داتوی اور حیات علی شاہ نے بظاہر انہیں پناہ دی جو درپردہ ان کے دست دراز دبنے۔ ان کے بچوں نے قادیان میں تعلیم حاصل کی اور بڑے عہدوں پر براجمان ہوئے۔ جن میں پشاور یونیورسٹی کا سابقہ رجسٹرار احمد حسن اور ڈاکٹر سعید (قادیانی جنازہ والا) قابل ذکر ہیں۔

بظاہر مرزائیت سکڑ گئی مگر فتح علی شاہ صاحب کے فوت ہونے کے بعد دوبارہ سر اٹھایا اور انہوں نے مسجد میں داخلے کے لئے ایک حیلہ اختیار کیا۔ مذکورہ بالا مرزائی مولوی عبدالغنی کا ایک بھتیجا مولوی اسماعیل جس کا دادا ایک زمانے میں مسجد کا امام رہ چکا تھا کو تیار کیا گیا اور اسے امام مقرر کر دیا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ میری اقتداء میں مسلمان اور مرزائی دونوں نماز ادا کریں اور مرزئیوں نے اسے تسلیم کرلیا تو جملہ مسلمانان دیہہ جن میں سادات گیلانیہ کے سرکردہ افراد کی اکثریت شامل تھی۔ اسے امام تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ مرزا قادیانی کا فتویٰ یہ ہے کہ

کسی مسلمان کی اقتداء میں مرزائی کی نماز نہیں ہوتی۔ مگر مرزائی اس کی اقتداء میں اس لئے تیار ہوئے ہیں کہ وہ در پردہ مرزائی ہے۔ لہٰذا یہ امام نہیں ہوسکتا۔ پھر ایک عالم دین مولوی غلام جیلانی صاحب ساکنہ بلہنگ (مانسہرہ) کو امام مقرر کر کے زبردستی مسجد پر قبضہ کر لیا اور نمازوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ قادیانی اپنے امام کو اگر مسجد میں لاتے تو لاٹھیوں سے خبر لی جاتی۔ اس صورتحال سے تنگ ہو کر حیات علی شاہ نے مولوی اسماعیل سے یہ دعویٰ استقرار یہ سول جج کی عدالت میں دائر کرادیا کہ میں سابقہ امام کا پوتا ہوں اور حیات علی شاہ مسجد کے بانی سید نادر شاہ گیلانی کا پوتا ہے۔ جس نے مجھے امام مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ایک نووارد غلام جیلانی میرے حق امامت میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ جسے باز رکھا جائے اور میرا حق امامت بحال کیا جائے۔

چھ ماہ تک یہ مقدمہ چلا۔ جواب دعویٰ میں جملہ سادات گیلانیہ، سادات بخاری اور دیگر اقوام نے حصہ لیا۔ مقدمہ نے کئی پہلو بدلے مگر جج جو انگریز کا مقرر کردہ تھا، اس نے فیصلہ مسلمانوں کے خلاف دیا جس کے نتیجہ میں مدعا علیہم نے اپنی ملکیتی جگہ پر نئی مسجد بنالی اور وہاں نماز شروع کردی۔ اسماعیل قدیمی مسجد کا امام ہوگیا۔ نئی مسجد تعمیر کرنے والوں میں چودہ اشخاص خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف والوں کے ۱۳۳۱ھ میں مرید بنے۔ جب کہ وہ ایبٹ آباد میں رمضان شریف گزار رہے تھے۔ (تفصیل ص ۱۳۳، بحر الجمان اشاعت دوم)

گوکہ اس مسجد میں مرزائیوں کا عمل دخل شروع ہوگیا۔ مگر اس کا عملی قبضہ بھی مسلمانوں ہی کے پاس رہا۔ دوسری مسجد کی تعمیر میں جن لوگوں نے حصہ لیا وہ ترلا جنبا اور قدیم مسجد والے اتلا جنبا کہلانے لگے۔ عملاً ایک خالصتاً مسلمانوں کا گروہ اور دوسرا جو اس وقت کے حالات کے مطابق مرزائیوں کا حمایتی گروہ تھا۔ دو علیحدہ علیحدہ طبقے بن گئے اور برسوں یہ مخالفت قائم رہی۔ اتلا جنبا مسلمانوں کی اکثریت میں ایک قلیل مگر بااثر مرزائیت کا مجموعہ تھا اور ترلا جنبا خالصتاً مسلمانوں کا گروہ تھا، جس میں مرزائیت کی بو تک نہ تھی۔ زمانہ گزرتا رہا۔ اس قدیمی مسجد میں حالات کے اتار چڑھاؤ نے مرزائیوں کو یوں بے دخل کردیا کہ سرور شاہ داتوی اور چند اور لاہوری ہوگئے۔ جب کہ دوسرے مرزائی قادیانی تھے جنہوں نے اپنی عبادت گاہ علیحدہ ملاں احمد جی کے مکان کے اوپر بنالی اور لاہوریوں نے مسجد قدیمی کے باہر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی اپنی عبادت کے لئے مختص کرلی۔ یوں قدیمی مسجد سے بھی مرزائیوں کا اثر و داخلہ ختم ہوگیا۔

سن ساٹھ کی دہائی میں مانسہرہ میں جب سیٹھی یوسف صاحب نے تعلیم القرآن کی تحریک شروع کی اور مدرسہ معہد القرآن الکریم قائم ہوا اور وہاں کے فضلاء کو مختلف دیہاتوں میں

متعین کیا گیا تو داتہ کی اس قدیمی مسجد میں بھی ایک شاخ قائم ہوئی۔ ابتداء قاری عبدالمالک صاحب کے ہوئی۔ پھر مختلف قراء آتے رہے اور پھر قاری حافظ امیر صاحب اپنا پورا مدرسہ ڈھانگری سے اٹھا کر اسی مسجد میں لے آئے اور قرآنی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مرزائیت کی نحوست چونکہ موجود تھی اس لئے حالات کا اتار چڑھاؤ جاری رہا۔ جس پر حافظ امیر صاحب نے ایک متفقہ فتویٰ جاری کروایا کہ مرزائی کافر ہیں۔ ان سے رشتہ ناطہ ناجائز اور تعلقات منقطع کرنا ضروری ہے، جس نے گاؤں میں نئے سرے سے ایک ہلچل مچادی۔ لوگوں میں مرزائیت کی نفرت اور جذبہ ایمانی بیدار ہو گیا۔ گو کہ حافظ صاحب کے مدرسہ کی یہاں سے منتقلی کا ایک سبب یہی امر بنا۔ مگر ایک چنگاری سلگ گئی۔ پھر اس مسجد میں ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک عالم اور قاری عطاء محمد صاحب جو کہ سیٹھی صاحب کے سلسلہ تعلیم القرآن کے تحت تھے اور وہ حضرت قاری حسن صاحب کے شاگرد تھے۔ امام اور خطیب ہوئے اور انہوں نے بذریعہ تعلیم، تبلیغ اور وعظ ایک نئی روح بیدار کی۔ ان کے ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

کے نعرے نے جذبہ ایمانی کو جلا بخشی۔ آخر ان کے حالات بھی ناساز ہوئے۔ انہیں بھی جانا پڑا مگر چنگاری شعلہ بن چکی تھی۔

اس دوران قاری حسن شاہ صاحب نے دوسری مسجد جو ختم نبوت کے نام پر بنی تھی، میں مدرسہ ترتیل القرآن کی بنیاد رکھ دی اور اپنے ایک شاگرد قاری ولی محمد صاحب کو مقرر کیا جو قرآنی تعلیمات کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے علاقہ دینہ میں قاری حسن شاہ صاحب کے دوسرے شاگرد قاری غلام حسین صاحب جو بالاکوٹ کے تھے، ان کے ساتھ قاری حسن شاہ صاحب کے مشورے سے تبادلہ کی صورت بنائی۔ یوں قاری غلام حسین چھوٹی مسجد میں آگئے۔ قاری ولی محمد صاحب کو پرتپاک الوداعی تقریب میں رخصت کیا۔ ہار پہنائے اور مین روڈ تک پیدل رستہ طے کر کے ایک کثیر تعداد لوگوں کی الوداع کہنے آئی۔ عجیب منظر تھا۔ یوں چھوٹی مسجد میں مرزائیت کے اثرات سے پاک تعلیم و تعلم اور تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر ہائی سکول داتہ میں ایک عربی معلم حافظ عبدالوہاب صاحب تشریف لائے جو مسجد کے پڑوس میں رہائش پذیر ہوئے۔ انہوں نے مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر انہی کے مشورہ سے سید محمد افضل شاہ صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے منسلک ہو گئے اور یوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا عمل دخل بھی شروع ہو گیا۔

حافظ صاحب بڑے عجیب بزرگ تھے وہ جب داتہ ہائی سکول میں تعینات ہوئے تو ایک عرصہ تک رستہ میں آتے جاتے اور سکول میں کسی کے سلام کا جواب نہ دیتے۔ جب لوگوں نے استفسار کیا تو فرمایا، داتہ مرزائیوں کا مرکز ہے۔ مجھے کیا معلوم سلام کرنے والا مسلمان ہے یا کافر۔ یہ چونکہ عوام میں مشہور بات تھی اور عام لوگوں کو داتہ کے اندرونی حالات کا علم نہ تھا۔ تاہم جب حافظ صاحب کو بتایا گیا کہ مرزائیوں کی تعداد بہت کم اور سکول میں عبدالسلام نامی ایک مرزائی استاد ہے۔ باقی سب صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ تب انہوں نے سکول کے اساتذہ میں ایک گروپ بنالیا اور اس مرزائی سے مکمل قطع تعلق کرنے لگے۔ دوسرے اساتذہ کرام اور طلبہ میں ایک مہم شروع کی جس کے اثرات گاؤں پر بھی پڑنے لگے۔ نتیجتاً مرزائیوں نے صوبہ سرحد کی حکومت کو ایک درخواست دی جس میں حافظ صاحب کو نشانہ بنایا گیا کہ یہ سکول میں مرزائیوں کے خلاف نفرت پھیلاتا ہے اور اساتذہ وطلباء کو ان کے خلاف بھڑکا کر امن عامہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک مرزائی لڑکے کو جو کہ سکول کا طالب علم تھا اکسایا کہ وہ حافظ صاحب پر بدکاری کا الزام لگائے۔ اس درخواست پر حکومت کی طرف سے ڈائریکٹر تعلیمات کو انکوائری کا حکم دیا گیا اور ہدایات اتنی سخت تھیں کہ ڈائریکٹر صاحب بنفس نفیس پشاور سے انکوائری کے لئے آئے۔

جب سکول میں پہنچے تو سیدھے ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے گئے۔ وہاں سے تمام لوگوں کو نکالا۔ دروازہ بند کیا اور حافظ صاحب کو طلب کیا۔ حافظ صاحب نے بڑے اطمینان سے انہیں اصل صورتحال سے آگاہ کیا اور پھر فرمایا کہ میں اسلامیات کا استاد ہوں۔ یہ نصاب کی کتاب ہے اس میں ختم نبوت کا عنوان ہے۔ میرا کام ہے اس کی وضاحت کروں۔ کیونکہ میں اسی کی تنخواہ لیتا ہوں۔ اس میں اگر مدعی نبوت پر تنقید ہوئی ہے تو یہ سبق کا حصہ ہے۔ اس پر ڈائریکٹر صاحب کہنے لگے جو کہ حافظ صاحب کی وضاحت سے مطمئن ہو چکے تھے کہ آپ کی شخصیت اور چہرے سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا مگر الزام تو ہے اور اس کا آپ کو سامنا کرنا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حافظ صاحب کو باہر نکال کے اس لڑکے کو بلایا گیا کہ وہ معاملہ کی وضاحت کرے۔ لڑکے نے آتے ہی صاف انکار کر دیا کہ فلاں فلاں مرزائیوں نے مجھے ایسے کرنے کا کہا تھا۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یوں حافظ صاحب تائید غیبی سے بری الذمہ ٹھہرے اور ڈائریکٹر صاحب اطمینان کے ساتھ انکوائری مکمل کر کے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مرزائیوں کے خلاف تحریک نے زور پکڑ لیا۔ حافظ عبدالوہاب صاحب داتہ گاؤں میں رہائش پذیر ہو گئے۔ مسجد ختم نبوت میں باقاعدہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، لوگوں کی تربیت اور مرزائیوں کا تعاقب کرتے رہے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قاری عطاء محمد صاحب کے جانے کے بعد ایک عظیم شخصیت قدیمی مسجد میں امام مقرر ہو گئے جو تھے تو پرانی وضع کے مولوی اور مزارات کے پسند کرنے والے مگر تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے تاریخی کام کیا۔ ان کی اور حافظ عبدالوہاب صاحب کی مشترکہ محنت نے مرزائیت کو داتہ سے مکمل طور پر ختم کرنے کا سامان کیا۔ یہ حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب تھے جو بڑے استاذ جی کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے داتہ گاؤں میں لوگوں کے اندر کے پیدا شدہ اس جذبے کو جو قبل ازیں قاری عطاء محمد صاحب کی تقاریر اور حافظ امیر صاحب کے متفقہ فتویٰ کے نتیجہ میں اجاگر ہوا تھا اسے خوب پختہ کر کے لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت سمجھایا اور مرزائیوں کے کفر کو لوگوں پر واضح کیا۔ حافظ عبدالوہاب صاحب کی محنت اور کوشش سے تحریک کو مزید تقویت ملتی گئی۔ حتیٰ کہ ملکی سطح پر ۱۹۷۴ء کی تحریک شروع ہو گئی۔ لوگوں میں جذبہ ایمانی اور مرزائیوں سے نفرت جوش کی صورت اختیار کر گئی۔ تاہم مرزائی یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ اس گاؤں میں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جب ۱۹۷۴ء کی تحریک زوروں پر تھی، ہزارہ بھر میں جلسے اور جلوس ہوتے۔ لوگ مانسہرہ اور ایبٹ آباد میں شریک ہوتے اور گاؤں میں اس کے چرچے ہوتے۔ بالاکوٹ میں مرزائیوں کے مکانات جلائے گئے۔ مانسہرہ میں سید غلام نبی شاہ صاحب اور مقامی علماء کرام مولانا عبدالحیٔ صاحب، مولانا عبداللہ خالد صاحب ﷫، قاری فضل ربی صاحب ﷫ نے جلوس نکالے۔ ایبٹ آباد میں جلوس نکلے۔ جوش اور جذبہ قابل دید تھا۔ پرائمری سکول داتہ کے ایک استاذ جو ہاتھ اور پاؤں سے معذور بھی تھے، خالد حسن شاہ نام تھا۔ اپنی کلاس کے بچوں کو تیار کر کے جلوس کی شکل بنا لیتے اور گاؤں کی گلیوں میں ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتے۔ کچھ لوگ مخالفت بھی کرتے۔ مگر وہ نتائج سے بے خبر ہو کر روزانہ یہ عمل دہراتے۔ ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ سارے گاؤں میں گونجتا۔

اب یہ بات مشہور ہوئی کہ ایک مرکزی جلوس ایبٹ آباد سے براستہ مانسہرہ، بالاکوٹ جائے گا اور درمیان میں داتہ گاؤں اور پھگلہ گاؤں کے مرزائیوں کے گھر کے سامنے سے گزرے گا۔ حاجی محمد افضل شاہ صاحب جو کہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے بیعت تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے دروازوں پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لکھا جائے۔ پھر کیا تھا، بچوں اور نوجوانوں نے رنگ لیا اور ہر ایک کے دروازے پر ختم نبوت زندہ باد کے لکھنے کا عمل شروع ہو گیا۔ بوڑھی عورتیں گھروں کے دروازوں پر آ کر کہتی دیکھی گئیں کہ میرے دروازے پہ لکھو۔ اس طرح شام ہوتے ہوتے تقریباً ہر ایک مسلمان کے گھر کے دروازے پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ رقم ہو چکا تھا

اور صبح کے جلوس کی آمد کے لئے ہر شخص منتظر اور اس میں شامل ہونے کے لئے تیار تھا۔

ادھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضور ﷺ کے فرمان مبارک ''نصرت بالرعب'' کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ مرزائی جو کہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ انہوں نے انتظامیہ کو ازخود اطلاع دے دی کہ داتہ میں نقص امن کا خطرہ ہے۔ لہٰذا ہمیں سیکورٹی مہیا کی جائے اور یہ عمل کسی ایسے بالائی دفتر کے ذریعے ہوا کہ مانسہرہ کی ساری انتظامیہ متحرک ہوگئی اور داتہ کے لئے خصوصی حفاظتی ٹیم بشمول ایف۔ سی اسکواڈ ترتیب دی گئی۔ لوگ رات کو صبح کے جلوس کے انتظار میں سوئے۔ جب صبح اٹھے اور مسجدوں میں نماز کے لئے گئے تو حیران تھے کہ مرزائیوں کے تمام گھروں میں تالے لگے ہوئے ہیں۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کہاں چلے گئے۔ ادھر سورج نکلتے ہی لوگوں نے دیکھا کہ داتہ روڈ جو اس وقت کچا تھا اور جب کوئی گاڑی بڑے روڈ سے لنک روڈ پر آتی تو بہت زیادہ گرد اٹھتی تھی جو گاؤں سے نظر آیا کرتی تھی۔ آج اچانک بہت زیادہ دکھائی دی۔ کسی نے کہا کہ جلوس آ گیا ہے۔ اب کیا تھا: سارا گاؤں امڈ آیا۔ کیا بچے کیا بوڑھے، نعرۂ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد۔

حضرت سید میاں شاہ صاحب اچانک سامنے آئے اور قیادت شروع کر دی۔ پھر ہر طرف نعرے ہی نعرے اور جلوس کے استقبال کی تیاریاں۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاڑیوں کا ایک بڑا قافلہ گاؤں میں داخل ہوا اور گاؤں کے شروع میں ایک بڑے پرانے قبرستان میں گاڑیاں پارک ہونے لگیں۔ علاقہ مجسٹریٹ، تحصیلدار صاحب، تھانے دار صاحب، ڈی ایس۔ پی صاحب وغیرہ پوری انتظامیہ آ موجود ہوگئی۔ ساتھ بڑی بڑی گاڑیوں سے ایف۔ سی کی نفری آنا شروع ہوئی۔ جلوس کی جگہ انتظامیہ اور سیکورٹی اداروں کا جلوس آ موجود ہوا۔ پوچھا حالات کیسے ہیں؟ بتایا گیا کہ مرزائی بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے ہیں۔ گھروں میں تالے ہیں اور امن وامان ہے۔ پولیس اور انتظامیہ نے گاؤں کا چکر لگایا۔ حاجی معظم شاہ کی ڈیوڑھی میں کیمپ آفس قائم ہوگیا۔ ادھر ہر طرف نعرہ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد کی آوازیں۔ مرزائی چونکہ بھاگ چکے تھے اس لئے کئی قسم کے تصادم کی کوئی صورت پیش نہ آئی۔ امن وامان رہا۔ ان کے رہائشی مکان چونکہ مسلمانوں کے مکانات کے ساتھ متصل تھے۔ اس لئے وہ محفوظ رہے۔ میاں شاہ صاحب نے پرجوش تقریر کی۔ ہر دو علماء کرام نے مساجد میں اعلانات کئے اور لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔ ایف۔ سی نے پوزیشن سنبھال لیں۔ گشت شروع کر دیا۔ مجسٹریٹ نے وائرلیس پر صورتحال سے حکام بالا کو اطلاع دی اور امن وامان کی صورت سے مطلع کیا۔ یوں یہ تاریخی دن گزرا۔ رات کو کرفیو جیسی صورت کا اعلان کیا گیا۔ ایف۔ سی کے کمانڈر نے خود اعلان کیا کہ رات ۹ بجے کے بعد کوئی آدمی

نظر آیا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔ مگر اس ساری صورتحال نے مسلمانوں کے دلوں میں تحفظ ختم نبوت کے جذبے اور مرزائیوں سے نفرت کو اور زیادہ کر دیا۔ میدان خالی تھا اور جذبات بلند سے بلند تر تھے۔ اللہ اللہ ''نصرت بالرعب ''یعنی حضور ﷺ کی ذات اور آپ کی ختم نبوت کا رعب کہ سارا گاؤں مرزائیوں سے خالی، بڑے بڑے دعویدار منظر سے غائب، کیا شان ہے اللہ کے دین کی۔ مرزائی کچھ تو مکمل طور پر نقل مکانی کر گئے۔ کچھ واپس آئے اور کچا پکا مسلمان ہونے کا اعلان بھی کیا اور کچھ پرانی روش پر قائم رہے۔ مگر داتہ گاؤں میں اب ختم نبوت زندہ باد ہی کا راج ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قاضی اللہ یار صاحب مبلغ ختم نبوت کی آمد ورفت شروع ہوگئی۔ وہ وقتاً فوقتاً خود بیگ اٹھائے آموجود ہوتے۔ قدیمی مسجد میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ان کا استقبال کرتے۔ بچے اور نوجوان ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ بیگ سے ٹافیاں نکال کر بچوں کو دیتے۔ اچھے اچھے لطیفے سناتے۔ پھر لاؤڈ سپیکر کھول کر خطاب فرماتے۔ لوگ سنتے ہی مسجد میں آجاتے اور ان کا پڑھایا ہوا سبق آج بھی لوگوں کو یاد ہے۔ وہ کہتے کہ:

مرزا کہتا ہے:

سنو بھائیو سچی تعبیر قبر عیسیٰ دی وچ کشمیر
خان یار دے وچ محلے کول اس دے اک چشمہ چلے

میں کہتا ہوں:

سنو بھائیو یہ سچی تعبیر نہ کوئی قبر عیسیٰ دی وچ کشمیر
نہ خان یار دے وچ محلے نہ کول اس دے کوئی چشمہ چلے

اس عمل کے ساتھ لوگوں میں مرزائیوں سے مزید نفرت پیدا ہوئی۔ انہوں نے مرزائیوں سے قطع تعلق کی ترغیب دی۔ یہاں تک کہ دونوں مساجد کے علماء نے بھی اعلان کر دیا کہ جو مسلمان کسی مرزائی کے گھر جائے گا اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔ بظاہر یہ معمولی سا اعلان تھا مگر اس نے حقیقت کا روپ اختیار کیا اور آج تک اس کے اثرات گاؤں میں مرزائیوں کے مکمل بائیکاٹ کی صورت میں موجود ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک مسلمان جو مرزائی کے گھر آنے جانے کا عادی تھا۔ اس نے اپنا معمول ترک نہ کیا تو ایک دن اس سے کہا گیا کہ تیرا جنازہ مولوی نہیں پڑھائیں گے۔ اس نے انتہائی حقارت کے لہجے میں کہا، دیکھا جائے گا جو ہوگا۔ میں جاتا ہوں۔

اس عمل کے ہفتہ عشرہ بعد ۲۵ر دسمبر ۱۹۷۵ء کو وہ شخص (فیض اللہ درزی) مرگیا۔ علماء

تک اس کی بات پہنچائی گئی۔ دو مساجد کے آئمہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اور حافظ عبدالوہاب صاحب نے لوگوں کو جمع کیا اور پھر متفقہ طور پر اعلان کر دیا کہ گواہان کے بیان کے مطابق اس شخص کا عمل اسلام کے منافی ہے۔ لہٰذا اس کی نماز جنازہ ہم نہیں پڑھائیں گے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا۔ ایک دن اور رات اس کی میت گھر میں پڑی رہی۔ نہ قبر کا بندوبست ہوا، نہ لوگ تعزیت کے لئے گئے۔ بس ختم نبوت زندہ باد، مرزائیوں نے عندیہ دیا کہ اس کے کفن دفن کا انتظام کریں۔ مگر اس کے بیٹوں نے جواباً کہا کہ صرف بات کرنے پر یہ حال ہے۔ ہم مزید آزمائش کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا دو بیٹوں اور دو دامادوں نے قبر کھودی۔ ایک نے امامت کی اور تین مقتدی بنے۔ پھر جنازہ کے بعد اسے ۲۶ ردسمبر ۱۹۷۵ء کو دفنا دیا۔ اس کے بعد کسی کو بھی بائیکاٹ توڑنے کی ہمت نہ ہوئی اور مرزائیت سکڑتے سکڑتے مکمل ختم ہو گئی۔

بعد ازاں حضرات کی آمد و رفت معمول بن گئی۔ سالانہ جلسہ ختم نبوت ہوتا۔ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب روزانہ درس قرآن میں تحفظ ختم نبوت کے عمل کو دہراتے۔ لوگوں کے جذبے کو زندہ رکھتے۔ پس شکایت ملتی تو اس کا نوٹس لیتے۔ ایسے ہی ایک جلسہ کا جو ۲۹ رجولائی ۱۹۸۷ء کو قدیمی مسجد داتہ میں ہوا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کی ڈائری میں ذکر موجود ہے۔ مولانا شریف صاحب، قاضی اللہ یار صاحب، مولانا ضیاء الدین صاحب (ہری پور) اور نور الحق نور صاحب (پشاور) کے خصوصی خطابات ہوئے اور ختم نبوت زندہ باد۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد تو مقدمات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کوئی مرزائی آتے جاتے کسی کو سلام کر دیتا تو F.I.R درج ہو جاتی۔ مقدمہ شروع ہو جاتا۔ کوئی قربانی کرتا۔ سرعام نماز پڑھتا۔ خلیل الرحمٰن صاحب مقدمہ قائم کر دیتے۔ ایک قادیانی جو نقل مکانی کر گیا تھا اس نے قتل کی دھمکی کا خط لکھا جس نے ختم نبوت زندہ باد کو اور بالا کر دیا۔ ایک اور قادیانی لڑکا پستول لئے ان کے کمرے میں داخل ہوا۔ انہوں نے جس گدی پر بیٹھے تھے اس کا ایک کونہ اٹھاتے ہوئے رعب دار آواز میں للکارا جیسے وہ بھی اسلحہ اٹھا رہے ہوں۔ آناً فاناً وہ مرزائی کافور ہو گیا اور بھاگتا ہوا گاؤں سے باہر چلا گیا۔ یہ سلسلہ اس حد تک آگے چلا کہ مرزائیوں کا سودا سلف بند ہو گیا۔ گاڑیوں پر بیٹھنا ناممکن ہو گیا تو مجبوراً یا تو گاؤں چھوڑ گئے یا پھر مسلمان ہو گئے اور اب الحمدللہ فیہ! مرزائی جولاہور، ہری پور، چناب نگر یا پھر بیرونی ممالک میں ہیں اور گنے چنے ہیں ان کا گاؤں میں داخلہ، قریبی رشتہ دار کی غمی یا شادی میں شرکت مطلقاً منع ہے۔ کیونکہ اس

رشتہ دار کا بھی بائیکاٹ یقینی ہے جو ان سے تعلق رکھے اور نہ ہی یہ ان کے ہاں جاسکتا ہے۔ اس طرح داتہ مرزائیت سے مکمل پاک ہے۔ جو ہیں ان کا گاؤں سے یا گاؤں کے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔ الا یہ کہ وہ باقاعدہ مسلمان ہوں اور باضابطہ گاؤں کی مسجد میں اعلان کریں۔

ختم نبوت زندہ باد، سالانہ ایک دو پروگرام ختم نبوت کے عنوان سے لازماً منعقد ہوتے ہیں، جس میں علاقائی مبلغ کے علاوہ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب (شاہین ختم نبوت) کی شرکت یقینی ہوتی ہے اور لوگوں کو ان کا انتظار رہتا ہے۔ چناب نگر سالانہ کانفرنس میں اچھی خاصی حاضری ہوتی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ (سید شجاعت علی شاہ گیلانی)

(۳۶۸)

دارالاشاعت رحمانی مونگیر

''آئینہ کمالات مرزا'' ناظم دارالاشاعت رحمانی مونگیر کا مرتب کردہ ہے۔ خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے صحیفہ رحمانیہ شائع ہوتا تھا۔ اس کے کل چوبیں شمارے شائع ہوئے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ! کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے صحیفہ رحمانیہ کی مکمل فائل جو چوبیں رسائل پر مشتمل تھی، احتساب قادیانیت کی جلد پانچ میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح خانقاہ عالیہ رحمانیہ مونگیر شریف سے ایک رسالہ ''صحیفہ محمدیہ'' کے نام پر بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کے کل کتنے شمارے شائع ہوئے، ان کی فائل کہاں سے مل سکتی ہے۔ اعتراف کرتا ہوں کہ اس سلسلہ کی معلومات کے حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ جس کی سخت ندامت ہے۔ ''صحیفہ محمدیہ'' کے تمام شمارے اتنے اہم موضوعات پر مشتمل ہوتے تھے کہ ان رسائل کے پہلے پانچ شمارہ جات کو ''آئینہ کمالات مرزا'' کے نام پر خود خانقاہ مونگیر کے حضرات نے شائع کیا۔

لیجئے! صحیفہ محمدیہ شمارہ ۱ تا ۵ کا مجموعہ ''آئینہ کمالات مرزا'' پیش خدمت ہے۔ اس کا مزید تعارف خود ناشرین نے کرادیا ہے جو قارئین پڑھ لیں گے۔ تاہم اتنا عرض کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس کا شمارہ نمبر۳ بطور خاص پڑھنے کی چیز ہے۔ اس میں مختلف حضرات نے مرزا قادیانی کے متعلق خواب دیکھے۔ وہ انہوں نے شائع کردیئے۔ قادیانی گروہ خواب پرست ہے۔ تو لیجئے! یہ خواب بھی ان کے پڑھنے کی چیز ہیں تاکہ ان پر اتمام حجت ہوجائے۔ یہی ناشرین کے سامنے شائع کرنے کا مقصد تھا۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت ج ۳۱ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۳۶۹)

دوست محمد قریشی، مولانا

(وفات:۲۶؍مئی ۱۹۷۴ء)

مولانا دوست محمد قریشی کا رخ کلاں راجن پور میں تولد ہوا پھر احمد پور شرقیہ میں آ گئے۔ بعد میں کوٹ ادو کو اپنا مرکز بنایا۔ آپ نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے دورہ حدیث شریف کیا۔ اس زمانہ میں ابوداؤد شریف آپ نے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ سے پڑھی۔ آپ کی وفات پر شیخ بنوری ؒ نے جو نوٹ لکھا اس میں ہے کہ: ”آپ حضرت امیر شریعت کی طرز خطابت کے اسلوب کے امین تھے۔“

حضرت مولانا دوست محمد قریشی کوٹ مٹھن حضرت مولانا واحد بخش ؒ سے بھی پڑھتے رہے جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں عظمت صحابہ کرام ؓ کے حوالہ سے طلباء کرام کو تیاری کراتے تھے۔ تنظیم اہل سنت کے بانی حضرات میں سے تھے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا عبدالستار تونسوی ؒ کو بھی مدرسہ محمودیہ تونسہ سے اٹھا کر تنظیم اہل سنت میں لانے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری ؒ، مولانا دوست محمد قریشی ؒ، مولانا عبدالستار تونسوی ؒ، مولانا احمد شاہ چوکیروی ؒ، علامہ خالد محمود، یہ تنظیم اہل سنت کے ارکان خمسہ میں سے تھے۔ مولانا دوست محمد قریشی ؒ نامور مناظر تھے۔ مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی ؒ ایسے متبحر عالم اور پیر طریقت آپ کے مناظروں کو حقانیت اسلام کی دلیل قرار دیتے تھے۔ مولانا دوست محمد قریشی ؒ کے انداز خطابت سے پورے ملک نے نفع حاصل کیا۔ آپ بیک وقت شہروں دیہاتوں میں یکساں مقبول تھے۔ آپ نے معروف نقشبندی بزرگ حضرت مولانا فضل الٰہی قریشی ؒ سے بیعت کی اور پھر خلافت کے مستحق قرار پائے۔ اپنے دور میں نامور پیر طریقت تھے اور آپ کا بہت بڑا مریدوں کا حلقہ تھا۔ عالم، مدرس، خطیب، مناظر، متکلم، مصنف، پیر طریقت غرض خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے تقریری وتحریری گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۳۷۰)

دین (کاہنہ کاچھا)، جناب حافظ محمد

۱۳۴۲ھ تنگو کاہنہ کاچھا ضلع لاہور کے حضرت محمد الدین نے قادیانیوں کے خلاف کتاب شائع کی جس کا نام ''فیصلہ قرآن معروف بہ تکذیب قادیانی'' ہے۔ یہ نوے صفحہ کی کتاب ہے۔ آخر پر متعدد علماء کرام کی تقاریظ ہیں۔ اپنے زمانہ میں قادیانی فتنہ کے خلاف یہ بزرگ بھی سینہ سپر رہے۔ ان کی متذکرہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع شدہ ہے۔

(ذ)

(۳۷۱)

ذاکر رحمۃ اللہ علیہ (محمدی شریف، جامعہ آباد ضلع جھنگ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۵/نومبر ۱۹۷۶ء)

عالم دین، سیاستدان، قومی اسمبلی کے رکن، سیال شریف کی گدی سے بیعت کا تعلق، ضلع جھنگ محمدی شریف میں جامعہ محمدیہ کے بانی تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لاتے اور بیان فرماتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ قادیانیوں کے متعلق قومی اسمبلی میں بحث کے دوران نمایاں کردار ادا کیا۔

(۳۷۲)

ذوالفقار علی بھٹو، صدر جناب

(ولادت: ۵/جنوری ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۴/اپریل ۱۹۷۹ء)

جناب ذوالفقار علی بھٹو ہمارے ملک عزیز پاکستان کے نامور سیاستدان تھے۔ آپ

۱۹۶۰ء۔۶۲ میں وفاقی وزیر اطلاعات، سیاحت، ایندھن و بجلی۔

۱۹۶۲ء۔۶۳ میں وفاقی وزیر صنعت و قدرتی وسائل۔

۶۶-۱۹۶۳ء وزیر خارجہ پاکستان۔
۷۲-۱۹۷۱ء سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان۔
۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۳ر اگست ۱۹۷۳ء صدر پاکستان۔
۱۴ر اگست ۱۹۷۴ء تا ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء پاکستان کے وزیراعظم رہے۔ آپ سر شاہنواز بھٹو کے لخت جگر تھے۔ بہت ہی پاورفل انسان تھے اور عالمی سیاست پر نظر رکھتے تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے خالق تھے۔

آپ کے عہد اقتدار میں قادیانیوں کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔

(۳۷۴)

ذوالکفل بخاری، جناب سید

(وفات: ۱۵ر نومبر ۲۰۰۹ء)

سید ذوالکفل بخاری ؒ پروفیسر سید وکیل احمد شاہ صاحب کے صاحبزادہ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے سب سے چھوٹے نواسہ تھے۔ صاحب علم وفضل، گفتگو کے ماسٹر، معلومات کا خزینہ، بات کرنے کا انداز سلجھا ہوا، اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرنے کے خوگر، سکول وکالج میں تعلیم پائی۔ ان کے والد گرامی سید وکیل احمد شاہ صاحب پروفیسر ہیں۔ سید ذوالکفل نے اپنے والد گرامی کی لائن اختیار کی۔ ملتان میں ہی محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی۔ پروفیسر بنے۔ اس دوران میں آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں نے اپنا لوہا منوانا شروع کیا۔ اپنی مرنجان مرنج طبیعت کے باعث ہر حلقہ میں انہیں ہر دلعزیزی کا مقام نصیب ہوا۔ بہت ہی صالح طبیعت پائی تھی۔ آپ کا بیعت کا تعلق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ سے تھا۔ آپ ملازمت کے سلسلہ میں سعودی عرب گئے۔ جب بھی رخصت گزارنے پاکستان تشریف لاتے۔ خانقاہ سراجیہ میں حاضری اور حضرت قبلہ سے اکتساب فیض میں ناغہ نہ ہوتا۔ جہاں ملنا ہوا ہر ملاقات میں پہلے سے زیادہ ان کی محبت دل میں پیدا ہوجاتی۔ ان کی وفات کا سنا تو یکدم دل پر جدائی کی چوٹ نے ایک بار ''کملا'' کر دیا۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ انہیں ورثہ میں ملا تھا۔

(۳۷۴)

ذوق جنوں کے واقعات

۱...... تحریک مقدس ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جناب سیّد مظفر علی شمسی کی روایت کے مطابق سکھر جیل میں جب حضرت امیر شریعت ؒ، مولانا ابوالحسنات ؒ، مولانا لال حسین اختر ؒ اور دوسرے راہنماؤں کو لایا گیا تو ایسی گرمی پڑتی تھی کہ برتن میں پانی اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ اس میں انڈا ڈال دیتے تھے تو وہ نیم برشت ہو جاتا تھا اور اگر اسی پانی کو باہر رکھ کر انڈا اس میں رکھ دیتے تھے تو انڈا پک جاتا تھا۔

۲...... شمسی صاحب کی روایت ہے کہ: اس تحریک میں ایک عورت اپنے بیٹے کی بارات لے کر دہلی دروازے کی جانب آ رہی تھی۔ سامنے سے تڑ تڑ کی آواز آئی معلوم کرنے پر پتا چلا کہ آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے لوگ سینہ تانے، بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں تو بارات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا۔ بیٹے کو بلا کر کہا کہ: ''بیٹا! آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ جاؤ! آقا ﷺ کی عزت پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں گی اور تمہاری بارات میں آقائے نامدار ﷺ کو مدعو کروں گی۔ جاؤ! پروانہ وار شہید ہو جاؤ تاکہ میں فخر کر سکوں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔'' بیٹا ایسا سعادتمند تھا کہ تحریک میں ماں کے حکم پر آقائے نامدار ﷺ کی عزت کے لئے شہید ہو گیا۔ جب لاش لائی گئی تو گولی کا کوئی نشان پشت پر نہ تھا۔ سب سینے پر گولیاں کھائیں۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً!

۳...... تحریک ختم نبوت میں ایک طالبعلم کتابیں ہاتھ میں لئے کالج جا رہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا۔ کسی نے پوچھا: ''یہ کیا؟'' جواب میں کہا کہ: ''آج تک پڑھتا رہا ہوں۔ آج عمل کرنے جا رہا ہوں!'' جاتے ہی ران پر گولی لگی، گر گیا، پولیس والے نے آ کر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا کہ: ''ظالم! گولی ران پر کیوں ماری ہے، عشق مصطفیٰ ﷺ تو دل میں ہے۔ یہاں دل پر گولی مارو تاکہ قلب وجگر کو سکون ملے۔''

۴...... تحریک ختم نبوت میں ایک مسلمان دیوانہ وار ''ختم نبوت زندہ باد!'' کے لاہور کی

سڑکوں پر نعرے لگا رہا تھا۔ پولیس نے پکڑ کر تھپڑ مارا۔ اس پر اس نے پھر ''ختم نبوت زندہ باد!'' کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا۔ اس نے پھر نعرہ لگایا۔ وہ مارتے رہے، یہ نعرے لگاتا رہا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا۔ یہ زخموں سے چور چور پھر بھی ''ختم نبوت زندہ باد!'' کے نعرے لگاتا رہا۔ اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے فوجی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے عدالت میں آتے ہی ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ فوجی نے کہا: ''ایک سال سزا!'' اس نے سال کی سزا سن کر پھر ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ اس نے سزا دو سال کر دی۔ اس نے پھر نعرہ لگایا۔ غرضیکہ فوجی سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرۂ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی، دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر یہ پھر بھی نعرے سے باز نہیں آ رہا تو فوجی عدالت نے کہا کہ: ''باہر لے جا کر گولی مار دو!'' اس نے گولی کا سن کر دیوانہ وار رقص شروع کر دیا اور ساتھ ''ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!'' کے فلک شگاف ترانے سے ایمان پرور، وجد آفریں کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ: ''رہا کر دو کہ یہ دیوانہ ہے!'' اس نے رہائی کا سن کر پھر نعرہ لگایا: ''ختم نبوت زندہ باد!''

(قارئین کرام! میں لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں: ''ختم نبوت زندہ باد!'')

۵..... تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے اور دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر جان قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے تو ایک بوڑھا، اپنے معصوم پانچ سالہ بچے کو اپنے کندھے پر اٹھا کر لایا۔ باپ نے ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق ''زندہ باد!'' کہا۔ دو گولیاں آئیں، بوڑھے باپ اور پانچ سالہ معصوم بچے کے سینے سے شائیں کر کے گزر گئیں۔ دونوں شہید ہو گئے۔ مگر تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ کر گئے کہ اگر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمان قوم کے بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر پانچ سالہ معصوم بچے تک سب جان دے کر اپنے پیارے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔

۶...... آغا شورش کاشمیری ﷫ نے فرمایا: ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس نے خود راقم سے بیان کیا تھا کہ ہر روز کے مظاہروں کو سمیٹنے کے لئے تشدد کی نیو اٹھا کر تحریک کو ختم کیا گیا۔ چنانچہ حکام نے اپنے سفید پوش اہلکاروں کی معرفت پولیس پر پتھراؤ کرایا۔ اس طرح پر فائرنگ کی بنیاد رکھی۔ بعض منچلے قادیانی اپنی جیپوں میں سوار ہو کر مسلمانوں پر گولیاں داغتے اور انہیں شہید کرتے رہے۔ راقم نے لاہور میں چنز لنچ ہوم مال روڈ پر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ۱۵ سے ۲۲ سال کی عمر کی نوجوانوں کا ایک مختصر سا جلوس کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جا رہا تھا۔ وہ ایک بے ضمیر سپرنٹنڈنٹ پولیس سی.آئی.ڈی ملک حبیب اللہ کے حکم پر کسی وارننگ کے بغیر فائرنگ کا ہدف بنا۔ آٹھ دس نوجوان شہید ہوگئے۔ ان کی لاشوں کو ملک صاحب نے اپنے ماتحتوں سے ٹرکوں میں اس طرح پھنکوایا جس طرح جانور شکار کئے جاتے ہیں۔ یہ نظارہ انتہائی دردناک تھا۔ لاہور چھاؤنی میں ایک قادیانی افسر نے گولیوں کی بوچھاڑ کی، لیکن گولی کھانے والوں نے انتہائی استقامت اور کردار کی پختگی کا ثبوت دیا۔ ایک نوجوان ملٹری ہسپتال میں زخموں سے چور چور بے ہوش پڑا تھا۔ جب اسے قدرے ہوش آیا تو اس نے پہلا سوال سرجن سے یہ کیا کہ: ''میرے چہرے پر کسی خوف یا اضمحلال کے نشان تو نہیں ہیں؟'' جب اسے کہا گیا کہ: ''نہیں!'' تو اس کا چہرہ وفور مسرت سے تمتما اٹھا۔ جن لوگوں کو علماء سمیت گرفتار کر کے لاہور کے شاہی قلعے میں تفتیش کے لئے رکھا گیا ان کے ساتھ پولیس نے اخلاق باختگی کا سلوک کیا۔ ایک انتہائی ذلیل ڈی.ایس.پی کو ان پر مامور کیا۔ وہ علماء کو اس قدر فحش گالیاں دیتا اور عریاں فقرے کستا کہ: ''خود خوف خدا تھرا رہا تھا۔'' (تحریک ختم نبوت ص ۱۳۷)

۷...... تحریک ختم نبوت میں سکندر مرزا نے ظلم کیا، ملک بدر ہوا۔ انگلستان کے ہوٹل کی بیرا گیری کرتا رہا، وہیں بے کسی کی موت مرا۔ اس کی ایرانی بیوی اس کی لاش کو ایران لائی اور خمینی کے انقلاب میں اس کی قبر سے ہڈیاں نکال کر سمندر میں ڈال دی گئیں۔ سچ ہے کہ ختم نبوت کے دشمن کو میرے رب کی دھرتی نے بھی جگہ نہیں دی۔

۸...... گورنر غلام محمد نے تحریک کی مخالفت کی۔ آج گوروں کے قبرستان عائشہ باوانی روڈ پر کراچی میں دفن ہے اسے مسلمانوں کا قبرستان دفن کے لئے نصیب نہ ہوا۔ اس کی قبر پر سایہ کے لئے پلر کھڑے کر کے چھت ڈال دی گئی ہے۔ جس کے باعث کراچی کے

آوارہ کتے دن کو گرمی سے بچاؤ کے لئے گورنر غلام محمد کی قبر پر آ کر نیاز کشی کرتے ہیں۔
فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار!

9...... انور علی ڈی.آئی.جی نے تحریک ختم نبوت میں جو ظلم وستم کے منصوبے بنائے۔ الامان! اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایوب خان کے زمانے میں اس کے ساتھ ایسی واردات ہوئی کہ ایک بیٹیوں والے شریف انسان کے لئے اس کا تذکرہ ممکن نہیں۔

10...... ۱۹۸۴ء کے کیس میں پسرور کے جس ڈی.ایس.پی نے مرزائیت نوازی کی۔ اب بقول چوہدری محمد امین ڈی.آئی.جی گوجرانوالہ کے وہ اندھا ہو گیا ہے۔ (اس پر مولانا نعیم آسی نے بڑی خوبصورت بات کہی کہ: اس کیس میں نہ معلوم ابھی کون کون اندھے ہوں گے؟)

11...... جس چیمہ پولیس آفیسر نے مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ پر لاٹھی چارج کیا اور پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ڈنگہ، ضلع گجرات میں مسلمانوں پر ظلم کا باعث بنا۔ اس کا انجام دنیا کے سامنے ہے کل کی بات ہے۔ ایسے حادثے کا شکار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے تصور سے معاف فرمائیں......!

12...... کنری ضلع تھرپارکر موجودہ عمرکوٹ، سندھ میں مجلس کے بزرگ راہنما مستری برکت علی مغل رحمۃ اللہ علیہ، جو لوہار کا کام کرتے تھے، کے پاس ایک دفعہ ایک مرزائی آیا اور بنچ پر بیٹھ کر اپنی ارتدادی تبلیغ شروع کر دی۔ مستری صاحب دستے والی کلہاڑی کی دھار تیز کر رہے تھے۔ مرزائی گفتگو کرتا رہا، یہ دھار تیز کرتے رہے، جب خوب دھار تیز ہو گئی تو کلہاڑی مرزائی کی گردن پر رکھ کر کہا کہ: ''کہو کہ مرزا بے ایمان تھا، ایسا تھا، ویسا تھا۔'' خوب بے نقط سنائیں۔ مرزائی، مستری صاحب کے ساتھ ہی ساتھ مرزا کو ملاحیاں سناتا گیا، جب تھک گیا، تو مستری صاحب نے وہی کلہاڑی مرزائی کے ہاتھوں میں دے دی اور خود نیچے بیٹھ گئے اور کہا کہ: اب تم کلہاڑی میری گردن پر رکھ کر کہو کہ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کروں، میں ٹکڑے ہو جاؤں گا مگر توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ آپ کے اور ہمارے جھوٹے اور سچے ہونے کی دلیل ہے......!

13...... اسی سے ملتا جلتا واقعہ مکرم ڈاکٹر قاری محمد صولت نواز نے سنایا کہ: میں نے نواز میڈی کیئر فیصل آباد کی تعمیر کے لئے ایک انجینئر کی خدمات حاصل کیں۔ ہمارے علم میں نہ

تھا کہ یہ مرزائی ہے۔ اس انجینئر کو معلوم تھا کہ یہ لوگ مرزائیت کے خلاف ہیں اور ہر روز ہماری مجلس میں کسی نہ کسی بہانے مرزا قادیانی کو ''ٹھوک'' بھی دی جاتی تھیں۔ وہ دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر مرزا قادیانی کے خلاف سنتا رہا۔ مگر ایک دن بھی اس کے چہرے پر شکن نہیں ابھری۔ کام کا پہلا مرحلہ جب مکمل ہوا تو بعد میں ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ یہ سنتے ہی میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ میں نے فون پر اس کو اور مرزا قادیانی کو خوب سنائیں۔ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔

۱۴...... کوئٹہ ایڈیشنل سیشن جج جناب جمیل شیروانی کی عدالت میں مرزائیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین کے سلسلے میں کیس زیر سماعت تھا۔ اہل اسلام کے وکیل نے جب دلائل دیئے کہ قادیانیوں کی کتب کی رو سے قادیانیوں کے نزدیک ''محمد'' سے مراد ''مرزا قادیانی'' ہوتا ہے تو اس پر مرزائیوں کے وکیل کے چہرے پر اداسی چھا گئی سخت بدحواس ہوا۔ یاد رہے کہ یہی مرزائی وکیل احسان، مرزائیوں کی طرف سے کیس کی ہمیشہ پیروی میں پیش پیش تھا، مسلمان وکیل کے دلائل اور حوالہ جات کا اپنے پاس جواب نہ پاکر سخت بدحواسی کے عالم میں اس نے پینترا بدلا اور ایسا ڈرامہ اختیار کیا کہ مسلمان وکیل کا اثر ختم ہوسکے، ڈرامائی انداز میں اپنے اٹھارہ بیس سال کے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ: ''خدا مجھے اس لڑکے سے محروم کرے، اگر میں جھوٹ بولوں کہ ہماری مراد کلمہ طیبہ میں ''محمد'' سے مراد مرزا قادیانی نہیں ہوتا۔'' اس کا عدالت نے جواب یہ دیا کہ: ''تمہاری بات کی تمہاری اپنی کتابیں تردید کرتی ہیں۔'' مرزائیوں کی اپیل خارج ہوگئی، فیصلہ اہل اسلام کے حق میں ہوگیا۔ لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ چند ہفتوں بعد اس کا یہی لڑکا ایک اور قادیانی لڑکے کے ساتھ جھیل میں ڈوب کر مر گیا اور یوں قدرت نے مرزائی وکیل کی غلط قسم کا نقد صلہ ان کو دے دیا۔

کوئٹہ جماعت کے ناظم اعلیٰ حاجی تاج محمد فیروز نے مرزائی وکیل کو خط لکھا کہ تم نے غلط قسم اٹھائی تھی، ختم نبوت کا معجزہ دیکھئے، یہ واقعہ دیدۂ عبرت ہے؟ اب تو مسلمان ہوجاؤ!'' اس کا اس نے جواب نہیں دیا۔ (مولانا نذیر احمد تونسوی)

۱۵...... وفاقی شرعی عدالت لاہور میں ایک ماہ تک یومیہ سینکڑوں مرزائیوں کی موجودگی میں مرزا قادیانی پر جرح قدح ہوتی رہی، مگر کسی مرزائی کے چہرے پر شکن نہیں پڑی، اگر خدانہ کرے کوئی ایسا سانحہ رحمت عالم ﷺ کے متعلق ہوتا تو چاہے ایک مسلمان ہی

کیوں نہ ہوتا کٹ جاتا، مگر جرح قدح کرنے کی کسی کو اجازت نہ دیتا......!

۱۶...... جن ممالک میں مرزائیوں کا داخلہ بند ہے، وہاں ملازمت کے لئے مرزائی حلف نامے میں مرزا قادیانی کے کفر پر دستخط کر کے چلے جاتے ہیں۔

ان تمام واقعات کے عرض کرنے کا مقصد یہ بات سمجھانا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرزائی کتنے اخلاق والے ہیں ان کے نبی کو جو کہو، گالیاں سن کر بھی وہ ناراض نہیں ہوتے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ یہ اخلاق نہیں، بے غیرتی ہے، سچا نبی اپنی امت میں ملی غیرت کو اجاگر کرتا ہے اور سچے نبی کی محبت اس کے ماننے والوں کے دلوں میں قدرت اس طرح راسخ کرتی ہے کہ وہ جان پر کھیل جائیں گے۔ مگر اپنے نبی کی توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بخلاف جھوٹے نبی کے کہ نہ اس میں خود غیرت ہوگی۔ نہ اس کی امت میں غیرت کا نشان ہوگا۔ اس کے امتی کے سامنے جو مرضی آئے کہتے رہو، وہ دانت نکال کر ہنستا رہے گا۔ معلوم ہوا اسے اخلاق نہیں بے غیرتی کہتے ہیں......!

۱۷...... راقم الحروف (عبدالناصر کراچی) سے ایک بار ایک قادیانی، اسلام اور نبوت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بغاوت اور غداری پر مبنی قادیانی مذہب کی حمایت میں بحث ومباحثہ کرنے لگا، ہماری گفتگو سن کر اور دیگر حضرات بھی آ گئے، شام کا وقت تھا، ہم لوگ اس وقت ایک درخت کے نیچے کھڑے مصروف گفتگو تھے، درخت پر پرندے بیٹھے چہچہا رہے تھے۔ جب مذکورہ قادیانی، قادیانی مذہب کا وکیل صفائی بنا اس کے حق میں دلائل دے رہا تھا تو اچانک ہی درخت پر بیٹھے ہوئے کسی پرندے کا پاخانہ اس کے منہ پر آ گرا جس سے وہ قادیانی حواس باختہ ہو گیا، پھر وہ سنبھلا اور اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا منہ اس غلاظت سے صاف کیا اور پھر دوبارہ اپنے اس فعل خبیث یعنی قادیانیت کی حمایت میں بکواس کرنے لگا، ابھی اس کی گفتگو شروع ہی ہوئی تھی کہ دوبارہ اس کے سر پر درخت پر بیٹھے کسی پرندے نے اپنی غلاظت بکھیر دی، مذکورہ قادیانی نے اس بار بھی اپنے ہاتھ سے اپنا غلاظت لتھڑا سر صاف کیا اور پھر سہ بارہ قادیانیت کی حمایت میں دلائل دینے لگا، ابھی اسے شروع ہوئے دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ تیسری بار پھر کسی پرندے نے اس پر پاخانہ کر دیا، گویا قدرت خداوندی قادیانیت سے اپنی بیزاری ونفرت ظاہر کر رہی تھی۔ جملہ حاضرین مجلس نے اس بات کو خصوصی طور پر نوٹ کیا، ہنسے اور پھر دہشت زدہ ہو گئے، سب پر اس بات کا بہت اثر ہوا۔ میں نے

اس قادیانی کو بھی اس طرف توجہ دلائی اور اسے کہا کہ: ''دیکھو! جھوٹ بولنے کے جرم میں اللہ تعالیٰ آسمان سے تم پر غلاظت کی بارش برسا رہا ہے، اب بھی سنبھلو اور اس واقعے سے عبرت پکڑو!'' یہ سن کر وہ قادیانی سخت لاجواب اور شرمندہ ہوا اور وہاں سے دم دبا کر بھاگا۔ (عبدالناصر خان، شاہراہ فیصل، کراچی)

۱۸...... یہ ضلع مظفر گڑھ کا واقعہ ہے، آج سے ۲۱، ۲۲ سال پہلے میں کچھ علماء حضرات کو لے کر ایک بستی میں جا رہا تھا، پرانی گاڑی، گرمی کا موسم، کڑکتی دھوپ کہ ہماری گاڑی دلدل میں پھنس گئی، ان علماء حضرات نے بتایا کہ: ''رد قادیانیت پر ایک جلسہ ہے، اس سے خطاب کرنا ہے۔'' میں نے پوچھا کہ: یہ قادیانی کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ: ''قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔'' پھر تفصیل سے انہوں نے قادیانیوں کے عقائد بتائے، مجھے مرزا قادیانی کے نظریات سن کر بڑا غصہ آیا اور میں نے کہا کہ: یہ تو بڑا ملعون شخص تھا، جس نے نبوت پر ڈاکا ڈالا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہم چار پانچ افراد نے اپنی پوری کوشش کر ڈالی کہ کسی طرح گاڑی نکلے۔ لیکن گاڑی نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اور نہ اسٹارٹ ہوتی تھی۔ معاً مجھے خیال آیا کہ ہم ایک نیک کام کے لئے جا رہے ہیں۔ کیوں نہ اس ملعون شخص پر لعنت بھیجیں جس نے سرکار دو عالم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ میں نے فوراً یہ ترکیب آزمائی اور اس مدعی نبوت پر سو مرتبہ لعنت بھیجی، خدا کی قدرت کہ گاڑی اسٹارٹ بھی ہوگئی اور دلدل سے بھی نکل آئی اور ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ (خادم ختم نبوت: عبدالرشید ڈرائیور، مظفر گڑھی، کراچی)

۱۹...... سویڈن کے شہر مالو میں ایک قادیانی کو جو مقامی پوسٹ آفس میں ملازمت کرتا ہے، وہاں کے مسیحی لوگوں نے گولی مار کر مرزا قادیانی بنا دیا۔ تفصیلات کے مطابق گولی اس کی آنکھ میں لگی جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا۔ اس کی ایک آنکھ بالکل ضائع ہو چکی ہے۔ اگرچہ وہ شدید زخمی حالت میں زیر علاج ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پاس سوئے جہنم روانہ ہوتا ہے یا بچ جانے کی صورت میں مرزا قادیانی کی طرح نبی، مسیح یا مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ کیونکہ وہ قادیانی کا چشم گل شریک بھائی ہو چکا ہے اور یہی قادیانی کی جھوٹی نبوت کی بڑی پہچان ہے۔ (اللہ وسایا، از سویڈن، ۱۹۸۶ء)

۲۰...... میرے علاقے میں ایک ان ٹرینڈ ڈسپنسر قادیانی نے اپنا لٹریچر تقسیم کیا۔ جس کی اطلاع عالمی مجلس کے دفتر دھنوٹ پہنچی تو ناظم اعلیٰ قاضی محمد عبدالمالک فاروقی ایک وفد کے

ساتھ قادیانی کی اس شرارت کے انسداد کے لئے ڈی ایس. پی صاحب لودھراں سے ملے اور انہیں اس مسئلے سے آگاہ کیا۔ تحریری طور پر ایک درخواست پیش کی، کافی رات بیت گئی اور قاضی صاحب تھانے نہ جاسکے۔ دوسرے دن کورٹ میں قاضی صاحب کی تاریخ تھی، جس میں ان کا جانا از حد ضروری تھا۔ دوستوں نے مشورہ بھی دیا آپ کورٹ چلے جائیں، واپسی پر تھانے چلیں گے۔ قاضی صاحب نے کہا: ''جائیداد جاتی ہے تو جانے دو، میں تو اس قادیانی غنڈے کی شرارت کے انسداد کی ہی کوشش کروں گا!'' مختصر یہ کہ کورٹ نہ گئے۔ سارا دن ختم نبوت کے سلسلے میں ہی کام کرتے رہے۔ جب شام کو واپس گھر آئے تو انہیں اطلاع ملی کہ کیس کا فیصلہ آپ کے حق میں ہو گیا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ: ''میں نے سارا دن ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی برکت سے مجھے سرخرو فرمایا۔'' جبکہ مخالف فریق ایک بہت با اثر شخص تھا۔ اس نے اپنے لئے مکمل طور پر فضا سازگار کر رکھی تھی۔ یہ ہے ختم نبوت کے لئے کام کرنے کی برکت۔ (حکیم حبیب الرحمٰن، دھنوٹ، نزد لودھراں)

۲۱...... مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری راوی ہیں کہ: ایک دفعہ پولیس والے مجاہدین ختم نبوت کے ایک جتھے کو رات کے وقت گرفتار کر کے دور کے ایک جنگل میں چھوڑ کر آئے۔ پولیس کے جانے کے بعد یہ مجاہد چند قدم چلے تو روشنی نظر آئی۔ وہاں گئے تو جنگل میں چند گھرانے آباد دیکھے۔ ان گھرانوں میں سے ایک آدمی باہر آیا۔ ان مجاہدین کو بلایا دعا دی۔ راستہ اور وظیفہ بتلایا۔ یہ حضرات چند گھنٹوں میں کراچی پہنچ گئے۔ پولیس والے سو کر نہ اٹھے ہوں گے کہ یہ حضرات کراچی میں پھر ختم نبوت کے جلوس نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ جنگل میں کونسی قوم آباد تھی؟ وہ آدمی از خود بغیر آواز دینے کے کیسے رات کے وقت باہر آیا؟ کراچی کا راستہ و وظیفہ کیوں بتلایا؟ دعا کیوں دی؟ وہ کون تھا؟ ان مجاہدین کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ کیوں؟ آج تک اہل دنیا کے لئے یہ معما ہے۔ مگر اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات پر ختم نبوت کے صدقے اللہ رب العزت کے انعامات کی بارش ہو رہی تھی۔

۲۲...... میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ مجوکہ، ضلع خوشاب کے قریب ڈیرہ اللہ یار پر واقع ہمارا مکان ہے۔ وہاں ایک قادیانی مبلغ غلام رسول رہتا تھا۔ اس سے ملنا ہوا۔ اس سے لے کر مرزائیت کی کتابیں پڑھیں تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کہیں قادیانی

جماعت سچی نہ ہو؟ دل و دماغ و عمر کے اعتبار سے نابالغ تھا۔ سخت پریشان ہوا۔ ایک رات نماز پڑھ کر سو گیا تو خواب میں مرزا قادیانی کو انتہائی مکروہ شکل میں دیکھا جو چوہڑوں سے بدتر تھا۔ میں سمجھ گیا کہ مرزائیت کی حقیقت کیا ہے؟ توبہ استغفار کی۔ مرزائیوں کی کتابیں واپس کیں۔ اب اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے نزدیک مرزائیت ہے۔ (ظفر اقبال، مجوکہ)

۲۳...... مشہور سامراجی دلال اور ملت اسلامیہ کا غدار چوہدری ظفر اللہ خان مسلسل بے ہوش ہے۔ غذائی ضرورت پوری کرنے کے لئے گلوکوز چڑھائی جارہی ہے۔ جو جھاگ کی صورت میں منہ کے ذریعے نکل رہی ہے اور پیشاب بھی بستر پر نکل رہا ہے۔ قادیانی ڈاکٹروں کی ایک ٹیم وہاں پہنچی ہوئی ہے، جس نے اپنی تمام تر توانائیاں اس بات پر صرف کردی ہیں کہ کسی طرح منہ سے غلاظت نکلنا بند ہو جائے۔ لیکن انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لاہور کے قادیانیوں نے اس ذلت و رسوائی سے نکالنے کے لئے خیرات کے نام پر دیگیں بھی چڑھائی ہیں۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے چوہدری صاحب کے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی ملاقات پر یہ کہہ کر پابندی لگادی کہ خطرناک مرض کی وجہ سے چھوت چھات کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ظفر اللہ خان قادیانی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کے باعث قادیانی جماعت کا سربراہ ملک سے باہر تھا۔ اس لئے وہ اس کے لاشے کو دبانے کے لئے نہ آسکا۔ قدرت کی شان بے نیازی کہ جس فتنہ قادیانیت کے جنازے کو ظفر اللہ خان لے کر ملکوں ملکوں پھرا۔ اس کے اپنے جنازے میں قادیانیت کا سربراہ شریک نہ ہو سکا۔ اس سے بڑھ کر ظفر اللہ خان کی اور کیا عبرتناک موت ہو سکتی ہے......؟

۲۴...... جس زمانے میں ظفر اللہ خان پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اس زمانے میں کراچی سے آتے ہوئے جس ٹرین میں سوار تھا، اسے حادثہ پیش آ گیا۔ مگر ظفر اللہ خان بچ گیا۔ کسی نے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا کہ ظفر اللہ خان بچ گیا۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے بے ساختہ ارشاد فرمایا کہ: ''یہ مرزائیت کا انجام دیکھ کر مرے گا۔'' مرد قلندر کی بات پوری ہوئی۔ ظفر اللہ خان کی زندگی میں مرزائیت رسوا ہوئی۔ اس رسوائی کے داغ سے یہ بھی رسوا ہو کر اپنے انجام بد کو پہنچا۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!

۲۵...... پہلے شیزان کی تشہیر بڑے زور شور سے ہوا کرتی تھی۔ میرا پہلے ارادہ تھا کہ شیزان کو اپنے دواخانے کی زینت بناؤں۔ لیکن ''ختم نبوت'' کے مطالعے کے بعد شیزان کو بالکل ترک کر دیا۔ میری اہلیہ کو شیزان تحفے میں دی گئی تھی۔ میں نے اسے بہت برا بھلا کہا اور شیزان کو چکھا تک نہیں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے خواب میں دو بار روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرادی۔ (ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی، کراچی)

۲۶...... بھارت کے شہر مونگیر میں ایک خدارسیدہ ذاکر و شاغل شخص ماسٹر خدا بخش تھے۔ مونگیر کے حکیم فضل احمد سے ان کے تعلقات تھے۔ جو مرزائی ہوگئے۔ ان کے پاس مرزائیوں کا آنا جانا شروع ہوگیا۔ ماسٹر خدا بخش نے خواب میں دیکھا کہ حکیم فضل احمد مرزائی سور کے ریوڑ چرا رہے ہیں۔

۲۷...... ماسٹر خدا بخش، مونگیر سے ایک نکاح کے سلسلے میں الٰہ آباد گئے۔ واپسی پر بانکی پور میں قیام کیا۔ رات کو خواب دیکھا، ایک عورت گوشت کا لوتھڑا لئے کھڑی ہے۔ پوچھنے پر عورت نے کہا کہ: ''یہ سور کے گوشت کا لوتھڑا ہے جو عبدالماجد مرزائی کے منہ پر مارنے کے لئے میں نے پکڑ رکھا ہے۔'' ان دنوں اس علاقے میں عبدالماجد مرزائی، مرزائیت کی ترویج میں مصروف کار تھا۔

۲۸...... بھارت کے حاجی سیّد عبدالرحمٰن شاہ، جنھوں نے چار حج کئے تھے، عرصہ تک مدینہ طیبہ میں جاروب رہے۔ ان کا بیان ہے کہ مولوی نظیر احسن نے مرزا قادیانی کے رد میں رسالہ ''مسیح کاذب'' تحریر کیا۔ شاہ صاحب ان کے مسودے کو صاف کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے اپنے والد ماجد کو خواب میں دیکھا وہ بہت غصے سے اپنے بیٹے سیّد عبدالرحمٰن سے کہتے ہیں کہ: ''تم نے تصویر بنانا کس سے سیکھ لیا؟'' سیّد عبدالرحمٰن نے عرض کی کہ: ''ہم نے تو کبھی کسی جاندار کی تصویر نہیں بنائی کیونکہ یہ گناہ ہے۔'' انہوں نے کتاب کھول کر دکھائی، سیّد عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ: میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے دیکھا کہ کتاب میں جہاں کہیں مرزا قادیانی لکھا تھا وہاں پر سور کی شکل کی تصویر تھی۔ انہوں نے ورق الٹنے شروع کئے۔ جہاں جہاں مرزا کا نام تھا وہاں پر سور کی تصویر ابھر آئی تھی۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور استغفار میں مصروف ہوگئے۔ مرزا قادیانی پر لعنت بھیجی تب کہیں جاکر طبیعت سنبھلی۔

۲۹...... بھارت کے صوبہ بہار کے حکیم محمد حسین نے مرزا محمود کو چیلنج دیا کہ احادیث ونصوص کے

اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ اپنی قبور میں محفوظ ہیں۔ تم مرزا قادیانی کی قبر کھولو، اگر اس کا جسم محفوظ ہو تو مان لوں گا۔ اس پر مرزائیوں پر اوس پڑگئی۔ ندامت کے مارے دلوں کی طرح ان کے چہرے بھی سیاہ ہوگئے۔

۳۰...... حکیم صاحب نے خواب دیکھا کہ مرزا قادیانی قبر میں ہے۔ فرشتے سوال کرتے ہیں انتہائی مکروہ قسم کی آئیں ہائیں شائیں کرتا ہے۔ دوسری طرف اس کی قبر میں شیطان کھڑا کہہ رہا ہے کہ: ''مرزا صاحب! آپ نے میرے مشن کا خوب کام کیا۔ خلق خدا کو گمراہ کرنے میں خوب ہاتھ بٹایا۔ مگر میں آپ کی قبر میں کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ مگر قیامت کے دن تمام ذریت (شیطان) میں تمہیں بلند مقام حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ میں صرف شیطان تھا۔ تو سید الشیاطین ہے۔''

۳۱...... بھارت کے سیّد عبدالغفار کا بیان ہے کہ: مرزائیوں کے پاس کام کرتا تھا۔ میں بھی مرزائی ہوگیا۔ ایک بزرگ خواب میں دکھائی دیئے، انہوں نے کہا کہ: ''مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔ قادیانی بن کر کیوں اپنی عاقبت خراب کررہے ہو؟'' بیدار ہوا تو مرزائیوں کو یہ خواب سنایا۔ انہوں نے یہ تاویل کی کہ: ''جب تک تم مرزا قادیانی کو نہیں مانتے تھے تمہیں خواب میں بزرگ نظر نہ آتے تھے۔ مرزا قادیانی کی برکت سے اب خواب میں تمہیں بزرگ نظر آتے ہیں۔'' قسمت کی مار! کہ یہ تاویل پر مطمئن ہوگئے۔ حالانکہ بزرگ نے خواب میں مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کا فیصلہ دیا تھا۔ مگر یہ اسے بھی پی گئے۔

۳۲...... کچھ عرصہ بعد وہی بزرگ پھر خواب میں نظر آئے۔ انہوں نے سیّد عبدالغفار سے کہا کہ: ''وہ دیکھو!'' دیکھا، کہ ایک شخص ریچھ کی شکل میں، مکروہ صورت جسے دیکھ کر طبیعت الجھنے لگی، پابہ زنجیر جکڑا ہوا ہے۔ دو شخص اس پر کوڑوں کی بارش برسا رہے ہیں۔ گلے میں آگ کا سرخ طوق ہے۔ یہ دیکھ کر سیّد عبدالغفار دوڑ کر اس بزرگ کے پاس گیا۔ ماجرا پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ: ''یہ شخص ریچھ کی شکل والا مرزا قادیانی ہے۔ اس پر عذاب کے فرشتے مسلط ہیں۔ جہنم کا طوق گلے میں ہے۔ پابہ زنجیر ہے۔ تم نے اس کو نہ چھوڑا تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔'' سیّد عبدالغفار کی گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی۔ مرزا پر لعنت بھیجی۔ مرزائیت سے توبہ کی اور مولانا سیّد محمد علی مونگیری کے ہاں گیا۔ ان کو پہلی نظر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ یہی بزرگ مجھے خواب میں نظر آئے

تھے۔ چنانچہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بیعت کی اور مسلمان ہو گیا۔

۳۳...... سراج الدین نے خواب میں دیکھا کہ: میں قادیان میں مرزا کی قبر پر فاتحہ کے لئے بہشتی مقبرہ گیا تو اس قبر پر تختی نظر آئی۔ جس پر: ''فِی نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا'' لکھا دیکھا اور ساتھ ہی مرزا کی قبر پر چند ادر گدھ کی شکل میں جانور نظر آئے۔ لرزاں ترساں خواب سے بیدار ہوئے۔ قدرت حق نے مدد کی اور مسلمان ہو گئے۔

۳۴...... اخبار ''اہل حدیث'' امرتسر نے اپنے ایک عزیز جیون خان تکونڈی موسیٰ خان، ضلع سیالکوٹ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ: وہ قادیانی ہو گئے۔ ایک رات خواب دیکھا کہ لوگ مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ ہے۔ حرم کعبہ میں نماز شروع ہوئی۔ جیون خان مرزائی نے بھی بیت اللہ کی طرف رخ کیا تو ایک قوی ہیکل انسان نے ان کی گردن آ دبوچی۔ خوب بے تحاشا مارا۔ دائیں بائیں کی پسلیاں توڑ دیں۔ جیون خان نے پوچھا کہ: یہ کیوں؟ اس آدمی نے کہا کہ: ''تو مرزائی ہے۔ تمہارا کعبہ سے کیا تعلق؟ تم مرزا کو مانتے ہو۔ اس کے گھر کا رخ کرو۔ خدا کے گھر سے تمہارا کیا تعلق ہے......؟'' جیون خان نے خواب میں ہی زور زور سے واویلا شروع کر دیا۔ گھر کے، محلے کے لوگ جمع ہو گئے کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے آنکھ کھولی تو گھبراہٹ کا عالم طاری ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ: ''پہلے میرے جسم کو دباؤ، میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔ تسلی ہوگی تو بتاؤں گا'' لوگوں نے دبانا شروع کیا۔ طبیعت بحال ہوئی تو خواب بیان کیا۔ مرزا قادیانی پر لعنت بھیجی اور مسلمان ہو گیا۔

۳۵...... میں محکمہ پی ڈبلیو ڈی میں ملازم ہوں۔ میرے ساتھ ایک مرزائی بھی کام کرتا تھا۔ اس مرزائی سے ایک دن کوئی دیہاتی ملنے آیا۔ مرزائی نے اسے تبلیغ شروع کر دی۔ میں نے مرزائی کو ڈانٹ ڈپٹ کی۔ سرکاری ملازمت کے دوران تمہیں اپنی تبلیغ کا کیا حق ہے؟ وہ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ دن گزر گیا۔ میں رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ: ایک آدمی لمبی یعنی حد سے زیادہ لمبی اور پتلی داڑھی والا مجھے کہتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش نبی، پیغمبر بھیجے اور میں نے ایک ہی بھیجا ہے اور تم اس کے آدمی کو بھی تنگ کرتے ہو۔'' میں نے پوچھا: کون؟ کیا مرزا قادیانی؟ اس نے کہا: ''ہاں!'' میں نے کہا کہ: مرزا قادیانی کو تو دکھاؤ! اس نے

کہا: ''دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ۔'' آگے آگے لمبی داڑھی والا آدمی، پیچھے پیچھے میں، مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جاتا ہے۔ کمرے کی دیوار میں ایک بڑا سا سوراخ ہے، جیسے درمیانے سائز کا روشن دان ہوتا ہے، وہاں پر ایک چھوٹے سائز کا کتا بالوں والا کھڑا ہے اور آنکھوں سے پانی نکل رہا ہے، یعنی جیسے روتے ہوئے آنسو گرتے ہیں۔ میں نے اس شخص سے پوچھا: کہاں ہے مرزا قادیانی؟ اس نے کہا: ''سوراخ میں دیکھو!'' میں نے کہا: یہ تو کتا ہے! اس نے جواب دیا: ''یہی تو مرزا قادیانی ہے!'' میں اسی وقت توبہ استغفار کرتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ (محمد صدیق)

۳۶...... جناب عبدالسلام دہلوی، کلکتہ کے بیان کرتے ہیں کہ: مجھے مرزائی بنانے کے لئے قادیانیوں نے بڑا زور لگایا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے قادیان جانا چاہئے۔ کمر ہمت باندھی اور قادیان کے لئے روانہ ہوگیا۔ قادیان پہنچتے ہی مجھے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ خوب خاطر مدارات کی گئی اور مرزا محمود سے میری ملاقات بھی کرائی گئی۔ لیکن دل مطمئن نہیں تھا۔ آخر دوسرے یا تیسرے روز میں بعد نماز عصر سیر کرنے نکلا۔ خیال آیا کیوں نہ ان کے ''بہشتی مقبرے'' کی۔ جہاں ان کا نام نہاد نبی مرزا غلام احمد دفن ہے، سیر کروں۔ میں مقبرے کی طرف چل دیا اور جب بہشتی مقبرے میں داخل ہوا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہاں تین چار کتے آپس میں کھیل کود کر رہے تھے اور ایک کتا ایک قبر پر ٹانگ اٹھائے پیشاب کر رہا تھا۔ میں نے جب اس قبر کا کتبہ پڑھا تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر تھی۔ اس واقعے کو دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کسی نبی یا مسیح یا مہدی کی قبر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ کسی کذاب ہی کی قبر ہوسکتی ہے۔ میں نے فوراً استغفار پڑھا اور دبے پاؤں واپس آ گیا۔ وہ رات میں نے قادیان میں آنکھوں میں بسر کی اور صبح اپنی جان اور ایمان بچا کر واپس آ گیا۔

۳۷...... ضلع خوشاب میں قصبہ روڈہ ایک مشہور قصبہ ہے۔ وہاں قلیل سی تعداد مرزائیوں کی بھی ہے۔ یہاں ایک شخص ''امیر'' کے بینک میں لاکھوں روپے جمع تھے۔ بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی شروع ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ میرے لاکھوں روپے کی زکوٰۃ بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ وہ زکوٰۃ ادا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی قادیانی نے اسے مشورہ دیا کہ: ''تم یہ لکھ کر دے دو کہ میں ''احمدی'' ہوں۔ یعنی قادیانی ہوں اور قادیانیوں پر

زکوٰۃ کی کٹوتی کا قانون لاگو نہیں ہوتا۔ اس طرح کرنے سے تمہاری رقم بچ جائے گی۔" چنانچہ اس شخص نے تحریر لکھ کر بینک کے حوالے کر دی اور اس میں لکھ دیا کہ: "میں احمدی ہوں" یعنی قادیانی ہوں۔ ایسا لکھ کر دینے سے بینک والوں نے زکوٰۃ کی رقم نہ کاٹی۔ ابھی اس واقعے کو چند ہی دن گزرے تھے کہ فرشتہ اجل نے آ دبوچا اور وہ اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ مسلمانوں نے نہ اس کے جنازے میں شرکت کی اور نہ ہی اپنے قبرستان میں دفن ہونے دیا۔ اس طرح اس شخص نے اپنی دولت بچانے کے لئے ایمان کا سودا کیا۔ ایمان بھی گیا اور جان بھی گئی......!

۳۸...... جنوری، فروری ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ مال روڈ کمرشل بلڈنگ کے باغات میں خندقیں بننا شروع ہوئیں تو لاہور میں مرزائیوں نے یہ بات عام کر دی کہ انڈیا حملہ کرنے والا ہے۔ اس لئے یہ خندقیں بنائی جارہی ہیں۔ میری عمر اس وقت تقریباً تیرہ سال تھی۔ ہم سب بچوں نے ان خندقوں میں کھیلنا شروع کر دیا۔ ہمیں انجام کی بالکل خبر نہ تھی کہ یہ مورچے شہیدان ختم نبوت کا لہو بہانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یہ منصوبہ دراصل اس وقت کی حکومت اور ظفر اللہ قادیانی کا بنایا ہوا تھا۔ اس کے پس پردہ جو ہاتھ کام کر رہے تھے۔ وہ سب کے سب مرزا قادیانی ملعون کی ذریت کے تھے۔ کبھی کبھار ہمارے کسی بزرگ کی زبانی حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سننے میں آتا تھا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے (آمین) غالباً مارچ، اپریل کا مہینہ ہوگا کہ خندقوں کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ پاکستان کے جیالے جوانوں نے ختم نبوت کے پروانوں کو اب جو گولیوں کے برسٹ مارے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس گنہگار نے شہیدان ختم نبوت لاہور کے خون کے فوارے اپنی آنکھوں سے بہتے دیکھے۔ یہاں تین صفوں کے نوجوان جو کسی طرح بھی ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ انہیں اپنے سینے پر گولیاں کھانے اور خون میں لت پت تڑپتے ہوئے اس ناچیز نے دیکھا۔ اب جو ایک قطار گرتی تھی تو کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے۔ دوسری قطار شہید ہونے کے لئے آگے بڑھتی تھی۔ جب یکے بعد دیگرے تین قطاریں گریں تو میرے حواس گم ہو گئے۔ میں بچہ ہونے کی وجہ سے گھبرا گیا اور بھاگتا ہوا کمرشل بلڈنگ کے پیچھے والی گلی میں بھاگا اور اس کے بعد ایک مکان پر چڑھ کر وہ منظر میں نے دوبارہ دیکھا جو کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ کیونکہ میں جس مکان پر چڑھا تھا۔ اس مکان کی عورتیں زاروقطار رو رہی تھیں

اور مرزا قادیانی مردود کو کوسنے اور گالیاں دے رہی تھیں۔ لوگ تھے کہ اللہ کی راہ میں جان بڑھ چڑھ کر دے رہے تھے۔ شہیدان ختم نبوت کے لہو سے مال روڈ کا وہ حصہ جو میرے سامنے تھا، لال ہو گیا اور شہیدوں کی قطاروں کی قطاریں گرم جلتی ہوئی سڑکوں پر جنت میں جانے کے لئے بے قرار تھیں اور ان کے جنتی جسم سڑک پر تڑپ رہے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ان کے جسم بالکل پرسکون ہو کر سو گئے۔ اللہ جل شانہ ایسی کھلی شہادت ہر مؤمن کو نصیب فرمائے۔

۳۹...... چک نمبر ۵۶۵ کا اسلم نامی مرزائی ایک دن جناب منیر احمد صاحب ننکانہ صاحب کی دکان واقع غلہ منڈی پر آیا۔ منیر احمد صاحب اسے پہچانتے تھے کہ قادیانی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر یہی قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اسی دکان پر آیا تھا تو منیر احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اسلم نامی قادیانی کی جوتوں سے مرمت کی تھی اور وہ معافی مانگ کر رہا ہوا تھا۔ اس مرتبہ منیر صاحب نے اسے دعوت اسلام دی تو کہنے لگا کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی کا نام قرآن مجید کی سورۃ الجمعہ میں آیا ہے۔'' منیر احمد صاحب نے کہا کہ: ''آؤ مسجد میں چلتے ہیں اور قرآن مجید میں مرزا غلام احمد قادیانی لعنتی کا نام دکھاؤ!'' قادیانی چل پڑا۔ راستے میں اس نے جان چھڑانے کی کوشش کی تو منیر احمد صاحب قرآن مجید خود لے آئے۔ اسی اثناء میں جناب شیخ محمد علی بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ: ''دکھاؤ! کہاں مرزا قادیانی کا نام ہے؟'' منیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: جونہی اس قادیانی نے قرآن مجید کی طرف دیکھا، وہ اندھا ہو گیا۔ اسے کوئی لفظ دکھائی نہ دیتا تھا۔ حتیٰ کہ اسے نظر کی عینک دی گئی۔ اس کے باوجود اسے نظر نہ آیا۔ اسی اثنا میں وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

۴۰...... سورینام سے مولانا رفیق احمد صاحب لکھتے ہیں: میں اس وقت قادیانی ٹولے سے زبردست مقابلہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نو سال کے عرصے میں لوگ کافی تعداد میں راہ راست پر آ گئے ہیں۔ حال ہی میں ایک ڈاکٹر، ایک سو ایک آدمی کے ساتھ میرے ہاتھ پر توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور قادیانی ٹولے سے مکمل برأت ظاہر کر چکا ہے۔ آپ کی دعاؤں کی خاص ضرورت ہے۔ میں ہندوستان کا گجراتی ہوں۔ انشاء اللہ حق یہاں پر بھی غالب ہو رہا ہے۔ دونوں قادیانی گروپ اس وقت بہت مذبذب ہیں۔ آپ حضرات سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ خاص کر

مولانا خان محمد شیخ المشائخ سے خاص دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

۴۱...... ہمارے گاؤں بھوتہ ضلع گجرات کے حافظ صاحب جواب حافظ قرآن ہو چکے ہیں اور ان کے سب عزیز و اقارب اوران کا والد اب بھی قادیانی ہے۔ اس نے خواب دیکھا کہ اس کا مرزائی دادا آگ میں جل رہا ہے اور خوب چلا رہا ہے اور اپنے پوتے (حافظ صاحب) کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ: ''خدا کے واسطے اپنے باپ یعنی میرے بیٹے کو کہو کہ وہ قادیانیت سے توبہ کرے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے۔ ورنہ اس کا بھی میری طرح حال ہوگا۔''

یہ خواب اسے تین دن تک آتا رہا۔ پھر اس نے ایک دوسرے دوست کو بتایا کہ مجھے مسلسل یہ خواب آ رہا ہے، وہ میری مدد کرے۔ لیکن یہ خواب اس نے جب اپنے والد کو بتایا تو اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ: ''میں اس کی تعبیر پوچھوں گا۔'' بالآخر وہ نابینا شخص مسلمان ہوگیا اور اس کے بعد ہی اس نے قرآن پاک بھی حفظ کرلیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین! (جاوید اختر رضوی)

۴۲...... جناب نسیم جان صاحب ایبٹ آباد میں ختم نبوت کے مجاہد کارکن ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ابتداءً ختم نبوت کا کام شروع کیا تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ راستے کے بائیں جانب جارہا ہوں۔ ایک انتہائی خوبصورت روحانی بزرگ تشریف لائے اور نہایت شفقت سے فرمانے لگے کہ: ''بائیں راستے سے فوراً ہٹ کر دائیں طرف چلو۔'' بزرگ خود بھی دائیں طرف چل رہے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دائیں طرف ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ: ''یہ حضرت کون ہیں؟'' میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ: ''یہ ہمارے آقا و مولا سید المرسلین رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔'' صبح میں اٹھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس دن سے میں نے مجلس تحفظ ختم نبوت میں شمولیت کرلی ہے اور دن رات اس کام کے لئے مصروف ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہمہ وقت مجھ پر نچھاور ہوتی رہتی ہیں اور یہ صرف ختم نبوت کے کام کی برکت کا ہی نتیجہ ہے۔

۴۳...... مردان کے قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد محض مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے اعلان کردیا کہ ہم عیدالاضحیٰ اجتماعی طور پر ادا کر کے میدان

میں اجتماعی طور پر اپنے جانور ذبح کریں گے۔ ان کا ایسا کرنا محض مسلمانوں کو یہ باور کرانا تھا کہ قانون ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے طور طریق پر اپنا اجتماعی عمل کریں گے۔ مسلمانوں نے حکومتی اداروں کو اطلاع دی۔ شہر میں اشتعال پھیلا کر مرزائی مسلح ہو کر اپنی عبادت گاہ میں جمع ہو گئے۔ پولیس پہرہ دار بن گئی۔ ادھر مسلمانوں کا اجتماع نعرے لگا رہا تھا۔ قادیانیوں میں ایک فوجی افسر تھا۔ اس نے نہایت ہی فرعونیت سے اسپیکر پر مسلمانوں کو کوسنا شروع کیا۔ نتیجتاً پولیس تمام مرزائیوں کو گاڑیوں میں بٹھا کر محفوظ مقام پر لے گئی۔ مسلمانوں میں قادیانیوں کی خباثت کا شدید ردعمل تھا۔ مرزائیوں کی اشتعال انگیزی سے مسلمانوں کے ایمانی جذبے اور پٹھانوں کی روایتی غیرت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ پولیس کی موجودگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بھی ایک دم مسلمان جو بالکل نہتے تھے، کسی کے پاس اسلحہ تو درکنار لاٹھی تک بھی نہ تھی، خالی ہاتھوں قادیانی معبد پر اچانک ہلہ بول بیٹھے۔ پولیس کی زبردست مزاحمت اور لاٹھی چارج بھی مسلمانوں کے راستے میں بے کار ثابت ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خالی ہاتھوں سے مسلمانوں نے قادیانی عبادت گاہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس پختہ عمارت کو زمین بوس کر دیا۔ اب مجمع کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی تھی۔ اس میں بچے، بوڑھے، جوان سب ہی شامل تھے۔ سب کا جذبہ ایک ہی تھا کہ پاکستان کی پاک سرزمین سے کفر وارتداد کے ان اڈوں کو ختم کیا جائے۔ یہ ختم نبوت کا معجزہ تھا کہ اتنی بڑی عمارت کے گرنے کے باوجود کسی مسلمان پر نہ تو کوئی ملبہ گرا اور نہ کوئی لوہے کی سلاخ وغیرہ مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچا سکی۔ بعض افراد اور بچوں کی زبانی معلوم ہوا کہ پولیس کی لاٹھی ہمیں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے گلاب کے پھول کی مار۔ یہ بھی خاتم الانبیاء ﷺ کا پندرہ سو سال بعد معجزہ تھا کہ اس واقعے کے دوران بھڑوں، زنبوروں کا ایک بہت بڑا غول مرزائی معبد کے انہدام کے موقع پر مسلمانوں کے سروں پر ہزاروں کی تعداد میں منڈلاتا رہا۔ لیکن کسی ایک مسلمان کو بھی انہوں نے کاٹا تک نہیں۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کی تباہی کا قصہ قرآن حکیم اور ارشادات نبوی کے مطابق تو معلوم تھا کہ ابابیلوں نے ہاتھیوں اور ان کے سواروں کی فوج کو تباہ کیا تھا۔ لیکن آج بھڑوں کی اس فوج سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ختم نبوت کے پروانوں کی حفاظت کا کام لیا۔ بھڑوں کے اس عظیم لشکر کو دیکھ کر پولیس والے بھی

مسلمانوں پر لاٹھی چارج کرنے سے گھبرانے لگے۔ ایک پولیس والے سے جب ہمارے نمائندے نے اس واقعے کے متعلق دریافت کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے قسمیہ کہا کہ: ''جب میں نے لاٹھی ہوا میں لہرائی اور قریب تھا کہ وہ کسی مسلمان کی پیٹھ یا سر پر پڑتی۔ میرے کانوں میں ان ہزاروں بھڑوں کی بھنبھناہٹ نے میرے اوسان خطا کر دیئے اور خود بخود لاٹھی میرے ہاتھ سے گر گئی۔

۴۴...... راقم الحروف ایک زمانے میں شامت اعمال سے قادیانیت کے جال میں پھنس گیا تھا اور اپنی اچھی خاصی نوکری چھوڑ کر ربوہ (چناب نگر) میں احمدیہ بک ڈپو کا انچارج لگ گیا۔ میرے دماغ میں ربوہ (چناب نگر) کا بڑا مقدس تصور تھا۔ میں نے وہاں کے دفتروں میں ایسی ہیرا پھیری اور بدکرداری دیکھی کہ خدا کی پناہ! بک ڈپو کا ڈائریکٹر نورالحق منیر نہایت بددیانت تھا۔ کتابوں کی اشاعت وفروخت میں بہت مال غبن کر جاتا تھا۔ حساب کتاب میں بڑی گڑبڑ تھی۔ میں نے جب آنجہانی خلیفہ ثالث کو رپورٹ کی تو الٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔ نورالحق منیر خلیفہ کا بڑا منہ چڑھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے ہی ربوہ (چناب نگر) سے نکلوا دیا۔ خیر اس میں اللہ کی مصلحت تھی کہ اس منحوس جال سے پیچھا چھوٹا۔ (محمد اسماعیل بھاگلپوری، کراچی)

۴۵...... میں پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ دینی مزاج تھا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ آسمانی بجلی مجھ پر گری ہے اور اس نے مجھے حلال کر دیا ہے۔ اس خواب سے بہت گھبرایا۔ طبیعت اچاٹ رہتی تھی۔ ملتان قلعہ قاسم باغ پر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا۔ ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، خواب سنایا۔ انہوں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ: ''عنقریب تمہارا کسی بے دین گروہ سے تعلق قائم ہوگا۔ نماز ونیکی اور یہ خواب سب بھول جاؤ گے۔'' اللہ کی شان قدرت پر قربان جائیں کہ ایسے ہوا۔ کچھ عرصہ بعد میرے مرزائیوں سے تعلقات قائم ہو گئے۔ نماز چھوٹ گئی۔ نیکی کا خیال نہ رہا اور اس دلدل میں پھنستا چلا گیا۔ ان بے دینوں کی مجلس کی مجھ پر یہ نحوست پڑی کہ اپنا خواب بھی بھول گیا۔ مرزائیوں سے میرے تقریباً دو سال یہ تعلقات رہے۔ میری بے دینی انتہا کو پہنچ گئی۔ خداوند کریم کا لاکھوں لاکھ فضل ہے کہ ایک موڑ ایسا آیا کہ مجھے واپس لوٹنے کی توفیق ہوئی۔ خواب اور اس کی تعبیر یاد آئی تو چکرا گیا۔ توبہ استغفار کیا۔ اب اللہ کا فضل ہے کہ صبح وشام ختم نبوت کے مقدس مشن کے لئے کام

کررہاہوں۔مرزائیوں سے علاقے میں بائیکاٹ کیاہواہے۔نماز،روزے کی پابندی کی توفیق ملی ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے استقامت نصیب فرمائے۔ختم نبوت کا کام کرکے اتنا سکون ملاہے جتنابچے کوماں کی گود میں ملتاہے۔ (شاہد تبسم سیالکوٹی)

۴۶...... روزنامہ''جنگ'' کے جناب جاوید جمال ڈسکوی نے اپنے ایک دوست، جومیڈیکل کالج میں پڑھتے ہیں،کاایک واقعہ بیان کیا کہ:ان کے دوست ایک رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ شخص آتے ہیں اوران کو بہت غصے کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں:''تم گستاخ رسول ہو۔'' وہ پریشان ہوکر اٹھ بیٹھے اور بہت توبہ کی اور نماز وغیرہ ادا کی۔ (اب تک وہ نماز کی پابندی نہیں کرتے تھے۔اب پابندی سے نماز شروع کی) دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا کہ وہی بزرگ تشریف لائے اور بہت ہی غصے سے کہا:''تم گستاخ رسول ہو۔'' وہ پھر بہت پریشان ہوئے اوراپنے اعمال کی طرف نگاہ شروع کی۔لیکن کوئی بات محسوس نہ ہوئی۔ بہرحال اب نماز مسجد میں جماعت سے شروع کی اورتمام فضول حرکتیں ختم کیں۔تیسری رات پھرخواب دیکھا اوروہی بزرگ تشریف لائے اورکہا کہ:''تم گستاخ رسول ہو۔''اب تو بہت پریشان ہوئے،بہت سوچ وبچارشروع کی میراکون سائمل ایساہے جس پرتنبیہ ہورہی ہے۔ اچانک خیال آیا کہ میرے ہوسٹل کے کمرے میں کچھ دنوں سے ایک دوست میرے ساتھ رہ رہاہےاوروہ قادیانی ہے۔غالباًاس کوساتھ رکھنے کی وجہ سے یہ تنبیہ ہورہی ہے۔فوراًاس کواپنے کمرے سے چلتا کیا۔کیونکہ وہ بغیراجازت میری مروت کی وجہ سے رہ رہاتھا۔رات کو پھرخواب دیکھا کہ وہ بزرگ تشریف لائے اور بہت ہی خوش دکھائی دے رہے ہیں اورفرمارہے ہیں کہ:''تم نے بہت اچھا کیا۔''

مرزاطاہر!اس خواب کے بعدالحمدللہ!ہمیں توکسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کوہدایت فرمائے۔اگرآپ کواورآپ کی ذرّیت کوہدایت مقصود ہوتو اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں ایسافیصلہ فرمائیں جوامت مسلمہ کے لئے فلاح وکامیابی کا باعث ہواور انشاء اللہ آپ کےطریق کارکےمطابق بھی حق واضح ہوگااورآپ کوبھی اپنے دادا کی طرح ذلت کی موت نصیب ہوگی۔

۴۷...... فجی آئرلینڈ میں، میں نے ایک قادیانی جوڑے کومسلمان کرکے ان کا نکاح دوبارہ پڑھایا۔پانچ سال قبل قادیانیوں نے ان کا نکاح پڑھایا تھا۔پانچ سال سے ان کے

ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ جب وہ مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر اور توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوئے تو اللہ نے ایک سال ہی میں اس جوڑے کو چاند سا بیٹا عطا فرما دیا۔

(محمد عبدالرحمٰن، خطیب ویمپر، فجی، آئرلینڈ)

۴۸...... ایک قادیانی مسمّٰی حاجی ولد موندا، یہ شخص بڑا بدزبان تھا۔ گالیاں بکتا تھا۔ گلی کوچوں میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ شعائر اللہ کی توہین اس کا عام شیوہ تھا۔ کچھ سال پہلے جبکہ مرزائیوں کے حج کے ایام میں سعودی عرب جانے کی پابندی نہ تھی۔ وہ وہاں گیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ شخص وہاں بھی اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ: ’’میں تو صرف سیر کے لئے آیا ہوں۔ اصلی حج تو ربوہ میں ہوتا ہے۔‘‘

یہی شخص کچھ عرصہ پہلے مرا تو اس کی موت پر جو منظر دیکھنے میں آیا وہ بڑا خوفناک تھا۔ مجھے وہاں کے دوستوں نے جو اس منظر کے چشم دید گواہ ہیں، بتایا کہ: مرزائی اسے اپنے رسم و رواج کے مطابق اپنے الگ قبرستان میں دبا کر آ گئے۔ مغرب کے بعد رات کا اندھیرا قدرے گہرا ہونا شروع ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آگ کا سرخ گولہ اس جگہ آ کر گرا جہاں اس کو دبایا گیا تھا اور پھر تو پے در پے آگ کے گولے برسنے شروع ہو گئے۔ راہ گیروں نے اس جگہ کے ساتھ گزرنے والا راستہ چھوڑ دیا اور شہر کے ساتھ واقع بس اسٹاپ جہاں رات گئے تک چہل پہل اور گہما گہمی رہتی تھی۔ وہاں سب کام ٹھپ ہو گیا اور لوگوں نے ریت کے ٹیلے پر کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھا۔ یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا اور پھر خود بخود بند ہو گیا۔

۴۹...... نیروبی میں قادیانیوں کا ایک معبد ہے۔ وہی ان کا مرکز ہے۔ کینیا کے بعض دوسرے شہروں میں بھی ان کے مراکز ہیں۔ جہاں سے یہ لوگ افریقی عوام میں کام کرتے ہیں اور مقامی زبانوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بعض دوستوں نے سنایا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر انہوں نے مرزا قادیانی کی تصویر بھی چھاپ دی۔ ایک قادیانی نے جب مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی تو متنفر ہو کر کہنے لگا کہ: ’’یہ پیغمبر کی شکل نہیں ہو سکتی۔‘‘ اور قادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔

۵۰...... میری ایک رشتہ دار، عمر رسیدہ، نیک سیرت خاتون ہیں۔ نماز و روزے کی پابند، حج کی سعادت حاصل کر چکی ہیں۔ وہ اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہیں کہ انہیں

خواب میں سید المرسلین، خاتم النبیین محمد رسول ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ جس رات انہوں نے یہ بابرکت خواب دیکھا۔ اس سے اگلی صبح مجھے کہنے لگیں: ''گزشتہ شب میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں پاتی ہوں۔ وہاں ابھی تھوڑی دیر ہی قیام کیا تھا کہ دیکھتی ہوں کہ بعض نمازی آپس میں الجھ رہے ہیں۔ وجہ معلوم کی تو پتا چلا کہ مسجد کے صحن میں جو قالین بچھے ہیں۔ ان کے پاس کوئی گھٹیا میلی کچیلی دری بچھا گیا ہے۔ بعض حضرات چاہتے ہیں کہ اس دری کو ہٹا دیا جائے۔ جبکہ بعض اس بات پر مصر ہیں کہ یہ ایک طرف پڑی رہے۔ ابھی آپس میں تکرار جاری تھی کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ پاس ادب سے میری نظریں حضور ﷺ کے مبارک قدموں پر جمی رہیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: ''آپ کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟'' ایک صاحب نے واقعہ بیان کیا اور وہ غلیظ دری بھی دکھائی جو پچھلی جانب پڑی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''دری کو اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا جائے۔'' اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

محترمہ موصوفہ جب خواب بیان کر چکی تو مجھ سے اس کی تعبیر پوچھی۔ میں علم تعبیر کی ابجد سے بھی واقف نہ تھا، لیکن ان دنوں کے واقعات کے تناظر میں جب میں نے اس خواب پر غور کیا تو اس کی تعبیر بہت سہل نظر آئی۔

تعبیر بتائی کہ مرزائی حضرات انشاء اللہ بہت جلد غیر مسلم قرار دیئے جائیں گے۔ میں نے ان ایام میں اپنے کئی عزیزوں اور دوستوں کو یہ خواب سنایا اور اس کی تعبیر بھی بتائی۔ لیکن اس خواب کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا فریضہ میں اب سرانجام دے رہا ہوں۔ بعد میں حکومت نے جو تاریخ ساز فیصلہ صادر کیا۔ اس کی رو سے مرزائی غیر مسلم قرار پائے۔ اس فیصلے نے خواب کی سچائی اور تعبیر کی درستگی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ (محمد شفیع، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی)

۵۱..... کچھ عرصہ پہلے حسب معمول میں ننکانہ صاحب سے موڑ کھنڈ آ رہا تھا کہ رسالہ ''ختم نبوت'' میرے پاس تھا۔ جو میرے ایک دوست نے دیکھنے کے لئے مجھ سے پکڑ لیا اور وہ مرکزی دفتر کا پتا پوچھنے لگا۔ اسی دوران بس کا وقت ہو گیا۔ میں نے بس چھوڑ دی اور اس دوست کو رسالہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے بارے میں معلومات دینے لگا۔

چنانچہ جب فارغ ہوئے تو اتنی دیر میں ایک دوست موٹر سائیکل لے کر آ گئے۔ جنھوں نے بعضد مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھالیا۔ جب ہم اڈے سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہی بس حادثے کا شکار ہوگئی ہے۔ لیکن سواریوں کو بالکل معمولی چوٹیں آئیں۔ بس کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ ہم یہ منظر دیکھ کر بے حد حیران ہوئے۔ اللہ رب العزت نے اس چھوٹی سی نیکی کا کتنا بڑا صلہ دیا ہے۔ (محمد متین خالد)

۵۲...... صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کے سلسلے میں جب تاریخی آرڈیننس پر دستخط کئے تو علماء کا ایک وفد بھی ایوان صدر میں موجود تھا۔ یہ علماء صدر مملکت سے قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کا مطالبہ لے کر ہی صدر مملکت سے ملنے گئے تھے۔ مرکزی جامع مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا محمد عبداللہ نے فرط عقیدت رسول مقبول ﷺ سے مغلوب ہو کر صدر مملکت سے استدعا کی کہ انہوں نے جس قلم سے آرڈیننس پر دستخط کئے ہیں۔ اس کی حیثیت بھی تاریخی ہوگئی ہے۔ یہ قلم انہیں عنایت کر دیا جائے۔ صدر ضیاء الحق نے مسکراتے ہوئے قلم انہیں دے دیا۔ وفد میں شامل ممتاز عالم دین اور جمعیۃ اہل حدیث کے قائد مولانا عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر صدر مملکت کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا۔ صدر مملکت نے کہا کہ: وہ ایک گنہگار مسلمان ہیں اور خود کو اس اظہار عقیدت کے اہل تصور نہیں کرتے ہیں۔ اس پر مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''صدر صاحب! ہاتھ چومنے دیں، یہ تو کسی کے ہاتھ چومنا جائز نہیں سمجھتے۔'' آخر مولانا روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ چوم لئے۔

۵۳...... لاہور میں ایک قادیانی وکیل کے لڑکے سے ایک مسلمان لڑکی کی شادی ہوئی۔ رات کو جب وکیل کا لڑکا آیا تو اس سے لڑکی نے دریافت کیا کہ: ''یہ سامنے کس کا فوٹو ہے؟'' لڑکے نے بات کو ٹالنا چاہا۔ لیکن لڑکی نے بہت اصرار کیا۔ بالآخر اس نے بتایا کہ: ''یہ فوٹو ہمارے ایک نبی مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ جس کے اوپر ہم ایمان لائے ہیں۔'' لڑکی فوراً چارپائی سے اٹھی اور گالی دینا شروع کر دیا اور زار وقطار رونے لگی اور کہا کہ: ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری عزت اس کافر سے بچالی۔'' اور سیدھی دروازے پر چلی گئی۔ گھر میں شور کی وجہ سے سب اہل گھر جمع ہوگئے۔ لڑکی نے کہا کہ: ''اگر میرے قریب کوئی آئے گا تو میں جوتی سے اس کی پٹائی کر دوں گی۔'' اور کہا کہ: ''میں ابھی جیپ کرایہ پر لاتی ہوں اور اپنا سامان لے جاتی ہوں۔ تم میرے خاوند نہیں

ہو۔ کیونکہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔'' بالآخر جیپ لا کر اپنا جہیز اس میں رکھ دیا اور اپنے گھر چلی گئی۔ صبح قریب تھی، دروازہ کھٹکھٹایا، والد صاحب آئے، حیران ہو کر کہا کہ: ''بیٹی! کیا ہوا؟ ابھی تو ایک دن بھی نہیں گزرا۔'' لڑکی نے روتے ہوئے جواب دیا کہ: ''آپ نے تو میری عزت تباہ و برباد کر دی تھی، لیکن خدا نے مجھے بچالیا۔ آپ نے جس لڑکے کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ تو مرزائی مرتد تھا۔'' والد نے جواب دیا کہ: ''تو نے نہ صرف میری عزت کی لاج رکھ لی بلکہ مجھے آگ سے بچالیا۔ مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ وہ قادیانی ہے۔'' اس واقعے کا جب امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کو پتا چلا تو کہا کہ: ''مجھے جلدی اس لڑکی کے گھر لے چلو۔ اس نے تو اپنی مغفرت کروالی ہے۔'' جب شاہ جی ؒ اس کے گھر آئے تو کہا: ''بیٹی! تو نے اپنے لئے بخشش کا سبب بنالیا۔ اب میرے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی بخش دے۔''

(مولانا عبدالغفور حقانی)

۵۴...... عبدالرشید طارق ایم اے بیان کرتے ہیں کہ: ایک روز شام کے وقت میں اور صوفی تبسم، ڈاکٹر علامہ اقبال ؒ کے مکان منزل پر پہنچے تو ڈاکٹر صاحب ؒ پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے اور ایک صاحب ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ؒ بہت برہم نظر آتے تھے۔ میں نے اس سے قبل برہمی کی حالت میں صرف ایک مرتبہ دیکھا اور وہ جب ایک نوجوان مرزائی کو دھکے دے کر اپنی کوٹھی واقع میکلوڈ روڈ سے نکال رہے تھے۔

۵۵...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت واہ کینٹ کے حضرت مولانا عبدالقیوم نے اپنے علاقے کا ایک ایمان پرور واقعہ سنایا کہ: تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں واہ کینٹ میں ایک جلوس نکلا۔ پولیس نے جلوس کے کئی شرکاء کو گرفتار کرلیا۔ ان میں ایک سات سالہ بچہ بھی تھا۔ مقامی ڈی ایس پی نے اس بچے کو مرغا بنا کر پوچھا کہ: ''بتاؤ! تمہاری پیٹھ پر کتنے جوتے ماروں؟'' بچے نے بڑی ایمانی جرأت اور معصومیت سے جواب دیا کہ: ''اتنے جوتے مارنا جتنے جوتے تم قیامت کے دن کھا سکتے ہو۔'' اتنا سننا تھا کہ ڈی ایس پی مارے خوف کے پسینہ پسینہ ہوگیا اور اس بچے کو سینے سے لگایا، پیار کیا، گھر لے گیا، کھانا کھلایا، رقم دی، پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور فوراً گھر چھوڑنے گیا۔

۵۶...... چوہدری نذیر احمد صاحب ننکانہ صاحب میں کراکری کا کاروبار کرتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی

تحریک ختم نبوت کا واقعہ انہی کی زبانی سنیے اور اپنے ایمان کو تر و تازہ کیجئے!
میری شادی کے چند ماہ بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی۔ میں تحریک میں بھرپور حصہ لینے کے لئے ننکانہ صاحب سے لاہور، مسجد وزیر خان چلا گیا۔ یہاں روزانہ جلسہ ہوتا اور جلوس نکلتے۔ ایک دن جنرل سرفراز، جو غالباً اس وقت لاہور کا کور کمانڈر تھا، کے کہنے پر مسجد کی بجلی اور پانی کا کنکشن کاٹ دیا گیا۔ اس پر مسجد میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا، پھر جلوس نکلا، میں اس جلوس میں شامل تھا۔ فوج نے ہمیں گرفتار کرلیا۔ چند احباب کے ہمراہ سرسری سماعت کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرا نمبر آخر میں تھا۔ میری باری پر میجر صاحب نے کہا کہ: ''معافی مانگ لو کہ آئندہ تحریک میں حصہ نہیں لوگے تو ابھی بری کردوں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے میجر صاحب کو کہا کہ: ''آپ کی بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہو اور ایک امتی کی شفاعت کا ذریعہ ہو اور پھر وہ معافی مانگ لے۔'' میجر صاحب نے کہا کہ: ''سامنے لان میں چلے جاؤ۔ آدھا گھنٹہ اچھی طرح سوچ لو۔'' میں لان میں بیٹھ گیا۔ پھر پیش کیا گیا تو میجر صاحب نے کہا کہ: ''معافی مانگ لو!'' میں نے مسکراتے ہوئے میجر صاحب کو جواب دیا کہ: ''شاید آپ کو اس مسئلے کی اہمیت کا علم نہیں۔ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ اس مسئلے میں معافی کیا ہوتی ہے؟'' اس پر میجر صاحب نے غصے کی حالت میں میرے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا اور آٹھ ماہ قید بامشقت، ۵۰۰ روپے جرمانے کا حکم دیا۔ جسے میں نے بخوشی قبول کرلیا۔ میرے نامۂ اعمال میں میری بخشش کے لئے یہی ایک نیکی کافی ہے۔

۵۷...... ملک محمد صدیق صاحب، ننکانہ صاحب کی معروف سیاسی، سماجی اور کاروباری شخصیت ہیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہوکر جیل گئے۔ جیل میں نماز پڑھنے اور اذان دینے پر مکمل پابندی تھی۔ اتفاق سے ملک صاحب جس بیرک میں بند تھے۔ وہاں ایک آدمی نے بلند آواز سے اذان دے دی۔ سپرنٹنڈنٹ پوری گارد کے ہمراہ آگیا۔ بیرک سے تمام مجاہدین ختم نبوت کو نکال کر لائن میں کھڑا کیا اور نہایت غصے کی حالت میں پوچھا کہ: ''اذان کس نے دی تھی؟'' خوف اور دہشت کی فضا میں کسی سے نہ بول پڑا۔ اذان دینے والا شاید کمزور ایمان کا مالک تھا کہ بول نہ سکا۔ ملک صاحب نے سوچا کہ اگر آج چپ رہا تو نبی کریم ﷺ کی اذان کی حرمت پر

حرف آئے گا۔ یہ بات تاریخ کا حصہ بن جائے گی۔ قادیانی اس واقعے سے مجاہدین ختم نبوت کا مذاق اڑائیں گے۔ ملک صاحب لائن سے باہر آئے اور بڑی جرأت سے کہا کہ: ''اذان میں نے دی تھی اور آئندہ بھی کہوں گا۔'' اس جرأت مندانہ جواب کے عوض ملک صاحب کو پندرہ کوڑوں کی سزا سنائی گئی۔ جس کے نتیجے میں حصول اولاد والی نعمت سے محروم ہوگئے۔ شفاعت محمدی والی نعمت سے سرفراز ہوگئے۔

۵۸...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیدوالہ، تحصیل ننکانہ صاحب کے سرپرست رانا غلام محمد صاحب گزشتہ دنوں دل کا دورہ پڑنے سے مختصر علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

رانا غلام محمد صاحب حقیقی معنوں میں مجاہد ختم نبوت تھے۔ وہ اپنی جماعت کے روح رواں اور قادیانیوں کے لئے چلتی پھرتی تلوار تھے۔ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف بیسیوں مقدمات درج کروائے۔ اپنے ہاں بے شمار ختم نبوت کانفرنسیں کروائیں۔ انہوں نے اس مسئلے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ جب رانا صاحب کو دل کا دورہ پڑا، انہیں فوری طور پر میو ہسپتال لاہور میں داخل کروایا گیا۔ خطرناک حال کے پیش نظر انہیں شیخ زید ہسپتال لاہور میں منتقل کردیا۔ رانا صاحب کو آکسیجن اور خون وغیرہ لگا ہوا تھا۔ ڈاکٹروں کے مطابق ان کی حالت شدید خطرے میں تھی۔ ان کا آخری وقت دیکھ کر احباب پریشان ہوگئے۔ رانا صاحب کے کان میں کہا کہ: ''رانا صاحب! کچھ پڑھیں۔'' رانا صاحب بھی سمجھ گئے کہ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ اس لئے مجھے پڑھنے کو کہہ رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بلند آواز سے کہنے لگے: ''ختم نبوت زندہ باد! مرزا قادیانی پر لعنت بے شمار، مرزائیوں پر لعنت صد ہزار، بار بار!'' پھر مخاطب ہوکر کہنے لگے: ''سیدوالہ کے قادیانیوں سے کہہ دینا کہ میں آرہا ہوں اور شعائر اسلام کی بے حرمتی کا وہ سبق سکھاؤں گا کہ قیامت تک یاد رکھو گے۔'' ہم سب لوگ رانا صاحب کی اس ایمانی کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

۵۹...... آدھی کوٹ، ضلع خوشاب کے نزدیک امام الدین نامی ایک قادیانی رہتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں وہ دباؤ کے تحت مسلمان ہوگیا۔ بعد میں مرتد ہوگیا۔ لیکن مسلمانوں سے ملتا تو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا تھا۔ اس کے قادیانیوں سے روابط بھی

بدستور تھے۔ گزشتہ دنوں وہ مر گیا۔ اس کے خاندان والوں نے جو مسلمان تھے اور اس کے لڑکوں نے جو مسلمان ہیں اپنے تعلقات کی بنا پر تدفین کے لئے ایک صوفی صاحب کو بلایا۔ صوفی صاحب کا کہنا ہے کہ جب اسے قبر میں اتارا گیا تو میں اس کے سر کی جانب تھا۔ میں نے اس کا چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف کر دیا۔ اچانک ایک جھٹکا لگا اور اس کا چہرہ مشرق کی طرف مڑ گیا۔ دوبارہ پھر میں نے اس کا چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف کیا۔ گردن کو اسی طرح جھٹکا لگا اور چہرہ پھر مشرق کی طرف مڑ گیا۔ تیسری مرتبہ پھر میں نے وہی عمل کیا اور جھٹکے کے ساتھ تیسری مرتبہ پھر اس کا چہرہ مشرق کی طرف ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ صوفی صاحب نے بتایا کہ اس چشم دید واقعے کے بعد میں سمجھا کہ یہ شخص ظاہری طور پر اسلام کا نام لیتا تھا اور اس نے قادیانیت ترک نہیں کی تھی۔ قادیانیوں کو اس واقعے سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ (رانا خلیل احمد)

۶۰...... ۱۹۸۰ء کی بات ہے، میرے پاس ایک مرزائی غلام حسین نامی آیا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ مرزائیت کی تبلیغ کرتا۔ میں اپنی ہمت کے مطابق اسے جواب دیتا۔ ایک دن اس نے مجھے مرزائی کتب پڑھنے کے لئے دیں۔ میں نے انکار کیا کہ اگر ان کتابوں کا پتا میری بیوی یا دیگر رشتہ داروں کو ہو گیا تو وہ مجھ سے تعلقات ختم کر دیں گے۔ اس مرزائی نے فوراً کہا کہ: ''میری جواں سال بھتیجی ہے۔ اس سے میں تیرا نکاح کر دوں گا اور اتنی زمین بھی تیرے نام لگوا دوں گا۔ آپ کتابیں پڑھیں!'' میں نے اس دن اس واقعے کا ذکر مولانا محمد نواز صاحب سے کیا۔ انہوں نے مرزائیت کے کفریہ عقائد مجھے سمجھائے اور ان سے بچنے کی تلقین کی۔ اس رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک کالا ناگ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ میں جہاں جاتا ہوں وہ میرے پیچھے ہے۔ میں دوڑ کر جاتا ہوں اور مولانا محمد نواز صاحب سے لپٹ کر کالے سانپ سے بچانے کی درخواست کرتا ہوں۔ اسی افراتفری میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس مرزائی کو خط لکھا کہ آئندہ میرے گھر نہ آیا کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس دن کے بعد سے آج تک اس مرزائی کی میں نے شکل نہیں دیکھی اور یہ کہ اس خواب کے نہ صرف کالے ناگ سے بچ گیا۔ بلکہ ہمارے گاؤں سے بھی مرزائیت کا خاتمہ ہو گیا۔

(عمر الدین سانی، دلیوالہ ضلع بھکر)

(ر)

(۳۷۵)

رائے محمد کمال، جناب

جناب رائے محمد کمال صاحب نے فروری ۱۹۸۹ء میں ''قادیانی امت اور پاکستان کے نام سے کتاب مرتب فرمائی جو مکتبہ ضیاء القرآن لاہور سے شائع ہوئی۔ محاسبہ قادیانیت کی جلد۴ میں اسے بھی شامل کیا ہے۔''

(۳۷۶)

راحت ملک (گجرات، سابق قادیانی)، جناب

جناب راحت ملک جن کا اصل نام ملک عطاء الرحمٰن تھا یہ گجرات کی قادیانی فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ پورا خاندان قادیانی تھا۔ ان کا بھائی ملک عبدالرحمٰن خادم تھا، جو قادیانی عقائد ونظریات کا پشتیبان تھا۔ احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف تھا۔ اللہ رب کی شان قدرت ہر لمحے نرالی ہے۔ پورا خاندان قادیانی۔ ایک بھائی قادیانیت کو دجل وفریب کے گر سکھانے والا تھا۔ دوسرے بھائی کو اللہ رب العزت موسیو بشیر یعنی رسوائے عالم مرزا محمود کے بخیئے ادھیڑنے کے لئے کھڑا کردیا۔

۱...... ''مرزا محمود ہوش میں آؤ'' یہ مختصر چند صفحاتی پمفلٹ لکھ کر مرزا محمود کو نتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ مرزا محمود کو نتھ ڈالنا اور خنزیر پر سواری کرنے سے کیا کم مشکل امر تھا۔ اس پمفلٹ سے مرزا محمود دولتیاں چلانے لگا۔ دنیائے قادیانیت جانتی ہے کہ مرزا محمود کے منہ کھولتے ہی غلاظت کے ڈھیر نکلنے شروع ہوجاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ برتن سے وہی نکلے گا جو اس میں ہے۔ مرزا محمود بدزبانی پر اتر آیا تو جناب راحت ملک نے اس اپنے رسالہ ''مرزا محمود ہوش میں آؤ'' کی شرح لکھنی شروع کردی۔ جس کا نام:

۲...... ''ربوہ کا مذہبی آمر'' ہے۔ ان دونوں رسائل میں انہوں نے مرزا محمود کے تن بدن سے اس کے لباس کو تار تار کردیا ہے۔ لیکن ان کے قلم نے کہیں بھی ایسی روش اختیار نہیں کی

کہ جس سے اسے فحاشی کا مرتکب قرار دیا جاسکے۔ دونوں رسائل کا احتساب قادیانیت جلد۵۶ میں ریکارڈ ہو جانا بہت ٹھیک ہوگیا کہ مرزا محمود ایسے رذیل کی رذالت بوتل میں بند ہوگئی۔ ''ربوہ کا مذہبی آمر'' کا ستمبر ۱۹۵۸ء میں دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ جب کہ دوسرا پمفلٹ اس سے بھی قبل کا ہے۔ نصف صدی بعد یہ رسائل دوبارہ چھپے ہیں۔

(۳۷۷)

راحیل احمد (جرمنی)، جناب شیخ

(ولادت ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵ر مئی ۲۰۰۹ء)

جناب شیخ راحیل احمد چناب نگر کے رہنے والے تھے۔ پھر جرمنی چلے گئے۔ آپ خاندانی قادیانی تھے۔ آپ نے پچاس سال سے زائد کا عرصہ قادیانیت میں گذارا۔ آپ قادیانی جماعت کے مختلف ذمہ دار عہدوں پر بھی براجمان رہے۔ آپ نے قادیانیت کو ترک کیا تو اپنی ویب سائٹ قائم کی۔ اس پر قادیانیوں کے خلاف کئی مضامین تحریر کئے:

۱...... ''مضامین شیخ راحیل احمد صاحب''

اسی طرح شیخ صاحب کا ایک رسالہ جس کا نام:

۲...... ''شیخ راحیل احمد (سابق قادیانی) مقیم حال جرمنی کے تین کھلے خط'' قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے نام

جناب شیخ راحیل نے جب اسلام قبول کیا تو چناب نگر بھی تشریف لائے۔ ایک دن ملنے کے لئے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر تشریف لائے۔ وہ شعبان المبارک کا اوائل تھا۔ اس دن مدرسہ میں ردقادیانیت کورس کا آغاز ہو رہا تھا۔ انہوں نے سینکڑوں علماء، طلباء کو دیکھا تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ محض رضائے الٰہی کے لئے جو فقیر کو ملا وہ شامل اشاعت کر دیا۔ بہت ہی شکر گزار ہوں اپنے مخدوم دواجب الکریم جناب عزت خان صاحب جو برنلے برطانیہ میں رہتے ہیں اور ردقادیانیت کے کام کے اس خطہ انگلستان میں سرخیل ہیں۔ بھرپور معلومات رکھتے ہیں۔ فقیر کی استدعا پر آپ نے جناب راحیل صاحب کی ویب سائٹ پر جو مضامین تھے ان کا پرنٹ عنایت کیا۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ تمام مضامین احتساب قادیانیت کی جلد۴۳ میں شامل

ہو گئے۔ان مضامین میں چند مضامین المانیہ کے جناب ابوالسہیل صاحب کے بھی تھے وہ بھی سابق قادیانی ہیں۔ان کو بھی فقیر نے ان مضامین میں شامل رہنے دیا۔

(۳۷۸)

رحمت اللہ ارشد (بہاولپور)، علامہ

(وفات: ۲۳؍ستمبر ۱۹۸۳ء)

موصوف بہاولپور کے چشم و چراغ تھے۔نامور عالم دین تھے۔حزب الانصار بھیرہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔عرصہ تک پنجاب اسمبلی کے ممبر بھی رہے۔مشہور زمانہ کیس بہاولپور میں عدالت کے ریڈر بھی بیان کئے جاتے ہیں۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں پنجاب اسمبلی میں تحریک کے الاؤ کو روشن رکھا۔تحریک کے سربراہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ تحریک کے دوران بہاولپور تشریف لائے تو علامہ رحمت اللہ ارشد استقبال کرنے والوں میں شریک تھے اور رات کے جلسہ عام جامع مسجد الصادق بہاولپور میں بھی تشریف لائے۔ہمارے حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ انہیں آل پاکستان ختم کانفرنس چنیوٹ میں بھی لاتے رہے۔بلا کے پارلیمنٹرین مقرر تھے۔پنجاب اسمبلی میں ایک عرصہ تک قائد حزب اختلاف بھی رہے۔بہت ہی نفیس مزاج تھے اور شاہی ذوق رکھتے تھے۔اب ایسے مرنج مرنجاں انسان کہاں؟ہائے زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے۔

(۳۷۹)

رحمت اللہ پشاوری، مولوی

مولوی رحمت اللہ پشاوری نے کذاب قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

”عقائد مذکورہ سوال کے معتقد کو شیطان نے بہکا رکھا ہے۔لوگ اس کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں،مگر وہ نہیں آتا۔اس کے فساد اعتقاد کی علت یہ ہے کہ وہ القائے ربانی اور وسوسہ شیطانی میں امتیاز نہیں کر سکا اور اپنے خطرات و وساوس کو قرآن،حدیث اور اجماع امت پر عرض کرنا چھوڑ بیٹھا ہے۔اس پر واجب ہے کہ توبہ کرے۔“

(۳۸۰)

رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی، جناب

جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی نے ’’الدفع التلبیسات الملحدین ‘‘نامی رسالہ ۱۹۳۱ء میں کراچی میں شائع کیا۔ جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں قادیانیوں کے حیات مسیح علیہ السلام پر اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ جو محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شائع ہوئی ہے۔

(۳۸۱)

رحمت الٰہی (لاہور)، چوہدری

۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے چناب ایکسپریس پر سوار طلباء کو شدید زدوکوب کیا۔ ان کو اپنی بدترین بربریت کا نشانہ بنایا۔ اس سانحہ کے ردعمل میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ سانحہ ربوہ (چناب نگر) کی انکوائری کے لئے لاہور ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس صمدانی پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم ہوا۔ اس وقت جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب چوہدری رحمت الٰہی مرحوم تھے۔ آپ نے جماعت کی طرف سے انکوائری کمیشن میں بیان جمع کرایا۔ بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع بھی کر دیا۔ ایک معلوماتی، تاریخی دستاویز ہے جسے احتساب قادیانیت کی جلد۴۹ میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب کا نام: ’’واقعہ ربوہ کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے جماعت اسلامی پاکستان کا بیان‘‘

(۳۸۲)

رحیم بخش (ریٹائرڈ سیشن جج بہاولپور)، جناب الحاج

(وفات: ۸؍جنوری ۱۹۵۵ء)

۱۳۵۶ھ میں ریٹائرڈ سیشن جج الحاج خان بہادر رحیم بخش نے ’’ابن مریم‘‘ نامی کتاب لکھی۔ ابتداء قرآن مجید سے آخر تک جہاں کہیں مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ ان آیات قرآنیہ کو

زیر بحث لاکر قرآن کے اعتبار سے مسیح علیہ السلام کے مقام ومنصب، حیات، رفع، نزول، علامت قیامت غرض ایک ایک مسئلہ کو قرآن کے حوالہ سے خوب مبرہن کیا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے اور احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

جناب مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا رحیم بخش نے ذیل کا فتویٰ دیا۔ ''جس شخص کے یہ عقیدے ہیں وہ اسلام کے شارع عام سے دور ہے۔ جن لوگوں کا ایسے عقائد کی طرف میلان ہوگیا ہے انہیں چاہئے کہ نجات اخروی کے لئے اپنے شبہات علماء سے حل کریں۔ رسالہ فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی میں، جو یہ اعتقاد ومسائل درج ہیں کہ مسیح موعود میں ہوں۔ ملائکہ بذات خود اپنے وجود سے زمین پر نہیں آتے اور انبیاء پر نہیں اترتے۔ صرف ان کی تاثیر نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو جسم مبارک کے ساتھ معراج نہیں ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو باذن اللہ زندہ نہیں کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا حقیقی سانپ نہیں بنا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر چار جانور زندہ نہیں ہوئے۔ جن کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے بلکہ یہ مسمریزم کا عمل تھا۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے عقائد قرآن وحدیث اور سلف صالح کے طریقہ کے خلاف ہیں۔''

(۳۸۴)

رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۸۲۹ء ...... وفات: ۱۱راگست ۱۹۰۵ء)

اپنے ننہال کے ہاں گنگوہ میں سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کے ننھیال کا گھر شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے تیس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب دادی کی جانب سے گیارھویں پشت پر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے وصال کے تین سو سال بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے آگے چل کر حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف کے درودیوار کو رونق بخشی اور ایک بار پھر گنگوہ کی عظمت رفتہ کا چار دانگ عالم میں چرچا کر دیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام مولانا ہدایت احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا ہدایت احمد نے دینی تعلیم حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے حاصل کی اور آپ کی روحانی تربیت

شیخ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرہون منت ہے۔ بتیس سال کی عمر میں ان کا وصال ۱۲۵۲ھ ہجری میں ہوا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سات سال کے ہوں گے۔ پہلے آپ کے دادا قاضی پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ پھر ماموں مولانا محمد تقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کفالت کی۔ بچپن میں ہی بچوں کے کھیل کود سے دلچسپی نہ تھی۔ والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ میاں جی قطب بخش رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فارسی کی کتب پڑھیں۔ اسی طرح مولانا محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فارسی کی کچھ کتب پڑھیں۔ ابتدائی صرف ونحو مولانا محمد بخش رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حزب البحر اور دلائل الخیرات کی اجازت بھی مولانا محمد بخش رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو حاصل ہوئی۔ انہیں کے مشورہ پر آپ عربی کی مزید تعلیم کے لئے دہلی گئے۔

مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔ وہ اس وقت دہلی میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت دہلی میں شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہوں کا خوب عروج تھا۔ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید الدین خان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصبہ نانوتہ گئے تو مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم کے لئے اپنے ہمراہ لائے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رامپور سے دہلی آئے تو مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ گویا شمس وقمر دونوں کا اکٹھ ہو گیا۔ ذہین شاگرد کو لائق استاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک فاضل استاذ بھی ذہین شاگرد کو پا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اب مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم کیا حاصل کی کہ ان کے فیض سے پورا ہندوستان نہیں، پورا عالم جگمگا اٹھا۔ (یاد رہے سرسید احمد خاں علی گڑھی بھی مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے)

علماء جانتے ہیں کہ میر زاہد، قاضی، صدرا، شمس بازغہ کتنی مشکل کتابیں ہیں۔ لیکن مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان کتابوں کو ایسے پڑھتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے۔ فرفر پڑھتے تھے۔ کہیں ترجمہ کی ضرورت ہوتی تو استاذ بتا دیتے۔ باقی طلباء نے کہا کہ یہ بے سمجھے پڑھتے ہیں۔ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے سامنے کوئی طالب علم بے سمجھے نہیں چل سکتا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مولانا مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب کیا۔ مفتی صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز

دہلوی ؒ، شاہ عبدالقادر دہلوی ؒ اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ نے حدیث مولانا شاہ عبدالغنی مجددی ؒ سے پڑھی۔ حضرت نانوتوی ؒ بھی آپ کے ہم سبق تھے اور یہ جوڑی اپنی ذہانت اور تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے ہر استاذ کی آنکھوں کا تارا بنی رہی۔ شاہ عبدالغنی مجددی ؒ، حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے طریقہ نقشبندیہ کے متمسک تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شاہ ابوسعید ؒ تھا۔ شاہ عبدالغنی مجددی ؒ کا سلسلہ نسب وسلسلہ سلوک آٹھویں پشت پر حضرت مجدد الف ثانی ؒ سے جا کر ملتا ہے۔ گویا حضرت مجدد صاحب ؒ آپ کے بزرگوار تھے۔

حضرت گنگوہی ؒ نے معقولات کی اکثر کتب، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، معانی وغیرہ حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی ؒ سے پڑھیں۔ صحاح ستہ مکمل حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ؒ سے پڑھیں۔ شرف تلمذ مفتی صدر الدین ؒ، مولانا شاہ احمد سعید ؒ، مولانا قاضی احمد دین ؒ پنجابی سے بھی رہا۔ آپ کی ذہانت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ کی مدت تعلیم دہلی میں چار سال بنتی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں اتنی زیادہ تعلیم کا حاصل کرنا آپ کی کمال ذہانت کی دلیل ہے۔ تعلیم ومطالعہ کے لئے سولہ گھنٹے مقرر کر رکھے تھے۔ آرام، کھانے، پینے اور نمازوں کے لئے آٹھ گھنٹے تھے۔ اب جو شخص چوبیس گھنٹوں میں سے سولہ گھنٹے مطالعہ کتب کے لئے وقف رکھے گا اس کے انہماک مطالعہ کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے ماموں تین روپے ماہوار آپ کو بھیجتے تھے۔ پورے مہینہ کا تمام خرچہ بمع کھانا آپ اسی سے پورا کرتے تھے۔ آپ کے استغناء کا یہ عالم تھا ایک شخص نے کیمیا بنا کر دکھلا دیا اور نسخہ بھی دے دیا۔ نسخہ آپ نے کتاب میں رکھ چھوڑا۔ تعلیم مکمل ہونے کے سالہا سال بعد کسی نے پوچھا تو کتاب سے نکال کر دے دیا۔ اس نے نقل کر کے بنایا تو کیمیا بن گیا۔ آپ نے وہ نسخہ پھاڑ دیا۔ فرمایا کہ مجھے اس سے کیا سروکار ہے۔ میرے یہ کس کام کا ہے؟

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ زمانہ طالب علمی میں چھوٹے درجہ کے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے۔ اس پہلی کلاس میں پڑھنے والے ایک طالب علم کا نام ملا محمود ؒ تھا۔ جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے استاذ تھے۔ جن سے حضرت شیخ الہند ؒ نے انار کے درخت کے نیچے پڑھنا شروع کیا تھا۔ دیوبند کے پہلے استاذ محمود ؒ اور پہلے شاگرد بھی محمود ؒ تھے اور مجھے بھی مولانا مفتی محمود ؒ کے صاحبزادہ اور جانشین نے دیوبند لے جا کر ان کے قدموں میں پہنچایا۔ ملا محمود دارالعلوم دیوبند کے پہلے استاذ مولانا گنگوہی ؒ کے پہلے شاگرد تھے۔ حضرت

گنگوہی ؒ نے انچاس سال پڑھایا۔ آپ کے شاگردوں کی آخری جماعت میں آپ کے آخری شاگرد مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی ؒ بھی تھے۔ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ؒ کے والد گرامی تھے۔ حضرت گنگوہی ؒ کے پہلے شاگرد ملا محمود ؒ سے آخری شاگرد مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی ؒ تک آپ کے علم کی بہاروں کو جمع کیا جائے تو علم کی دنیا میں ایک ابدی موسم بہار آ جائے۔ مولانا محمد تقی ؒ آپ کے ماموں تھے اور والد گرامی ودادا مرحوم کے بعد آپ کے کفیل بھی تھے۔ حضرت گنگوہی ؒ کی عمر جب اکیس سال کو پہنچی تو ماموں نے اپنی صاحبزادی کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اس عمر میں تحصیل علم کے بعد قرآن مجید گھر پر خود یاد کیا۔

آپ کے ساتھی مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کا خیال مبارک تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ سے بیعت ہونا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی ؒ کا خیال مبارک تھا کہ شاہ عبدالغنی مجددی ؒ سے بیعت ہونا ہے۔ حضرت گنگوہی ؒ ایک بار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ سے ملنے کے لئے گنگوہ سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو بیعت ہو گئے۔ مختصر مدت کے لئے آئے تھے۔ ہمراہ کپڑے بھی نہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا کہ یہاں قیام کرو، تو رک گئے۔ جب زیب تن کپڑے میلے ہو جاتے، دھو کر وہی پہن لیتے۔ چالیس دن قیام کیا۔ بیعت کے وقت حضرت حاجی صاحب ؒ سے عرض کر دیا تھا کہ تصوف کے ذکر واذکار، معمولات ومجاہدہ میرے بس میں نہیں۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا کہ ''اچھا کیا مضائقہ ہے۔'' لیکن بیعت کے بعد پہلی رات حاجی صاحب ؒ صبح تہجد کے لئے اٹھے تو حضرت گنگوہی ؒ بھی ساتھ اٹھ گئے۔ نوافل کے بعد ایک کونہ میں حضرت حاجی صاحب ؒ نے ذکر شروع کیا تو دوسرے کونے میں حضرت گنگوہی ؒ ذکر کے لئے بیٹھ گئے۔ آپ کو خوب حسن الصوت کی سعادت سے حق تعالیٰ نے نوازا تھا۔ ذکر کیا تو در ودیوار بھی نام الٰہی سے گونج اٹھے۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو۔ حضرت حاجی صاحب کی بیعت کے بعد اثرات بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ: ''پھر تو مرمٹا'' مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ؒ نے تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ: ''مقام فنا سے بھی فنا عن الفناء کی طرف چلے۔ گویا اپنی فنائیت سے بے خبر اور محض فانی بن گئے۔'' ایک خط میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ کو اپنی حالت کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ مدح وذم میرے لئے برابر ہو گئے ہیں۔ یعنی کوئی تعریف کرے تو اس سے طبیعت میں فرحت نہیں ہوتی۔ کوئی برائی کرے تو طبیعت میں تکدر نہیں ہوتا۔ یہ مقام فنائیت کی انتہاء ہے۔

کاش! میرے ایسے کاٹھ کے گھوڑے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے۔ آج کل تمام فساد ہی انا پرستی نے برپا کر رکھا ہے۔ ہم، تم، کی کھا کھی نے نئی نقالوں کی دنیا آباد کر رکھی ہے۔ اللہ رب العزت رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ نے چالیس روز خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قیام کیا۔ جس دن گنگوہ کے لئے واپسی تھی۔ اسی روز ہی خلافت سے سرفراز کر دیئے گئے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے بعد کثرت سے علماء کرام نے حضرت حاجی امداد اللہ ؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ؒ نے کیا تعبیر کی کہ: ''حضرت گنگوہی ؒ نے جس مرحلہ پر بیعت کی، بیعت کے بعد اس مرحلہ میں صاحب نسبت ہوگئے اور چلتے چلتے یہاں پہنچے کہ جو سفر بیعت تھا وہی سفر حصول خلافت ہوگیا۔ یہی قلیل زمانہ سعی تھا اور یہی چند یوم ظفر و کامیابی کے ایام ثابت ہوئے۔'' گنگوہ واپس ہوئے تو حالت بدل چکی تھی۔ نہ کھانے کا ہوش، نہ پینے و پہننے کا۔ ہر وقت استغراق اور محویت میں ہوتے۔ تمام شب گریہ وزاری کی نذر ہو جاتی۔ اس جذب و کیفیت سے ذکر جہر کرتے۔ معلوم ہوتا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے۔ خود پر جو کیفیت گزرتی ہوگی وہ اور کوئی کیا جانے؟ گنگوہ واپسی کے بعد حضرت حاجی صاحب ؒ بھی گنگوہ تشریف لائے اور آپ کے مہمان رہے۔ حضرت گنگوہی ؒ نے ایک جگہ چھ ماہ تدریس بھی کی۔ پھر چھوڑ دی۔ اب آپ نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے گنگوہ میں ہی رہنا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ؒ کا خلوت خانہ عرصہ تین سو سال گزرنے کے بعد جوں کا توں تھا۔ آپ نے اس کی صفائی و مرمت کا اپنے ہاتھوں اہتمام کیا اور اس میں فروکش ہوگئے۔ گویا حق تعالیٰ نے صدیوں بعد اس خانقاہ شریف کو آباد کرنے کا پردہ غیب سے اہتمام کر دیا۔ اس خانقاہ شریف کی رونقیں لوٹ آئیں۔ اب پڑھنے کے لئے طلباء آنے لگے۔ آپ کے درس کو وہ قبولیت ملی کہ ''العظمة للّٰه ولرسوله وللمؤمنين''

مولانا گنگوہی ؒ کا سلسلہ نسب دادی کی جانب سے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ؒ سے جا کر ملتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ سے بیعت کے بعد سلسلہ روحانی بھی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ؒ سے جا کر مل گیا ''قدوسی حجرہ خلوت'' مسجد کی پشت کی جانب تھا۔ جہاں قطب عالم شیخ عبدالقدوس ؒ سالہا سال ریاضت مجاہدہ کرتے رہے۔ نہ جانے تین سو سال کے عرصہ میں کتنے لوگ خانقاہ میں آئے۔ لیکن وہ اس حجرہ کے اہل نہ تھے۔ اب جو اہل آیا تو یہ امانت اس کے سپرد ہوگئی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ عرصہ تک خلوت نشینی کی طرف مائل رہے۔ خلوت کی ریاضت نے پگھلا کر جب خالص سونا بنادیا تو اب طبیعت لوگوں سے ملنے میں انسیت محسوس کرنے لگی۔ اب آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے۔ اتباع شریعت اور سنت کی تابعداری آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ خلاف شریعت وسنت کام پر خاموش رہنا یا مصلحت کا شکار ہونا آپ کی عزیمت کے خلاف تھا۔ اس لئے آپ سے جو تعلق جوڑتا، شریعت کی تابعداری اس کی گھٹی میں پڑ جاتی۔ اس دوران میں آپ نے طب بھی شروع کردی۔ اس سے بھی خلق خدا کی خدمت کی۔ غرض روحانی وجسمانی طور پر لوگ آپ کی ذات گرامی سے نفع حاصل کرنے لگے۔

حضرت گنگوہی ؒ کے بعد آپ کی سفارش پر حضرت نانوتوی ؒ کو حضرت حاجی صاحب ؒ نے اپنی بیعت میں قبول فرمالیا۔ وہ بھی خانقاہ امدادیہ سے وابستہ ہوئے۔ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تحریک آزادی میں ''اکابر ثلاثہ'' (حضرت گنگوہی ؒ، حضرت نانوتوی ؒ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ) نے تحریک آزادی میں مثالی کردار ادا کیا۔ تینوں حضرات کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ نے تھانہ بھون سے سفر کیا اور پنجلاسہ، پاکپتن، تلمبہ کے راستہ کراچی سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ جب حاجی صاحب ؒ ''پنجلاسہ'' میں تھے تو حضرت گنگوہی ؒ آپ سے ملے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ سے عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کے لئے دل بے قرار تھا۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا کہ جانے سے پہلے آپ کو ملوں گا۔ مخبر کی اطلاع پر پولیس نے چھاپا مارا۔ حاجی صاحب ؒ نے تھوڑی دیر پہلے میزبان سے فرمادیا کہ چارہ کاٹنے والی مشین کے کمرہ میں مصلیٰ بچھا اور پانی رکھ دیا جائے۔ آپ نے وضو کیا مصلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ مالک مکان نواب حاجی محمد عبداللہ صاحب ؒ سے فرمایا کہ باہر سے کمرہ کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگادیں۔ کنڈی لگا کر فارغ نہ ہوئے ہوں گے کہ پولیس نے محاصرہ کرلیا۔ تمام کمروں کی تلاشی کرتے کرتے اس کمرہ میں آئے۔ دروازہ کھولا تو مصلیٰ موجود، آدمی کوئی نہیں۔ نواب صاحب ؒ سے پولیس آفیسر نے پوچھا کہ مصلیٰ کیوں رکھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نوافل یہاں ادا کروں گا۔ اس لئے مصلیٰ بچھایا تھا۔ پولیس مطمئن ہوکر خالی لوٹ گئی۔ پولیس کو گاؤں سے نکال کر حاجی عبداللہ پھر کمرہ میں آئے تو حاجی صاحب ؒ التحیات کی حالت میں بیٹھے تھے۔ نواب عبداللہ ؒ کے آنے پر سلام پھیرا۔ نواب صاحب ؒ نے عرض کیا حضرت پولیس آئی تھی؟ حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا ہاں آئی تھی۔ نواب صاحب نے عرض کیا حضرت آپ کہاں

تھے؟ فرمایا یہیں تھا۔ عرض کیا: حضرت آپ نظر نہیں آئے۔ فرمایا کہ وہ (انگریز) اندھے ہو جائیں تو اس میں امداد اللہ کا کیا قصور ہے؟

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ تین دن روپوش رہے۔ پھر باہر آ گئے۔ رہائش بدلتے رہے۔ لیکن گرفتار نہ ہوئے۔ حضرت گنگوہی ؒ گرفتار ہوئے۔ کیس چلا، لیکن بری ہو گئے۔ بایں ہمہ زندگی کے آخری سانس تک انگریز گورنمنٹ آپ کی نگرانی کرتی رہی۔ مخبر بھی آتے جاتے رہتے۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ ایک دفعہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کو پھانسی کی سزا کا حکم ہو گیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ، حکیم ولایت حسین ؒ، مولانا مظفر حسین کاندھلوی ؒ تھانہ بھون سے باہر جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اچانک حضرت حاجی صاحب ؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ رشید احمد ؒ کو کوئی پھانسی نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت سا کام لینا ہے۔ چنانچہ گرفتاری، کیس، پھر برأت سے وہی ظہور میں آیا جو عرصہ پہلے حاجی صاحب ؒ نے فرما دیا تھا۔

حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا کہ جانے سے پہلے آپ کو ملوں گا۔ مولانا گنگوہی ؒ گرفتار ہو گئے اور آپ کی رہائی سے قبل حضرت حاجی صاحب ؒ حجاز روانہ ہو گئے۔ ایک خادم نے حضرت گنگوہی ؒ سے سوال کیا کہ وہ وعدہ ملاقات کا کیا ہوا؟ حضرت گنگوہی ؒ نے فرمایا کہ حاجی صاحب ؒ وعدہ خلاف نہ تھے۔ چنانچہ دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا کہ جانے سے قبل سنگین پہرہ میں آپ رات کو آئے۔ علیحدگی میں گھنٹوں ملاقات ہوئی اور پھر چلے گئے۔ حضرت گنگوہی ؒ کی گرفتاری رام پور سے ہوئی تھی۔ غلام علی نامی ایک شخص جو لی پور ضلع سہارنپور کا رہنے والا تھا۔ اس نے مخبری کی تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی ؒ کو رام پور سے سہارن پور جیل لایا گیا۔ پندرہ دن جیل میں رہے۔ پھر عدالت کے حکم پر گنگوہ کے باشندہ ہونے کے ناتے اپنے ضلع مظفر نگر بھیج دیا گیا۔ سنگینوں کے پہرہ میں دیوبند کے راستہ مظفر نگر کو چلے۔ دیوبند کے راستہ پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ آ کھڑے ہوئے۔ دور سے سلام زیارت اور مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ اس کیس سے براءت اور جیل سے رہائی کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ نے مسند تلقین وارشاد کے ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ ایک سال میں صحاح ستہ کو ختم کرانے کا آپ نے اہتمام کیا۔ ۱۲۶۵ھ سے ۱۳۱۴ھ تک انچاس سال یہ سلسلہ چلتا رہا۔ تین سو سے زائد حضرات نے آپ سے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اخیر عمر میں آپ نے پڑھانے کا سلسلہ اس لئے ترک کر دیا کہ

آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا اور بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ نے ہند، برما، افغانستان تک کے طلباء کو حدیث شریف کی تعلیم دی۔ آپ کی فیضان صحبت کا اثر تھا کہ آپ کے شاگردوں میں سے کوئی شخص بے وضو شریک درس نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ فرماتے تھے: ''مجھے حنفی مسلک سے خاص محبت ہے اور اس کی حقانیت پر کلی اطمینان ہے۔'' لیکن کیا مجال ہے کہ کسی فقیہ یا امام کی تنقیص کا کوئی پہلو گفتگو سے مترشح ہو۔ آپ کی کسرنفسی کا یہ عالم تھا کہ سبق کے دوران ایک دفعہ اچانک بارش شروع ہوگئی۔ طلباء کرام نے اپنی کتابیں اور تپائیاں اٹھائیں اور مسجد میں جا بیٹھے۔ آپ نے اپنے کندھے کی چادر کو نیچے بچھایا اور طلباء کرام کی جوتیاں اس میں باندھ کر گٹھ سر پر رکھ لیا اور انہیں بارش سے بچالیا۔ طلباء کرام کو پتہ چلا تو وہ نادم ہوئے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس میں پریشانی کا کون سا موقع ہے۔ تم تو مہمانان رسول ﷺ ہو۔ حدیث پڑھنے آئے۔ تمہاری خدمت و مدارت تو میرے لئے سعادت کی بات ہے۔

طالب علموں سے کوئی خفت کا معاملہ کرتا تو اسے آپ ایسی سنجیدگی سے لیتے کہ ایسا معاملہ کرنے والے کی اصلاح ہو جاتی۔ مدرسہ مصباح العلوم کے ایک مدرس نے آپ سے ہدایہ جلد ثانی پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ چودھویں دفعہ پڑھا رہا ہوں۔ آپ نے تین حج کئے تھے۔ ایک حج میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حکیم ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے جلیل القدر حضرات ایک ساتھ تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے آپ عمر بھر سرپرست رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے چھ ماہ بعد مظاہر العلوم کی بنیاد رجب ۱۲۸۳ھ میں رکھی گئی۔ مولانا سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بانی تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے سرپرست تھے۔ ۱۲۹۷ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ اس سال کو مدارس ہند کا ''عام الحزن'' قرار دیا گیا۔

۱۳۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند کا چوتھا سالانہ دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی۔ اس میں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ مہتمم، مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ کا وعظ سننے کو دل کرتا ہے۔ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ جو تکلف و تصنع سے بے نیاز، سادگی و خلوص کے پیکر اور شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ آپ نے مدرسہ کی سالانہ روداد میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ

کایوں ذکر کیا ہے: ''وعظ کیا۔ گویا سامعین کو مئے محبت الٰہی کے خم کے خم پلا دیئے۔ درو دیوار تک مست تھے اور عجیب کیفیت ظاہر تھی کہ کہیں دیکھی، نہ سنی۔ اللہ، اللہ! اس کے خاص بندوں کے سیدھے سیدھے الفاظ اور سادہ بیان اور ڈھیلی ڈھیلی زبان میں کیا کیا تاثیرات ہیں۔ بشر کیا، شجر و حجر بھی مان جاتے ہیں۔ مولانا نے تو دقیق مضامین علمیہ بیان نہیں فرمائے۔ یہی وضو اور نماز کے مسائل بیان کئے اور اخلاص کے بیان میں کسی تقریب سے ایک دفعہ با آواز بلند ''اللہ'' کہا۔ معلوم نہیں کس دل اور کیسے سوز و گداز سے اللہ کا نام لیا کہ تمام مجلس وعظ لوٹ گئی اور آہ وزاری کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا تھا۔ اس وقت بعض اشخاص نے مولوی صاحب کو دیکھا کہ کمال وقار سے ممبر پر خاموش بیٹھے ہیں اور اہل مجلس کی طرف متوجہ ہیں۔ یقین ہوتا ہے کہ اگر مولوی صاحب ایسے متوجہ نہ ہوتے تو اہل جلسہ کو دیر تک افاقہ نہ ہوتا۔ مگر اللہ رے حوصلہ کہ خود ویسے ہی مشتغل رہے۔''

سینہ میں قلزم کو لے، قطرہ کا قطرہ ہی رہا

(تذکرۃ الرشید ص ۲۵۱، ۲۵۲)

مولانا علی رضا ﷫، حضرت گنگوہی ﷫ کے شاگرد تھے۔ فرماتے تھے میں برسوں حضرت کی خدمت میں رہا۔ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت نہیں پایا۔ حتیٰ کہ مستحبات اور جانب اولیٰ کو بھی ترک نہ فرماتے۔ لیکن مباح سے آگے نہ بڑھتے۔ مگر مباح سے آپ کو خوشی نہ ہوتی۔ البتہ سنن و مستحبات واجبات و فرائض پر عمل کر کے آپ کو ایسی خوشی ہوتی اور مزاج میں ایسا انشراح اور لطافت و بشاشت پیدا ہو جاتی تھی کہ ہر دیکھنے والا محسوس کر سکتا تھا۔ بدعات کو دیکھ کر آپ آنسو بھر لاتے۔

حضرت گنگوہی ﷫ کا عشق رسالت مآب ﷺ

مدینہ طیبہ کی کھجور کے استعمال کے بعد گٹھلیاں ضائع نہ فرماتے۔ ان کو پسوا کر سفوف بنا لیتے اور اس کو کبھی کبھی پھانک لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا: ''لوگ زمزم کے ٹین اور مدنی کھجور کی گٹھلیاں پھینک دیتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔'' مولانا عاشق الٰہی ﷫ کو ایک بار مدینہ طیبہ کی مٹی مبارک عطاء کی اور فرمایا اس کو کھا لو۔ مولانا عاشق الٰہی ﷫ نے عرض کیا کہ مٹی کھانا تو حرام ہے۔ فرمایا: ''میاں! وہ اور مٹی ہوگی۔'' حضرت گنگوہی ﷫ کا جی چاہتا تھا کہ ہر شخص حرمین شریفین سے اسی طرح محبت و پیار رکھے۔ جس طرح خود ان کو تھا۔ ایک مرتبہ غلاف کعبہ کا ایک تار مولانا محمد اسماعیل ﷫ کو دیا اور

فرمایا: ''اس کو کھا لو۔'' حضرت گنگوہی ﷫ بہت خوش الحان تھے۔ جب ذکر بالجہر کرتے تھے تو لوگ وجد میں آ جاتے تھے۔ اتباع شریعت پر ایسے کاربند تھے کہ خیر القرون کے حضرات کی یاد تازہ کر دی۔ حضرت گنگوہی ﷫ کے خلفاء کی فہرست پر ایک بار نظر ڈالیں، چند نام پیش خدمت ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری ﷫، شیخ الہند مولانا محمود حسن ﷫، مولانا مفتی کفایت اللہ ﷫، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی ﷫ ان ناموں پر غور کریں اور پھر سوچیں اگر یہ خلفاء تھے تو شیخ کتنا بڑا کامل ہوگا؟ حضرت گنگوہی ﷫ کے پاس تبرکات میں سے مقام ابراہیم کا ایک ٹکڑا بھی تھا۔ کبھی اسے صندوقچی سے نکالتے، پانی میں رکھتے اور وہ پانی خدام کو پلا دیتے تھے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کا ایک ٹکڑا بھی آپ نے سنبھال رکھا تھا۔

استغناء کا یہ عالم تھا کہ امیر حبیب اللہ ﷫ والئی افغانستان نے پانچ ہزار روپے ہدیہ ارسال کیا۔ آپ نے واپس کر دیا۔ جو آفیسر ہدیہ لائے ان کے اصرار پر ساتھ یہ رقعہ تحریر فرمایا۔ ''بحیثیت مسلمان مجھے آپ سے تعلق ہے اور میرا دل آپ کو ہمیشہ دعا دیتا ہے۔ خصوصاً موجودہ حالت محبت اسلام اور قدر و منزلت کی خبریں سن کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ حق تعالیٰ برکت عطاء فرماوے گا۔ آپ کی نذر پہنچی۔ مگر چونکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ جمع کر کے کیا کروں گا۔ اس لئے واپس کرتا ہوں۔ کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے اور مجھے بہر حال دعا گو سمجھئے۔'' ۱۱ راگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن ساڑھے بارہ بجے وصال فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

مرزا قادیانی کے خلاف قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ کفر

فتنہ قادیانیت کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ مرزا قادیانی نے یک دم نہ تو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، نہ مہدویت کا، نہ مسیحیت کا اور نہ نبوت کا۔ بلکہ سب سے پہلے اس نے خود کو لوگوں میں ایک مناظر اور عیسائیت اور آریت کا رد کرنے والے اسلام کا درد دل رکھنے والے شخص کی صورت میں متعارف کرایا اور اس سلسلے میں ''براہین احمدیہ'' لکھنے کا اعلان کیا۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کی اوّلین تصنیف ہے۔ اس کتاب میں نہ تو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے اور نہ نبوت۔ بلکہ شد و مد کے ساتھ حیات مسیح کا اثبات کیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں اپنے الہامات کا تذکرہ بھی ہے۔ علماء لدھیانہ نے کتاب ''براہین احمدیہ'' تنقیدی نظر سے گذارا تو انہوں نے اس میں کلمات کفریہ کی

بڑی کثرت وفراوانی پائی۔ انہوں نے فتویٰ جاری کر دیا کہ یہ شخص زندیق اور خارج از اسلام ہے اور فتویٰ چھپوا کر گردونواح کے شہروں میں روانہ کر دیئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے چونکہ اس وقت ''براہین احمدیہ'' کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا تھا اور نہ مرزے کے دعاوی سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لئے آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر سے انکار کیا۔

علماء لدھیانہ مسئلہ کے تصفیہ کے لئے خود دارالعلوم دیوبند پہنچے اور ایک مجلس مذاکرہ تشکیل پائی۔ جس میں حضرت مولانا یعقوب نانوتوی ؒ نے علماء لدھیانہ کو کہا:

''آپ قریب الوطن ہونے کی وجہ سے اس (مرزا قادیانی) کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اس شخص کی کتاب (براہین احمدیہ) بھی پڑھ رکھی ہے۔ میں اور مولوی رشید احمد تکفیر سے منع نہیں کرتے۔ لیکن ہماری تحقیق نہیں ہے۔'' (رئیس قادیان ص۴۸۰)

درج بالا حالات کے تناظر میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مولانا گنگوہی ؒ کا تکفیر سے انکار کسی غرض کی بناء پر نہیں تھا، بلکہ مرزا کے عقائد پوری طرح ان کے سامنے نہیں آئے تھے۔ اس موقع پر علماء محتاطین کا جو رویہ ہونا چاہئے حضرت گنگوہی ؒ نے وہی اختیار کیا۔

ایک مخصوص مکتب فکر کے کچھ لوگ حضرت گنگوہی ؒ کی اس عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی ؒ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ اسے مرد صالح قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔ حضرت گنگوہی ؒ کو جب تک قادیانی کے کفریات کی اطلاع نہ تھی تو تکفیر کے معاملے میں احتیاط کی روش اختیار فرماتے تھے۔ لیکن جب قادیانی کے کفریات تاویل کے متحمل نہ رہے تو آپ نے اس کی تکفیر فرمائی۔ چونکہ آپ کا آخری قول یہی ہے اور قاعدہ ہے کہ قول آخر کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت گنگوہی ؒ کی پہلی رائے کالعدم (مرجوع عنہ) تصور ہوگی۔ حضرت قدس سرہ کے اس رجوع کی چند شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ کچھ حضرت کی اپنی تحریریں اور ایک دو مرزا قادیانی کی عبارتیں، جن میں ہے کہ حضرت گنگوہی ؒ نے مرزا قادیانی کو باقاعدہ کافر، دجال اور مفتری کہا ہے۔

حضرت گنگوہی کے مکاتیب کا ایک مجموعہ ''مفاوضات رشیدیہ'' کے نام سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ وہ خطوط ہیں جو آپ نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی سلطان پوری ؒ کے نام تحریر فرمائے تھے۔ اس مجموعہ میں متعدد خطوط میں آپ نے قادیانی کے بارے اظہار رائے فرمایا ہے۔ ۲۷؍ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ کے خط میں لکھتے ہیں:

"مرزا قادیانی، حسب وعدہ فخر عالم علیہ السلام دجال و کذاب پیدا ہوا ہے۔ مثل مختار ثقفی کے اوّل دعویٰ تائید دین کیا۔ اب مدعی نبوت درپردہ ہو کر مضل خلق ٹھہرا اور بڑا چالاک ہے کہ اشتہار مناظرہ دیتا ہے۔ جب کوئی مقابل ہو بلطائف الحیل ٹال دیتا ہے۔ موت و حیات عیسیٰ میں مناظرہ کرتا ہے۔ اپنے دعویٰ کے باب میں بالکل مناظرہ نہیں کرتا۔ بندہ نے اس کے خلاف فتویٰ لکھا ہے۔ آپ لوگوں کو اس سے ملنے سے منع کرلیں۔ اس کے ناحق اور باطل ہونے میں بالکل تردد نہ کریں۔"

(خط نمبر ۲۶ ص ۴۱)

حضرت کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ حضرت کے نزدیک مرزا قادیانی دجال، کذاب، مدعی نبوت اور مثیل مختار ثقفی تھا اور حضرت نے اشتہار کی شکل میں اس کی تکفیر کا صراحتاً فتویٰ بھی جاری فرمایا تھا۔ آپ کے اس فتویٰ کا ذکر مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد کی مستند کتاب المہند علی المفند میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت مرزا قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید اور دیگر مذاہب کو بہ دلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے۔ ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔ اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے۔"

(المہند علی المفند ص ۸۶، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

"باقیات فتاویٰ رشیدیہ" کے نام سے مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات جمع فرمائے ہیں۔ قادیانی کے متعلق بھی چند فتاویٰ ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"مرزا غلام احمد قادیانی بوجہ ان تاویلات فاسدہ اور ہفوات باطلہ کے، من جملہ دجالوں، کذابوں کے، خارج از طریقہ اہل سنت و داخل زمرہ اہل اہواء ہے...... قطعاً ضال و مضل اور داخل فرقہائے مبتدعہ مراہل ہوا ہے۔ اس سے اور اس کے پیروان سے ملنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ جو لوگ اس کی تکفیر کرتے ہیں وہ بھی حق پر ہیں۔"

(باقیات فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۷، ۳۸، کتاب الایمان والعقائد، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی انڈیا)

مرزا قادیانی اور اس کے اتباع بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کے فتویٰ کے بعد اپنی بدزبانی، گالم گلوچ اور طعن و تشنیع کی توپوں کا رخ آپ کی طرف پھیر دیا۔ ۲۶ رشوال ۱۳۱۰ھ کو مرزا نے ایک اشتہار "مباہلہ" کے لئے شائع کیا جس میں ان لوگوں کو مباہلے کی دعوت دی جو قادیانی کو کافر کہتے تھے۔ ان علماء میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی لکھا گیا۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۲۰)

اس طرح مرزا قادیانی نے ایک اشتہار خاص حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے شائع کیا۔ جس میں لکھا تھا:

"میاں رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا کہ یہ شخص کافر، دجال اور شیطان ہے اور اس پر لعنت اور سب و شتم رہنا کار ثواب ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۱۷)

انجام آتھم میں مرزا نے اپنے مکفرین کی فہرست میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی لکھا ہے۔ عبارت یوں ہے: "آخرهم الشیطان الاعمی والغول الاغوی یقال له رشید احمد جنجوهی هو شقی کالأمروهی من الملعونین"

(مکفرین میں) آخری شخص وہ اندھا شیطان اور گمراہ دیو ہے جس کو رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور وہ (مولانا احمد حسن) امروہی کی طرح شقی اور ملعونوں میں سے ہے۔

(انجام آتھم ص ۲۵۲، خزائن ج ص ۱۱)

غرض ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب تک مرزا قادیانی کے عقائد پر مطلع نہ تھے۔ انہوں نے تکفیر سے انکار کیا۔ مگر جب مرزا قادیانی کے عقائد کھل کر ان کے سامنے آئے تو انہوں نے زور و شور سے نہ صرف مرزا کی تکفیر کی بلکہ فتوے کو بصورت اشتہار بھی شائع کروایا اور یہ مرزا قادیانی کی تحریر سے واضح ہے۔ کسی کے عقائد پر پوری طرح مطلع نہ ہو کر اس کی تکفیر سے انکار کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کا فتویٰ دیا:

''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ اور ہفوات باطلہ کی وجہ سے دجال کذاب اور طریقہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔اس کے پیرو بھی اسی کی مانند ہیں۔''

(۳۸۴)

رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی

(وفات:۱۹رفروری۲۰۰۲ء)

عالم اسلام کی ممتاز علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے قصبہ سلیم پور کے معروف علمی گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ان کا خاندان خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا عقیدت مند تھا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی علوم کی تعلیم سے فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔علم حدیث کی تکمیل شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔آپ ان کے فاضل ترین شاگردوں میں سے تھے۔قیام پاکستان کے بعد اوّلاً خیر پور میرس سندھ میں سکونت اختیار کی اور پھر دارالعلوم کراچی میں تعلیمی وتدریسی خدمات سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ دارالعلوم میں صدر المدرسین،صدر شعبہ دارالافتاء اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر آپ نے گرانقدر دینی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے کراچی میں ادارہ دارالافتاء والارشاد قائم کیا۔جس میں آپ فضلاء کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں فقہی مسائل میں خصوصی تربیت دیا کرتے تھے۔آپ کی زیر نگرانی الرشید ٹرسٹ قائم ہوا۔جس نے تعلیمی اور فلاحی میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی معاشرتی،اصلاحی اور فلاحی ضروریات کو پورا فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو اوران کے زیر سرپرستی قائم اداروں کو قائم ودائم رکھیں اوران کے رفقاء کو ان جیسی خوبیوں سے نوازیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائیں اوران کے حسنات کو قبول فرمائیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کبھی پیچھے نہیں رہے۔

''بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا، یعنی دیندار انجمن'' حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔''دیندار انجمن'' کے بانی صدیق حیدرآباد دکن کا

ایک قادیانی تھا۔ بعد میں خود بھی مدعی نبوت ووحی ہوکر پتہ نہیں کیا کچھ دعوے کئے۔ یہ انجمن دراصل قادیانی جماعت ہی کی ایک شاخ ہے۔ کراچی میں اس انجمن کے کچھ مبلغین نے اس کو زندہ کرنا چاہا۔ ان کی یہ یورش دیکھ کر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی جوسب سے پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کرائی۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد سینتیس (۳۷) میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فقیر کی یہ نسبت آخرت میں ذریعہ نجات کا وسیلہ بن جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۳۸۵)

رشید رضا مصری، جناب علامہ

مصر کے جید اور نامور محقق وادیب جو المنار قاہرہ کے ایڈیٹر بھی رہے، انہیں مرزا قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز المسیح تبصرہ کے لئے بھیجی۔ آپ نے دیکھ کر لکھا کہ:

''یہ صرفی ونحوی غلطیوں اور سہو وخطا سے مملو ہے۔ اس کو صحیح بنانے کے لئے تصنع وبناوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ کلام کثیف ہے۔ عرب کے محاورات کے خلاف ہے۔'' مرزا قادیانی نے اس کتاب کا ستردن میں جواب کے لئے لکھا۔ علامہ رشید رضا نے فرمایا کہ: ''اس کا ستردن نہیں سات دن میں جواب ہوسکتا ہے، مگر اس احمق قادیان کو منہ کیوں لگایا جائے۔ یہ اس قابل ہی نہیں۔'' موقعہ تمام ہوا۔ مرزا قادیانی نے خزائن ج۱۸ کے ص۲۵۲ سے ۲۵۷ تک جس طرح سیاپا اور ماتم کیا ہے اس سے لگتا ہے کہ علامہ رشید رضا کا تیر ٹھکانے پر لگا اور مرزا قادیانی ہاتھ لگا کر دیکھنے اور دیکھتے ہی رونے نہیں چلانے لگا۔

(۳۸۶)

رضا (نلی ضلع سرگودھا)، جناب قاضی محمدؒ

(وفات:۴؍اپریل ۱۹۹۱ء)

نلی ضلع خوشاب وادی سون سکیسر کے بزرگ رہنما وعالم دین حضرت مولانا قاضی محمد رضا ہوتے تھے۔ مدرسہ ومسجد ختم نبوت جابہ کے لئے ان کی خدمات قابل قدر تھیں۔ وہ ختم نبوت

کے کام کے اس علاقہ میں سرپرست شمار کئے جاتے تھے۔ جھاوریاں کے قاضی صاحبان سے ان کی رشتہ داری بھی تھی۔ بہت ہی نفیس طبیعت کے بااصول مذہبی رہنما تھے۔

(۳۸۷)

رفاقت حسین بریلوی کانپوری، جناب مفتی

کان پور کے مفتی اعظم علامہ مفتی رفاقت حسین بریلوی نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ ''قادیانی کذاب'' نام تجویز کیا۔ نام سے سن تصنیف نکلتا ہے۔ کیا خوب قادیانی کو سمجھا ہے اور اچھے انداز میں سمجھانے کی سعی مشکور کی ہے۔ احتساب قادیانی جلد۴۹ میں شامل ہے۔

(۳۸۸)

رفع الالتباس، بحث اوّل متعلق بمسئلہ ملائکہ

مرزا قادیانی کبھی ملائکہ کو کواکب کا اثر قرار دیتے ہیں، کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ مرزا قادیانی کے اس عقیدہ باطلہ کے رد میں یہ رسالہ تحریر کیا گیا۔ مصنف کا نام اور تاریخ اشاعت نہ مل سکی۔ البتہ اتنا بوسیدہ کاغذ ہے کہ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم ایک صدی قبل کا یہ رسالہ ہے۔ مصنف مرحوم خوب فاضل شخصیت ہیں کہ ملائکہ کے وجود پر قرآن وسنت کے دلائل بکثرت جمع کر دیئے ہیں۔ اخلاص کا یہ عالم ہے کہ اپنا نام تک نہیں لکھا۔ اس رسالہ کے احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں اشاعت پر بہت ہی خوشی محسوس کرتا ہوں۔

(۳۸۹)

رفیق باجوہ، جناب محمد

قادیانی جماعت کے اہم رکن جناب محمد رفیق باجوہ تھے جو چونڈہ سے تعلق رکھتے تھے اور چناب نگر کے رہائشی تھے۔ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر میں پڑھتے تھے۔ انتظامی مسائل پر چناب نگر کالج کے قادیانی عملہ سے اختلاف ہوا تو قادیانیوں نے باجوہ صاحب کو ظلم وستم کے نشانہ پر رکھ لیا گیا۔ یہ زخمی حالت میں فیصل آباد مولانا تاج محمود ﷫ کے ہاں آئے۔ قادیانی ہونے کے باوجود قادیانی ظلم کی چکی میں پس کر آئے تھے۔ مولانا تاج محمود ﷫ نے سینہ سے لگایا۔ اس کی

خواہش پر پریس کلب فیصل آباد میں پریس کانفرنس کرائی۔فقیر راقم ان دنوں فیصل آباد کا مبلغ تھا۔ پریس کانفرنس کا اہتمام فقیر کے ذمہ تھا۔مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق عالی دیکھ کر پھر یہ مسلمان بھی ہوگیا تھا۔ سانحہ ربوہ ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کی تحقیقات کے لئے جب عدالتی ٹربیونل قائم ہوا تو جناب رفیق باجوہ کا عدالت میں بیان ہوا۔ جسے ۲رجولائی ۱۹۷۴ء کے اخبار نوائے وقت لاہور سے لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔''ربوہ (چناب نگر) میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟''اس پمفلٹ کو بھی احتساب قادیانیت جلد ۶۰ کا حصہ بنایا گیا۔رفیق باجوہ کینیڈا چلے گئے تھے جس حال میں ہیں، اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

(۳۹۰)

رفیق پسروری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد رفیق خان جامع مسجد کلاں پسرور میں خطیب تھے۔آپ نے رسالہ لکھا: ''ختم نبوت'' اس رسالہ میں ختم نبوت کے عنوان پر چالیس حدیثیں، ان کا ترجمہ وتشریح درج کی گئی ہے۔مصنف نے جگہ جگہ ضرورت کے مطابق مرزا قادیانی بدبخت کے حوالہ جات بھی نقل کئے ہیں۔آخر میں انعام کا اعلان کیا ہے کہ ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مولانا محمد رفیق خان پسروری مصنف جامع مسجد کلاں پسرور ضلع سیالکوٹ کے خطیب تھے۔یہ کتاب ''ختم نبوت'' دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔اس رسالہ میں چالیس احادیث مبارکہ ختم نبوت کے مسئلہ پر جمع کی گئی ہیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۳۹۱)

رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالقاسم محمد

(پیدائش:۱۸۸۴ء ...... وفات: جنوری ۱۹۶۰ء)

دلاور تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی حضرت مولانا سید محمد رفیق دلاوری جو ''ابوالقاسم'' کنیت استعمال فرماتے تھے۔دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے۔نامور مصنف، معروف زمانہ محقق اور ادیب تھے۔آپ نے عرصہ تک

ماہنامہ ’’درویش‘‘ لاہور کی ادارت کو عزت بخشی۔ نیلا گنبد لاہور کی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ ائمہ تلبیس، عماد الدین، جھوٹے نبی، سیرت ذوالنورین، سیرت کبریٰ دو جلد، بیس رکعات تراویح، خلافت الٰہیہ اور دیگر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی کتب تحقیق کا وہ شاہکار ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے نشان منزل ہیں۔ آپ نامور ادیب تھے۔ مشکل سے مشکل بات کو ادب کے پیرایہ میں اس خوبصورتی کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ دل ودماغ وجد کرنے لگ جاتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ، چوہدری افضل حقؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ سے اردو ادب میں کسی طرح کم نہ تھے۔ بلکہ بعض وجوہ سے ان متذکرہ چاروں حضرات سے بھی کہیں بلند وبالا مرتبہ پر فائز تھے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے برصغیر میں قادیانی فتنہ کے خلاف کام کرنے والوں کے آپ امام اور قائد تھے۔ ردقادیانیت پر آپ کی کتب ائمہ تلبیس، رئیس قادیان (دوجلد) اور جھوٹے نبی (ایمان کے ڈاکو) تینوں کتابوں کو مشہور زمانہ کا اعزاز حاصل ہے۔ اللہ رب العزت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے کہ ائمہ تلبیس اور رئیس قادیان کو کمپیوٹر پر نہ صرف شائع کیا بلکہ ان کی اشاعت کے تسلسل کو قائم رکھا ہوا۔ یہ تینوں کتابیں مجلس کے مبلغین ودارالمبلغین میں پڑھنے والوں کے کورس میں شامل ہیں۔ آپ کی ردقادیانیت پر ایک کتاب ایمان کے ڈاکو (جھوٹے مدعیان نبوت کے حالات) ماہنامہ ’’الصدیق‘‘ ملتان نے اسے قسط وار شائع کیا۔ اس وقت اس کے ایڈیٹر عالم ربانی حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ مرحوم تھے۔ پھر اس کتاب کو قسط وار ہفتہ وار ’’لولاک‘‘ فیصل آباد سے حضرت مولانا تاج محمودؒ نے شائع کیا۔ عنوان تھا: ’’جھوٹے نبیوں کے سچے حالات‘‘ یہ کتاب (ایمان کے ڈاکو) علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی۔ اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں اس کتاب کو شائع کرنے کی عالمی مجلس نے سعادت حاصل کی ہے۔ فلحمدللہ اولاً آخراً!

(۳۹۲)

رفیق گوریجہ، جناب محمد

فیصل آباد کے قانون دان جناب محمد رفیق گوریجہ میرپور ساماروجیمس آباد کے فیملی کورٹ کے جج تھے۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۷۰ء کو آپ نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں فیصلہ تحریر کیا کہ: ’’قادیانی غیر مسلم ہیں۔‘‘ ان دنوں پاکستان پیپلز پارٹی کے لئے قادیانی دن رات ایک کئے ہوئے

جناب بھٹو صاحب پارٹی کے سربراہ اور سندھ کے باسی تھے۔ عین اس زمانہ میں سندھ سے ہی قادیانیوں کے خلاف ایک عدالتی فیصلہ، گویا قادیانیت کے بوتھے پر غیبی زناٹے دار تھپڑ تھا۔ جو رسید کیا ہوا کہ قادیانیت کی کھوپڑی گھوم گئی۔ پاکستان کے اخبارات نے جلی سرخیوں سے اسے شائع کیا۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی سے مسلسل قسط وار اس کا ترجمہ شائع کیا۔

محترم جناب گوریجہ صاحب ترقی کر کے آگے چل کر سیشن جج ہوگئے۔ ملتان ہائیکورٹ کے رجسٹرار بھی رہے۔ انہوں نے فیصلہ کیا لکھا بس قدرت نے ان حالات میں ان سے یہ کام لے لیا ہے اور وہ عزتوں کے سمیٹنے والے بن گئے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدہ الخیر!

(۳۹۳)

رمضان (میانوالی)، مولانا محمد

(پیدائش:۵/اکتوبر۱۹۲۶ء ...... وفات:۱۴/اپریل۱۹۹۳ء)

میانوالی شہر کے نامور قومی کارکن حضرت حافظ عطاء محمد زرگر ؒ کے صاحبزادہ مولانا محمد رمضان ؒ نامور عالم دین تھے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ ایسے بزرگوں کے شاگرد رشید تھے۔ آپ نے میانوالی میں مدرسہ تبلیغ الاسلام قائم کیا۔ اس کے بانی، مہتمم اور صدر مدرس تھے۔ آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا۔ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ آپ کا گھرانہ حضرت مدنی ؒ اور حضرت امیر شریعت ؒ ایسے قومی رہنماؤں کا میزبان گھرانہ تھا۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے بانی رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے حضرت امیر شریعت ؒ، مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے مشورہ واجازت سے جمعیۃ علماء اسلام میں شرکت کی۔ میانوالی ضلع کے امیر، صوبہ اور مرکز میں بھی متعدد عہدوں پر سرفراز رہے۔ ضلع بھر کے علماء کرام میں آپ کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ خوب بولتے تھے۔ آپ کی علمی وجاہت شخصیت کا نکھار، رعب وداب اور گرجدار آواز ولکار نے اہل باطل کے خواب وخور حرام کئے رکھے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اکثر وبیشتر مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر پر تشریف لایا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں بہت ہی بہادری

وجرأت سے نوازا تھا۔ قادیانیت کے خلاف آپ نے علاقہ میں آوازحق کو پروان چڑھایا۔ معروف زمانہ مناظر میانوالی جومناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور قادیانی شاطر قاضی نذیر کے درمیان ہوا تھا۔اس کے مدیرالمہام مولانا محمد رمضان صاحب تھے۔

(۳۹۴)

ریحانہ فردوس، محترمہ

کراچی کی ایک عالمہ فاضلہ محترمہ ریحانہ فردوس نے ''مسئلہ ختم نبوت کا ایک تقابلی مطالعہ'' کے نام سے کتاب تحریر کی جو دوسو صفحات پر مشتمل ہے۔یہودیت، مسیحیت اوراسلام کے حوالہ سے ختم نبوت کے مسئلہ پرقلم اٹھایا ہے۔اس کے چارابواب ہیں:

۱...... نبوت کی تعریف اور مقاصد۔
۲...... ختم نبوت کاعقیدہ۔
۳...... نبوت ورسالت کا فرق۔
۴...... علماء اسلام کے نظریات۔

یہ کتاب ستمبر۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔

(ز)

(۳۹۵)

زاہدالحسینی رحمۃ اللہ علیہ (اٹک)، حضرت مولانا قاضی

(وفات:۱۳رمئی ۱۹۹۷ء)

بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی زاہدالحسینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے۔ زندگی بھر تبلیغ وترویج اسلام اور تردید فرق باطلہ میں مصروف عمل رہے۔قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ تصوف پر کئی مفید کتابچے تحریر فرمائے۔رحمت کائنات ﷺ نامی کتاب سیرت النبی ﷺ پر تحریر فرمائی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پر''چراغ محمد'' نامی کتاب لکھی۔قرآن مجید کے ماہنامہ

اور ہفتہ واری درس کے کئی حلقے قائم کئے۔ عرصہ تک الارشاد ماہنامہ اٹک سے شائع کرتے رہے۔ ردقادیانیت پر کئی مفید کتابچے آپ کے قلم حقیقت رقم سے منصۂ شہود پر آئے۔

محافل ذکر وفکر کی رونقوں کو دوبالا کیا۔ بلاشبہ ہزاروں خلق خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ اپنے وقت میں کرہ ارض پر اللہ رب العزت کے مقبول بندوں میں سے ایک تھے۔ عمر بھر مسلک حق، مسلک اعتدال پر قائم رہے۔ افراط وتفریط سے مبّرا تھے۔ ان کو دیکھ کر دل یادالٰہی سے معمور ہو جاتا تھا۔ عمر بھر جمعیۃ علمائے اسلام سے وابستہ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی نہ صرف تحسین فرماتے تھے۔ بلکہ دعاؤں اور سرپرستی سے نوازتے تھے۔ کئی بار چنیوٹ وچناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرمائی۔ ان کا وجود اس دھرتی پر رحمت حق کو متوجہ کرنے کا ذریعہ تھا۔ عاش سعیدا ومات سعیدا! کے مصداق تھے۔ جامع مدنیہ اٹک اور نیک اولاد، ہزاروں مرید، بیسیوں تصانیف ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔

احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ اٹک کے پانچ رسائل شامل اشاعت ہیں:

۱..... ''مسلمان، قادیانی کو کیوں کافر سمجھتے ہیں''

۲..... ''اہل وطن کے لئے دعوت غور وفکر'' آزاد کشمیر اسمبلی نے ۱۹۷۳ء قادیانی کفر پر قرارداد پاس کی تو قادیانیت پنجے جھاڑ کر میدان میں مصروف پروپیگنڈا ہوگی۔ تب حضرت قاضی زاہد الحسینی مرحوم نے قادیانیت کو لگام دینے اور رکھونٹا پر باندھنے کے لئے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ ۳۰ ر جون ۱۹۷۳ء کو شائع ہوا۔

۳..... ''مرزا غلام احمد قادیانی کا قرآن عزیز میں رد وبدل کا نمونہ'' آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانی کفر پر قرارداد پاس کی۔ تو مولانا محمد شفیع جوش ممبر آزاد کشمیر کا ایک مضمون نوائے وقت ۲ ر دسمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ حضرت قاضی صاحب نے اپنے مختصر مقدمہ کے ساتھ اسے شائع کر دیا۔

۴..... ''برأۃ امام از افترائے پیغام'' مرزا قادیانی ملعون کی قبر کی سکھوں نے خوب تذلیل کی۔ اس کی خبر شائع ہوئی تو لاہوری پٹھے یا ...... کے پٹھے لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح نے جواب میں اپنی خفت مٹانے کے لئے کہا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی بھی توہین ہوئی۔ لاہوری ...... کے پٹھوں

جواب میں حضرت قاضی ﷫ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ ''درہ زاہدیہ'' بھی ردقادیانیت پر ہے۔ اسے ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۴۲۱ سے ۴۳۲ پر شائع ہو چکا ہے۔ فلحمد للہ!

۵...... ''ایک خطرناک انقلاب'' یہ رسالہ قیام پاکستان سے ایک سال قبل یعنی اگست ۱۹۴۶ء میں تحریر فرمایا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ حاجی محمد ابراہیم صاحب (حال امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک) نے اس کا فوٹو ارسال کیا۔ وہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل ہے۔

(۳۹۶)

زاہدالکوثری ﷫، جناب علامہ

(وفات: ۱۳۷۱ھ)

جامعہ ازہر مصر کے فضیلۃ الشیخ علامہ زاہدالکوثری نے ''نظر عابرہ فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل الاخرۃ'' نامی عربی زبان میں کتاب لکھی جو ۱۸۶ بڑے سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۴۳ء کو پہلا ایڈیشن اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۷ء کو شائع ہوا۔

مصر کے ایک شخص شلتوت نے افتراء کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ مصنف نے عربی کی یہ گرانقدر تصنیف اس کے رد میں تحریر کی۔ مصر سے شائع ہوئی۔ اے کاش! اس کا اردو ترجمہ ہو جائے تو اس کے مضامین جو کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ہیں ان سے اردو دان طبقہ بھی فائدہ حاصل کر سکے۔

(۳۹۷)

زاہد شہید ﷫، جناب خواجہ محمد

(وفات: ۲۲؍ مارچ ۲۰۱۰ء)

جناب خواجہ محمد زاہد، ڈیرہ اسماعیل خان کی معروف مذہبی و سیاسی شخصیت تھے۔ ساری

زندگی جمعیۃ علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ جمعیۃ علمائے اسلام پر دل وجان سے فداء تھے۔ آپ بنیادی طور پر بہت مضبوط رائے رکھنے والے شخص تھے۔ آپ کو کام کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ جس کام کو ہاتھ ڈالتے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کے معتمد خصوصی تھے۔ آپ کی صلاحیتوں کے عروج کا زمانہ الیکشن کا زمانہ ہوتا تھا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جمعیۃ کے دفتر میں براجمان ہوجاتے تھے اور الیکشن آفس کا پورا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ الیکشن کا پورا پریڈ اس خوبصورتی کے ساتھ مصروفیت سے گزرتا کہ کہیں سے شکایت نہ آتی۔ اشتہار، ہینڈ بل، سٹیکرز، بینرز، مقررین، جلسے، میٹنگز، جلوس، جوڑ توڑ، میل ملاقات، ناراض دوستوں کو راضی کرنا، راضی دوستوں کو دن رات کام پے لگائے رکھنا۔ غرض خود الیکشن لڑتے نہیں تھے۔ لیکن الیکشن لڑانے کا انہیں ڈھنگ آتا ہے۔ ڈیرہ کی سیٹوں پر جمعیۃ علمائے اسلام کی کامیابی میں جناب خواجہ محمد زاہدؒ کا بھی بہت بڑا حصہ تھا۔ آپ کی انہیں خدمات کے صلہ میں آپ مرکز کے خازن بھی رہے۔ ایک بار مرکزی ناظم انتخابات بھی مقرر ہوئے۔

آپ نے جمعیۃ کو پروان چڑھانے کے لئے برطانیہ کے کئی سفر کئے۔ جمعیۃ کے مرکزی دفتر کی تعمیر کی دھن میں مگن بھی رہے۔ لیکن ہر کام کے لئے قدرت نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے تھا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہت مہربان تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ختم نبوت چناب نگر کی کانفرنس میں لانے کے لئے آپ رابطہ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ملتان وچناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت آپ کے بلاناغہ کے معمولات میں شامل تھیں۔ چناب نگر پہلے دن پہلے اجلاس میں تشریف لاتے اور کانفرنس کے اختتام پر تشریف لے جاتے۔ منتظم مزاج تھے۔ کانفرنس کے جملہ امور پر نظر رکھتے تھے اور رہنمائی بھی فرماتے تھے۔

دراز قامت، سرخ وسفید چہرہ، خوبصورت دراز اور گھنی داڑھی، کندھے اور سر پر مفتی رومال۔ یہ ان کی پہچان تھی۔ ۲۲؍مارچ کو ڈیرہ اسماعیل خان جمعیۃ علمائے اسلام کے الیکشن آفس میں تشریف رکھتے تھے۔ بم دھماکہ میں جاں بحق ہوگئے۔

(۳۹۸)

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۵رمئی ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ میانوالی کے ایک غریب گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ قدرت حق نے کرم کیا۔ آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے کیا۔ جہاں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر اساتذہ کی صحبتوں نے آپ کو موتی بنادیا۔ میانوالی ضلع میں خانقاہ سراجیہ کو جو مرکزیت حاصل ہے وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ تب آپ نے وہاں ڈیرے لگائے۔ ان دنوں خانقاہ سراجیہ کے شیخ ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ کے درودیوار کو معرفت الٰہی کے خزانوں کا دفینہ بنایا ہوا تھا۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص مرید صوفی مستری محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا عقد ہوا۔

۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف لائے۔ ان دنوں فیصل آباد کے دینی ماحول کے درخشندہ ستارہ حضرت مولانا مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کچہری بازار کے خطیب اور عبداللہ پور میں میاں فیملی کے قائم کردہ مدرسہ کے منتظم اور صدر مدرس تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پڑھانا شروع کیا۔ ڈابھیل کا جامعہ بھی حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تھا اور عبداللہ پور فیصل آباد کا مدرسہ بھی حضرت مولانا مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے ان کا علمی چشمہ فیض تھا۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت نے ان دونوں چشموں سے کسب فیض کیا۔ ان کی شخصیت ایسی نکھری کہ حضرت مولانا مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جامع مسجد کچہری بازار کے آپ خطیب مقرر ہوگئے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں دلآویز شخصیت اور ذاتی کردار کے باعث فیصل آباد کے دینی حلقہ کے آپ میر کارواں ہوگئے۔

فیصل آباد میں دیوبندی مکتب فکر کے رہنما اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ، حضرت مولانا حکیم عبدالمجید ؒ نابینا بی.اے۔ اہل حدیث مکتب فکر کے حضرت مولانا محمد صدیق ؒ، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، حضرت مولانا محمد اسحٰق چیمہ ؒ، بریلوی مکتب فکر کے حضرت مولانا صاحبزادہ افتخارالحسن ؒ، حضرت مولانا صاحبزادہ فضل رسول، حضرت مولانا مفتی محمد امین، شیعہ حضرات کے رہنما مولانا محمد اسماعیل تھے۔ اس زمانہ میں ان حضرات کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا مفتی سیاح الدین ؒ کا کاخیل جامعہ اشاعت العلوم کے صدر مدرس تھے۔ (ان دنوں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی ؒ کا زمانہ طالب علمی تھا) تمام متذکرہ شخصیات اپنے اپنے مکاتب فکر کی نمائندہ تھیں۔ تب مجلس احرار اسلام کے روح رواں فیصل آباد میں حضرت مولانا عبیداللہ احرار ؒ تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا تاج محمود ؒ، حضرت مولانا حکیم عبدالمجید ؒ نابینا ختم نبوت کے محاذ پر نیر تاباں تھے۔ کیا وہ سنہری دور تھا کہ ہر طرف ہر مکتبہ فکر کی علمی شخصیات کا باہمی ارتباط قابل رشک تھا۔ تمام دینی وقومی تحریکوں میں ان حضرات کا وجود مینارہ نور کی حیثیت رکھتا تھا۔

فیصل آباد قیام کے زمانہ میں تدریس کے علاوہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ کی تحریکی زندگی کا آغاز مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے ہوا۔ حضرت مولانا عبیداللہ احرار ؒ، حضرت مولانا تاج محمود ؒ، حضرت مولانا عبدالمجید نابینا ؒ، شیخ خیر محمد ؒ، میاں محمد عالم بٹالوی ؒ اور دیگر بہت سارے حضرات سب ایک ہی سٹیج اور پلیٹ فارم سے حفاظت دین وصیانت اسلام کے لئے کوشاں تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ کے لائل پور کو تو راقم نے نہیں دیکھا۔ البتہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے زمانہ میں راقم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لائل پور (فیصل آباد) کا مبلغ تھا۔ اس تحریک کا آغاز فیصل آباد سے ہوا اور مجلس تحفظ ختم نبوت ہی اس تحریک کی داعی اور میزبان تھی۔ اس نسبت سے اس دور میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ سے قربت کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ اس زمانہ میں تبلیغی جماعت کے مرکزی قائدین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ رائے ونڈ سے ڈھاکہ، پاکستان سے افریقہ تک حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ کے تبلیغی بیانات کا جادو بول رہا تھا۔ آپ ایسے قادرالکلام تبلیغی رہنما تھے کہ ایک سادہ گفتگو سے اپنی بات کا آغاز کرتے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا اجتماع ان کی مٹھی میں ہوتا تھا۔ مفتی صاحب کو سیاست سے دلچسپی نہ تھی۔ ان کی گفتگو بھی تبلیغ اسلام کی گفتگو ہوتی تھی۔ البتہ حالات وواقعات کے تحت گفتگو میں جب کسی واقعہ پر سیاسی تجزیہ کرتے تو گویا انگوٹھی میں تابدار

نگینہ جڑ دیتے تھے۔ ان کے خطاب کی اٹھان اور اختتام میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ہلکے معمولی بادل کی طرح خطاب کو اٹھاتے، گھنے بادل کی طرح چھاتے، چھاجوں مینہ برساتے اور سمندر کی مدوجزر میں سامعین کو خطابت کی موجوں میں بہالیجاتے۔ بیس پچیس سال راقم کو حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ کے بیسوں بیانات سننے کا موقع ملا۔ آپ کا کوئی بیان ناکام نہیں کہاجاسکتا۔ تبلیغی جماعت میں آپ کا مقام قابل رشک تھا۔ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں قائم کیا تو تعمیر و تعلیم تدریس و طلباء کے اعتبار سے اسے علاقہ بھر کا مثالی ادارہ بنادیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ مرکزی مجلس عمل کے رکن رکین تھے۔ ۲/جون ۱۹۷۴ء کو فیصل آباد سے مجلس عمل کے اجلاس راولپنڈی میں جاتے ہوئے ڈنگہ اسٹیشن سے حضرت مولانا تاج محمود ؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف ؒ، حضرت مولانا محمد اسحق چیمہ ؒ کے ساتھ آپ گرفتار ہوئے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ ڈالا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ سے آپ کا برابر رابطہ رہا۔ ان دنوں جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ؒ بہت قریب تھے۔ انہوں نے جنرل محمد ضیاء الحق ؒ کو تحریک کے مطالبہ کو ماننے کے لئے آمادہ کرنے میں خدمات سرانجام دیں۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ کے دم قدم سے فیصل آباد کو یہ شرف نصیب ہوا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ؒ نے ایک رمضان المبارک کا اعتکاف آپ کے دارالعلوم میں گزارہ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ پر آپ دل و جان سے فدا تھے۔ اپنے مدرسہ کے ختم بخاری پر ان کو دعوت دیتے۔ اسٹیشن سے خود لینے جاتے۔ فیصل آباد میں حضرت بنوری ؒ کی میزبانی کا ہمیشہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ کو شرف نصیب ہوتا۔

ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔ ایک موقع پر سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر تشریف لائے۔ سامعین میں بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا تاج محمود ؒ کی آپ پر نظر پڑی۔ سٹیج پر لائے تو رات کے اجلاس کا آخری بیان و دعا کرائی۔ آپ کا وجود اس دور میں بہت غنیمت تھا۔ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

(س)

(۳۹۹)

سبط نور، رکن حقیقت پسند پارٹی

سبط نور، حقیقت پسند پارٹی، مرزا قادیانی کا ولی عہد مرزا محمود، عیار بن عیار، مکار بن مکار تھا۔ لوگوں کو ٹھگنا اسے مرزا قادیانی سے وراثت میں ملا تھا۔ وہ پرلے درجے کا بدکار و بددیانت تھا۔ اس کی بددیانتی پر دشمن تو دشمن خود قادیانی افراد بھی چلا اٹھے۔ ایک قادیانی کا اپنے خلیفہ کی مالی بددیانتیوں کی داستان الم، جسے صنم نے بھی سنا تو بت خانے میں پکار اٹھا: ہری، ہری۔ اس کی تفصیلات کا نام ''خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیاں'' ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

مرزا محمود کی بدکرداری کے عریاں ہونے پر قادیانی گروہ دو حصوں میں حصے بخرے ہوا۔ آگے چل کر پھر قادیانی گروہ کی کوکھ سے حقیقت پسند پارٹی نے جنم لیا۔ اس حقیقت پسند پارٹی کے ایک لکھاری نے قادیان کی عیاری وعریانی پر یہ رسالہ لکھا، جو دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا لکھاری ''سبط نور'' تھا جو قادیانی تھا۔ اس نے مرزا محمود کی بدکاری کو پمفلٹ ''چند قابل غور حقائق'' میں جگہ جگہ طشت ازبام کیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل ہے۔

(۴۰۰)

سبطین لکھنوی (تھرپارکر)، جناب ڈاکٹر

جناب موصوف خوب محنتی اور بھرپور معلوماتی شخص تھے۔ تقسیم کے بعد سندھ میں آ کر آباد ہوئے۔ اہل حدیث سے تعلق تھا۔ لکھے پڑھے آدمی تھے۔ کچھ نہ کچھ قادیانیوں کے خلاف لکھتے رہتے تھے۔ آپ نے کچھ وقت فیصل آباد ہفت روزہ ''المنبر'' میں بھی ہمارے حضرت حکیم عبدالرحیم اشرف کے ساتھ کام کیا۔ ننی سر روڈ تھرپارکر میں ادارہ اشاعۃ السنہ بھی قائم کیا۔ ''قادیانیت ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء'' کے نام سے ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔ جو محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں بھی ہم نے شائع کیا۔

(401)

سراج احمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں

(وفات:26رنومبر2014ء)

سندھ ضلع گھوٹکی کی معروف خانقاہ ''بھرچونڈی شریف'' کے بانی حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کا سلسلہ قادریہ بائیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلسلہ نقشبندیہ نو واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر خلفاء کے علاوہ دو خلیفہ تھے۔ حضرت سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خلیفہ میاں غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ نے امروٹ شریف میں خانقاہ قائم کی جو''خانقاہ امروٹ شریف'' کے نام سے مرجع عالم ہے۔ جبکہ میاں خلیفہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''درگاہ عالیہ دین پور شریف'' میں قائم کی۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھریچانی شریف، مولانا صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ ہالیجی شریف اور حضرت مولانا حماداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہالیجی شریف نے خلافت حاصل کی۔ جس سے یہ تین خانقاہیں ہالیجی شریف، ہالیجی شریف اور تھریچانی شریف وجود میں آئیں۔

حضرت مولانا میاں خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یوں تو اور بھی خلفاء ہوں گے۔ البتہ دو خلفاء ایسے ہیں جو آسمان تصوف کے آفتاب و مہتاب تھے۔ ایک حضرت مولانا سائیں میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (یاد رہے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت میاں خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اور سائیں سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شیرانوالہ باغ لاہور میں خانقاہ قائم کی۔ جبکہ حضرت مولانا میاں عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد اور والد گرامی حضرت میاں خلیفہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور خانقاہ دین پور کے سجادہ نشین قرار پائے۔

حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں 1921ء میں ایک صاحبزدہ پیدا ہوا۔ جن کا خود حضرت دادا ابوخلیفہ میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''سراج احمد'' نام تجویز فرمایا۔ جو بعد میں سراج السالکین حضرت میاں سراج احمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے افق تصوف کے نیر تاباں ثابت ہوئے۔

حضرت مولانا میاں سراج احمد دین پوری ؒ نے ابتدائی دینی تعلیم خانقاہ دین پور شریف میں حاصل کی۔ پھر موضع مسن ؒ و درخواست میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ کے اولین شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ پھر والدگرامی حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوری ؒ کے حکم پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے آپ نے دورہ تفسیر کیا اور ستائیس سال حضرت لاہوری ؒ کی خدمت میں رہ کر شریعت وطریقت کے علوم پر دسترس حاصل کی اور درجہ کمال پر فائز ہوئے۔ حضرت میاں سراج احمد دین پوری ؒ نے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کی مراجعت وطن کے بعد شاگردی اختیار کی اور فلسفہ شاہ ولی اللہ ان سے پڑھا اور ان کی تحریک پر انگریزی تعلیم میں بھی دسترس حاصل کی۔ غرض حضرت لاہوری ؒ، حضرت میاں عبدالہادی ؒ، حضرت سندھی ؒ، حضرت درخواستی ؒ ایسے ''مشائخ اربعہ'' کی صحبتوں نے آپ کو دینی ودنیوی اور شریعت وطریقت کے علوم کا شناور بنادیا۔

حضرت میاں سراج احمد دین پوری ؒ کو بیک وقت اپنے والد حضرت مولانا میاں عبدالہادی ؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے خلافت حاصل تھی۔ یہاں پر ایک اضافی بات قارئین کی نظر نواز کرنا ضروری ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور ؒ بھی بیک وقت اپنے والد مولانا احمد علی لاہوری ؒ اور حضرت میاں عبدالہادی دین پوری ؒ کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرت میاں مسعود احمد دین پوری کو بھی بیک وقت اپنے دادا حضرت میاں عبدالہادی ؒ، والدگرامی حضرت میاں سراج احمد دین پوری ؒ اور مولانا عبیداللہ انور ؒ سے خلافت حاصل ہوئی اور حضرت مولانا محمد اجمل قادری بھی اپنے والد مولانا عبیداللہ انور ؒ اور حضرت میاں مسعود احمد دین پوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔ شیخ التفسیر حضرت لاہوری ؒ نے دین پور سے، حضرت میاں سراج احمد ؒ نے شیرانوالہ سے، مولانا عبیداللہ انور ؒ نے دین پور سے، میاں مسعود احمد نے شیرانوالہ سے اور پھر مولانا محمد اجمل قادری نے دین پور سے فیض حاصل کیا۔ خدا کرے کہ دین پور اور شیرانوالہ کی خانقاہوں کا یہ احترام وربط اور تعلق خاطر کرنے والی نسلوں کو بھی منتقل ہو۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

حضرت میاں سراج احمد ؒ نے ۱۹۴۰ء میں جمعیۃ الانصار اور حزب اللہ کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ قیام پاکستان کے بعد سے جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ ایک وقت میں جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مرکزیہ بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد

پلیٹ فارم سے نیشنل اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا۔ضیاء الحق کے زمانہ میں ایم آر ڈی تحریک کی قیادت بھی فرمائی اور یوں پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وحضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتوں کو بام عروج تک پہنچادیا۔تحریک ہائے ختم نبوت میں صرف دعا گو ہی نہیں بلکہ پوری خانقاہ کے متوسلین کو ان تحریکوں کا ہراول دستہ بنادیا۔

آپ نے پاکستان پیپلز پارٹی میں بھی شمولیت اختیار کی۔محترمہ بے نظیر بھٹو والد کی طرح نہ صرف آپ کا احترام کرتی تھیں بلکہ آپ کو''باباسائیں'' کے نام سے یاد کرتی تھیں۔بے نظیر بھٹو کے پہلے عہد اقتدار میں آپ وزیراعظم کے مشیر بنے اور وفاقی وزیر کے برابر آپ کو عہدہ دیا گیا۔وزارت مذہبی امور آپ کے سپرد ہوا۔اسی طرح رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔غرض دینی وسیاسی اعتبار سے آپ نے قومی سطح پر ملک وقوم کی خدمات سرانجام دیں۔فقیر نے یہ روایت خود خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سنی کہ آپ کو حضرت میاں سراج احمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! میں نے پیپلز پارٹی سے کیا لینا تھا؟ محض اس لئے قریب ہوا کہ پیپلز پارٹی میں آزاد خیال لوگوں کے تسلط کے سامنے پل باندھا جاسکے اور ظاہر ہے کہ تکوینی طور پر واقعی ایسے ہی ہوا کہ جب تک آپ رہے تو آپ ہی آپ تھے۔حضرت میاں سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد حضرت میاں عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جمعیۃ علماء اسلام وعالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے اعلیٰ پیار کا ایک مقام حاصل تھا۔

آپ بہت ہی متواضع شخصیت کے حامل تھے۔اتنے منکسر المزاج کہ اس وقت ڈھونڈنے سے بھی مثال پیش کرنا ممکن نہ ہو۔اتنے بڑے عابد اور زاہد انسان تھے کہ دیگر معمولات کے علاوہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک آپ کا یومیہ کئی پارے قرآن مجید پڑھنا معمول رہا۔رحیم یارخان میں جب بھی ختم نبوت کانفرنس ہوئی صدارت فرماتے اور پورا وقت سٹیج کو رونق بخشتے۔ہائے اب کہاں وہ باتیں،صرف یادیں ہی رہ گئیں۔

ایک بار فقیر راقم رحیم یارخان کے مبلغ مولانا راشد مدنی کے ہمراہ کچھ اور ساتھیوں سمیت حاضر ہوا۔گھر پر تھے۔اطلاع ملنے پر پردہ کرایا۔گھر بلایا۔پلنگ پر بیٹھے تلاوت فرما رہے تھے۔قرآن مجید بند کر کے ایک ہاتھ بطور نشانی کے قرآن مجید کے اندر رکھے رکھا۔دوسرے ہاتھ سے مصافحہ فرمایا۔فقیر نے دعا کے لئے عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعاؤں کے لئے محتاج اور قلاش ہوں۔تو فرمایا کہ آپ کے لئے تو میں اللہ تعالیٰ سے جھولی پھیلا کر بھیک مانگتا رہتا ہوں۔یہ الفاظ سرائیکی میں کچھ اس انداز سے فرمائے کہ بس فقیر کو تو اپنی نجات کی کرن نظر آنے لگی۔

(۴۰۲)

سر سید احمد خان (علی گڑھ)، جناب

(ولادت: ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء ...... وفات: ۲۷/مارچ ۱۸۹۸ء)

علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی، تعلیمی میدان میں مسلمانان ہند کے محسن جناب سر سید احمد خان کے خطوط ان کے پوتے سید راس مسعود نے ''خطوط سر سید'' کے نام سے شائع کئے۔ ایک خط مولانا سید میر حسن سیالکوٹی کے نام ہے جو یہ ہے:

مخدومی مکرمی

آپ کے نوازش نامہ کا نہایت شکر ہے۔ پانچ روپیہ چندہ بھی پہنچے اس کا بھی شکر ہے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں حرج پڑ جاتا ہے۔ مگر جو موقع ملتا ہے لکھتا ہوں۔ تفسیر سورۃ یوسف بھی تمام ہوگئی اور چھپ رہی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے، بہتر، ہمیں اس سے کیا فائدہ؟ نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے۔ ان کا الہام ان کو مبارک رہے۔ اگر نہیں ہوتا اور صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے۔ وہ جو ہوں سو ہوں اپنے لئے ہیں۔ میں سنتا ہوں کہ آدمی نیک بخت اور نمازی پرہیزگار ہیں۔ یہی امر ان کی فروگزاشت کو کافی ہے۔

جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے۔ ان کی تصانیف میں نے دیکھیں وہ اسی قسم کی ہیں جیسا ان کا الہام یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔

حکیم نور الدین کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کرلیا جائے کسی کام نہیں۔

تقدیر، علم الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ ماکان اور مایکون علم الٰہی میں موجود ہیں۔ پس کسی الہام سے علم الٰہی میں یا یوں کہو تقدیر میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوسکتے۔ پس دنیا میں جو بھی ہونے والا ہے یعنی جو تقدیر میں ہے یعنی جو علم الٰہی میں ہے وہ ہوگا۔ پس کسی کے الہام سے کسی کو دنیا میں کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔

پس ایسی بے سود کہ بالفرض اگر سچ بھی ہو تو بھی کچھ فائدے کی نہیں اور اگر جھوٹ بھی

ہوتو بھی ہمارے نقصان کی نہیں۔اس پر متوجہ ہونا اوراوقات ضائع کرنا ایک لغو کام ہے۔والسلام!

خاکسار:سید احمد

علی گڑھ،۹ر دسمبر۱۸۹۱ء

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے سیالکوٹ میں جب پہلے پہل الہام کا کاروبار شروع کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی۔ مولانا میر حسن ﷫ نے سرسید سے رائے پوچھی کہ ایک شخص یوں دعوے کرتا ہے۔لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔سرسید نے جو جواب عنایت فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے۔بار بار اسے پڑھ کر دیکھئے،حسب ذیل نتائج سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔کیونکہ ان باتوں کی تو خط میں تصریح موجود ہے۔ گویا سرسید علیہ الرحمۃ کے نزدیک:

۱...... مرزاغلام احمد قادیانی اپنے دعاوی میں سچے ہوں یا جھوٹے دونوں صورتوں میں قابل اعتناء نہیں۔

۲...... مرزاغلام احمد قادیانی کے الہامات ان کے اپنے دعوے کے مطابق اگر سچے بھی ہوں تو بھی نہ دین کے کام کے ہیں نہ دنیا کے کام کے۔

۳...... ہوسکتا ہے کہ ان کے الہام توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہوں۔

۴...... مرزاغلام احمد قادیانی کی تصانیف بیکار ہیں۔نہ دین کے کام آسکتی ہیں نہ دنیا کے۔

۵...... دین کے بارہ میں کسی کا الہام قابل قبول نہیں جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کیا جائے اور اگر کسی کو شارع (صاحب شریعت نبی) نہ مانا جائے تو اس کا الہام کسی کام نہیں۔ پس اگر مرزا قادیانی کو صاحب شریعت نبی مانا جائے تو اسلام سے تعلق قطع کرنا ہوگا اور اگر صاحب شریعت نہ مانا جائے تو ان کے الہامات کا سارا دھندہ بے فائدہ ہے۔

۶...... دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اب کسی الہام سے اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔اس لئے مرزائی پیش گوئیوں کے طومار اور الہاموں کے انبار سب بے فائدہ ہیں۔

۷...... مرزائیت (سچی ہو یا جھوٹی) کی طرف توجہ کرنا ایک لغو کام ہے اور اس کی باتوں پر غور کرنا اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔

اس خط کے علاوہ مولوی سراج الدین احمد ایڈیٹر سرمور گزٹ ناہن کے نام بھی سرسید کا ایک خط موجود ہے جس میں مرزائیت کے متعلق کچھ روشنی پڑتی ہے۔وہ خط مولوی سراج الدین کو کن حالات میں لکھا گیا اس کے متعلق جناب مرتب سید رأس مسعود نے لکھا ہے:

''سرمور گزٹ میں کسی صاحب نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقد تھے ایک مضمون لکھا تھا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی موصوف کے ساتھ مشابہتیں ثابت کی تھیں۔ وہ مشابہتیں زیادہ تر خیالی تھیں اور مضمون کا انداز بیان اس قسم کا تھا جس سے ہر دو انبیاء علیہم السلام کی اہانت ہوتی تھی۔ اس مضمون کو دیکھ کر سرسید مرحوم نے یہ خط تحریر کیا۔''

اس سے پہلے کہ آپ وہ خط ملاحظہ فرمائیں، امت مرزائیہ کی اس عادت کو بھی جان لیں کہ وہ صرف مرزا غلام احمد کو ہی نبی نہیں کہتے بلکہ اس کے ساتھ ساری اسلامی اصطلاحات کو بلا دریغ استعمال کرتے ہیں۔ مرزا کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھتے ہیں اس کے ساتھیوں کو ''صحابہ'' کہتے ہیں اور ان کے ناموں کے ساتھ ''رضی اللہ عنہم'' وغیرہ کے الفاظ لکھتے ہیں۔ حکیم نور الدین کو خلیفہ اوّل اور مرزا بشیر الدین محمود کو خلیفہ ثانی کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی گھر والی کو ''ام المومنین'' کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو نہ صرف دوسرے انبیاء علیہم السلام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ بلکہ ان سے افضل مانتے ہیں اور اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ حضور ختمی مرتبت ﷺ سے اس کی مشابہتیں ثابت کرتے ہیں۔ ان گستاخیوں سے بھی جب جی نہیں بھرتا تو پھر یہاں تک بھی بک جاتے ہیں ۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں وہ پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
(قاضی اکمل)

اب سنئے ایسے لوگوں کے متعلق سرسید مرحوم کیا فرماتے ہیں:

مخدومی مکرمی منشی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر

سرمور گزٹ ناہن آپ کا اخبار مورخہ ۲۱؍مارچ ۱۸۹۲ء کے دیکھنے سے جس میں ''نیرنگی زمانہ کے تماشائی'' کی تحریر چھپی ہے نہایت رنج ہوا ہے۔ کیا اخباروں کی اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ ہم عصر انسانوں کے تمسخر کرتے کرتے انبیاء علیہم السلام کا تمسخر اختیار کریں۔ کیا آپ کے نزدیک وہ تحریر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک گستاخی اور ٹھٹھہ کی نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ کے اخبار میں ایسے مضمون چھاپے ہوئے جو متانت اور انبیائے علیہم السلام کے ادب کے بالکل خلاف یا نامناسب ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایسا مضمون لکھنے کی ضرورت آئندہ بتائی جائے گی۔ کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ایسے مضمون کے لکھنے کی جس کے طرز تحریر پر ایک مسلمان افسوس کرے گا۔ کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ آپ میرے

اس خط کو اخبار میں چھاپ دیں گے۔ وانا بری مما تقولون! والسلام!

خاکسار: سید احمد

علی گڑھ ۲۴؍مارچ ۱۸۹۲ء

خطوط سرسید ص ۱۵۶

یہ رائے تو ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے مرزا قادیانی کی حضرت یحییٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام سے تشبیہ ثابت کی تھی۔ اب ان بدبختوں کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے جو مرزا قادیانی جیسے حواس باختہ انسان کو حضور خواجہ دوسراﷺ سے صرف مشابہ ہی نہیں مانتے بلکہ مرزا کے ذہنی ارتقاء کو حضور کے ذہنی ارتقاء سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من هذہ الهفوات)

(۴۰۳)

سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۵؍مئی ۲۰۰۹ء)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے والد گرامی کا نام نور محمد خان تھا۔ وہ مانسہرہ کے ایک گاؤں ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ کے رہنے والے تھے۔ ان کے گھر مولانا سرفراز خان ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہزارہ وگردونواح میں حاصل کی اور حصول تعلیم کے لئے تکلیف دہ اور صبر آزما مراحل سے آپ کو گذرنا پڑا: ''حنا رنگ لاتی ہے، پتھر پے پس جانے کے بعد'' ان مصائب کو جھیل کر بڑے مجاہدہ سے آپ وادی علم کو طے کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ گکھڑ میں تشریف لائے۔ اوّلاً جس مسجد میں پڑھنا پڑھانا، درس دینا، جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ تادم واپسیں اسی مسجد کو ہی اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ یہاں پر مکان بنایا اور یہیں سے جنازہ اٹھا۔ استقلال ووفاء کی دنیا میں ایک مثال قائم کر گئے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، گھنا کسرتی جسم، درمیانہ قد، داڑھی مبارک دراز، چہرہ پر علم کا جلال اور عمل کا نور، پیشانی کشادہ، نگاہ عقابی، ناک ستواں، خدوخال محبوبانہ، رنگ پکا سرخی وسفیدی مائل، حفاظت نظر کے لئے گردن ہمیشہ جھکی ہوئی، کپڑے اکثر سفید، جوانی میں سر پر ہمیشہ

پگڑی، اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی، خندہ رو، بولیں تو علم ابلتے چشمہ کی مانند رواں دواں، مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کرنے کے ماہر، پاکستان میں اس وقت فن حدیث کے سب سے بڑے ماہر وامام، قلم شستہ، تحریر میں پختگی وروانگی، تمام اختلافی مسائل پر قلم اٹھایا۔ لیکن متانت کے ساتھ، قرآن وسنت کے دلائل سے ان مسائل میں علماء دیوبند کے موقف کی تشریح فرمائی کہ دوست ودشمن اہل علم حضرات عش عش کرا اٹھے۔

بعض مقامات پر جواب آں غزل آیا ہوتو اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس میں بھی انہوں نے علمی وقار ومتانت کو داغ دار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ مثال قائم فرمائی کہ اہل علم کے اختلاف کی حدیں یوں ہوتی ہیں۔ راقم نے اوّلاً آپ کی زیارت ۶۸-۱۹۶۷ء میں مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں کی۔ ختم بخاری کے موقع پر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ نے سالانہ جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ سہ روزہ اجتماع میں اس وقت کی تمام چوٹی کی دینی قیادت شمولیت فرماتھی۔

راقم کو اللہ رب العزت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت سے سرفراز کیا تو تقریباً اکثر وبیشتر چنیوٹ کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان کی زیارت کا موقع مل جاتا۔ یہ کانفرنس دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔ آپ نصرۃ العلوم میں پہلے وقت پڑھا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے چنیوٹ کا سفر کرتے۔ ظہر کے بعد اجلاس میں آخری بیان کرتے۔ عصر پڑھ کر واپسی ہو جاتی۔ سردیوں کے دن ہوتے، اکثر سواتی وھسّہ پہنے ہوئے، سر پر پشاوری پگڑی، عینک لگائے، ہاتھ میں عصا لئے سٹیج پر تشریف لاتے۔ تمام تر سادگی کے باوجود ہر خورد وکلاں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے۔

نماز عصر کے بعد بسا اوقات چائے کے دوران علیحدگی میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ؒ سے مشاورت کا منظر بھی راقم کی آنکھوں میں گھومتا نظر آرہا ہے۔ ایک بار اپنی صحت کے آخری دور میں آپ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں ختم بخاری کے موقع پر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجلس کے بڑے حضرات سب سفر پر تھے۔ راقم دفتر میں اکیلا تھا۔ عشاء سے قبل قاسم العلوم ملتان حاضر ہوا۔ حضرت کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس قارن استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم تھے۔ ان سے عرض کیا کہ عشاء کے متصل بعد ختم بخاری ہے۔ اس کے بعد رات گئے تک جلسہ جاری رہے گا۔ حضرت آرام نہیں کر سکیں گے۔ اگر قیام دفتر ختم نبوت ہو جائے تو بہت مناسب رہے گا۔ مولانا قارن صاحب نے فقیر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ خندہ پیشانی سے قبول فرمالی۔ ہمارے بخت جاگ اٹھے۔ آپ نے

جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر خان صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ ختم بخاری کے بعد مجھے آرام ختم نبوت کے دفتر کرنا ہے۔ مولانا محمد اکبر خان نے فرمایا کہ صبح نماز کے بعد آپ کے درس قرآن مجید کا بھی قاسم العلوم جامع مسجد میں ہم نے اعلان کر رکھا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اذان کے بعد دفتر ختم نبوت سے لے لینا۔ نماز فجر یہاں آپ کے ہاں باجماعت ادا کریں گے۔ لیجئے! تشریف آوری یقینی ہوگئی۔ آپ آرام کے لئے دفتر تشریف لائے۔ صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس اور حضرت کے لئے نیچے کے مہمان خانہ میں بستر لگوا دیئے۔ لیٹنے سے قبل چائے یا دودھ کا کپ نوش فرمایا۔ طہارت و وضو فرمایا اور لیٹ گئے۔

دفتر میں دقت یہ کہ گھنٹی بھاری آواز کی لگوائی ہے۔ سردی کی راتوں میں مہمان آ جائیں تو گھنٹی سے ساتھی بیدار ہو کر دروازہ کھول دیتے ہیں۔ خیال ہوا کہ گھنٹی کھلی رہی کوئی مہمان آیا اس نے گھنٹی بجادی تو حضرت کے آرام میں خلل آئے گا۔ ساتھیوں سے عرض کیا کہ آپ سو جائیں۔ صبح سے کچھ دیر قبل تازہ عمدہ چائے کا نظم کرنا ہوگا اور ساتھ میں فرائی ایک ایک انڈہ اور کیک بھی منگوا کر ابھی رکھ لیں۔ ساتھی سو گئے۔ راقم نے گھنٹی بند کر دی اور خود دربان بن کر گیٹ پر رات گذار دی کہ کوئی آہٹ ہو تو دروازہ کھل جائے اور بغیر شور وغل کے مہمان کو ٹھہرا لیا جائے۔ تاکہ حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ رات کے آخری حصہ میں حضرت معمول کے مطابق از خود اٹھ گئے۔ گرم پانی پیش کیا۔ وضو فرمایا اور معمولات میں مشغول ہوگئے۔ اذان فجر سے قبل چائے نوش فرمائی۔ اذان شروع ہوتے ہی حضرت مولانا محمد اکبر خان مدظلہ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی چائے نوش فرمائی اور حضرت روانہ ہوگئے۔ امید ہے کہ جس ذات کریم تعالیٰ نے ایک رات اپنے مقبول بندے کی خدمت کی توفیق دی۔ اس خدمت کے صدقے خادم کی بھی نجات فرما دیں گے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک یادگار ملاقات جو گھنٹوں پر محیط ہے وہ گکھڑ میں ہوئی تھی۔ ملک عزیز کے نامور خطیب، جفاکش اور مجاہد اسلام جناب حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، وروح رواں مجلس احرار الاسلام پاکستان نے اپنے مسلک کی تمام جماعتوں کو مجلس علماء اسلام کے نام پر جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی امارت کے لئے آمادہ کر لیا۔ آپ نے امارت قبول فرمائی۔ یکے بعد دیگرے لاہور اور مختلف مقامات پر تمام جماعتوں کے نمائندگان کے اس نئے پلیٹ فارم پر اجلاس منعقد ہوئے۔ راقم اپنی تبلیغی مصروفیات کے باعث کسی اجلاس میں شریک نہ ہو پایا تو ایک ملاقات

میں حضرت المکرم جانشین امیر شریعت سید عطاء المؤمن نے حکما فرمایا کہ گکھڑ میں فلاں تاریخ کو مجلس علماء اسلام کی میٹنگ پر ضرور حاضر ہونا ہے۔ ان کے حکم خاص کے باعث پہلے کی غیر حاضریوں کی ندامت دھونے کا موقعہ مل گیا۔ مقررہ تاریخ پر حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب عثانی رکن مرکزی مجلس شوریٰ کے ہمراہ گکھڑ جا حاضری دی۔ حضرت کے ایک ملنے والے کے وسیع وعریض مکان کے ہال میں بھرپور میٹنگ ہوئی۔ تمام جماعتوں کی نمائندگی تھی۔ حضرت بھی گھنٹوں اس اجلاس کی آخر تک صدارت پر متمکن رہے۔ اجلاس میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجلس علماء اسلام میں شریک جماعتوں کے راہنما مجلس علماء کے نظم کو چلانے کے لئے عہد کریں کہ وہ کوئی اور نیا پلیٹ فارم نہیں بنائیں گے۔ نہ اس میں شریک ہوں گے۔ آپ کا اشارہ مخدوم زادہ مولانا زاہد الراشدی کی طرف تھا کہ انہوں نے ان دنوں ایک نیا پلیٹ فارم بنایا۔ ’’اسلامک ہیومن رائیٹس‘‘ یا اس سے کوئی ملتا جلتا اس کا نام تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس تجویز پر راقم نے بھی موقعہ غنیمت جان کر کہا کہ نہ صرف اندرون ملک نئی جماعت نہ بنائیں بلکہ بیرون ملک بھی۔ مولانا زاہد الراشدی میری چوٹ کو سمجھ کر اچھلے اور قہقہہ مارا، تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے سر اٹھا کر ایک بار مولانا راشدی کی طرف اور دوسری بار راقم کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ اس پر راقم نے سوچا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ پر اس تجویز کے میرے تائیدی کلمات کا منفی اثر نہ پڑا ہو۔ لیجئے لیپا پوتی میں راقم نے ایک اور حماقت کر ڈالی۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس جماعت کے والد گرامی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سربراہ ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی بحیثیت ایک جماعت کے نمائندہ اور شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے صاحبزادہ ہونے کے ناطہ اپنا تمام وزن اسی پلڑے میں ڈالیں۔ بس اس کی تشریح میں اپنی حماقت سے ایک جملہ بھی کہہ دیا کہ بچھے کسی کھرلی سے اور دودھ کسی دوسری کھرلی پر یہ مناسب نہیں۔ اس پر مولانائے محترم مولانا بشیر احمد شاد پھڑک اٹھے اور زوردار تائید فرمائی۔ اس لئے کہ وہ بھی شاکی تھے کہ جمعیۃ علماء اسلام (س گروپ) بنانے میں بانی کا کردار مولانا راشدی دامت برکاتہم کا تھا۔ اب اسے بھی چھوڑ دیا۔ گویا (روندی یاراں نوں ناں لے لے بھرانواں دے) مولانا بشیر احمد شاد نے میری تائید میں اپنا دکھڑا کہہ سنایا۔ اب حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے جو مصرعہ اٹھایا تھا وہ راقم نے شعر بنادیا۔ مولانا شاد نے اس پر غزل مکمل کر ڈالی۔ مولانا راشدی نے فقیر کی طرف غضب ناک نظروں سے ہلکی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے دیکھا۔ (کہ کیا طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا) فقیر نے ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے نیازمندی سے آنکھیں جھکالیں۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصولاً صحیح ہے کہ

جماعتیں بہت ہیں۔ نت نئی جماعت ٹھیک نہیں اور مجلس علماء اسلام کو بھی کوئی نئی جماعت نہ سمجھا جائے۔ یہ تو اتحاد کے لئے ایک کوشش ہے۔ یہ فرما کر مزید بحث کا دروازہ بند فرمادیا۔

ایک بار مولانا اختر کاشمیری نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے انکار کے لئے ابن خلدون کے مقدمہ سے اقتباس لے کر مضمون اچھل ڈالا۔ راقم ان سے لاہور میں ملا اور عرض کیا کہ آپ کب سے خارجی ہوگئے؟ باتوں باتوں میں انہوں نے فرمایا کہ مضمون تو اگل ڈالا۔ اب ایک شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور دوسرا مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے قلم سے ڈر لگ رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ دو بار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ ذریعہ بنے۔ دوسری بار حضرت مولانا زاہد الراشدی کی عنایت کام آئی۔ ایک بار ڈھاکہ میں آل بنگلہ دیش ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بمع اپنے جانشین حضرت مولانا زاہد الراشدی کے کراچی تک کا سفر فرمایا۔ کانفرنس کی منظوری نہ ملنے کے باعث سفر ملتوی کرنا پڑا۔ رب کی شان ایسے آخری مرحلہ پر منظوری ملی۔ کانفرنس تو ہوگئی لیکن تنگی وقت کے باعث باہر سے مہمان حضرات کی شرکت نہ ہوسکی۔

١١؍اپریل ٢٠٠٩ء کو ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور کے لئے اپنے صاحبزادہ اور ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ مولانا عبدالحق خان بشیر کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ جسے مولانا عبدالقدوس قارن نے اپنے بیان میں لاکھوں سامعین کے سامنے دہرایا۔ شیخ الحدیث کے تقریباً الفاظ آپ نے یوں ارشاد فرمائے کہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ: ”تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے میرے تمام شاگرد، مریدین ومتعلقین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہر قسم کا بھرپور تعاون فرمائیں کہ یہ جماعت ہمارے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ میری سب کو یہ نصیحت اور حکم ہے۔“

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کا یہ ارشاد ایک اعزاز سے کم نہیں۔ تقریباً یہی جملے مولانا عبدالحق خان بشیر نے آپ کے جسد اطہر کے سامنے جنازہ سے قبل بھی ارشاد فرمائے۔ غالباً یہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا آخری پیغام ہے جو لاہور کے جلسہ عام میں سنایا گیا۔ مجلس کے خدام اسے اپنے لئے حرز جان سمجھیں۔ فللحمد للہ!

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ امت کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ ہر جماعت اپنی نسبت حضرت

شیخ الحدیث ؒ کے ساتھ قائم کرنے میں اپنی سعادت سمجھتی ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلک دیوبند کی ہر جماعت کو انہوں نے اپنی شفقتوں سے نوازا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی کے امیر بھی رہے۔ غرض جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ، مولانا مفتی محمود ؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، مولانا عبیداللہ نور ؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت حضرت امیر شریعت ؒ، حضرت جالندھری ؒ، حضرت قاضی صاحب ؒ، حضرت مناظر اسلام ؒ سے آپ کا تعلق عشق ومحبت، احترام باہمی اور دوستانہ تھا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ؒ، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی سے دینی تعلق اتنا مثالی تھا جو بالآخر رشتہ داری کا روپ دھار گیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے ورثاء اور نام لیواؤں کو بھی اس تعلق کو نبھانے کی توفیق رفیق فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث ؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر جیل کی کوٹھریوں کو آباد کیا۔ اس کی تفصیل میں خود آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ نے راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث) پر جو احسانات اور انعامات کئے ہیں۔ راقم اثیم قطعاً ویقیناً اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ صرف اور صرف منعم حقیقی کا فضل وکرم ہے کہ حضرات علماء اور طلباء اور خواص وعوام اس ناچیز سے محبت بھی کرتے اور قدر دانی بھی کرتے ہیں۔ ڈھول اندر سے تو خالی ہوتا ہے۔ مگر اس کی آواز دور دور تک جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہے کہ علم وعمل تقویٰ اور ورع سے اندر خالی ہے اور حقیقت اس کے سوا نہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ راقم اثیم تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دور میں پہلے گوجرانوالہ جیل میں پھر نیو سنٹرل جیل ملتان میں کمرہ نمبر۱۴ میں مقید رہا۔ ہماری بارک نمبر۶ دو منزلہ تھی اور اس میں چار اضلاع کے قیدی تھے اور سبھی ہی علماء طلباء تاجر اور پڑھے لکھے لوگ تھے جو دیندار تھے۔ اضلاع یہ ہیں ضلع گوجرانوالہ ضلع سیالکوٹ، ضلع سرگودھا اور ضلع کیمل پور (موجودہ ضلع اٹک) بحمد اللہ تعالیٰ جیل میں بھی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری تھا۔ راقم اثیم قرآن کریم کا ترجمہ، موطا امام مالک، شرح نخبۃ الفکر اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا رہا۔ دیگر حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے ذوق کے اسباق پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آخر میں راقم اثیم کمرہ میں اکیلا رہتا تھا۔ کیونکہ باقی ساتھی رہا ہو چکے تھے اور میں قدرے بڑا مجرم تھا۔ تقریباً دس ماہ جیل میں رہا اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی تردید میں بجواب دو اسلام ”صرف ایک اسلام“ وہاں ملتان جیل ہی میں راقم اثیم نے لکھی تھی۔

(خواب نمبر:۱) ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۳ء میں تقریباً سحری کا وقت تھا کہ خواب میں مجھ

(حضرت شیخ الحدیث ﷫) سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں آ رہے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ میں خوش بھی ہوا کہ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ میں تو قیدی ہوں۔ حضرت کو بٹھاؤں گا کہاں؟ اور کھلاؤں پلاؤں گا کیا؟ پھر خواب ہی میں یہ خیال آیا کہ راقم کے نیچے جووری، نمدہ اور چادر ہے یہ پاک ہیں۔ ان پر بٹھاؤں گا۔ خواب میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سر مبارک ننگا تھا۔ چہرہ اقدس سرخ اور داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ لمبا سفید عربی طرز کا کرتا زیب تن تھا، اور نظر نہیں آتا تھا مگر محسوس یہ ہوتا تھا کہ نیچے حضرت نے جانگیہ اور نیکر پہنی ہوئی ہے (جیسے عربوں کا رواج ہے) اور آپ کے خادم کا لباس سفید تھا۔ فٹ کرتا اور قدرے تنگ شلوار اور سر پر سفید اور اوپر کو ابھری ہوئی نوک دار ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ راقم اثیم نے اپنے بستر پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا دونوں بزرگوں کو بٹھلایا۔ نہایت ہی عقیدت مندانہ طریقہ سے علیک سلیک کے بعد راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مؤدبانہ طور پر کہا کہ حضرت! میں قیدی ہوں اور کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ صرف قہوہ پلا سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا لاؤ۔ میں خواب ہی میں فوراً تنور پر پہنچا جہاں روٹیاں پکتی تھیں۔ میں نے اس تنور پر گھڑا رکھا اور اس میں پانی چائے کی پتی اور کھانڈ ڈالی اور تنور خوب گرم تھا۔ جلدی ہی میں قہوہ تیار ہو گیا۔ راقم اثیم خوشی خوشی لے کر کمرہ میں پہنچا اور قہوہ دو پیالیوں میں ڈالا اور یوں محسوس ہوا کہ اس میں دودھ بھی پڑا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی اور دونوں بزرگوں نے چائے پی۔ پھر جلدی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم بھی ساتھ اٹھ گیا۔ میں نے التجاء کی کہ حضرت ذرا اور آرام کریں اور ٹھہریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں جلدی جانا ہے۔ پھر انشاء اللہ العزیز جلدی آ جائیں گے۔ یہ فرما کر رخصت ہو گئے۔ راقم اثیم اس خواب سے بہت ہی خوش ہوا۔ فجر ہوئی اور ہمارے کمرے کھلے تو راقم اثیم استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت بھی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ جیل میں مقید تھے اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا میاں تمہیں معلوم ہے کہ حضرت انبیاء کرام اور فرشتوں کی (جو تمام معصوم ہیں) شکل وصورت میں شیطان نہیں آ سکتا۔ واقعی تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو دیکھا ہے اور میاں ہو سکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں تشریف لے آئیں۔ استاذ محترم کا راقم اثیم سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان کے حکم سے ان کی علمی کتاب تدقیق الکلام کی ترتیب میں راقم اثیم نے خاصا کام کیا ہے۔

حضرت کی قبل از وفات اپنی خواہش اور ان کے جملہ لواحقین اور متعلقین کی قلبی آرزو کے مطابق ۱۶ر جمادی الاوّل ۱۴۱۱ھ، ۴ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو مؤمن پور علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں راقم اثیم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سنت کے موافق دعاء مانگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

(خواب نمبر:۲) راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث مدظلہ) نے دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تک قمیص زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلاہ اور پر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں جو گھٹنوں سے نیچے تھا ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں تو راقم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کیا۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔ راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہوگئی۔ حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔ کافی دیر تک مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر بارش میں ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ اس خواب کے چند دنوں بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلہ کا واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس کی طرف اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تقریباً تیرہ کروڑ کی آس پاس کی مسلمان حکومتوں کی موجودگی میں جنہوں نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصلحت کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور مظلوم مسلمانوں پر بارش کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔

ان دو خوابوں میں راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

خاصا عرصہ ہوا کہ راقم اثیم نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مسودہ کی کچھ ترتیب بھی دی تھی۔ گو وہ مسودہ مکمل تو نہ تھا مگر خاصا علمی مواد اس میں جمع تھا۔ اس کی خاصی تلاش کی مگر مسودات کے جنگلات میں بسیار تلاش کے بعد بھی ناکامی ہوئی۔ بس مد کے کچھ حوالے مختلف شذرات پر ملے اور کچھ مزید حوالے جمع کر کے ان کو اس صورت میں حضرات قارئین کی خدمت میں یہ توضیح المرام پیش کی جارہی ہے۔ علمی، استدلالی اور حوالوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والے حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جائے گا اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز!

اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعاء ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے توحید وسنت پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور شرک وبدعت اور بری رسموں سے بچائے اور راقم اثیم کا اور ہر مسلمان کا خاتمہ بالایمان کرے۔ آمین ثم آمین!

(العبد العاجز، ابوالزاہد محمد سرفراز، یکم محرم الحرام ۱۴۱۷ھ، ۱۹رمئی ۱۹۹۶ء)

آپ کی تصنیف توضیح المرام ص۱۲تا۱۵ کے پیش لفظ کا یہ اقتباس آپ نے پڑھا۔ اس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود، یہ عاجزی وانکساری ان کے اخلاص وورع کی دلیل ہے۔ حالانکہ آپ اپنے زمانہ کے نامور محدث، امام اہل سنت اور متکلم اسلام تھے۔ آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم میں نصف صدی تک قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ اخلاص کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر وصلحاء کے زہد وتقویٰ کا نمونہ دیکھنے کو مل جاتا تھا۔ آپ پنجاب کے معروف نقشبندی پیر طریقت مولانا حسین علی ؒ، کے شاگرد وخلیفہ مجاز تھے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کی طرح تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی گرفتاری پیش کی۔ غرض آپ کی زندگی جہد مسلسل کی زندگی تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ رحمت عالم ﷺ کے دین متین کی ترویج کے لئے وقف رہا۔

✿...... پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کے لئے تحریک جاری تھی۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر ان کو گجرات لائے۔ مولانا حمید اللہ خان اور راقم کو ملانے کے لئے مولانا راشدی حضرت مرحوم کے پاس لے گئے تو آپ نے پوچھا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ہمارے دوست مولانا عبدالرحیم اشعر ؒ کا کیا حال ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ وہ تو انتقال فرماگئے۔ آپ نے انا للہ پڑھا اور پھر اجتماعی دعائے مغفرت کرائی۔ آپ کا حافظہ دیکھ کر محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر ؒ کے ردقادیانیت پر چار رسائل میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۲ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۱...... ''مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ'' جماعت اسلامی کے بانی رہنما جناب مودودی صاحب سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ لاہوری مرزائی مسلمان ہیں یا کافر؟ تو مودودی صاحب نے جواب میں فرمایا کہ لاہوری مرزائی اسلام اور کفر کے درمیان معلق ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ جھوٹے مدعی نبوت کو کافر نہ کہنے والا بھی کفر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ لاہوری مرزائیوں کی طرح جھوٹے مدعی نبوت

کو مجدد، مسیح و مہدی ماننے والوں کو کیونکر مسلمان قرار دیا جاسکتا ہے؟ مودودی صاحب کے اس فتویٰ کی تغلیط خود جماعت اسلامی کے رہنماؤں نے اس وقت کردی۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا۔ اس میں لاہوری وقادیانی دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ جماعت اسلامی کے ممبران قومی اسمبلی نے اس دوسری ترمیم کے حق میں ووٹ دے کر مودودی صاحب کی انفرادیت پسند طبیعت کے خلاف مہر لگادی۔

جن دنوں مودودی صاحب نے لاہوری مرزائیوں کو کافر قرار نہ دینے کا فتویٰ دیا انہی دنوں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے مودودی صاحب کے اس فتویٰ کے خلاف یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ فقیر کی ناقص معلومات کے مطابق پاکستان میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اس عنوان پر مستقل رسالہ لکھ کر پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔

۲...... ”ضوء السراج فی تحقیق المعراج (چراغ کی روشنی)“
مرزا قادیانی ملعون اور دیگر بددین طبقات جیسے منکرین حدیث وغیرہ، رحمت عالم ﷺ کے معراج جسمانی کے منکر ہیں۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے مرزا قادیانی سمیت ان تمام ملحدین کا اس رسالہ میں تعاقب کیا ہے۔

۳...... ”توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام“ سیدنا مسیح ابن مریم علیہما السلام کی دوبارہ دنیا میں تشریف آوری اور نزول من السماء پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کا یہ رسالہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی عمدہ مثال ہے۔ آپ کے تبحر علمی کے شایان شان اس رسالہ میں اس مسئلہ سے متعلق تمام معلومات کو جس حسن اور سلیقہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اس عنوان پر کام کرنے والوں کے لئے گرانقدر علمی تحفہ ہے۔ ۱۹۹۶ء میں سب سے پہلے یہ شائع ہوا۔ غالباً حضرت کی یہ آخری قلمی خدمت ہے جو آپ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے فرمائی۔ حق تعالیٰ حضرت مرحومؒ کی تربت کو بقعہ انوار فرمائیں۔ ان رسائل کو احتساب کی اس جلد میں شائع کرنے پر کتنی خوشی ہے۔ الفاظ کی دنیا میں اسے بیان کرنا ممکن نہیں۔

۴...... ”ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں“ دارالعلوم دیوبند کے تحت ۲۹ تا ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۶ء میں عالمی سطح کا ختم نبوت کے عنوان پر اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں دنیا بھر سے

جید اسکالرز حضرات کو مقالات پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مقالہ تحریر فرمایا۔ ویزا کی دقت کے باعث دیوبند کے اس اجتماع پر تو تشریف نہ لے جاسکے۔ لیکن اس مقالہ کو شائع کر دیا گیا۔ بہت ہی علمی مواد سے بھرپور یہ مقالہ ہے۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۴۰۴)

سرفراز خان، جناب چوہدری محمد

(ولادت:۱۸۹۶ء ...... وفات:۱۴؍جنوری ۱۹۸۷ء)

کالرہ ضلع گجرات کے رہائشی تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر بہت کچھ لکھا۔ ان میں سے ایک کتاب ''آفتاب نبوت دررد مرزائیت'' ہے۔ جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ختم نبوت پر قرآن وسنت اور اقوال مرزا سے سو دلائل قائم کر کے قادیانیت کا بطلان وخذلان کیا گیا ہے۔ بڑے دینی سکالر تھے۔

(۴۰۵)

سعد اللہ المکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالسعود محمد

جامع مسجد زکریا بمبئی اور مسجد حمید بمبئی میں خدمات سرانجام دینے والے مولانا ابوالسعود محمد سعد اللہ نے ''اظہار حقانیت وابطال قادیانیت'' پر فتویٰ تحریر کیا، جو فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں بھی شامل ہے۔

(۴۰۶)

سعد اللہ لدھیانوی، جناب

حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عہد حیات میں مرزا کادیانی ملعون کو تگنی کا ناچ نچایا۔ آپ نے مرزا کادیانی کے خلاف نظم

ونثر میں لکھا اور خوب لکھا۔ مرزا قادیانی ملعون آپ کے نام ''سعد'' کو جل بھن کر ''نحس'' لکھتا تھا۔ نتیجہ میں مولانا سعد اللہ بھی جواب آں غزل میں مرزا قادیانی کو وہ سناتے کہ ''تتے توے'' پر رقص کرنے لگ جاتا۔ مورخہ ۱۱رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۳رفروری ۱۸۹۷ء کو آپ نے سولہ صفحاتی ایک رسالہ لکھا۔

۱...... ''قادیانی دجال کا استیصال'' علیحدہ علیحدہ چار مضامین تھے۔ ایک ہی صفحہ پر علیحدہ علیحدہ کالم بنا کر کچھ حاشیہ پر لکھ کر سمندر کو کوزہ میں بند کیا۔

الف...... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نثر)

ب...... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نظم) (اس میں پانچ نظمیں ہیں)

ج...... قادیانی دجال کی تازہ بے حیائی پر تبصرہ

اس رسالہ میں دو باتوں پر تبصرہ کیا ہے۔

(الف) قادیانی کی تازہ بے حیائی کہتا ہے کہ میں نے عبدالحق غزنوی کے حق میں بددعا نہیں کی۔ (صرف مباہلہ کیا تھا) اس لئے وہ سلامت رہا۔

(ب) قادیانی کی ایک اور بے حیائی کہتا ہے کہ مرزا سلطان بیگ قادیانی کی تکذیب نہیں کرتا۔ (اگر اس کی الہامی زوجہ پر قابض ہے) اب اس سے کوئی تکذیب کرا کر دکھلائے۔ ان دو امور کو اس مضمون میں زیر بحث لائے۔ اس کتابچہ کے آخر پر نظم میں ایک لطیفہ تھا وہ کاٹ دیا۔ اس لئے کہ وہ دوسرے رسالہ میں آگے آرہا ہے۔

د...... حاشیہ پر ''قادیانی اور ایک نصرانی کی گفتگو میں ایک مسلمان کی ثالثی'' کا عنوان دے کر چند سطور تحریر کیں۔ ہم نے ان چاروں رسائل کو علیحدہ علیحدہ عنوان سے احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں شامل کیا ہے۔ ایک سو چودہ سال پہلے کی امانت آج کی نسل کے سامنے لانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

۲...... ''دوسہ حرفیاں (چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح)'' پمفلٹ کا نام تو دوسہ حرفیاں ہے۔ لیکن اس میں (تین) سہ حرفیاں ہیں۔ (الف، ب) چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح، (ج) سہ حرفی ارڑ پوپو۔ اس کے علاوہ اس میں (د) اہل سنت والجماعت دے عقائد دا بیان، وصیت دے طور ادتے۔ (ھ) مرزا قادیانی کے قرآن پر ایمان کی حقیقت سوال وجواب کے پیرایہ میں۔ پہلے چار نمبرات پنجابی میں ہیں۔ پانچواں نمبر اردو میں مکالمہ ہے۔ (و) اس رسالہ کے آخر میں ''سارے جہان کے مسیحیوں کی تردید کا بے مثال

نغمہ'' بہت ہی برجستہ اردو مزاحیہ کلام پر مشتمل ہے۔ یہ تمام مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی ؒ مدرس گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ کے رشحات قلم ہیں۔ جو احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں شامل شائع کئے گئے ہیں۔

۳...... ''نظم حقانی مسمّی بہ سرائر قادیانی'' یہ بڑے سائز کے آٹھ صفحات کا رسالہ تھا جو مولانا محمد سعد اللہ صاحب ؒ نے ۲۳ر شعبان ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۰ر فروری ۱۸۹۶ء کو تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ مصنف مرحوم کی منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ البتہ قادیانی کی درخواست بحضور گورنمنٹ پر مختصر ایک صفحاتی ریمارکس نثر پر مشتمل تھا۔ یہ بھی آپ نے تحریر فرمایا جو احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۴...... ''حملہ آسمانی دربارہ شکست قادیانی'' امرتسر میں مرزا قادیانی اور عبداللہ آتھم پادری کا ۲۳ر مئی ۱۸۹۳ء سے پندرہ دن تحریری مناظرہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے اس میں لازوال ذلت کا مال خریدا تو پیش گوئی جڑ دی کہ ۱۵ر دن سے مراد پندرہ ماہ، یعنی ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء تک عبداللہ آتھم ہاویہ میں گرے گا۔ یعنی مرجائے گا۔ نتیجہ میں مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی بھی اس کی دیگر پیش گوئی کی طرح دھوکہ کی ٹٹی ثابت ہوئی۔ مرزا قادیانی نے تقریر فتح اسلام کے نام پر ایک اشتہار شائع کیا جو مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۳ تا ۳۸ پر ہے۔ یہی اشتہار انوار الاسلام ص۱ تا ۱۲، خزائن ج۹ ص۱ تا ۱۳ پر بھی شائع شدہ ہے۔ اس اشتہار کا مولانا محمود گنجوی ؒ وارد مالیر کوٹلہ نے ''حملہ آسمانی دربارہ شکست قادیانی'' کے نام سے جوابی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی رسالہ کے اختتام پر مولانا سعد اللہ صاحب ؒ کی پانچ نظمیں بھی ساتھ ہی شائع کی گئیں۔ یہ رسالہ آٹھ صفحات بڑے سائز پر مشتمل تھا۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۸۹۴ء اشاعت کی تاریخ لکھی گئی تھی۔ احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۵...... ''حق حق'' یہ مولانا محمد سعد اللہ صاحب ؒ کا پنجابی زبان میں بڑے سائز کے ۱۶ صفحات کا رسالہ ہے۔ جو تمام نظم پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں شائع کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مولانا سعد اللہ صاحب ؒ کے مزید رسائل، انہدام قادیانی، گیدڑ نامہ وغیرہ ہیں جو میسر نہ آئے۔

(۴۰۷)

سعید احمد بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۴ء)

ہر دلعزیز شخصیت، مشفق، مہربان، اخلاق حمیدہ، اوصاف جمیلہ، علم وحلم کے پیکر، حضرت مولانا سعید احمد جنرل سیکرٹری ختم نبوت بہاولنگر ۱۹۶۴ء میں بہاولنگر محلہ نظام پورہ میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ عصری تعلیم میٹرک تک بہاولنگر میں حاصل کی۔ دینی تعلیم کے لئے ملک عزیز کی عظیم دینی یونیورسٹی جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ ابتداء سے دورہ حدیث تک تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۸۵ء میں فراغت کے بعد بہاولنگر میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر کام شروع کیا اور رات دن ایک کر دیا۔ ۱۹۸۷ء میں آپ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا جنرل سیکرٹری متعین کیا گیا۔ جماعتی کام کو کاروبار پر ترجیح دیتے تھے۔ حاصل پور کی ایک قریشی فیملی میں شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے حافظ محمد خبیب سعید، حافظ محمد اسامہ سعید اور دو بیٹیاں دیں۔ مولانا سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ خوبصورت اور نیک سیرت انسان تھے۔ ختم نبوت جماعت اور جماعت کے اکابرین سے والہانہ محبت تھی۔ اکابرین ختم نبوت بھی آپ کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو فوت ہونے سے تین سال پہلے رحمت عالم ﷺ کا دیدار ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ علماء کا قافلہ ہے۔ آقا ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ مولانا فرماتے تھے کہ کتنے خوش نصیب ہیں وہ علماء جو آقائے دو جہاں ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنے بیٹوں کو ہمیشہ یہی وصیت کرتے تھے کہ بیٹا ختم نبوت جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا۔ دفتر ختم نبوت کے ساتھ رابطہ رکھنا۔ اکابرین ختم نبوت سے دعائیں لینا۔ راقم الحروف (مولانا محمد قاسم) ۱۹۹۹ء میں بہاولنگر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب دامت برکاتہم کا خط مولانا سعید احمد کو دیا۔ خط پڑھ کر فرمانے لگے اکابرین کا حکم ہے۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نجات اور شفاعت کا ذریعہ بنائے گا۔ کچھ عرصہ بعد راقم کو کہنے لگے جب تک میں ہوں آپ میرے ساتھ رہیں گے۔ میری منشاء کے مطابق کام ہو رہا ہے۔ اکثر دفتر تشریف لے آتے۔ کارکردگی سنتے

خوش ہوتے۔ جماعت کا ذاتی دفتر نہیں تھا۔ راقم نے کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اکابرین ختم نبوت کی دعاؤں کا صدقہ جماعت کو ذاتی دفتر دیا۔ اگست ۲۰۱۴ء میں دفتر خریدا گیا۔ مولانا کی خوشی کی انتہاء نہیں تھی۔ بیماری کے باوجود بیٹے کے ساتھ تشریف لائے۔ ہر کام اپنی نگرانی میں کرایا۔ خود بیماری کے باوجود بھی جماعتی کام کرتے تھے۔ انتھک انسان تھے۔ کارکنوں کے ساتھ اتنی محبت تھی جتنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرماتے تھے یہ بہت خوش نصیب انسان ہیں، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرتے ہیں۔ ان کی شبانہ روز محنتوں کا صلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری پچیس سالہ آرزو پوری کی۔ ہمیں دفتر مل گیا۔ آپ کو کئی ایک عوارض لاحق ہوگئے۔ لاہور اور پھر نشتر میں علاج ہوتا رہا۔

فوت ہونے سے پہلے بڑے بھائی حاجی محمد احمد صاحب کو بلایا اور تین مرتبہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگے۔ میرے کلمہ کے گواہ رہنا۔ مجھے گھر لے چلو۔ میرے پاس شام آٹھ بجے تک وقت ہے۔ مجھے اشارہ مل گیا ہے۔ جو لینے آئے تھے انہوں نے شام آٹھ بجے کا وقت دیا ہے۔ گھر روانہ ہوئے۔ گاڑی میں جتنے احباب تھے سب کو سورۃ یٰسین شریف پڑھنے کو کہا۔ ٹھیک آٹھ بجے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ صبح دس بجے جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر میں جنازہ ہوا۔ (محمد قاسم رحمانی)

(۴۰۸)

سعید احمد قریشی (کراچی)، جناب

جناب سعید قریشی صاحب کراچی کے باسی تھے۔ احرار سٹوڈینٹس یونین آپ نے قائم کی اور اس کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ آپ نے ''مسلمانوں کی تکفیر'' کے نام پر رسالہ شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۴۰۹)

سعید الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۸ء ...... وفات: ۱۷؍مئی ۲۰۰۲ء)

حضرت مولانا سعید الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سعید الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد انوری سنت پورہ فیصل آباد کے خطیب تھے۔

بہت ہی مرنجاں مرنج طبیعت پائی تھی۔آپ نے مختلف عنوانات پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شریک اشاعت ہے۔اس کا نام ہے:
''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' غالباً یہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے موقعہ پر آپ نے شائع کر کے عام تقسیم کیا گیا تھا۔

(۴۱۰)

سعید الرحمٰن علوی رحمۃ اللہ علیہ (بھیرہ)، مولانا

(ولادت:۴؍اپریل ۱۹۴۸ء ...... وفات:۲۰؍اکتوبر ۱۹۹۴ء)

مولانا سعید الرحمٰن علوی ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد رمضان علوی محلہ گلاب شاہ بھیرہ کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی نے دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔حضرو ضلع اٹک میں خطیب رہے۔فیصل آباد جمعیۃ علماء اسلام کے مبلغ وآفس سیکرٹری بھی رہے۔ہفت روزہ ترجمان اسلام میں لکھتے رہے۔ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے عرصہ تک ایڈیٹر رہے۔اسی دوران لاہور جامع مسجد الشفاء شاہ جمال کالونی میں خطیب بھی رہے۔متعدد کتابوں کے عربی سے اردو میں تراجم بھی کئے۔بہت ہی متحرک اور ذہین آدمی تھے۔لکھنے کے اتنے مشاق تھے کہ دوستوں کی مجلس میں گپ شپ کے دوران بھی لکھتے رہتے تھے اور انہیں کوئی پریشانی نہ ہوتی تھی۔اتنے قادر علے التحریر تھے کہ انہیں لکھنے کے لئے خلوت وجلوت یکساں تھی۔آپ کے رد قادیانیت پر بھی دو رسالے ملے۔

''امت مرزائی کی غلط بیانیوں کا جواب'' ۱۹۷۳ء میں جناب میجر محمد ایوب ممبر آزاد کشمیر اسمبلی نے آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی جو بالاتفاق منظور کر لی گئی۔اس سے قادیانی ایسے حواس باختہ ہوئے کہ الامان۔قرارداد کیا منظور ہوئی گویا قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے آگ جلادی گئی۔اس زمانہ میں اس قرارداد کے خلاف قادیانی جماعت کشمیر کے امیر منظور احمد ایڈووکیٹ قادیانی نے پمفلٹ لکھا جس کے جواب میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم جوان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کے امیر تھے اور حضرو میں خطیب تھے۔آپ نے قلم اٹھایا اور یہ پمفلٹ تحریر کر دیا۔اس رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں محفوظ کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں۔

(اس قرارداد کے خلاف مرزا ناصر نے ربوہ (چناب نگر) میں خطبہ دیا جسے بعد میں قادیانی جماعت نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ جس کا حضرت مولانا تاج محمود ؒ نے جوب تحریر فرمایا تھا۔ جسے ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۱۶ میں شائع کر چکے ہیں)

''مرزائیوں کا سیاسی کردار'' مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے ۱۶ رمئی ۱۹۷۰ء کمپنی باغ سرگودھا میں خطاب فرمایا اور اسی روز ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ اس طرح کی مسجد گوجرانوالہ شہر میں ۲۱ راکتوبر ۱۹۶۶ء کو حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کا خطاب ہوا۔ پریس کانفرنس سرگودھا، خطاب سرگودھا، خطاب گوجرانوالہ تینوں حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم نے مرتب کئے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن خورشید ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم بنوت سرگودھا کے مبلغ تھے۔ آپ نے ان کو ''مرزائیوں کا سیاسی کردار'' کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں اسے بھی قریباً نصف صدی کے بعد شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

(۴۱۱)

سعید واڈا، جناب محمد

جناب محمد سعید واڈا نے کلکتہ سے ''قادیانیت مومنٹ'' نامی انگریزی میں کتابچہ تحریر کیا جسے پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی شائع کیا۔

(۴۱۲)

سلطان احمد خان (کوٹ دیوا سنگھ)، جناب

جناب سلطان احمد خان ساکن کوٹ دیوا سنگھ نے قادیانیوں کے رد میں ایک رسالہ تحریر کیا: ''مرزائیوں کے دجالی استدلال کی حقیقت'' قادیانی جماعت کے دوسرے لاٹ پادری مرزا بشیر الدین محمود کا ایک مضمون جو قادیانی جماعت کے روزنامہ الفضل مورخہ ۹ راگست ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ پھر اسے قادیانی جماعت نے ''احمدی دوسروں کی اقتداء میں نماز کیوں نہیں پڑھتے'' نامی رسالہ کی شکل میں شائع کیا۔ جناب سلطان احمد خان نے اس کا جواب تحریر کیا۔ ساٹھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع ہونے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔

(۴۱۳)

سلطان احمد فاروقی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ جامع مسجد میاں جان صدر چھاؤنی لاہور میں خطیب تھے۔ ''قصر مرزائیت پر ایک بم'' کے نام سے ۸؍صفحات کا رسالہ لکھا۔ محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں بھی شائع ہوا۔

(۴۱۴)

سلطان احمد گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب

موصوف دھرم کوٹ رندھاوا گورداسپور کے رہائشی تھے۔ ککے زئی برادری سے تعلق رکھتے۔ میرے استاذ گرامی قدر سلطان المناظرین مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے سلطان احمد صاحب چچا لگتے تھے۔ ان کا پہلا ''رسالہ مشک وعنبر'' پہلی بار جنوری ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا۔ اب دوسری بار اسے مجلس شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ جناب شیخ سلطان احمد صاحب گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ردقادیانیت پر دو رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱...... ''قادیانی پیمبر اور مشک وعنبر''

۲...... ''الکتاب والحکمۃ (حیات حضرت مسیح پر ایک زبردست دلیل)''

(۴۱۵)

سلطان پال پادری، جناب

معروف پادری ''سلطان پال'' نے کتاب ''معذرت نامہ مرزا'' ۱۹۳۰ء میں شائع کی۔ موصوف ایف۔سی کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے اور مسیحی رسالہ ''نور افشاں'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آج اس کتاب کے پروف پڑھتے وقت سخت دل گرفتہ ہوں۔ موصوف نے اس کتاب میں دس باب قائم کئے ہیں کہ مرزا قادیانی پر یہ اعتراض ہوا۔ جس کا مرزا قادیانی نے اور مرزا قادیانی کے مریدوں نے یہ جواب دیا۔ اس کا نام رکھا: ''معذرت نامہ مرزا''

قارئین! آپ اس کتاب کو پڑھیں۔ مسیحی مصنف کو مرزا قادیانی پر اعتراضات کے جو

جوابات مرزائیوں نے دیئے ہیں مصنف نے ان کو جمع کر دیا ہے۔آپ قادیانیوں کے ان جوابات کو پڑھیں اور پھر غور کریں کہ بڑے سے بڑا کافر بھی معاذ اللہ! پیغمبر اسلام، اسلام، قرآن مجید، احادیث نبویہ کے خلاف اتنی دروغ گوئی، بدزبانی وبدکلامی اور بداطواری نہ کرسکتا تھا جو قادیانیوں نے کردی ہے۔کیا کیا جائے اس کمینے پن کا کہ مثلاً کیا مرزا گالیاں دیتا ہے؟ تو ان کی طرف سے جواب یہ ملا کہ گالیاں تو قرآن مجید میں بھی ہیں، یا یہ کہ مرزا نے کذب بیانی کی؟ جواب ملا کہ باقی انبیاء نے بھی کی۔یا یہ مرزا کے کلام میں تضاد ہے؟ تو قادیانیوں نے جواب دیا کہ تضاد تو قرآن مجید وحدیث شریف میں بھی ہے۔ایسی دل خراش باتیں اس کتاب میں جمع ہیں۔

جو کام مسیحوں سے متوقع تھا وہ قادیانیوں نے کردیا۔غرض یہ مرزا قادیانی کی وہ خدمت ہے جس سے کہ مسیحی قوم کو کہنا چاہتا ہے کہ میں کسر صلیب کے لئے آیا ہوں۔کسر صلیب کے لئے مرزا آیا تھا یا کسر اسلام کے لئے؟ یہ کتاب پڑھیں اور سوچیں کہ قادیانیت کس غلاظت کا نام ہے۔

(۴۱۶)

سلطان لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب علامہ

مجلس احرار اسلام لاہور کے جناب سلطان صاحب خوب ذہین اور مستعد ورکر تھے۔ ان کے نام سے ''قادیانیوں کی عریاں تصویریں'' نامی کتاب شائع ہوئی جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

(۴۱۷)

سلطان محمد بیگ (شوہر محمدی بیگم)، جناب مرزا

(وفات: ۱۰ر جنوری ۱۹۴۹ء)

ملعون قادیان مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم کا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔مرزا قادیانی کی یہ آسمانی منکوحہ جو قادیانیوں کی ماں ہوئی ایک دن بھی مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ آئی۔ بلکہ اسے مرزا سلطان محمد بیگ پٹی ضلع لاہور بیاہ لایا۔عمر بھر وہ مرزا قادیانی کے سینہ پر مونگ دلتا رہا۔مرزا قادیانی نے کہا کہ مرزا سلطان محمد بیگ میری زندگی میں مرے گا اور محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی۔لیکن قدرت حق نے مرزا قادیانی کے کذب

پر ایسی زبردست دلیل قائم فرمائی کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرزا سلطان محمد کی موجودگی میں مرکر اپنے کذب پر مہر لگا گیا اور مرزا قادیانی کے آنجہانی ہونے کے بعد بھی مرزا سلطان محمد بیگ چالیس سال تک زندہ رہے۔ مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو چت گرا کر اس کی پشت پر سوار مرد میدان کو مرزا سلطان محمد بیگ کہتے ہیں جو آج بھی میانی لاہور کے قبرستان میں محو خواب ہیں۔

(۴۱۸)

سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (کٹھالہ شیخاں ضلع گجرات)، مولانا

(وفات: ۱۸/اپریل ۱۹۶۵ء)

آپ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ و مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور سینکڑوں علماء کے استاذ تھے۔ مدرس و مصنف تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو بھرپور اپنی شرکت سے نیا ولولہ بخشا۔ آپ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث رہے۔ ۱۳۶۲ھ میں دہلی سے وطن مالوف آ گئے اور کٹھالہ شیخاں میں مدرسہ ''خادم علوم نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ تادم آ کر تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ آپ نے مسئلہ نبوت و رسالت پر ''ضرورت رسالت'' کے دو حصص تالیف کئے جو بہت پہلے کے شائع شدہ ہیں۔ اس کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر یہ تعارف شائع کیا گیا تھا۔ اس رسالہ میں مسئلہ نبوت و رسالت کے تمام پہلو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے واضح کئے گئے ہیں اور اس رسالہ کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں۔ حصہ اوّل میں مطلق نبوت و رسالت کی تشریح کی گئی ہے جو مشترک ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام میں اور حصہ دوم میں خاص جناب رسول اللہ ﷺ کے افضل الرسل و خاتم الانبیاء ہونے کی تشریح ہے اور ان دونوں حصوں میں اصل مسئلہ کی تشریح کے علاوہ مخالفین اسلام کی تردید بھی نہایت مدلل طریقہ سے کی گئی ہے۔ خصوصاً مرزائیوں اور عیسائیوں کی'' اور یہ دونوں حصے احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۴۱۹)

سلطانؒ نظامی (لاہور)، جناب محمد

آپ کا رد قادیانیت پر ایک رسالہ: ''کذاب نبی'' ہے۔ یہ رسالہ اوّلاً ۱۹۷۵ء میں

شائع ہوا۔ پینتیس سال بعد اسے دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔ اس رسالہ کا مکمل نام ”کذاب نبی، قرآن وحدیث اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ، الہامات اور پیش گوئی کی روشنی میں“ ہے۔ شرکت ادبیہ پنجاب شاہی محلہ لاہور نے ابتداء میں اسے شائع کیا تھا۔

(۴۲۰)

سلمان (لاچپور گجرات)، مولانا صوفی شاہ

(وفات: ۱۹۸۰ء)

لاچپور گجرات، ہندوستان کے معروف صوفی مولانا شاہ صوفی سلیمان ؒ لاچپور سورت گجرات نے ایک مرتبہ مرزا قادیانی سے ملاقات کی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ: ”جب میں قادیان گیا تو بارش کا زمانہ تھا اور مرزا قادیانی مکان کی تیسری منزل پر رہا کرتے تھے اور لوگ نماز کے لئے اوپر جایا کرتے تھے۔ وہاں ان کے حواری حکیم نورالدین بھی موجود تھے۔ ان کا دستور تھا کہ نماز کے بعد اپنے الہامات بیان کرتے تھے۔ حکیم نورالدین نے مرزا سے میری نسبت کہا کہ: ”یہ ایک نقشبندی درویش ہیں۔“ چونکہ میرے پاس صرف ایک کملی تھی اور ظاہری شان وشوکت کچھ نہیں تھی۔ اس لئے اوّلاً تو میری طرف مرزا متوجہ نہ ہوا اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ: ”انبالہ والے میری نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟“ تو سب نے دست بستہ کہا کہ: ”حضور! آپ کو برحق سمجھتے ہیں۔“ میں نے دل میں کہا کہ بھاری کام ہے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ: ”حضور! میں نے آپ کی اور سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی ؒ کی نسبت استخارہ دیکھا تو آپ کو مقبول پایا اور ان کو مردود۔“ بس یہ سننے سے میرے بدن میں آگ لگ گئی۔ اس لئے کہ توکل شاہ صاحب ؒ پنجاب میں ایک نہایت قابل قدر بزرگ ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور وہ مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

پس فوراً میں نے کہا کہ: تم نے کس طرح استخارہ کیا؟ اس نے کہا کہ: ”ایک کتاب کو کھول کر دیکھا۔“ میں نے کہا: کیا اسے استخارہ کہتے ہیں؟ تو مرزا صاحب فرمانے لگے کہ: ”سائیں! یہ جاہل لوگ ہیں، فال کو استخارہ کہتے ہیں۔“ اسی وقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ: ”مجلس برخاست!“ سب اٹھ کر نیچے چلے گئے۔

میں نے حکیم نورالدین سے کہا کہ: مجھ کو مرزا صاحب سے تنہائی میں ملنا ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ: ''آپ تنہائی میں کسی سے نہیں مل سکتے!'' خیر دوسرے وقت بعد نماز کے کہنے لگے کہ: ''بخاری لاؤ، معالم التنزیل لاؤ! لوگوں نے خدائے تعالیٰ کو بخیل بناڈالا۔ خدائے تعالیٰ سخی ہے، جوّاد ہے، انسانی استعداد میں کوئی رتبہ ایسا نہیں جو انسان پیدا نہیں کر سکتا۔'' میرے دل میں آیا کہ یہ شاید ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔

میں نے کہا کہ: اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ انہوں (مرزا) نے کہا: ''کہو!'' میں نے کہا کہ: آپ جانتے ہیں کہ زمانے کے فقیر جاہل ہوتے ہیں۔ میں بھی نہ عالم ہوں اور نہ مباحث، صرف اپنی تسلی وتشفی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ مراتب انسانی میں پہلا رتبہ مثلاً: مؤمن ہے، پھر ذاکر ہے، پھر عابد، پھر زاہد، پھر ابدال، پھر اقطاب، پھر غوث، پھر فرد الافراد، پھر نبی، پھر رسول، پھر اولوالعزم، تو کیا انسان اپنی استعداد وکوشش سے نبوت بھی حاصل کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے سر بہ زانو ہو کر بہت دیر تک مراقبہ کیا۔ پھر سر اٹھا کر کہنے لگے کہ: ''میرا کلام ولایت کے مقام میں ہے، نبوت تو ختم ہو چکی ہے۔'' میں نے کہا: الحمدللہ! میرا سوءِ ظن جاتا رہا اور معلوم ہو گیا کہ آپ، رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں۔ بس ایک شخص نے کہا کہ: ''مجلس برخاست!'' وہ اٹھ کر اندر حجرے میں چلے گئے اور سب لوگ نیچے اتر آئے۔ پھر دوسرے وقت بھی اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ: ''مجلس برخاست کہ حضور کی طبیعت مکدّر رہتی ہے۔'' سب اٹھ کر چلتے ہوئے، مگر میں بیٹھا رہا۔ مجھ کو لوگوں نے کہا کہ ''اٹھو!'' میں نے کہا کہ: نہیں اٹھتا! تب انہوں نے یعنی مرزا صاحب نے کہا کہ: ''بیٹھنے دو!'' تھوڑی دیر کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہوئے، تب میں نے کہا:

سوال...... میں لوگوں کو آپ کی کیا خبر دوں؟

جواب...... کہ عیسیٰ بیٹے مریم کے مر گئے۔

سوال...... تو کیا آپ ان کے اوتار ہیں؟ کیا تناسخ باطل نہیں ہے؟

جواب...... یہ مطلب نہیں، بلکہ خدائے تعالیٰ ان کا کام میرے ہاتھ سے لے گا۔

سوال...... وہ دجال کو قتل کریں گے، آپ نے کون سے دجال کو مارا؟

جواب...... یہ نصاریٰ جن کی ایک آنکھ حق کی پھوٹی ہوئی ہے، یہ گویا دجال ہیں، ان کا رد کرنا گویا قتل کرنا ہے۔

سوال...... آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات فرما گئے؟

جواب...... قرآن مجید میں ہے: ”فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ“

سوال...... پھر ”وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ“ کے کیا معنی ہوں گے؟

بس ساکت ہوکر بہت دیر تک سر بجیب مراقبہ کر کے فرمایا:

جواب...... یا أحمد انی مبشرک!

سوال...... وحی اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب...... کچھ فرق نہیں۔

سوال...... میں نے سنا ہے کہ وحی میں فرشتہ روبرو ہوتا ہے اور الہام میں صرف پس پردہ ایک آواز ہوتی ہے۔ اس لئے وحی میں خطا نہیں ہوتی اور الہام میں خطا ممکن ہے۔

جواب...... سنی ہوئی بات کا اعتبار کیا ہے؟

سوال...... کیا الہام رحمانی اور شیطانی بھی ہوتا ہے؟

جواب...... ہاں ہوتا ہے!

سوال...... پھر تو الہام میں غلطی ہوسکتی ہے؟

جواب...... مگر اہل اللہ کے پاس ایک مقیاس ہوتا ہے، جس سے وہ خطا اور صواب پہچان لیتے ہیں۔

سوال...... مقیاس کے کیا معنی؟

جواب...... ترازو اور کانٹا!

سوال...... ترازو اور کانٹا خراب ہوگیا ہوتو پھر خطا اور صواب کو کیسے تمیز کریں گے؟

بس ساکت ہوکر سر بجیب مراقب ہوگئے، پھر سر اٹھا کر کہا:

جواب...... اہل اللہ اسے پہچان لیتے ہیں۔

سوال...... شیخ محی الدین ابن عربی ؒ کا کشف کیسا ہے؟

جواب...... صحیح ہے۔

سوال...... وہ اپنے الہام میں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔

پھر بجیب مراقب ہوکر بہت دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا:

جواب...... قرآن کے سامنے سب کا الہام باطل ہے۔ ”فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ“

سوال...... اس کے معنی موت کے کیسے ثابت ہوئے جبکہ معارض آیت میں موجود ہے۔

جواب...... بخاری ؒ نے تو حضرت ابن عباس ؓ تفسیر کرتے ہیں کہ ”ای ممیتنی“

سوال...... بخاری ؒ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے شام میں نزول ہونے کا

ایک باب باندھا ہے۔ وہاں پر آپ کے قادیان کا تو ذکر نہیں ہے۔
بس ساکت ہو گئے اور غصے سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ نہایت غصے سے کہنے لگے کہ:
''عیسیٰ بیٹے مریم کے مر چکے۔''
پس مجھ کو بھی جوش آ گیا اور میں نے کہا:
اچھا! اس پر فیصلہ ہے کہ تم اور ہم دونوں یہاں بیٹھ جائیں اور یا تو تم ہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس لے چلو یا میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کر لیں کہ آپ حیات ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟
بس وہ ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر میں نے کہا کہ: آپ کو خاتمے کا ڈر ہے یا نہیں؟
انہوں نے کہا کہ: ''خاتمے کا تو سب کو ڈر ہے۔''
میں نے کہا کہ: ''بس دعا کیجئے کہ خدائے تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر کرے۔ آمین ثم آمین!''
الغرض! پھر بعد اس مباحثہ کے ایک رقعہ نیچے لکھا کہ ان کو فلاں فلاں کتاب دینا۔ پھر مجھ سے کہا کہ میری کتاب دیکھو۔ میں نے کہا کہ بس میں آپ سے مل چکا اب کتاب دیکھنے سے کیا حاصل؟ میں کتاب کو کہاں اٹھاتا پھروں گا۔ جب میں نیچے آیا تو یہاں کھلبلی مچی ہوئی تھی کہ خدا جانے اوپر کیا کیا باتیں ہوئی ہوں گی۔ پھر میں نے حکیم نورالدین سے کہا کہ تم نے مرزا قادیانی کو کہاں جا کر بٹھا دیا۔ کوئی غوث قطب بنا دیتے تو کوئی بات بھی مانتے۔ لیکن تم نے تو نبی ہی بنا ڈالا۔ تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ آپ ان کی کتابیں دیکھیں۔ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب آپ کی تصنیف کردہ ہیں۔ آپ (صوفی شاہ سلمان) فرماتے تھے کہ وہاں غیر مقلد بہت تھے اور یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ جس نے تقلید چھوڑ دی وہ یا تو مرزائی ہو جائے گا یا نیچری بن جائے گا، یا عیسائی ہو جاوے گا۔ نعوذ باللہ منہا!
آپ (صوفی صاحب) کی توجہ کا یہ اثر تھا کہ ایک مرتبہ جوڑیا بندر کا ایک شخص مرزائی بن گیا تھا اور قادیانی مشن کی طرف سے اس کی تنخواہ ملتی تھی اور وہ لیکچر دیا کرتا تھا۔ چونکہ اس کی ضعیفہ والدہ کو آپ سے عقیدت تھی اس لئے وہ بیچاری بہت پریشان تھی۔ جب آپ نے سنا کہ وہ بمبئی میں لیکچر دے رہا ہے تو آپ نے اس کو بلوایا اور سامنے بٹھا کر کچھ ایسی توجہ ڈالی کہ فوراً بخار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو لٹا دو کچھ دیر کے بعد جب اٹھا تو اس نے توبہ کی اور آپ کا بہت معتقد ہو گیا۔ (باغ عارف ص ۳۰ تا ۳۳)

(۴۲۱)

سلیم (راولپنڈی)، جناب کے. ایم

جناب کے. ایم سلیم صاحب راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ سے تعلق تھا۔ خاندانی نواب تھے۔ تصوف کی لائن اختیار کی تو نوابی کو بھی مشرف بہ سنت نبوی کردیا۔ زہے نصیب! خوب پڑھے لکھے آدمی تھے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت بھرا تعلق تھا۔ چنانچہ آپ نے ختم نبوت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ردقادیانیت پر تصانیف کے انگلش میں تراجم کئے۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کی جو کاپی افریقی سفر سے ملی۔ اس کی تمام فائلوں پر انگریزی کو اردو کے سانچہ میں آپ نے ڈھالا تھا۔ قادیانی گروہ کے چیف گرو مرزا طاہر نے مباہلہ کا چیلنج دیا تو جناب کے ایم سلیم صاحب نے ''بوم نامہ'' کے نام پر مباہلہ کا جواب تحریر فرمایا۔ مکمل نام ہے: مرزا طاہر قادیانی کی تحریر مباہلہ کے جواب میں ''بوم نامہ'' مرزا طاہر (پوتا) اور مرزا غلام احمد (دادا) کے ارشادات میں دلچسپ تقابل اور ٹائٹل پر فارسی میں یہ تعارف تحریر فرمایا۔

''مقام حیرت است کہ بوم بزرگ چہ آواز کردہ بوداو اکنوں بچہ اش چہ سرائید بنابریں مناسبت ایں کتابچہ موسوم بہ ''بوم نامہ'' کہ فرمودات ہر دو مہتر و کہتر احاطی کند دال است بر ضلالت خوانوادہ گم گشتہ ایشاں۔ واللہ الموفق'' یہ پمفلٹ محاسبہ قادیانیت کی جلد چہارم میں شامل اشاعت ہے۔

(۴۲۲)

سلیم ساقی، جناب محمد

لاہور کے جناب محمد سلیم ساقی تھے جو مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز تھے۔ انہوں نے ''مرزا قادیانی کا پوسٹ مارٹم'' اور ''مرزا طاہر قادیانی و دیگر منافقین و مرتدین وزندیقین عالم (مرزائی) سے چیلنج کو چیلنج'' کے نام سے قادیانیوں کے خلاف دو کتابچے تحریر فرمائے۔

(۴۲۳)

سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی محمد

(پیدائش ۱۸۶۸ء ...... وفات: ۳۰ رمئی ۱۹۳۰ء)

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کا مختصر شجرہ نسب یہ ہے: محمد سلیمان بن احمد شاہ بن معزالدین بن باقی باللہ......!

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے خاندان کے ایک بزرگ کا نام پیر محمد تھا۔ وہ عہد مغلیہ میں دہلی کے منصب قضا پر فائز تھے اور منصب کی رو سے انہیں قاضی کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد خاندان کے ہر فرد کو قاضی کہا جانے لگا اور یہ خاندان ''قاضی خاندان'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔

آگے چل کر ان کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ علوی ہوئے۔ لیکن آپ نے اپنے نام کے ساتھ کبھی ''علوی'' نہیں لکھا۔

قاضی محمد سلیمان کے پردادا قاضی باقی باللہ ضلع فیروز پور (موجودہ ضلع فریدکوٹ مشرقی پنجاب) کے ایک چھوٹے سے گاؤں بڈھیمال میں اقامت گزیں تھے اور تیرھویں صدی ہجری کے معروف عالم و عابد حضرت غلام علی شاہ مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔ ان کے حکم کے مطابق انہوں نے بڈھیمال کی سکونت ترک کر کے منصور پور کو تبلیغ دین کا مرکز بنایا اور اس نواح میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔

قاضی باقی باللہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم دین اور تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ ان کے اتقا اور تدین کے متعلق پرانے لوگوں اور ان کے خاندان میں بہت سی عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں جن کے تذکرے کی یہاں گنجائش نہیں۔

منصور پور جسے قاضی باقی باللہ نے اپنا مرکز تبلیغ قرار دیا، سابق ریاست پٹیالہ (موجودہ ضلع پٹیالہ) کا ایک پرانا تاریخی قصبہ ہے جو ہندوستان کی تغلق حکومت کے دور سے آباد ہے اور انبالہ بھٹنڈا ریلوے لائن پر پٹیالہ سے بتیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قاضی باقی باللہ کے بیٹے قاضی معزالدین بھی باپ کے ساتھ تبلیغ دین میں مشغول رہے۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسب معاش کا ذریعہ کھیتی باڑی تھا۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور سے باہر نکل کر قرب و جوار کے قصبات و دیہات تک پھیل

چکا تھا۔لوگ دور دور سے احکام شرعیہ سیکھنے اور اوامر و نواہی سے باخبر ہونے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے والد گرامی قاضی احمد شاہ جو ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔اپنے باپ دادا کی طرح علم وعمل اور تقویٰ وصالحیت کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ باعمل عالم، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔دو حج کئے۔ پہلا حج ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں کیا۔دوسرا حج ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء) میں۔

قاضی احمد شاہ ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ (۱۹ فروری ۱۹۱۰ء) کو پٹیالہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ۱۸۶۷ء (۱۲۸۴ھ) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔والد کی طرح والدہ بھی نہایت صالحہ اور عبادت گزار خاتون تھیں۔اپنے بیٹوں کو وضو کر کے دودھ پلایا کرتی تھیں۔قاضی صاحب نے قرآن مجید اور اس دور کی مروجہ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی قاضی احمد شاہ سے حاصل کی۔ باقی علوم اس دور کے مختلف اہل علم سے پڑھے۔جن میں موضع کوم (ضلع لدھیانہ) کے ایک عالم دین مولانا عبدالعزیز کومی کا نام نامی بھی شامل ہے۔

۱۸۸۴ء میں قاضی صاحب نے مہندرا کالج (پٹیالہ) کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل کا امتحان دیا اور یونیورسٹی میں اوّل آئے۔ یہ سرکاری طور پر فارسی کی اعلیٰ تعلیم کا امتحان تھا۔قاضی صاحب کی عمر اس وقت سترہ برس تھی۔اس عمر میں وہ علوم عربیہ دینیہ اور فارسی کی اعلیٰ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔سرکاری ملازمت کے دائرے میں آنے کی عمر قانونی لحاظ سے کم از کم اٹھارہ سال تھی۔لیکن قاضی صاحب اس سے چھ مہینے کم یعنی ساڑھے سترہ برس کی عمر میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے تھے۔دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ان کی ملازمت کا آغاز ریاست پٹیالہ کے محکمہ تعلیم کے سپرنٹنڈنٹ کے طور پر ہوا تھا اور وہ اس وقت ریاست کے تمام اہلکاروں سے کم عمر تھے۔یہ ۱۸۸۵ء کی بات ہے۔

کم وبیش پندرہ سال وہ ریاست کے محکمہ تعلیم میں خدمت انجام دیتے رہے۔ان کے حسن کار اور طریق عمل کے نہ صرف محکمہ تعلیم کے چھوٹے بڑے منصب دار مداح تھے۔ بلکہ دیگر سرکاری محکموں سے تعلق رکھنے والے اہلکار بھی ان کی کارکردگی کو سراہتے اور اپنی مجلسوں میں بطور مثال اس کا ذکر کرتے تھے۔

بعد ازاں محکمہ تعلیم سے قاضی صاحب کو عدلیہ کے محکمے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔اس کے بعد قاضی صاحب تمام عمر عدلیہ میں رہے اور تھوڑے عرصے میں اتنی ترقی کی کہ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج بنا دیئے گئے۔ان نازک ترین محکمے میں ان کی زندگی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

لیکن ان کی تفصیلات میں جانے کا یہ محل نہیں۔ سرکاری امور میں انتہائی مصروفیت کے باوصف قاضی صاحب نے علمی و تصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رکھیں۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ وغیرہ متعدد اہم عنوانات پر انہوں نے جس اسلوب میں اظہار خیال فرمایا۔ وہ اچھوتا اور منفرد نوعیت کا ہے۔ عیسائیت اور مرزائیت کے مختلف پہلوؤں کو بھی انہوں نے موضوع تحقیق بنایا اور اس موضوع پر لاجواب کتابیں لکھیں۔ ان میں سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر رحمۃ اللعالمین کو برصغیر پاک و ہند میں خوب شہرت حاصل ہوئی۔

۱۹۳۰ء کو سفر حج سے واپسی پر بحری جہاز میں بیمار ہوئے۔ آہ! اس بحر ہستی میں خدا جانے کتنے جہاز ڈوبے اور ڈوبیں گے۔ حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ علامہ دوراں محقق زماں شخصیت تھے۔ قدرت نے آپ کو دینی و دنیاوی دونوں علوم سے بہرور فرمایا تھا۔ آپ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج بھی رہے۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ سیرت النبی ﷺ پر آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ''رحمۃ اللعالمین'' ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزی دور استبداد میں اپنی جھوٹی مسیحیت و نبوت کے جھوٹے دعویٰ کئے۔ مرزا قادیانی ملعون کی توضیح مرام، فتح اسلام اور ازالہ اوہام کے رد میں آپ نے اپنی گرانقدر کتاب ''غایت المرام'' تصنیف فرمائی۔ اس کے سات ابواب ہیں۔ جن کی تفصیل آپ فہرست میں ملاحظہ کریں گے۔

پوری کتاب انتہائی تہذیب و متانت سے مرزا قادیانی کے دعاوی جدیدہ کے رد میں عالمانہ مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ شائع ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے مقام اعزاز ہے کہ ایک سو گیارہ سال بعد اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۶ میں شائع کیا گیا۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت اوّل کے بعد سترہ سال تک مرزا قادیانی زندہ رہا۔ لیکن جواب دینے کی اسے جرأت نہ ہوئی۔ مصنف مرحوم نے یہ کتاب لکھ کر مرزا قادیانی کے کفر پر اتمام حجت کر دیا۔

فلحمدللہ اولاً وآخراً!

تائید الاسلام

یہ کتاب ''تائید الاسلام'' دراصل پہلی کتاب غایت المرام کا حصہ دوم ہے۔ مرزا قادیانی ملعون نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں دجل و فریب سے تیس آیات قرآنی میں تحریف و تلبیس کر کے بزعم خود ان سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا چاہی۔ یہ کتاب دراصل

انہیں تیس آیات قرآنی کے صحیح مفہوم ومعانی بیان کرنے اور مرزا قادیانی کے دجل وفریب کو تارتار کرنے کے مباحث پر مشتمل ہے۔اسی ضمن میں بے شمار دیگر مفید وبرمحل مباحث بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں مصنف مرحوم نے تحریر فرمائی اور اس زمانہ میں شائع بھی ہوگئی۔پہلے ایڈیشن کے ص۱۱۶ پر آپ نے ایک پیش گوئی شائع فرمائی۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

''(بموجب حدیث شریف) حضرت مسیح علیہ السلام مقام روحاء میں آکر حج وعمرہ (احرام باندھیں گے اور نیت) کریں گے۔میں (مصنف) نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا قادیانی کے نصیب میں نہیں۔میری اس پیش گوئی کو سب صاحب یاد رکھیں۔''
(احتساب قادیانیت جلد۶ ص۲۶۹)

اس کتاب کے شائع ہونے کے دس سال بعد تک مرزا قادیانی (م۱۹۰۸ء) زندہ رہا۔ لیکن مرزا قادیانی کو حج کرنا نصیب نہ ہوا۔مرزا قادیانی مدعی مسیحیت ونبوت نے جتنی پیش گوئیاں جس زور سے پیش کیں۔اس سے کہیں زیادہ طاقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا۔اس کی ایک بھی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔لیکن اس کے مدمقابل حق تعالیٰ کی رحمت کے سہارے پر رحمت دوعالم ﷺ کے ایک امتی (قاضی سلمان صاحب) نے ایک پیش گوئی کی جو نہ صرف پوری ہوئی بلکہ مرزا قادیانی کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کرگئی۔یہاں ایک وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی طرف سے پیش کردہ وفات مسیح پر تیس آیات کے صحیح مفہوم اور مرزا قادیانی کے دجل وافتراء کو واضح کرتے ہوئے کتاب میں آیت نمبر۲۸ کا جواب شائع نہ ہوسکا۔غالباً کاپیاں جوڑتے ہوئے یا اشاعت دوم میں (جو ہمیں میسر آئی) یہ ہوا۔فقیر نے نمبر۲۸ کے جوابات لکھ کر اس میں شامل کردیئے ہیں۔یہ کتاب ۱۸۹۸ء کی ہے۔اب اسے ایک سو چار سال بعد شائع کرنا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے مقام شکر اور باعث افتخار ہے۔
فلحمدللہ اوّلاً وآخراً!

آپ کی ردقادیانیت پر تیسری تصنیف ''مرزا قادیانی اور نبوت'' ہے۔یہ تینوں یکجا اپریل ۲۰۰۲ء میں شائع کرنے کی سعادت عالمی مجلس کو حاصل ہوئی۔اس پر علامہ خالد محمود صاحب نے تحریر فرمایا:

''مرزا غلام احمد قادیانی گو اپنی ذات میں اور اپنے علم میں کوئی بڑا آدمی نہ تھا لیکن انگریزی علمداری نے اسے اپنے وقت میں ہی اس مقام پر لاکھڑا کیا تھا کہ اس کے مکروفریب کے پردے چاک کرنے کے لئے اس وقت کے بڑے بڑے آدمی ختم نبوت کے پرچم تلے آجمع

ہوئے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان بڑے لوگوں کی فہرست میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۲ھ) کا نام بھی محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو قلب سلیم، عزم صمیم اور قلم مستقیم کی دولت دے رکھی تھی۔ اس کا شاہکار ''رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم'' کسی صاحب علم سے مخفی نہیں ہے۔ آپ اسی عزم صمیم کے ساتھ قادیانیت کے مقابل صف آراء ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس کی کتاب ازالہ اوہام کا جواب دو حصوں میں رقم فرمایا۔ اب ان کی ان خدمات پر ایک صدی پوری ہورہی ہے۔ ضرورت تھی کہ ماضی کے یہ چھپے موتی پھر سے برسر عام لائے جائیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی چھٹی جلد میں مولانا مرحوم اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات کو شائع کر کے عصر حاضر کے مسلمانوں کو بھی ان علوم اور تحقیقات سے متمتع اور آشنا ہونے کا موقع دیا ہے جو پوری امت کے لئے ''سرمہ بصیرت'' ہے۔ جس کی اس دور میں بھی ضرورت تھی۔ راقم الحروف، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اس عظیم علمی خدمت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ یہ اس عظیم علمی خدمت کا اقرار ہے جس کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ہمیشہ بلا کسی مسلکی امتیاز کے ختم نبوت کے ہر مجاہد اور کارکن کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ میرا دل بے اختیار اس پر ہدیہ تحسین پیش کرتا ہے۔'' (خالد محمود)

(۴۲۴)

سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش: ۲۲؍نومبر ۱۸۸۴ء، بہار ...... وفات: ۲۲؍نومبر ۱۹۵۳ء، کراچی)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، معروف مؤرخ اور عظیم سیرت نگار تھے۔ تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا۔ بھوپال میں چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) اور بھوپال جامعہ کے صدر نشین رہے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے مہتمم اور ماہنامہ معارف کے بانی مدیر تھے۔ متعدد گرانقدر کتب کے مصنف تھے۔ آپ کی وفات پر آپ کے جاری کردہ رسالہ ماہنامہ معارف

اعظم گڑھ دسمبر۱۹۵۳ء میں ذیل کا تعزیتی مضمون شائع ہوا۔

''رفتی و از رفتن تو عالمے تاریک شد تو مگر شمعی چو رفتی بزم برہم ساختی

آہ! گذشتہ مہینہ ۲۲ر نومبر کی رات کو کراچی ریڈیو اسٹیشن سے یہ جانکاہ خبر بجلی بن کر گری کہ حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے ۲۲ اور ۲۳ کی درمیانی شب کو ساڑھے سات بجے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ یہ خبر وابستگان دامن سلیمانی کیلئے ایسی ناگہانی اور ہوش ربا تھی کہ کچھ دیر تک سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا ہوگیا۔ مگر مشیت الٰہی پوری ہوکر رہی اور بالآخر یقین کرنا پڑا کہ اس مسیحا نفس نے بھی جان جان آفرین کے سپرد کردی جو عمر بھر اپنی زبان وقلم سے مردہ دلوں میں روح حیات پھونکتا رہا اور امراض ملت کا وہ ماہر طبیب اٹھ گیا۔ جس نے اس کے ناتواں جسم میں نئی طاقت وتوانائی پیدا کی۔ وہ چشمۂ فیض خشک ہوگیا جس کی آبیاری سے دین وملت کا چمن سیراب تھا۔ وہ شیخ کامل اٹھ گیا۔ جس نے دلوں کی دنیا منور کی۔ وہ شمع خاموش ہوگئی جو نصف صدی تک علم وفن کی ہر مجلس میں ضیا بار رہی۔ وہ تاجدار رخصت ہوگیا۔ جس کا سکہ علم وفن کی پوری اقلیم میں رواں تھا۔ اسلامی علوم کا وہ امام ومجدد اٹھ گیا۔ جس نے ان کو نئی زندگی بخشی۔ مذہب اسلام کا وہ متکلم اور اسلامی تاریخ وتمدن کا وہ محقق اٹھ گیا جس نے ان کو ان کی اصل شکل اور نئے لباس میں جلوہ گر کیا۔ پیغام محمدی کا وہ شارح وترجمان خاموش ہوگیا۔ جس نے اپنی بصیرت سے اس کے اسرار وحکم بے نقاب کئے اور اس کی ذات جامع الصفات پر علوم کی جامعیت کا خاتمہ ہوگیا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

وہ مذہب وسیاست، علم وفن، تالیف وتصنیف، تعلیم وتدریس، تقریر وتحریر، انشاء وخطابت، وعظ وپندار، شاد وہدایت ہر مجلس کا صدر نشیں اور اپنے علمی کمالات میں ائمہ سلف کی یادگار تھا۔ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، مغازی وسیرت، طبقات وتراجم، تاریخ وجغرافیہ، شعر وادب جملہ فنون پر اس کی نظر مجتہدانہ اور اس کے زبان وقلم کی روانی وحکمرانی یکساں تھی اور ان میں وسعت ودقت نظر فہم وبصیرت تلاش وتحقیق اور مہارت فن کی ایسی یادگاریں چھوڑیں جو مدتوں علمی دنیا کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ اس کے علمی کمالات کا لوہا دنیا سے اسلام کے نامور علماء اور یورپ کے مستشرقین تک مانتے تھے۔

وہ جدت وقدامت کا سنگم، اسلامی علوم کے ساتھ جدید افکار وتصورات نئے رجحانات اور عہد حاضر کی تحریکات سے پوری طرح واقف اور تلاش وتحقیق اور نقد ونظر کے جدید طریقوں کا بھی ماہر تھا۔ اس دور کا وہ پہلا متکلم ہے جس نے اسلامی علوم اور مذہبی عقائد وخیالات پر فکر وتدبر اور ان کی تعبیر وترجمانی کا ایسا حکیمانہ طریقہ اختیار کیا کہ دین ومذہب، نقل وروایت اور سلفیت

وقدامت کی روح کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوئے ان سے عقل و درایت اور جدت و روشن خیالی کی نقیض مثاوی۔ ان کو ان کا معاون و مددگار بنادیا اور مذہب اسلام، اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب وثقافت کے معترضین اور نکتہ چینوں کی جہالت کا پردہ چاک کر کے ان کو ایسے حکیمانہ اور دلنشین انداز میں پیش کیا کہ مخالفین ومنکرین بھی ان کی عظمت ماننے پر مجبور ہو گئے اور علمائے امت نے بھی اس کو تحسین کی نظر سے دیکھا اور اس طرز فکر اور طریقہ تعبیر کی ایسی شاہراہ قائم کردی کہ آج اس راہ کے سارے راہرو اسی راستہ پر گامزن ہیں۔

اس کی ذات میں روشن ضمیری و روشن دماغی ذوق کے تنوع علوم کی جامعیت عقائد میں رسوخ و پختگی، اعمال میں استقامت، ثقاہت ومتانت، قلب و نظر کی وسعت، مسلک میں اعتدال وتوازن، لوچ اور نرمی، احسن مذاق اور لطافت مزاج کا ایسا عجیب وغریب واجتماع تھا کہ طبقہ علماء میں اس کی نظیر مشکل سے ملے گی اور اس مسلک اعتدال کا وہ مبلغ بھی تھا۔ اس لئے مختلف مشرب ومسلک کے مسلمانوں میں وہ مقبول رہا۔

اس کا مزاج ومذاق ابتداء سے دینی تھا۔ کسی دور میں بھی اس کا قدم جادہ مستقیم سے نہ ہٹا اور عمر کے ساتھ ساتھ یہ رنگ برابر گہرا ہوتا گیا اور آخر میں تو سیرۃ النبی کی برکت اور سلوک وتصوف کے فیض سے ہو بہو سلف صالحین کی تصویر اور سراپا کیف واثر بن گیا تھا۔ اس کی صحبت میں بیٹھ کر اس کی باتیں سن کر اس کی صورت دیکھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی تھی۔ اس کے اعمال واخلاق خلق عظیم کی عملی تفسیر تھے۔ وہ فطرۃً پاک دل، پاک طینت، سراپا شرافت وانسانیت، سراپا خلق ومروت، سراپا مہر ومحبت اور سراپا جمال تھا۔ عزیزوں کا معان ومددگار دوستوں کا ہمدرد وغمگسار اور غریبوں اور بے کسوں کا ہمدم وغمخوار تھا۔ ضبط وتحمل کا پہاڑ، ایثار وقربانی کا پیکر اور عفو ودرگذر کی تصویر تھا۔ اس کو خدا نے حقیقی بڑائی بخشی تھی۔ اس لئے مصنوعی اور خودساختہ بڑائی کے پیچھے کبھی نہیں پڑا اور دنیاوی جاہ واقتدار کی ہوس سے ہمیشہ دور اور کبر ونخوت سے نفور رہا۔

اس کی پوری زندگی ایثار وقربانی اور حلم وعفو کا نمونہ تھی اور یہ وصف حد اعتدال سے بڑھ گیا تھا۔ اس کا سینہ بے کینہ اور اس کا دل ایسا شفاف ومجلی آئینہ تھا، جس میں دشمن کے لئے بھی گرد کدورت کی گنجائش نہ تھا۔ اس نے قدرت واختیار کے باوجود کبھی دشمنوں سے بھی انتقام نہیں لیا اور بداندیشوں کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کی اور اس کے لئے ہر نقصان گوارا کیا اور بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ اس لئے وہ محبوب القلوب تھا اور اس کی عزت ومحبت دلوں میں جاگزیں تھی، جو عنداللہ اس کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی سند ہے۔ قلم اس کے کمال وجمال

کی مصوری سے عاجز و درماندہ ہے۔اس کی جو تصویر کھینچی جائے گی وہ ناقص و ناتمام ہی ہوگی۔

ہر چند مدحت ی کنم لیکن ازاں بالاتری

ملک وقوم دین وملت اور علم وفن کا کوئی رخ اور کوئی پہلو بھی اس کے خدمات سے خالی نہیں ہے۔اس راہ میں اس کے کارنامے بڑے عظیم الشان اور گوناگوں ہیں۔اس لئے اس کی موت درحقیقت ایک حادثہ نہیں مجموعہ حوادث ہے اور اس کا ماتم ایک شخص ایک صوفی ایک کمال ایک قوم اور ایک ملک کا ماتم نہیں بلکہ دین ومذہب کا ماتم ہے۔ملک وملت کا ماتم ہے۔فضل وکمال کا ماتم ہے۔علم وفن کا ماتم ہے۔خلق وشرافت کا ماتم ہے اور پوری ملت اسلامیہ اس کے غم میں سوگوار ہے کہ آج غزالی ورازی ابن تیمیہ وابن قیم رومی وسنائی شاہ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی یادگار دنیا سے اٹھ گئی اور شبلی کی مسند ویران ہوگئی۔ایسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

سرور رفتہ باز آید کہ ناید نسیمے از حجاز آید کہ ناید
برفت از بزم عرفان آن حکیمے دگر دانائے راز آید کہ ناید"

"یاد رہے کہ سید سلیمان ندوی مرحوم پاکستان بننے کے بعد کراچی سے جامعہ خیرالمدارس ملتان کے دورہ پر تشریف لائے۔حضرت سید صاحب،حضرت مولانا محمد شفیع کراچوی، حضرت مولانا شبیر علی تھانوی تینوں حضرات حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کی دعوت پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ ملتان تشریف لائے اور اس موقعہ پر تینوں حضرات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکنیت فارم بھی پر کیا۔" (مقدمہ روئیداد مجلس تحفظ ختم نبوت ۱۳۷۳ھ)

(۴۲۵)

سہول خان بھاگل پوری ؒ،مولانا محمد

(وفات:۱۹۴۸ء)

مولانا محمد سہول پور یلی ضلع بھاگل پور بہار کے رہنے والے تھے۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ،حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلوی ؒ،حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ، مولانا لطف اللہ علی گڑھی ؒ ایسے حضرات سے تعلیم حاصل کی۔بہار،کلکتہ،سلہٹ،پٹنہ کے بڑے بڑے مدارس میں پڑھایا۔۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔دارالعلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے۔اس زمانہ میں ۱۲رصفر ۱۳۳۱ھ کو آپ نے"القول

الصحیح فی مکائد المسیح" کے نام سے فتویٰ مرتب کیا جس پر پورے ہندوستان کی دینی قیادت نے دستخط کئے۔ فتویٰ کیا ہے گویا پورے ہند کی تمام قیادت، تمام مکاتب فکر نے مرزا قادیانی کے کفر پر اجماع منعقد کیا۔ یہی فتویٰ بہاولپور عدالت میں سید انور شاہ کشمیریؒ نے پیش فرمایا۔ "فتاویٰ ختم نبوت" جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

(۴۲۶)

سید میر (گجرات)، جناب

سید میر ساکن ملک پور چاہڑہ ضلع گجرات کے تھے۔ قادیانیوں کے خلاف رسالہ لکھا۔ "مرزائی امت کی عقلمندی ودانائی" مئی ۱۹۷۱ء میں طبع ہوا۔ اس میں پنجابی میں نظمیں ہیں۔

(۴۲۷)

سیف الاسلام دہلوی، جناب

آنجناب نے ردقادیانیت پر کتاب لکھی جس کا نام "خاتم الانبیاء" اس کے ۲۶۴ صفحات ہیں۔ فیش محل روڈ، پیر کی بازار لاہور سے شائع کی۔ قرآن مجید اور عقلی ولائل سے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت پر استدلال کیا ہے۔

(۴۲۸)

سیف الرحمٰن خان نذیر (سمندری)، جناب

جناب سیف الرحمٰن خان نذیر جامع اہل حدیث چک ۲۲۷ گ.ب تحصیل سمندری کے تھے۔ انہوں نے فروری ۱۹۵۵ء میں قادیانیوں کے رد میں رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام "مرزا قادیانی کی عملی زندگی" رکھا جو کہ محاسبہ قادیانیت کی جلد۴ میں شامل ہے۔

(۴۲۹)

سیف الرحمٰن مجذوب حصاروی، جناب شاہ

میر احمد شاہ سیکرٹری میونسپل کمیٹی لدھیانہ کا ایک بیان رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں شائع ہوا

تھا۔اس کو ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ: مجھے جون ۱۸۹۱ء میں حصار جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک دوست سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی باخدا بزرگ بھی ہیں؟ اس نے کہا: ''ہاں! شاہ سیف الرحمٰن نامی ایک مجذوب رہتے ہیں، جو جذب کی حالت میں بہت سی باتیں کہا کرتے ہیں۔ ان کے سامنے اظہار مدعا کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ جو بات دریافت کرنی ہو اس کا تصور کر لینا چاہئے۔ وہ خود بخود اپنی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی ہے۔اس کا جواب دے جاتے ہیں اور صرف سائل ہی اس امر کو سمجھ سکتا ہے۔'' میں اور وہ دونوں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے بیٹھتے ہی اپنے دل میں خیال کیا کہ قادیان کے مرزا قادیانی کے متعلق ملک میں ہنگامہ بپا ہے۔ بعض لوگ ان کو مہدی اور مسیح سمجھتے ہیں اور اکثر کو ان کے دعاوی کی صحت وصداقت سے انکار ہے۔کیا وہ حق پر ہیں یا باطل پر؟ اس وقت شاہ صاحب کچھ اور باتیں کر رہے تھے۔تھوڑی دیر میں فرمانے لگے کہ: ''ایک تو انگریزوں کا عیسیٰ بن گیا اور دوسرا بھنگیوں کا پیر بن گیا۔'' اس کے بعد بہت سخت کلامی کی اور حالت غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک حجرے کی طرف چل دیئے۔ اور آیت: ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار '' بار بار پڑھ کر سخت کلامی کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دوست کے ساتھ واپس آیا۔راستے میں اس نے پوچھا: تم نے کس بات کا تصور کیا تھا کہ شاہ صاحب اتنے غضب ناک ہوگئے؟ میں نے اسے بتایا کہ مرزائے قادیانی کی نسبت خیال کیا تھا۔ کہنے لگے: ہاں! شاہ صاحب نے مرزا سے ان الفاظ میں اظہار نفرت کیا ہے۔میں نے حصار والوں سے اس قسم کے بے شمار واقعات سنے ہیں۔اگر کسی شخص کو میرے بیان میں شک ہو تو وہ خود حصار جاکر مشرف بزیارت ہوں اور شاہ صاحب کا تجربہ کرلیں۔''

(اشاعۃ السنۃ ج۱۸ ص۲۱۱،۲۱۲، رئیس قادیان ج۲ ص۱۳۶،۱۳۷)

(۴۳۰)

سیکرٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس

۱...... ''حقیقت مرزائیت (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۲)'' انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا دوسرا پمفلٹ ہے۔جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔

۲...... ''نزول المسیح اور مسئلہ ختم نبوت پر دلکش بحث (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۳)'' انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا تیسرا پمفلٹ ہے۔ جو ۱۳۵۲ھ میں شائع

ہوا۔ اکیاسی سال بعد دوبارہ اس کی احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں اشاعت، محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

۳...... ’’انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۴‘‘ جس میں اشتہار مرزا ’’مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ‘‘ پر ایک قطعی وفیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور اس کے متعلق تمام قدیم وجدید قادیانی ولاہوری تحریروں کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔

۴...... ’’انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۵ (مولوی غلام احمد مرزائی کے بعض جوابات پر نظر)‘‘ مولانا محمد ابراہیم خطیب مسجد شاہ بنارس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق قادیانیوں سے کچھ سوالات کئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک قادیانی مرید جس کا نام بھی مرزا قادیانی کے نام پر تھا۔ یعنی یہ مرید مرزا کا ہم عقیدہ اور ہم نام تھا۔ مولوی غلام احمد قادیانی، ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی غلام احمد قادیانی میں امتیاز کے لئے مولوی غلام احمد کو مرزائی لکھا ہے۔ (کہیں قادیانی بھی رہ گیا ہوگا) اس مولوی غلام احمد مرزائی نے مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب شاہی مسجد کے سوالات کے اپنے طور پر جواب دیئے۔ جس پر انجمن اشاعت الاسلام بنارس نے یہ پمفلٹ لکھ کر مولوی غلام احمد مرزائی کے جواب کا جواب الجواب لکھا ہے۔ یہ اکتوبر ۱۹۳۳ء کا شائع شدہ رسالہ ہے۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شائع ہوا۔ فالحمدللہ!

۵...... ’’جواب دعوت (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۶)‘‘ بنارس کے ایک قادیانی نے ’’دعوت الی الحق‘‘ کے نام سے پمفلٹ لکھ کر مسلمانوں کو قادیانی بننے کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں اکتوبر ۱۹۳۳ء میں یہ رسالہ لکھا گیا۔

۶...... ’’معیار نبوت (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۷)‘‘ اس میں آنحضرت ﷺ کی دس پیش گوئیوں کا تذکرہ کر کے مرزا قادیانی کی دس پیش گوئیوں کو پرکھ کر غلط ثابت کیا ہے۔ ۱۹۳۳ء کا شائع کردہ رسالہ ہے۔

۷...... ’’نور اسلام (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۸، ۹، ۱۰، ۱۱)‘‘ بنارس میں مولوی غلام احمد مرزائی رہتا تھا۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ مجاہد کا لاحقہ لگا رکھا تھا۔ اس نے ظہور الامام ۲، ۳، ۴، ۵ رسائل لکھے۔ ان تمام رسائل کا جواب یہ رسالہ ہے۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں پہلی بار اشاعت پذیر ہوا۔

۸...... ’’دفع ادہام از ظہور امام (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۱۲)‘‘ حق تعالیٰ

کے فضل سے نمبر۱۰ سے ۱۷ تک انجمن اشاعت الاسلام بنارس کے ٹریکٹ ہائے نمبر۲ سے ۱۲ تک مکمل یہاں جمع ہوگئے۔ افسوس کہ ٹریکٹ نمبرا نہ ملا۔ اس رسالہ ''دفع اوہام'' میں قادیانی مولوی غلام محمد مجاہد کے رسالہ ظہور امام نمبرا کا جواب دیا گیا ہے۔ نمبر۱۶ میں ظہور امام ۲ تا ۵ تک کا جواب تھا۔ اس میں ایک کا جواب ہے۔ گویا قادیانی مولوی مجاہد کے رسائل ظہور امام کے پانچوں رسائل کا انجمن اشاعت الاسلام بنارس نے جواب دے کر ان کو ٹھنڈا کر دیا۔ حق تعالیٰ ان رسائل کے فاضل مؤلف کی تربت پر کروڑوں رحمتیں فرمائیں کہ ان کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ ۱۲ رسائل میں کہیں اپنے نام کی ہوا نہیں لگنے دی۔ ''نیکی کر دریا میں ڈال'' کا یہ لوگ مصداق تھے۔ ان کی محنتوں سے آج قادیانیت سرنگوں ہی نہیں بلکہ زیر قدوم ہے اور یہ آٹھ ٹریکٹ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللہ!

(ش)

(۴۳۱)

شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا

(وفات: ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء)

اس افتراق وتشتت کی مسموم فضا میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ وہ اس دھرتی پر اتحاد بین المسلمین کا نشان تھے۔ ان کی ذات گرامی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ تمام مکاتب فکر کے لئے ان کی ذات گرامی قابل احترام تھی۔ انہوں نے اس مشکل وقت میں تمام مسالک ومکاتب فکر کو ایک سٹیج پر جمع کر کے قابل رشک کارنامہ سرانجام دیا۔ ان کی گوناگوں شخصیت کا ہر پہلو آبدار موتی کی طرح تابندہ وورخشندہ ہے۔ ان کی شخصیت عشق رسالت ﷺ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے وصف خاص اور امتیازی نشان عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں، جس پر وہ پوری امت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق تھے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر وباطن ایک تھا۔ وہ جس کام کو کرتے دل

وجان سے اسے دین سمجھ کر کرتے تھے۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو وہ اپنا مقدس مشن سمجھتے تھے۔ان کو یہ مشن اپنے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ؒ سے ورثے میں ملا تھا۔حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ؒ نے ردقادیانیت پر دوگرانقدر رسالے تحریر کئے۔ضلع گورداسپور مرزاغلام احمد قادیانی کی جنم بھومی میں ان کے کئی تبلیغی دورے ہوئے۔ان اسفار میں مناظر اسلام حضرت مولانالال حسین اختر ؒ ساتھ تھے۔

مناظر اسلام حضرت مولانالال حسین اختر ؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔۱۹۵۳ء کی تحریک کی نیو اٹھانے والوں میں صف اوّل میں نہ صرف شریک تھے، بلکہ اس کے بنیادی رکن رکین تھے۔اس زمانہ کے حالات سناتے ہوئے حضرت مولانالال حسین اختر ؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ بڑے قدر شناس اور اپنے بزرگوں کے رفقاء کے بہترین قدردان ہیں۔ حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ نے جب ان سے ذکر کیا کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ؒ کے ساتھ میرے فلاں فلاں سفر ہوئے تو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ ہمیشہ حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ کو چچا جان یا چچا حضور کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی ؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری ؒ نے ملک بھر میں ختم نبوت کے جھنڈا کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور دیگر اکابر کے ساتھ بلند کیا۔اور آخری سانس تک ختم نبوت کے پرچم کو لہراتے رہے۔لیکن اس تحریک میں کراچی کی سطح تک حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کی خدمات بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مجاہد اسلام حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ اور ان کے گرامی قدر تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کی دینی مثبت سوچ اور بلند کرداری نے پوری تحریک کو ملک بھر میں فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے شعلہ جوالا بنادیا۔اس تحریک میں جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا اس وقت قائد حزب اختلاف حضرت مولانا مفتی محمود ؒ تھے۔حزب اختلاف کی طرف سے قرارداد پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کو بخشی۔قومی اسمبلی میں قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر کے محضر نامہ کے جواب میں ”ملت اسلامیہ کا موقف“ پڑھنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ؒ کو عنایت فرمائی۔جناب پروفیسر غفور احمد ؒ، جناب چوہدری ظہور الٰہی ؒ یہ پوری ٹیم یک جان

ویک زبان تھی۔ باہمی تقسیم کار کے تحت ایک دوسرے کے لئے دل و جان ایک کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ نے اس تحریک کے بعد اندرون و بیرون ملک جو دورے کئے۔ ان کا نکتہ آغاز و نکتہ اختتام فتنہ قادیانیت کا محاسبہ ہوتا تھا۔ ان گنت قادیانیوں نے ان کے ہاتھ پر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے بعد حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ نے ختم نبوت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور اقتدار میں قادیانیوں نے پرپرزے نکالنے شروع کئے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کے ہمراہ کراچی میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ سے ملاقات کی۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ نے اپنی نیابت کے لئے حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمی رحمہ اللہ کو اس کام کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کی کامیابی میں تمام مکاتب فکر کے اکابر کی طرح ان حضرات کی سنہری خدمات سے کون انکار کر سکتا ہے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجراء کے بعد حضرت نورانی میاں رحمہ اللہ قادیانی فتنہ کے احتساب کے لئے پہلے سے زیادہ چوکنے ہو گئے۔ حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اپنی جماعت جمعیۃ علمائے پاکستان پنجاب کے رہنما سردار محمد خان لغاری کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں اپنی جماعت کی طرف سے نمائندگی کے لئے متعین فرمایا۔

اپریل ۲۰۰۰ء میں سردار محمد خان لغاری کراچی سے ملتان تشریف لائے اور حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کا پیغام دیا کہ قادیانی فتنہ کی ارتدادی سرگرمیوں پر غور و فکر کے لئے تمام دینی و سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی مشاورت ضروری ہے۔ آل پارٹیز قومی ختم نبوت کنونشن لاہور میں منعقد کرنے کی اہمیت پر مولانا نورانی میاں رحمہ اللہ نے نہ صرف زور دیا بلکہ تاریخ بھی مقرر کر دی اور قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات اور ان سے وعدہ کے لئے راقم الحروف کی ڈیوٹی لگی۔ راقم نے خانقاہ سراجیہ حاضر ہو کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ سے صورتحال عرض کی۔ آپ نے اس تجویز کو سراہا اور اپنے صاحبزادگان کے ہمراہ مجھے ڈیرہ اسماعیل خان قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے

ملاقات کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے جاکر رپورٹ عرض کی۔ حضرت مولانا نے نہ صرف اتفاق فرمایا بلکہ شرکت کا وعدہ کیا۔ اب مشکل یہ تھی کہ جو تاریخ حضرت نورانی میاں ؒ نے بتائی تھی اس تاریخ کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن فارغ نہ تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے ذمہ لیا کہ حضرت نورانی میاں ؒ سے فون پر بات کر کے تاریخ کا تعین کریں گے۔ ہم لوگ خانقاہ سراجیہ حاضر ہوئے۔ ہماری حاضری سے پہلے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا فون آچکا تھا کہ ۸ر مئی ۲۰۰۰ء کو لاہور میں آل پارٹیز قومی کنونشن ہوگا اور حضرت نورانی میاں ؒ اس کے میزبان ہوں گے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ۶ر مئی کو ملتان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لائے۔ اگلے دن حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کے ہمراہ لاہور کا سفر کیا۔ لاہور میں ۸ر مئی کو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کی زیر صدارت قومی ختم نبوت کانفرنس ایمبیسڈر ہوٹل میں ہوئی۔ جس سے پورے ملک میں ختم نبوت کے کاز کو اجاگر کرنے کا لائحہ عمل طے ہوا۔

چنانچہ اس کے بعد حضرت نورانی میاں ؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا معین الدین لکھوی ؒ، جناب علی غضنفر کراروی نے دیگر رہنماؤں کے ساتھ ختم نبوت کانفرنس سکھر میں شرکت کی۔ اس کی میزبانی کا اعزاز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو بخشا گیا۔ کراچی میں ختم نبوت کانفرنس میں بیرون ملک سفر پر ہونے کے باعث تشریف نہ لاسکے۔ لیکن اپنی نمائندگی کے لئے جناب پروفیسر شاہ فرید الحق ؒ کو بھیجا۔ چنانچہ جناب شاہ فرید الحق ؒ، جناب پروفیسر غفور احمد ؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر رہنماؤں کی شرکت نے کانفرنس کو مثالی طور پر کامیاب کیا۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ نے علی پور کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کر کے جنوبی پنجاب کے مسلمانوں کی پیاس کو بجھایا۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں آپ نے شرکت فرمائی۔ محترم جناب قاضی حسین احمد ؒ، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری ؒ، حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کے ایک اجلاس میں بیان ہوئے۔ اگلے دن اختتامی بیان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا ہوا۔

جنرل پرویز مشرف کے دور اقتدار میں ووٹر فارم کی فہرستوں میں مسلم وغیر مسلم کی علیحدہ علیحدہ فہرستوں کی بجائے ایک کردیا گیا اور ووٹر فارموں سے ختم نبوت کا حلف نامہ حذف کردیا گیا۔ اس کے لئے حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کے ہمراہ یکم رمئی ۲۰۰۲ء کو راقم

الحروف نے ڈیرہ اسماعیل خان جا کر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے صورتحال عرض کی۔ اگلے دن ۲رمئی کو ملتان مدرسہ ہدایت القرآن میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ سے صورتحال بیان کی تو مولانا نورانی میاں ؒ یہ سن کر تڑپ گئے۔ فرمایا کہ آپ لوگ ہمت کریں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ہمارے ہوتے ہوئے ختم نبوت پر آنچ آئے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ایسی ایمان پرور گفتگو سے ڈھارس بندھائی اور کامیابی نچھاور ہوتی نظر آئی۔ ہم نے رخصت چاہی تو سروقد کھڑے ہوگئے، گلے لگایا۔ ان کی دلاویز مسکراہٹوں سے ان کے دل کی وسعتوں کا دریا رواں ہوتا نظر آیا۔ پورے ملک میں اس پر محنت ہوئی۔ ۲۸رمئی کو قومی ختم نبوت کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کنونشن کی میزبانی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور جمعیۃ علمائے اسلام نے کی۔

چنانچہ اگلے روز ۲۹رمئی ۲۰۰۲ء کو حکومت نے اپنے اقدام کو واپس لے لیا۔ ووٹر فارموں کی علیحدہ علیحدہ تیاری اور ختم نبوت کے حلف نامہ کی بحالی کا اعلان ہوگیا۔ اس پوری جدوجہد میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ قدم بقدم نہ صرف باخبر رہے، بلکہ آپ نے اپنی خداداد قائدانہ صلاحیتوں سے ختم نبوت کے پرچم کو بلند سے بلند تر دکھا۔

۴راپریل ۲۰۰۳ء کو بعد از عشاء ختم نبوت کانفرنس قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں دیگر رہنماؤں کے ساتھ آپ نے بھی خطاب فرمایا۔ ۵راپریل کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ نے آپ کے اور دیگر رہنماؤں کے اعزاز میں دفتر مرکزیہ میں عصرانہ کا اہتمام کیا۔ عصرانہ کی تقریب سے فارغ ہوکر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ نے اپنے ساتھی جناب قاری زوار بہادر کو قصیدہ بردہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے خوش الحانی سے اسے پڑھا تو روحانی مجلس نے عشق رسالت مآب ﷺ کا جو رنگ اختیار کرلیا۔ وہ منظر کبھی نہیں بھولے گا کہ حضرت خواجہ خان محمد ؒ نے دعا کے لئے حضرت نورانی میاں ؒ کو فرمایا۔ لیکن انہوں نے کمال محبت سے حضرت خواجہ ؒ کے ہاتھ پکڑ کر دعا کرانے کے لئے بلند کردیئے۔ اس سے باہمی احترام کا جو تاثر قائم ہوا وہ حاصل مجلس قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس موقع پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ذکر فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی یادگار لائبریری ہے۔ اسی لائبریری سے قومی اسمبلی میں آپ نے اور میرے والد گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ؒ نے کیس لڑا تھا۔ یہ سنتے ہی لائبریری کے معائنہ کے لئے دیوانہ وار کھڑے ہوگئے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے لائبریری کا معائنہ کرایا۔ پون گھنٹہ تک لائبریری کے مختلف شعبہ جات کو گہری نظر سے دیکھتے

رہے۔اس دن انکشاف ہوا کہ ایک عالم دین اور قومی رہنما ہونے کے ناطے ہزاروں مصروفیات کے باوجود آپ کو کتابوں سے کتنا عشق ہے۔حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے باتوں باتوں میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کی ذاتی لائبریری کی وسعتوں کا ذکر کیا تو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کا کتب سے عشق وانکشاف ہوگیا۔آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ مولانا کتابیں ہی تو اصل میرا سرمایہ ہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مطبوعات کا سیٹ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے پیش کیا تو کتابوں کے بھاری بھرکم بنڈلوں کو ہاتھوں سے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے اٹھایا۔سینہ سے لگایا۔چوما۔سرآنکھوں پر ان اداؤں سے رکھا کہ تمام حاضرین دل گرفتہ وآبدیدہ ہوگئے کہ ایک عالم دین کو یوں کتابوں سے محبت ہونی چاہئے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کا کاندھا شفقتوں ومحبتوں سے تھپکا کر فرمایا کہ مولانا اتحاد امت سے ہی ختم نبوت کے محاذ کو مضبوط کرنا اصل دین کی اور امت محمدیہ کی خدمت ہے۔گزشتہ الیکشن مہم میں خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے۔حضرت امیر مرکزیہ نے آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔لائبریری دیکھی۔ذخیرہ کتب کو دیکھ کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

زندگی بھر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ جس کام کی سرپرستی کرتے رہے آج ان کی وفات نے وہ سہارا امت سے چھین لیا۔حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعہ نور بنائے کہ وہ ختم نبوت کے مجاہد اور قائد تھے۔عاش سعیداً ومات سعیداً کے وہ مصداق تھے۔ان کے جنازہ پر امت کے تمام طبقات نے شریک ہوکر ان کو جو خراج تحسین پیش کیا۔اس سے کہیں زیادہ وہ اس کے مستحق تھے۔آخرت کے راہی نے رحمت اللعالمین،خاتم النبیین ﷺ کے حضور پہنچ کر سکون پالیا۔ہم مرثیہ خوانی کے لئے رہ گئے۔

اے حضرت نورانی ؒ کی روح پرفتوح ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ،حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری ؒ،حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ؒ،حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ،حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ،حضرت مولانا مظہر علی اظہر ؒ،حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ،حضرت مولانا ابوالحسنات ؒ،حضرت مولانا قاضی احسان احمد ؒ،حضرت مولانا مفتی محمود ؒ،حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کے مشن مقدس تحریک ختم نبوت کے علم کو زندگی کے آخری سانس تک بلکہ دنیا کے آخری سانس تک نہ صرف ہم بلکہ پوری امت بلند۔بلکہ بلند سے بلند تر رکھے گی۔اپنی جانوں کو

کھپادے گی اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے رب تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوگی۔

اے پروردگار تو امت مسلمہ کو ایسا کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرما۔ آمین

بحرمة النبی الکریم!

مولانا نے نیروبی، دارالسلام، ماریشس، لاطینی امریکا میں سرینام، برٹش، گیانا اور دیگر ممالک میں قادیانیوں کا کامیاب تعاقب کیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی کی قادیانیت کے خلاف گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک واقعہ بیان کیا کہ:

جب ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرزا ناصر مرزائی، جماعت مرزائی کی طرف سے محضر نامہ پڑھنے کے لئے قومی اسمبلی میں آیا تو خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز دیکھنے میں آیا کہ جس وقت مرزا ناصر نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا۔ اسمبلی کے اس بند ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا، سیدھا اس محضر نامے پر آ کر گرا، جس سے وہ ایک دم چونکا اور گھبرا کر کہا: ''آئی ایم ڈسٹربڈ'' (I am Disturbed!) مرزا ناصر کی گھبراہٹ اور ذلت آمیز پریشانی اور اس عجیب وغریب واقعے پر اراکین اسمبلی ششدر رہ گئے۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر چھت سے اس طریقے سے گری ہو۔ مسلسل گیارہ روز تک اس پر جرح ہوتی رہی۔ مرزا ناصر جرح سے تنگ آ کر کہہ دیتا کہ: ''میں تھک گیا ہوں۔'' وہ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے روزانہ پی جاتا تھا۔ (ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء)

(۴۳۲)

شاہ فہد (سعودی عرب) کا مرزائیوں کو جواب

(وفات: ۲۰۰۵ء)

''بون، ۲۸ راگست (نمائندہ خصوصی) سوئٹزرلینڈ کی قادیانی ایسوسی ایشن نے سعودی عرب کے شاہ فہد سے تحریری طور پر یہ مضحکہ خیز درخواست کی کہ وہ ان کے مذہب کے سربراہ کو حج کے لئے سعودی عرب آنے کی دعوت دیں۔ ایک خط میں، جو شاہ فہد سمیت سعودی عرب کے چند اعلیٰ حکام کو بھیجا گیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں قائم قادیانیوں کی تحریک نے درخواست کی ہے کہ ان کے

مذہب کے راہنما کو، جو اس وقت ربوہ میں رہتے ہیں، سعودی فرمانروا کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے دعوت دی جائے۔ سوئٹزرلینڈ کے مسلم سفارت کاروں نے اس کے متن پر غصے و ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔" (روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۹ راگست ۱۹۸۲ء)

جب یہ درخواست شاہ فہد کے پاس گئی تو آپ نے جواب دیا کہ: "مرزا قادیانی ملعون کا طوق غلامی اتار کر مسلمان بن کر آئیں تو دل و جان سے مہمان داری کریں گے۔ اگر مرزا قادیانی کا طوق غلامی پہن کر آنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ سرزمین حجاز ہے، جو کچھ ہمارے پیش رو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کا حشر کیا تھا، وہی حشر ہم تمہارا کریں گے۔" اس جواب پر مرزائیوں کے اوسان خطا ہوگئے۔

(۴۳۳)

شاہ محمد آغا رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا

(وفات: ۱۴ر مارچ ۲۰۰۸ء)

انتقال کے وقت حاجی سید شاہ محمد آغا کی عمر پچاسی سال کے لگ بھگ تھی۔ ان کی وفات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے ایک بڑے بزرگ رہنماء سے محروم ہوگئی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی بہت گرانقدر خدمات تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ نہایت ہی ملنسار شخص تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام بزرگوں کا نہایت ہی احترام کرتے تھے۔ ختم نبوت کے کاز سے والہانہ لگاؤ تھا۔ وفات سے کچھ دن پہلے اچانک بیمار ہوئے۔ سلیم کمپلیکس میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ صحت سنبھل گئی۔ ہسپتال سے چھٹی لی اور گھر آگئے۔ کچھ دن گھر میں رہنے کے بعد پھر طبیعت خراب ہوگئی۔ واپس سلیم کمپلیکس میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ اس کے بعد طبیعت نہ سنبھل سکی اور جمعہ کے روز ہسپتال ہی میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ ان کی وفات نے کوئٹہ کی دینی مجلسوں کی رونقوں و بہاروں کو مرجھا دیا۔ حق تعالیٰ شانہ کروٹ کروٹ مغفرت فرمائیں اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔

ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں کلی سیداں شیخ مانڈہ کوئٹہ میں بعد نماز جمعہ تین بجے ادا کی گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ بلوچستان کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد نے حاجی شاہ محمد آغا رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ خوانی کے موقع پر کہا کہ میں تمام سید برادری سے کہتا ہوں کہ آپ حاجی سید شاہ

محمد آغا ﷫ کے مشن تحفظ ختم نبوت کو آگے بڑھائیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

(۴۳۴)

شاہ نواز اعوان الحسینی (راولپنڈی)

پنڈی کیمپ ضلع راولپنڈی کے جناب شاہ نواز اعوان نے قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر مشتمل پمفلٹ ''بناسپتی نبی؟'' کے نام سے شائع کیا تھا۔

(۴۳۵)

شبیر احمد شاہ ﷫، (لاہور)، جناب سید

لاہور مغل پورہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر سید شبیر احمد صاحب بہت ہی بھلے اور مرنجاں مرنج انسان تھے۔ مجلس کے کام سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ بہت ہی رحمتوں کا معاملہ فرمائیں۔

(۴۳۶)

شبیر احمد عثمانی ﷫، جناب علامہ

(ولادت: ستمبر ۱۸۸۷ء ...... وفات: ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء)

حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ کے والد گرامی مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ﷫ تھے جو دیوبند کے رہائشی تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ﷫ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا تھا۔ آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی ﷫ اور حضرت حاجی عابد حسین ﷫ کے دست راست تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب محکمہ تعلیم میں انسپکٹر مدارس تھے۔ جید عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ نے تین نکاح کئے۔ پہلی اہلیہ سے اولاد نہ ہوئی۔ دوسری سے مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ﷫ اور مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ﷫ اور دیگر اولاد ہوئی۔ تیسری اہلیہ سے مولانا شبیر احمد عثمانی ﷫ اور دیگر اولاد ہوئی۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ﷫ اپنی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں بجنور میں قیام پذیر تھے۔ تب ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۰۵ھ، مطابق ستمبر ۱۸۸۷ء کو صاحبزادہ پیدا ہوئے۔ مقدمہ

فتح الملہم میں حضرت علامہ عثمانیؒ نے خود اپنا نام ”فضل اللہ“ لکھا ہے۔ والدین نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا۔ چونکہ پیدائش ۱۰/محرم کو ہوئی۔ اس لئے شبیر احمدؒ کے نام سے پکارے جانے لگے اور پھر اسی نام سے ایسے متعارف ہوئے کہ اصل نام کاغذات میں بھی دھندلا گیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دیوبند میں حافظ محمد عظیم اور حافظ نامدار خان سے قرآن مجید اور منشی منظور احمد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ الہند، مولانا غلام رسول سرحدیؒ، مولانا حکیم محمد حسنؒ، مولانا محمد یٰسینؒ (شیرکوٹ)، مولانا محمد سہول بھاگل پوریؒ (بہار)، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ اور اپنے برادر اکبر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد احمد نانوتویؒ سے آپ نے ابتدائی کتب سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم دار العلوم دیوبند میں کی۔ ۱۹۰۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی سال ہی آپ کے والد گرامی کا وصال ہوا۔ علامہ عثمانیؒ دیوبند سے فارغ ہوتے ہی دار العلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ چند سال یہاں خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۱۰ء میں حضرت شیخ الہند کی حیات میں آپ دار العلوم دیوبند تشریف لائے اور اپنے استاذ کی رفاقت میں مسلم شریف جیسی کتاب پڑھانے کو ملی۔ آپ ۱۹۲۸ء تک دار العلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ آپ نے ڈابھیل جامعہ اسلامیہ کے لئے رخت سفر باندھا تو آپ کے ساتھ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور دیگر حضرات بھی ساتھ تھے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے وصال کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریک پر آپ دوبارہ دار العلوم دیوبند تشریف لائے۔ آپ دار العلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۴ء تک آپ دار العلوم دیوبند اور ڈابھیل دونوں اداروں کی نگرانی وسرپرستی فرماتے رہے۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ ایسے نابغہ روزگار حضرات آپ کے شاگردان رشید تھے۔

(۱)علم الکلام۔ (۲)العقل والنقل۔ (۳)اعجاز القرآن۔ (۴)حجاب شرعی۔ (۵)الشہاب الثاقب۔ (۶)حواشی بر ترجمہ قرآن حضرت شیخ

الہند ؒ المعروف تفسیر عثمانی۔(۷)فتح الملہم شرح صحیح مسلم (عربی)۔ (۸)فضل الباری شرح بخاری (اردو)۔ایسی وقیع کتب آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ نے جمعیۃ الانصار میں نمایاں اور قائدانہ خدمات سرانجام دیں۔جمعیۃ علماء ہند میں برابر کے شریک کار رہے۔شاہ عبدالعزیز کی جانب سے ۱۹۲۶ء میں موتمر عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں آپ جمعیۃ علماء ہند کے پانچ رکنی وفد میں شریک تھے۔جس کے سربراہ حضرت مفتی کفایت اللہ ؒ تھے۔مولانا علامہ عثمانی ؒ نے اس موتمر میں ایسی پراثر تقاریر کیں کہ شاہ عبدالعزیز سمیت پورے عرب کے نمائندگان بھی عجم کے علماء کے تبحر علمی کے سامنے سرنگوں ہوگئے۔مولانا عثمانی ؒ سالہا سال تک جمعیۃ علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔جمعیۃ علماء ہند متحدہ قومیت کی حامی تھی۔جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ دوقومی نظریہ کے علمبردار تھے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء کلکتہ کے اجلاس میں ''جمعیۃ علماء اسلام'' قائم ہوئی۔علامہ عثمانی ؒ امیر اور مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی ؒ ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔آپ ہی کی قائم کردہ جمعیۃ علماء اسلام نے قیام پاکستان کے لئے قائداعظم اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔چنانچہ پاکستان بننے کے بعد آپ نے کراچی میں ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو جناب بانی پاکستان قائداعظم کی موجودگی میں ان کی خواہش پر مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔آپ پاکستان دستور ساز کے رکن منتخب ہوئے اور قرارداد مقاصد منظور کرائی جو آج آئین کا حصہ ہے۔

۱۳/دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور میں وصال فرمایا۔جسد خاکی کو کراچی لے جایا گیا۔مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔محمد علی روڈ پر مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ اسلامیہ کالج کے جوار میں مسجد کے قرب میں ابدی استراحت فرما ہیں۔ بعد میں سید سلیمان ندوی ؒ کا بھی آپ کے ساتھ مزار بنا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ اور فتنہ قادیانیت

مرزا قادیانی ملعون کے پانچ مریدوں (مرتدوں) کو افغانستان میں مختلف اوقات میں بجرم ارتداد سنگسار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کو دیکھو اس وقت بھی افغانستان کی انہی روایات کے باعث افغانستان میں طالبانؒ کی نا صرف خالصۃً اسلامی حکومت قائم ہوئی بلکہ ارتداد کی شرعی سزا بھی نافذ ہوئی۔ جہاں تک قادیانیوں کو سنگسار کرنے کا تعلق ہے ''سب سے پہلے عبدالرحمٰن قادیانی کو ۱۹۰۱ء میں والئی افغانستان جناب امیر عبدالرحمٰن ؒ نے سنگسار کرایا۔اس کے بعد

عبداللطیف قادیانی کو ۱۴؍ جولائی ۱۹۰۳ء میں والئی افغانستان جناب امیر حبیب اللہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں بجرم ارتداد سنگسار کیا گیا۔" (تاریخ احمدیت ج ۳ ص ۵۲۸)

اس زمانہ میں مرزا قادیانی زندہ تھا۔ افغانستان کے امیر خان عبدالرحمن رحمہ اللہ اور امیر حبیب اللہ رحمہ اللہ کے خلاف اس نے بدزبانی کی اور "تذکرہ الشہادتین" نامی کتاب تحریر کی۔ اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھو کہ مرزا قادیانی کی تحریری بکواسات کا اسلامی مملکت افغانستان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ خان امان اللہ خان والئی افغانستان کے زمانہ میں قادیانیوں نے پھر وہاں ارتدادی مہم چلانے کی کوشش کی "تو ۳۱؍ اگست ۱۹۲۴ء کو نعمت اللہ قادیانی اور ۱۲؍ فروری ۱۹۲۵ء کو عبدالحلیم اور قاری نور علی قادیانی کو بجرم ارتداد قتل کیا گیا۔" (تذکرہ ص ۵۸۹، طبع سوم)

نعمت اللہ قادیانی کی سنگساری پر لاہوری گروپ کے چیف گرو، لاٹ پادری محمد علی نے پیغام صلح کے ایک مضمون میں ارتداد کی سزا قتل کے خلاف سخن سازی کی۔ اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ پر آپ نے "الشہاب لرجم الخاطف المرتاب" نامی رسالہ تحریر فرما کر قادیانیوں ولاہوریوں کی سخن سازی پر علم کے قفل چڑھا دیئے۔ ڈیڑھ دو ماہ بعد لاہوری گروپ کے محمد علی کی باسی کڑی میں ابال آیا تو اس نے پھر ایک مضمون لکھا۔ آپ نے "تذنیب یعنی ضمیمہ الشہاب" تحریر کر دیا۔ قادیانی کیا خاموش ہوئے گویا ان کو سانپ سونگھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کے صدقہ میں اس رسالہ کو بمع ضمیمہ کے احتساب قادیانیت جلد ۴ میں شائع کیا گیا۔

اسلامیان پاکستان نوٹ کریں کہ پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام حضرت عثمانی رحمہ اللہ کی یہ تحریر ہے۔ پاکستان کی نظریاتی کونسل نے ارتداد کی سزا قتل کی سفارش کر دی ہے۔ حکومت کب اسے قانون کا درجہ دیتی ہے؟ لیکن............ کہ جب بھی پاکستان میں سرکاری سطح پر ارتداد کی سزا نافذ ہوگی وہ دن قادیانیت کے خاتمہ کا دن ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز!

الشہاب کا تعارف

۱۸؍ صفر ۱۳۴۳ھ، مطابق ۱۹۲۴ء کو اس مقالہ میں اصول اربعہ فقہ، یعنی قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے قتل مرتد کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ۳۱؍ اگست ۱۹۲۴ء کو بعد نماز ظہر اتوار کے دن شیر پور (چھاؤنی کابل) میں شاہ امان اللہ خان رحمہ اللہ نے نعمت اللہ خان قادیانی اور اس کے جاسوس رفیق عبداللطیف کو مرتد قرار دے کر ہزاروں کے مجمع میں سنگسار کرا دیا تھا جس پر لاہوری اور

قادیانی مرزائی چلا اٹھے اور انہوں نے اس سزا کو خلاف شریعت ثابت کرتے ہوئے سخت احتجاج کیا۔ اخباروں اور رسالوں میں بحثیں رہیں۔ مولانا عثمانی ؒ نے یہ مقالہ اسی سلسلہ میں تحریر فرمایا تھا اس تصنیف کا حوالہ مولانا عثمانی ؒ نے اپنی تفسیر حاشیہ قرآن مجید مطبوعہ مدینہ پریس میں ص ۲۲۹ فوائد صفحہ نمبر ۲۲۸ میں اس طرح دیا ہے، اور احقر نے کچھ خلاصہ رسالہ ''الشہاب'' میں درج کیا ہے۔'' اس کتاب کے آخر میں شبیر احمد عثمانی ؒ دیوبند ۱۸ر صفر ۱۳۴۴ھ درج ہے۔

اس طرح علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ نے حضرت شیخ الہند کے ترجمہ پر اپنی تفسیری حواشی میں جگہ جگہ قادیانی نظریات کا رد کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود نے کہا کہ قرآنی آیت ''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' کا مصداق قادیانی ہے تو علامہ عثمانی ؒ نے اس نظریہ پر نقد کرتے فرمایا۔

بشارت احمد ﷺ

''یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سناتے آئے ہیں۔ لیکن جس صراحت سے وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی۔ وہ کسی اور سے منقول نہیں شاید قرب عہد کی بناء پر خصوصیت ان کے حصہ میں آئی ہوگی۔ کیونکہ ان کے بعد نبی آخر الزمان کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور متعصبانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل تورات و انجیل کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیائے سابقین خصوصاً حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاتم الانبیاء ﷺ کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی اور اسی لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے صاف اور صریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے جھٹلانے لگے۔ تاہم یہ بھی خاتم الانبیاء ﷺ کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اس قدر قدرت نہیں دی کہ وہ اس کے آخری پیغمبر ﷺ کے متعلق تمام پیشین گوئیوں کو بالکلیہ محو کردیں کہ ان کا کچھ نشان باقی نہ رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی بیسیوں مواضع میں جہاں آنحضرت ﷺ کا ذکر قریب تصریح کے موجود ہے اور عقل وانصاف والوں کے لئے اس میں تاویل وانکار کی گنجائش قطعاً نہیں اور انجیل یوحنا میں تو فارقلیط یا پیرکلوطوس والی بشارت اتنی صاف ہے کہ اس کا بے تکلف مطلب بجز احمد (بمعنی محمود وستودہ) کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بعض علمائے اہل کتاب کو بھی ناگزیر اس کا اعتراف یا نیم

اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس پیشین گوئی کا انطباق پوری طرح روح القدس پر اور نہ بجز سرور عالم ﷺ کسی اور پر ہوسکتا ہے۔" (تفسیر عثمانی پارہ نمبر ۲۸، سورۂ صف رکوع نمبر ۹)

مذکورہ تفسیر اور تحقیق کی روشنی میں علامہ ایسے مفسر نے جس انداز سے بحث کی ہے وہ نہ صرف انجیل کی پیشین گوئی پر سیر حاصل تبصرہ ہے بلکہ قادیانیوں کی غیر فطری جرأت اور احمقانہ بیوقوفی سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مذکورہ آیت میں احمد سے مراد سرور عالم ﷺ کے سوائے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام اہل سنت والجماعت کی روشنی میں

علامہ ایسے مفسر کے اہم اور مایہ ناز تفسیری مقامات وحصص میں سورۂ آل عمران کی تفسیر ان کی تحقیق وتدقیق کا جوہر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر مع جسم جانے کے سلسلہ میں مولانا اہل سنت والجماعت کی منقولہ تفسیر کی پوری شدومد سے تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ ورنہ مولانا اپنے بعض معاصرین کی طرح خود بھی مختلف منطقیانہ خیالات میں پھنس کر مختلف قسم کے دلائل پیش کر سکتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کے سامنے اجماع علماء، روایات متواترہ اور عقیدۂ متفقہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کا پیش نظر ہے۔ اس لئے منقولات کے سامنے انہوں نے معقولات کے ہتھیاروں کو ڈال دیا ہے۔ حسب ذیل آیت کی تفسیر جو حضرت مفسر نے کی ہے۔ پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے:

"اذقال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون (آل عمران)" ﴿جب کہ اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور کافروں سے تجھے پاک کردوں گا اور جو تیرے تابع ہیں ان کو کافروں سے قیامت تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو میری طرف پھر آنا ہے پھر میں تمہارا اس بات میں جس میں جھگڑتے تھے فیصلہ کروں گا۔﴾

(تفسیر) امت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کرلیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دنیا کفر وضلالت اور دجل وشیطنت سے بھر جائے گی

تو خدا تعالیٰ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل (حضرت مسیح علیہ السلام) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک نہایت وفادار جنرل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دے گا کہ انبیاء سابقین کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ نصاریٰ کے باطل عقائد وخیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو ایمان کے راستہ پر ڈال دیں گے۔ اس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلافات مٹ مٹا کر ایک خدا کا سچا دین رہ جائے گا۔ اسی وقت کی نسبت فرمایا: ''وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ (نساء)''

بہر حال میرے نزدیک ''ثم الیّ مرجعکم'' صرف آخرت سے متعلق نہیں بلکہ دنیا وآخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر ''فی الدنیا والاخرہ'' کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے اور یہ اس کا قرینہ ہے کہ ''الیٰ یوم القیامۃ'' کے معنی قرب قیامت کے ہیں۔ چنانچہ احادیث صریحہ میں مصرح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک وقت ضرور آنے والا ہے جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہ جائے گا۔

چند امور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں۔ لفظ توفی کے متعلق کلیات ابوالبقا میں ہے۔ ''التوفی الاماتۃ وقبض الروح وعلیہ استعمال العامۃ والاستیفاء واخذ الحق وعلیہ استعمال البلغاء'' (توفی کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بلغاً کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا) گویا ان کے نزدیک موت پر بھی ''توفی'' کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خدا تعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لے لی تو اسے بطریق اولیٰ ''توفی'' کہا جائے گا۔ جن اہل لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو توفی نہیں کہتے۔ نہ کوئی ایسا ضابطہ بتلایا ہے کہ جب توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو بجز موت کے اور کوئی معنی نہ ہو سکیں۔

ہاں! چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع، بدن سے جدا کر کے ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت وعادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اس کے ساتھ لکھ دیتے ہیں۔ ورنہ لفظ کا لغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے۔ دیکھئے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا

والتی لم تمت فی منامها (زمر) ’’میں‘‘ توفی نفس ’’(قبض روح) کی دوصورتیں بتلائیں۔موت اور نینداس تقسیم سے نیز’’توفی ‘‘کو’’انفس ‘‘پر وارد کر کے اور’’حین موتها ‘‘ کی قید لگا کر بتلادیا کہ توفی اور موت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔اصل یہ ہے کہ قبض روح کے مختلف مدارج ہیں۔ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔قرآن کریم نے بتادیا کہ وہ دونوں پر توفی کا لفظ اطلاق کرتا ہے، کچھ موت کی تخصیص نہیں۔’’یتوفاکم بالیل ویعلم ما جرحتم بالنهار (انعام)‘‘ اب جس طرح اس نے دو آیتوں میں نوم پر توفی کا طلاق جائز رکھا۔حالانکہ نوم میں قبض روح بھی پورا نہیں ہوتا۔اسی طرح اگر آل عمران اور مائدہ کی دو آیتوں میں توفی کا لفظ قبض روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کون سا استحالہ لازم آتا ہے۔بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ توفی کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت یا نوم میں خداتعالیٰ آدمی سے کوئی چیز وصول کر لیتا ہے۔اس لئے لفظ توفی کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا۔قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اوّل اس لفظ کا استعمال شروع کیا تو اسی کو حق ہے کہ موت ونوم کی طرح اخذ روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کرے۔

بہرحال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک’’توفی ‘‘سے موت مراد نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کمافی روح المعانی وغیرہ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں۔بلکہ تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے اور اکمال اکمال المعلم میں امام مالک سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھلائے ان میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کی رفع السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب مٹی کا ایک پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرند بن کر اوپر اڑا چلا جاتا ہے۔کیا وہ بشیر جس پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور روح القدس کے نفخہ سے پیدا ہوا یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جائیں۔اگر

وہ اس موطن کون وفساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر زندہ اور تندرست رہے تو کیا استبعاد ہے۔"قال قتادہ فطار مع الملائکۃ فھو معھم حول العرش وصار انسیا ملکیا سماویا ارضیا (بغوی)"

(قرآن کریم تفسیر عثمانی ص ۷۳،۷۴)

فاضل محقق مفسر کی مذکورہ تفسیر کو تنقیدی حیثیت سے مطالعہ کیا جائے اور مبصرانہ نظر سے تفسیری قدروں پر غور کیا جائے تو حسب ذیل خصوصیات کا پتہ چلتا ہے۔

تفسیر، متقدمین اہل سنت والجماعت کے مسلک پر ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ اور احادیث متواتر کے پیش نظر منطقی اور فلسفہ مادی نظریات کے اشکالات مولانا کے خیالات کو مغلوب نہیں کر سکے۔ مولانا منقولات صحیحہ کے مقابلہ میں معقولات ناقصہ کو مغلوب سمجھتے ہیں اور منقولات کے لئے مدلل تائیدات کے ہتھیار لے کر قوت علمیہ کی روشنی میں فلسفہ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ باوجود بہترین منطقی اور فلسفی ہونے کے منقولات شرعی پر معقولات کا ہاتھ اونچا نہیں رکھتے۔ لیکن معقولات ہی کی روشنی میں منقولات کو ثابت کرتے ہیں۔ جابجا سلف کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ احادیث صحیحہ کو ہر حال میں اپنی تفسیر کا سہارا بناتے ہیں۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی میں سلف صالحین یعنی حافظ ابن حجر، ابن کثیر، قتادہ اور اجماع کو نقل کر کے مسئلہ رفع کا یقینی پہلو متعین کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور واپس آنے پر احادیث صحیحہ اور آیت قرآنی سے تفسیر کی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اور "لیؤمنن بہ قبل موتہ" سے پیش کی ہے۔"ثم الی مرجعکم" میں دین مصطفوی کا تمام لوگوں کو اختیار کرنے کی طرف صراحت اور "فی الدنیا والآخرہ" کا قرینہ کہ دنیا میں بھی دین محمدی کی طرف لوٹ کر آنا گویا اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ یہ تفسیری موشگافیاں مولانا عثمانی رحمہ اللہ کی پختگی ودرایت پر دال ہیں اور ان کے تفسیری کمال پر روشن اور واضح نشانات ہیں۔

لفظ توفی پر ابوالبقا کا قول نقل کر کے اور قرآنی روشنی اور آیات سے تائید مزید پیش کر کے نہایت محققانہ لغوی بحث کی ہے۔ یہ لغوی بحث جو نہایت منصفانہ انداز میں کی گئی ہے۔ دل کو اپیل کرتی ہے اور مستقیم طبیعت اس کو قبول کرتی ہے۔ توفی کی بحث کے ماتحت جب کہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو موت ہی مراد لینے کی نفی کر کے علم نحو کے ایک نکتہ کو حل کیا ہے۔ نیز بلغاً کے نزدیک توفی کے معنی پر روشنی ڈال کر بلاغت معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور سب سے بہترین چیز جو تفسیر میں ہے وہ مولانا عثمانی رحمہ اللہ کا طرز استدلال، ترتیب مضمون، عبارت کا ادبی

شکوہ اور شوکت ہے جس سے ان کے دماغ کی صفائی اور جودت کا پتہ چلتا ہے۔ گویا صرف اسی ایک تفسیری ٹکڑے میں کتنے ایک نمونے موجود ہیں جو مولانا کی تفسیری اہلیت کا پتہ دیتے ہیں اور جس سے مولانا کا علم حدیث، علم اصول فقہ، علم عقائد، علم نحو، علم معانی، علم ادب، علم لغت، علم مناظرہ پر عبور کا پتہ چلتا ہے۔ یہی مطلب ہے مولانا عبدالماجد دریابادی کا کہ مولانا نے اپنی تفسیر کا مدار اہل سنت والجماعت کے مسلک پر رکھا ہے۔ صرف اسی ایک آیت رفع عیسیٰ علیہ السلام کی تفسیر میں مولانا کو کتنی محنت اٹھانا پڑی اور کتنی کتابیں دیکھنی پڑی ہیں۔ ان کے حوالے خود آپ کے سامنے ہیں۔ مثلاً کلیات ابوالبقاء، روح المعانی، تلخیص الحبیر حافظ ابن حجر، اکمال اکمال المعلم، ابن کثیر، قتادہ کا قول بواسطہ بغوی۔

حوالہ ہائے کتب واقوال

علامہ مفسر نے اپنی تمام تفسیر میں جتنی کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور حوالہ دیا ہے۔ ان میں تمام کا تو نہیں البتہ سرسری طور پر جتنی کتابوں کے حوالے میں نے پڑھے ہیں وہ حسب ذیل پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ کو ان کے تفسیری مطالعہ کا اندازہ ہو سکے گا۔

بخاری، مسلم، ترمذی، طحاوی، خفاجی، تورات، انجیل، دائرۃ المعارف فرید وجدی، معجم البلدان، علامہ یاقوت، تفسیر عزیزی، احکام المرجان فی احکام الجان، جلالین، تلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر، اکمال اکمال المعلم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر امام رازی، روح المعانی، فتح القدیر، شامی، الجواب الصحیح ابن تیمیہ، الفارق بین الخلوق والخالق، سیرت محمد ابن اسحاق، تاریخ فرشتہ، بیان القرآن مولانا تھانوی، موضح القرآن شاہ عبدالقادر، قبلہ نما مولانا محمد قاسم، احکام القرآن ابوبکر رازی حنفی، اسفار اربعہ صدر شیرازی، البحر ابوحیان، تفسیر حقانی مولانا عبدالحق، عقیدہ المسیح شاہ انور شاہ، ارض القرآن سلیمان ندوی، طبرانی، درمنثور، حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ارض النجوم، آب حیات مولانا محمد قاسم، ابلدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع، مزار، فتوحات شیخ اکبر، مدارک، کتاب الفصل ابن حزم، تلخیص ذہبی، زیلعی کی تخریج ہدایہ، مسند احمد، طبرانی، کلیات ابوالبقاء، عقیدۃ الاسلام، الیواقیت والجواہر عبدالوہاب شعرانی، بدائع الفوائد ابن قیم، مستدرک از حاکم، روح البیان۔

یہ تو تھیں کتابیں لیکن ان کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اقوال جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، وصیت بعض حکماء اعمش سیبویہ

نحوی ؒ، ابن جریج ؒ، امیر عبدالرحمٰن خان ؒ، بنت قیس کے حوالے دیتے ہیں۔

اور ’’انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد (مومن)‘‘ ﴿اور ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن کہ گواہ کھڑے ہوں گے مدد کرتے ہیں۔﴾

اور ’’وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم (نور)‘‘ ﴿اور اللہ نے تم ایمان والوں اور عمل صالح والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ البتہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا ان سے پہلے لوگوں کو اور البتہ ان کے لئے ان کے دین کو مضبوط کرے گا جس کو ان کے لئے پسند کیا۔﴾

یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی۔ ’’لوح محفوظ‘‘ اور ’’ام الکتاب‘‘ میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اعلان فرمایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب ’’زبور‘‘ ۳۷۔۲۹ میں ہے کہ ’’صادق، زمین کے وارث رہے۔ شرق وغرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی۔ عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ دین حق کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجادیا اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔ ’’ان اللہ تعالیٰ زویٰ لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا مازوی لی منھا‘‘ اور اسی قسم کی پیشین گوئی امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔‘‘

فرقہ قادیانیت اور ختم نبوت

گذشتہ صفحات میں ’’یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک‘‘ میں عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے پر لفظ توفی اور رفع جسمانی پر نہایت فاضلانہ معنوی اور لفظی بحث کی ہے۔ اس بحث سے فرقہ مرزائیہ قادیانیہ کا صاف ابطال ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔ مگر مولانا نے مرزائیوں کا نام تک نہیں لیا یا مثلاً ’’ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ‘‘ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

''یعنی جب خدا کا دین اسلام اپنی مکمل صورت میں آ پہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جاسکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس، بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گذر چکا۔ اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت وہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہئے کہ یہ ہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔''

یا مثلاً: ''وجعلنا ابن مریم وامه اية واوینهما الیٰ ربوة ذات قرار ومعین '' (اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو آیت بنایا اور ان دونوں کو ایک ٹیلے پر جہاں ٹھہرنے کا موقع اور صاف پانی تھا ٹھکانا دیا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''شاید یہ وہی ٹیلا یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں۔ وہ جگہ بلند تھی نیچے چشمہ یا نہر جاری تھی اور کھجور کا درخت نزدیک تھا۔ ابن کثیر۔

لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک ظالم بادشاہ ہیرودس نامی نجومیوں سے سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سرداری ملے گی۔ لڑکپن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم الہام ربانی سے ان کو مصر لے کر چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ انجیل متی میں بھی یہ واقعہ موجود ہے اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار رود نیل کے ہے۔ ورنہ غرق ہو جاتا اور معاء معین رود نیل ہے۔ بعض نے ''ربوۃ'' اونچی جگہ سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ مریم ٹیلے پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ بہرحال اہل اسلام میں سے کسی نے ربوہ سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہمارے زمانے کے بعض زائغین نے ''ربوۃ'' سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے جس کا کوئی ثبوت تاریخی نہیں۔ محلہ خان یار شہر سری نگر میں جو قبر یوزاسف کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت تاریخ عظمیٰ کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا تھا۔ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا پرلے درجہ کی سفاہت اور بے حیائی ہے۔''

ان تمام عبارتوں میں مفسر موصوف نے قادیانیوں کی پوری تردید کی ہے۔ مگر قادیانیوں یا مرزا غلام احمد کا نام تک نہیں لیا۔

نزول عیسیٰ بن مریم کے اسرار و حکم

محدث پاکباز علوم حدیثیہ میں حسب اقتضائے مقام اسرار اور حکمتوں کے دریا بہاتے وقت حقیقت کی روح اور معرفت کے گہرہائے آبدار پیش کرنے میں جو کمال رکھتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ وہ جابجا حضرت محی الدین ابن عربی جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف و مشہور ہیں کے بیان کردہ اسرار و حکم اور اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے اسرار بیان فرماتے ہیں اور حق یہ ہے کہ وہ خود بھی اسرار و حکم کے دریا ہیں۔ اب ایک اور حدیث کے ضمن میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق ہے محدث پاک باز نے جو حکمتیں اور اسرار پیش کئے ہیں قابل غور ہیں۔ حدیث حسب ذیل ہے:

”قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد“ ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے۔ ایک منصف حکم بن کر پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ہٹا دیں گے اور مال بہت ہو جائے گا۔ تا آنکہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔﴾

حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو لوگوں میں انصاف سے فیصلے دیں گے اور نصرانیت کو توڑ دیں گے کہ عیسائی بھی اسلام یعنی دین محمدی قبول کریں گے اور خنزیر کے کھانے کو حرام قرار دیں گے۔ جیسا کہ دین محمدی میں ہے اور تمام بنی نوع انسان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کسی کو جزیہ ادا کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی یا یہ کہ کثرت مال کے باعث کوئی جزیہ قبول نہ کرے گا اور جزیہ دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی اور یہ بھی بعض نے مطلب بیان کیا ہے کہ کافروں پر بے محابہ جزیہ قائم کر دیں گے۔ جو ابھی ایمان نہ لائے ہوں گے یعنی ابتدائی نزول کے وقت۔

اس مطلب حدیث کے بعد محدث پاکباز نے نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی جو حکمت تحریر فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

”عبد ضعیف (محدث عثمانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی

صفت انعام اور انتقام کو ظاہر کرے تو اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اسی مخلوق کی مختلف قسمیں بنائیں۔ پس اس نے ایمان اور ہدایت کے چشمے انسان کی جنس سے علاوہ پیدا کئے اور وہ فرشتے ہیں اور نوع انسانی میں انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس نے کفر اور گمراہی کی کانیں اگائیں جو غیر نوع انسانی میں سے ہیں اور وہ شیاطین ہیں اور نوع انسانی میں سے وہ دجال کذاب ہیں کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ پس پہلے (فرشتے اور انبیاء) وہ نیک بختوں کے سردار ہیں جو اللہ کی عنایت اور فضل کے گھر میں اترتے ہیں اور اس خدائے پاک اور بلند کی رضا اور رحمت کے ظاہر ہونے کی جگہ میں اور دوسرے (یعنی شیطان اور کاذب دجال) وہ بدبختوں کے سردار ہیں جو خداوند تعالیٰ کے غضب اور سزا کی جگہ میں گرتے ہیں اور اس کے غصہ اور عذاب کے ظاہر ہونے کی جگہ ہیں۔ اسی طرح دونوں فریقوں میں جنگ قائم ہے اور دونوں جانب میں اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی صفات کے واقع ہونے والے نظام تجاذب کے تقاضے کے مطابق مخالفت واقع ہے۔ چنانچہ اللہ کے فرشتے ایک طرف اور شیاطین دوسری طرف اور خدا کے دوست ایک جانب ہیں اور یہ دونوں فریق ہمیشہ برسرپیکار و قتل ہر زمانہ میں رہتے ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے کے مخالف رہیں گے تا آنکہ اللہ کا حکم آجائے اور اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے ہر ایک کو پہنچائے جاتا ہے ان کو اور ان کو ہمارے رب کی بخشش میں سے اور ہمارے رب کی بخشش روکی نہیں گئی۔

دیکھو کس طرح اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور البتہ آخرت فضیلت اور درجات کے اختیار سے زیادہ بڑی ہے اور یہ بات معلوم اور یقینی ہے کہ جب کبھی اس امت میں کوئی دجال کذاب ظاہر ہوا تو سید الانبیاء ﷺ کے ورثہ میں سے کوئی شخص یا قوم دجال کے مکر اور حیلوں کی کاٹ کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس کے ہتھکنڈے دھرے رہ گئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچے کی مدد کی ہے اور جھوٹے کو ذلیل کیا ہے اور یہ کشمکش رحمان اور شیطان کے دوستوں میں جاری رہے گی۔ تا آنکہ مشرق سے کفر کا سردار اللہ کا سب سے بڑا دشمن دجال اعظم خروج کرے گا جس سے ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے اور اس پر جا کر دجل اور کذب کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس پر کفر اور نوع انسانی کی گمراہی کے مراتب انتہاء کو پہنچ جائیں گے۔ حتیٰ کہ اس کا کفر اس کی روح سے اس کے جسم کی طرف تجاوز کرے گا اور اس کے دل سے کفر چہرہ پر نمودار ہو گا۔ چنانچہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ک ف ر) لکھا ہوا ہو گا اور وہ خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ وہ ملعون کانا ہو گا اور اپنے ساتھ وہ جنت اور دوزخ جیسی رکھتا ہو گا اور اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو چادریں اوڑھے ہوں گے۔ اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے جو تمام شہریوں کے سوائے مکہ اور

مدینہ کے روند ڈالیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ برسنے لگے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگنے لگے گی اور ویرانوں کو حکم دے گا اور کہے گا کہ تم اپنے خزانے اگل دو تو وہ خزانے اس کے پیچھے پیچھے شہد کی بادشاہ مکھی کی طرح ہولیں گے اور ایک شخص کو حکم دے گا تا آنکہ سر سے لے کر دونوں پاؤں کے درمیان تک...... سے چیر دے گا اور اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان وہ چلے گا پھر اس کو کہے گا کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو جائے گا اور اس فتنے سے بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مسلمان مبتلا کئے جائیں گے اور سخت زلزلہ میں آئیں گے تو ظاہر یہ ہے کہ ان دجالوں اور جھوٹوں کے منڈ کے مقابلہ میں خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ جن کے متعلق اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں مقابلہ پر آئیں جن کے جھنڈے کے نیچے قیامت کے دن آدم وغیرہ ہوں گے جن کے لئے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے دعا کی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی آمد کی بشارت دی اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے اگر وہ زندہ ہوتے تو آپ کے اتباع کے بغیر چارا نہ تھا۔ تا آنکہ آپ پر نبوت اور رسالت کے مراتب کی انتہاء ہوگئی اور ختم نبوت کے آثار جو کہ روح کی صفت میں آنحضور ﷺ کے جسم میں سرایت کر گئے یہی وجہ ہے کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر تھی جو آپ کی صداقت کی نشانی تھی اور آنحضور ﷺ اللہ کے کامل بندے تھے جن کو خدا نے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ لہٰذا روئے زمین پر وہی کامل بندے تھے جن کو خدا نے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ لہٰذا روئے زمین پر کوئی گھر کسی قسم کا ایسا نہ رہے گا کہ اللہ اپنے سچے دین کو اس میں داخل نہ کرے گا۔ پس ایسی صورت میں زیادہ مناسب جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ نبی ﷺ بذات خود دشمن خدا کے مقابلہ میں اپنی امت کے دفاع میں آئیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو بلند بنایا ہے اور دجال جیسے ذلیل کے مقابلہ میں آپ کا آنا آپ کی شان سے گری ہوئی بات ہے۔ اس لئے البتہ امت مرحومہ کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام (خاتم انبیائے بنی اسرائیل کو آسمان پر) زندہ باقی رکھا ہوا ہے اور جو روح اللہ کے لقب سے ملقب ہیں اور آثار حیات کے غلبہ کے باعث زندہ قائم صحیح اور اب تک بلند محفوظ جگہ میں اور اس جگہ میں جہاں مرنے جینے کا مقام ہی نہیں تازہ رو موجود ہیں۔ اس لئے آپ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور جو شریعت انجیل سے فیصلہ نہیں بلکہ خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے اور آنحضور ﷺ کے قائم مقام ہو کر آپ کے دشمن کو ہلاک کرنے اور دین محمدی کو تمام دینوں پر غالب کرنے یہودیوں کا دجال کی پیروی کا تار و پود بکھیرنے اور نصرانیت کے نشانات کو مٹانے اور جو کچھ نصرانیوں نے دیانت صادقہ کو مٹا دیا ہے اس کی اصلاح کرنے کا کام کریں گے اور یہ واضح

طور پر معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بڑی اور خاص صفت معبود مطلق کا عبد مطلق ہونا ہے۔ چنانچہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے قول "وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا" میں عبداللہ رکھا گیا ہے اور یہ خاص لقب قرآن کریم میں انبیاء میں سے کسی نبی پر بھی تو اصلی طور پر نبی اکرم ﷺ کے سوائے نہیں بولا گیا۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے "انی عبد اللہ " (میں اللہ کا بندہ ہوں) میں قول خداوندی سے حکایت کے طور پر ہے۔ پس یہ ایک لطیف اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عیسیٰ علیہ السلام کو محمد ﷺ کے ساتھ خالص عبدیت اور خاص خاص صفات واوصاف میں خاص مناسبت ہے۔ لہٰذا گہوارہ میں "انی عبد اللہ " کہنے والا شخص تمام انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت اس امر کا زیادہ اہل ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کا والی اور نائب بنا کر بھیجا جائے تا کہ وہ ان کی امت کی مدد کرے اور ان کے دشمن کو ہلاک کرے جو کہ بندہ ہونے سے منہ چڑھاتا ہے اور معاذ اللہ اپنی ذات کے لئے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس تقابل کی عمدگی اور بھی زیادہ عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے لئے خالص بندہ ہونے کے دعوے کی صورت میں ہو جاتی ہے۔ جب کہ ایک بڑی امت نے ان کو معبود بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان اقوال سے جو ظالم، مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت کے بندے کہتے ہیں بلند و برتر ہے۔ پھر وہ خلاف عادت امور جو مردود دجال سے استدراج کے طور پر مردوں وغیرہ کو زندہ کرنے کے بعینہ اسی طرح کے ہیں جس طرح وہ خوارق عادات جو معجزہ کے طور پر عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظہور میں آئے ہیں اور عظیم برکتیں جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظہور میں آئیں گی تو عیسیٰ علیہ السلام دجال ملعون کے ہلاک کرنے کے اس حیثیت سے بھی زیادہ حقدار ہیں۔"

مذکورہ بالا اسرار وحکمت کا مطالعہ کیجئے کہ محدث پاکباز نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور آسمان پر زندہ جانے کے متعلق کیا کیا موتی پروئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ کفر کا بھی ایک انتہائی مقام ہے اور ایمان وہدایت کا بھی۔ کافر اعلیٰ کے لئے خدا کا سب سے اعلیٰ بندہ ہی مقابلہ کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ اسی تقابل اور تضاد سے کائنات بھری پڑی ہے۔ بقول ذوق ۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن　　　اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف ہے

غرضیکہ آخری زمانہ کے دجال کذاب کے لئے جو کفر کا اعلیٰ فرد ہوگا اعلیٰ واکمل ہستی کی ضرورت ہے اور وہ رسول مقبول ﷺ ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آپ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ آپ اس کے مقابلہ کے لئے تشریف لائیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو کئی وجوہ سے نبی اکرم ﷺ سے مناسبت ہے اور جو آسمان پر اٹھائے گئے ہیں دجال کو قتل فرمائیں۔ غرض علامہ

محدث رحمہ اللہ، حدیث کے اسرار و حکمت پر اپنے اور دیگر اہل اسرار کے خیالات پیش کر کے علم حدیث کا حق ادا کرتے ہیں۔

ختم نبوت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ کی نظر میں

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے کلامی مسائل کا کچھ حصہ جن میں چند مسائل پر مختلف الخیال جماعتوں کے غلط عقائد پر نقد و نظر ہے اور اسلامی صحیح نظریات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ بطور نمونہ ہم نے پیش کیا ہے جو ان کے علم کلام اور ان کی مجتہدانہ قوتوں کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ آخر میں چل کر میں ان کی بعض ایسی کلامی تحقیقات اور خیالات کو پیش کر کے اپنے اس مقالہ کو ختم کرنا بہترین تفاول اور برکت یقین کرتا ہوں جن میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے محمد عربی ﷺ کو آخری نبی ثابت فرمایا ہے اور یہ کہ نبوت ختم ہو چکی اور آپ ﷺ کے بعد اب اور کسی قسم کا کوئی نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ عثمانی رحمہ اللہ ”ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (الاحزاب: ٤٠)“ ﴿نہیں ہے محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں پر مہر ہیں۔﴾ کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لئے آپ کی نبوت کا دور سب نبیوں کے بعد رکھا گیا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی آخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے۔ خود ان کی نبوت اور رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا جیسے آج تمام انبیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔ مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری وساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زمین پر زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں۔ حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ﷺ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔ ختم نبوت کے متعلق

قرآن وحدیث اور اجماع وغیرہ سے سینکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مطالعہ کے بعد ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔'' (قرآن مجید مطبوعہ بجنور،تفسیر عثمانی احزاب)

عقیدۂ ختم نبوت کو عثمانی ؒ نے عقلی دلیل سے بھی خوب ثابت فرمادیا ہے۔ یعنی جس طرح آفتاب کی روشنی تمام روشنیوں کا مرکز اور خاتمہ ہے اور رات کو ستارے اور چاند اگرچہ سورج غائب ہوتا ہے اسی کے نور سے روشن رہتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ بھی آفتاب نبوت ہیں اور تمام انبیاء چاند اور ستاروں کی مانند ہیں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر شریعت محمدیہ کو ترجیح دیں گے۔

حضرت علامہ عثمانی ؒ مسلم کی شرح فتح الملہم میں امام مسلم کے خطبہ کتاب کے لفظ خاتم النبیین کی شرح میں حسب ذیل تحقیقات ختم نبوت کے بارے میں پیش فرماتے ہیں جو اپنی جگہ ٹھوس اور آخری ہیں۔ لکھتے ہیں:

خاتم النبیین ''ت'' کے زبر اور زیر کے ساتھ یعنی آنحضرت ﷺ انبیاء میں آخری نبی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور (امام مسلم نے) خاتم المرسلین نہیں کہا بلکہ خاتم النبیین کہا ہے۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ رسولوں کے بھی خاتم ہیں تو یہ اس لئے کہ نبوت رسالت سے باعتبار بشر عام ہے اور عام کی نفی سے خاص کی نفی لازمی طور پر ہو جاتی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین بھی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں۔ اس کے برعکس خاتم الرسول کی نفی سے خاتم النبیین کی نفی نہیں ہوتی۔ البتہ خاتم النبیین کے ساتھ خاتم المرسلین کہنا فضول ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری ؒ نے اکفار الملحدین میں لکھا ہے کہ یہ (یعنی خاتم الانبیاء پر نبوت کا خاتمہ اور انقطاع) ایسے امور سے ہے کہ جس کی ہمارے نبی ﷺ نے خود شہادت دی ہے اور مردوں میں سے زید بن خارجہ نے بھی موت کے بعد کلام کر کے گواہی دی اور کہا کہ محمد اللہ کے رسول نبی امی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور یہ عقیدہ پہلی آسمانی کتاب میں بھی موجود ہے۔ پھر انہوں نے کہا ''صدق صدق'' اسی لفظ کے ساتھ مواہب وغیرہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

اور میں نے مقدمہ فتح الملہم میں ذکر کیا ہے جو کہ ختم نبوت کی حدیثوں کو بعض ہمارے

فضلائے زمانہ نے جمع کیا ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ کو پہنچتی ہیں۔ان میں سے تقریباً تیس حدیثیں صحاح ستہ کی ہیں اور امت مرحومہ نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے اور جس نے ختم نبوت کا انکار کیا اسے کافر کہا ہے اور صاحب فتوحات نے تو ختم نبوت کی تصریح کر دی ہے جس سے بعض جھوٹوں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کو باقی اور جاری رکھنے کی دلیل پکڑی ہے اور ان (صاحب فتوحات) کا یہ فیصلہ ہے۔جس طرح وہ شخص کہ اس کو مبشرات دی جائیں جو کہ اجزائے نبوت کا ایک جز ہے۔اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہ ہو پس اللہ کی عام رحمت کے ذریعہ سمجھو کہ نبوت کا بولا جانا اسی شخص کے لئے ہوتا ہے جو تمام شرائط نبوت سے متصف ہو۔پس اسی کو نبی کہا جائے گا اور اس قسم کی نبوت جو تمام شرائط کے ساتھ ہو ہم پر بند کر دی گئی ہے اور ختم کر دی گئی ہے۔کیونکہ نبوت کی شرطوں میں سے شریعت کے متعلق فرشتہ کا وحی لانا ہے جو صرف نبی کے لئے ہے۔

(فتوحات ج۳ص۵۶۸)

اور ایک اور جگہ پر صاحب فتوحات نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جز ہے۔صرف نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز لوگوں کے لئے رہ گیا ہے۔لیکن اس کے باوجود نبوت اور نبی کا لفظ سوائے صاحب شریعت اور کسی پر نہیں بولا جا سکتا۔یہ نبوت کا نام (کسی کے لئے) بوجہ نبوت میں مقررہ وصف کے بند کر دیا گیا۔

(فتوحات ج۲ص۴۹۵)

علامہ شہیر نے طبقات میں لکھا ہے: ’’کمالات نبوت کے پائے جانے کے باوجود نبوت کا (اس شخص میں) پایا جانا ضروری نہیں اور فتوحات کی اور ایک جگہ میں ہے کہ اب نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء کے لئے تعریفات کے سوائے کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر خداوندی اور نواہی کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔پس جس نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے ایسی شریعت کا دعویٰ کیا جو اس کی طرف وحی کی گئی خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔‘‘

(فتوحات ج۳ص۵۱)

اور فتوحات کے اکیسویں باب میں ہے: جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ (ہرگز) صحیح نہیں ہے۔یہ دھوکا ہے۔کیونکہ حکم کلام کی قسم میں سے ہے اور کلام کی صفت ہے اور یہ اور تمام لوگوں پر دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (الیواقیت ج۲ص۳۴)

یہ ہیں وہ تحقیقات جن میں مسئلہ ختم نبوت کا مختتم فیصلہ علامہ عثمانی ؒ نے ائمہ وعلمائے

امت کے فیصلوں کے مطابق پیش کیا ہے جن کی روشنی میں ان باطل فرقوں کا دجل وفریب بے نقاب ہوکر رہ جاتا ہے جو کسی قسم کے نبی کو آنحضور ﷺ کے بعد آنا جائز سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا جو محمد عربی ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا سمجھتے ہیں۔ صاحب فتوحات کے اقوال بھی علامہ عثمانی ؒ نے پیش کئے ہیں جن میں ختم نبوت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے جن کے قول سے بعض مدعی نبوت استدلال پیش کرتے ہیں۔ اسی ختم نبوت پر میں قاسم ثانی علامہ عثمانی ؒ کے کلامی حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

تردید قادیانیت اور علامہ عثمانی

جناب مفتی محمد شفیع صاحب ؒ حیات انور کے اپنے مقالہ میں مولانا عثمانی ؒ کے متعلق فیروز پور کی ایک تقریر کا اثر جو قادیانیت کی تردید میں آپ نے فرمائی تھی تحریر فرماتے ہیں:

''اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوگیا۔ ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ عین مجلس مناظرہ میں نظر پڑی کہ حضرت شاہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ مع چند دیگر علماء کے تشریف لا رہے ہیں۔ مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ کی تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں ایک یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دجل کے شکار ہو چکے تھے (قادیانی ہو چکے تھے) اس مناظرہ اور تقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔''

(حیات انور ص۲۶۰)

جناب مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی تحریر سے واضح ہے کہ حضرت شاہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب ؒ کی تقریروں نے مرتد لوگوں کو کس طرح اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور توفیق سے پھر اسلام کے دائرے میں لا کھڑا کیا۔ کسی مرتد کو اسلام کے دائرہ میں واپس لانا جتنا مشکل ہے اس کا اندازہ لگانا سخت دشوار ہے۔

پانی میں ہے آگ کا لگانا دشوار ۔۔۔ بہتے دریا کو پھیر لانا دشوار
دشوار سہی مگر نہ اتنا، جتنا ۔۔۔ بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار

علامہ شبیر احمدؒ عثمانی ؒ پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام کی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ردقادیانیت کے سلسلہ میں یہ یادداشتیں پروفیسر انوار الحسن کی کتاب تجلیات عثمانی ؒ سے لی گئیں ہیں۔ (فقیر مرتب)

(۴۳۷)

شبیر احمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ (چوکی)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۹ء)

مولانا شبیر احمد ہاشمی ساہیوال جامعہ فریدیہ، بصیرپور جامعہ حنفیہ فریدیہ میں پڑھتے رہے۔ مولانا مفتی نوراللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ بورے والا میں خطیب رہے۔ اس دوران میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ آپ نے اپنے ضلع میں صف اوّل میں رہ کر کردار ادا کیا۔ چوکی میں خطیب مقرر ہوئے۔ جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے کلیدی عہدوں پر فائز رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں خوب سرگرم عمل رہے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف کسی بھی قسم کے ریلیف دینے کے خلاف رہے۔

(۴۳۸)

شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مفتی

(پیدائش: ۱۰رجنوری ۱۹۴۱ء، بدایون ...... وفات: ۲۸رجنوری ۱۹۹۳ء)

موصوف مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست تھے۔ کراچی سے ماہنامہ ''ترجمان اہل سنت'' کے ایڈیٹر تھے۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں آپ نے اپنے رسالہ کا ختم نبوت نمبر شائع کیا جس کے ایک سو بیس صفحات تھے۔ مولانا بہت بڑے عالم دین اور جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث تھے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ حق تعالیٰ نے بڑی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

(۴۳۹)

شریف الدین کرنالوی رحمۃ اللہ علیہ (سلانوالی)، مولانا حکیم

(وفات: ۱۶رمئی ۱۹۸۰ء، سلانوالی)

کرنال کے عالم دین، صوفی اور مجاہد راہنما، مولانا حکیم شریف الدین رحمۃ اللہ علیہ جامعہ

حسینیہ سلانوالی کے بانی تھے۔آپ نے اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے لئے وہ گرانقدر خدمات دیں جو ایک یادگار کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۴۴۰)

شریف خالد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، مولانا محمد

مولانا ابومحمد شریف خالد رضوی نقشبندی، قادری خطیب جامع مسجد جاتری کہنہ ضلع شیخوپورہ کا رسالہ ''خاتم النبیین'' ہے۔احادیث مبارکہ سے کثرت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۹ میں شائع شدہ ہے۔

(۴۴۱)

شریف قادری رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند، منڈی بہاؤالدین)، مولانا محمد

''سیف ربانی برگردن قادیانی'' مولانا محمد شریف قادری فاضل دیوبند ناظم دارالعلوم اسلامیہ منڈی بہاؤالدین دواخانہ اشرفیہ نے یہ رسالہ ترتیب دیا۔جس میں سیدنا مسیح بن مریم (علیہما السلام) کے علامات جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے اختصار سے درج کر کے مرزا قادیانی کا موازنہ کیا۔ٹائٹل پر یہ شعر درج کیا۔

چیست مرزائیت اے اہل فہم ابتداء از حیض بر ہیضہ ختم

یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۴۴۲)

شریف قریشی رحمۃ اللہ علیہ (جہلم)، مولانا محمد

ٹاہلیانوالہ متصل جہلم کے مولانا ابوسعید محمد شریف قریشی تھے۔آپ نے ۱۹۲۵ء بمطابق محرم ۱۳۴۴ھ میں قادیانیوں کے متعلق رسالہ لکھا جس کا نام ''بیانات مرزا'' ہے۔اس میں مختلف اقوال وتحریرات سے مرزا قادیانی کا دجال وکذاب ہونا ثابت کیا گیا ہے۔اس کا قلمی نسخہ مجلس ملتان کی لائبریری میں ہے۔

(۴۴۳)

شریف وٹو رحمۃ اللہ علیہ (منچن آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۳؍دسمبر ۱۹۸۶ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، جامعہ صادقیہ منچن آباد کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے نائب امیر، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۸۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ کے لئے اپنے علاقہ میں بھرپور کارکردگی دکھائی۔

(۴۴۴)

شفیع امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا منشی

''اسلامیہ تبلیغی انسائیکلوپیڈیا یعنی تحقیق المذاہب'' مولانا منشی محمد شفیع امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اسلامیہ تبلیغی انسائیکلوپیڈیا مرتب فرمائی۔ اس میں عیسائیت، یہودیت، ہندومت، سکھ مت، آریہ دھرم، پارسی مذہب، کمیونزم اور قادیانیت کے رد میں ابواب وار خامہ فرسائی کی۔ باب نہم ص ۱۱۱ سے ۲۰۸ تک قادیانیت کی تردید پر مشتمل ہے۔ ردقادیانیت کی بحث احتساب قادیانیت میں شامل کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس کا تیسرا ایڈیشن لاہور سے اگست ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ اب اسے ۲۰۰۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع کیا ہے۔

(۴۴۵)

شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۲۴؍اپریل ۱۹۸۴ء)

عالم، واعظ، محرم کی مجالس پڑھنے میں نمایاں نام پیدا کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی مرکزی مجلس عمل کے ممبر رہے اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ کراچی میں وصال ہوا۔

(۴۴۶)

شفیع جوش (میر پور)، مولانا محمد

میر پور آزاد کشمیر کے جناب مولانا محمد شفیع جوش ہوتے تھے جو جامع مسجد ایف بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطیب بھی رہے۔ انہوں نے جنوری ۱۹۷۴ء میں ''قادیانی امت'' کے نام پر قادیانیوں کے خلاف ایک کتابچہ تحریر کیا۔ اس میں ایک باب ''مرزا قادیانی اور تحریف قرآن مجید'' بھی تھا جسے بعد میں ایک علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔

(۴۴۷)

شفیع سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(پیدائش: ۱۸۹۴ء ...... وفات: ۱۵/جولائی ۱۹۶۶ء)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام قاضی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ موضع دوآبہ ضلع میانوالی کے رہائشی تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ کے متعلقین سے تھے۔ مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اپنا بیٹا مجھے دے دیتے تو میں انہیں اپنا بیٹا بنا کر رکھتا۔ چنانچہ انہوں نے سعادت سمجھ کر اس آرزو کی تعمیل کی۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا ابوالسعد خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آگئے۔ آپ نے کچھ عرصہ بعد لاہور دینی تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ نیلا گنبد مدرسہ رحیمیہ میں آپ داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد امرتسر مدرسہ نعمانیہ میں جا کر داخلہ لیا۔ مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی جامعہ امینیہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا اور پھر دیوبند جا کر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد واں بھچراں، خانقاہ سراجیہ خوشاب ایسے مدارس میں پڑھاتے بھی رہے اور حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک کی تکمیل بھی کرتے رہے۔ چنانچہ اپنے مرشد سے خلافت واجازت سے فیضیاب ہوئے۔

پھر آپ نے سرگودھا بلاک نمبر ا میں جامعہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی۔ مسجد و مدرسہ کو بام

عروج تک پہنچایا اور پھر تادم واپسیں اس ادارہ میں پڑھاتے رہے۔ ایک کثیر تعداد علماء نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔ پاکستان بننے کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر نے مڈھ رانجھا میں رہائش اختیار کی تو حضرت مولانا محمد شفیع کے مدرسہ سراج العلوم میں فرق باطلہ پر آپ یہاں تیاری کراتے تھے۔ مولانا مفتی محمد شفیع نہ صرف مفتی تھے بلکہ بہت اچھے مناظر، ادیب اور عربی وفارسی کے شاعر بھی تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مرزا محمود قادیانی کے زمانہ میں قادیان سے بھیرہ، شاہ پور، خوشاب، کچہ بجوکہ، سرگودھا میں قادیانی مربیوں کی ٹیم نے دورہ کیا تو ان کے تعاقب کے لئے علماء کرام کی جس جماعت نے مولانا ظہور احمد بگوی کی قیادت میں کوبکو، قریہ بقریہ تبلیغی دورہ کر کے جھوٹوں کو ان کی ماں کے گھر قادیان پہنچایا۔ ان میں ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد شفیع سرگودھوی بھی تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۴۴۸)

شفیع سنکھتروی، مولانا حافظ محمد

(وفات: ۲۹ر جنوری ۱۹۶۹ء)

نارووال ضلع سیالکوٹ کے ایک قریب ایک قصبہ کا نام سنکھترہ ہے۔ حضرت مولانا محمد شفیع یہاں کے تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو مناظرانہ صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کا وجود فریق مخالف کے لئے سوہان روح بن جاتا تھا۔ آپ جہاں قدم رکھتے وہاں رب کریم کی رحمت مدد فرماتی اور آپ کامیابی سے سرفراز ہوتے۔ سیالکوٹ، گورداسپور کی اس پٹی کے لئے قدرت کا عطیہ تھے۔ آپ نے ان علاقوں میں اس پامردی کے ساتھ کام کیا کہ اسلاف کی یاد تازہ کردی۔ گورداسپور اور سیالکوٹ کی یہ پٹی جو کشمیر کے ساتھ واقع ہے، واقعہ یہ ہے کہ آپ نے یہاں قادیانیوں کے پاؤں نہیں ٹکنے دیئے۔ قادیان گورداسپور میں ہے۔ شکرگڑھ کی تحصیل تقسیم سے پہلے گورداسپور کی تحصیل تھی۔ اس علاقہ پر ملعون قادیان کے زمانہ سے قادیانی عفریت نے یلغار کی۔ حق تعالیٰ نے نارووال کے دو قصبوں کوٹلی بارے خان سے مولانا محمد حیات فاتح قادیان اور سنکھترہ سے مولانا حافظ محمد شفیع صاحب کو ان کے مقابل لا کھڑا کیا۔ گورداسپور ہی کے ایک رہائشی مناظر اسلام مولانا لال

حسین اختر ؒ تھے۔ان تینوں حضرات نے جس طرح قادیانیت کے دانت کھٹے کئے۔وہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کوئی منصف مزاج مؤرخ نظرانداز نہیں کرسکتا۔

اس خطۂ سیالکوٹ کے ایک رہنما حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ ؒ (ثانی) علی پوری تھے۔آپ نے ہی حافظ محمد شفیع صاحب ؒ کو دارالعلوم دیوبند پڑھنے کے لئے بھیجا۔ آپ دیوبند سہارنپور پڑھتے رہے۔یوں حق تعالیٰ کی قدرت نے ایسے فاضل شخص کو قادیانیت کے مقابل لاکھڑا کیا کہ قادیانیت کے چھکے چھوٹ گئے۔

دیانتداری کی بات ہے کہ مولانا لال حسین اختر ؒ، مولانا محمد حیات ؒ، مولانا حافظ محمد شفیع ؒ لگتا ہے ایک ہی وادی کی مٹی سے ان کا خمیر اٹھایا گیا۔آج پوری علماء کرام کی کھیپ میں ان کے مزاج وڈھب کا محنتی اور مخلص انسان تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔مولانا حافظ محمد شفیع صاحب ؒ کے متعلق یہ روایت تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک گدھا پال رکھا تھا۔جب تبلیغ کے لئے نکلتے،اس پر دجال قادیان کی کتابیں لادلیتے اور سفر شروع کر لیتے۔آج اس گاؤں،کل وہاں۔دن کہیں رات کہیں۔صبح کہیں شام کہیں۔گاؤں بگاؤں، قریہ بقریہ،شہر بہ شہر دن رات کر کے تسلسل کے ساتھ کئی کئی ماہ کا دورہ کرتے۔ان متذکرہ دوضلعوں اور ان کے ساتھ ملحقہ کشمیر کا تمام خطہ آپ کی تبلیغی کاوشوں کی جولانگاہ تھا۔جہاں جاتے رحمت حق ان کا استقبال کرتی۔مسلمانوں کی عید ہو جاتی۔قادیانیوں کو منہ چھپانے کے لئے جگہ نہ ملتی۔مولانا حافظ محمد شفیع ؒ کا یہ دورہ کبھی دو ماہ،کبھی اڑھائی،کبھی تین ماہ تک طویل ہو جاتا۔گھربار، دن رات،ایام وشہور کی پرواہ کئے بغیر ایسے بڑھتے جاتے کہ گویا ایک دھن سوار تھی کہ رحمت عالم ﷺ کی عزت وناموس کا جھنڈا بلند رکھنا ہے۔قادیانیت کو سرنگوں کرنا ہے۔جب یہ عزم ہو تو پھر ایام وشہور کے گزرنے کی ان کے ہاں کیا وقعت باقی رہ جاتی ہوگی؟

فقیر راقم نے اس علاقہ کا سفر کیا۔ماحول کو سمجھنے کی جوں جوں کاوش کی،اس سوچ میں گم رہا کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی مخلصانہ وللّٰہی تبلیغی کاوش سے کس طرح ہزاروں ہزار انسانوں کا ایمان بچایا۔بخدا یہ حضرات ہمارے آئیڈیل تھے اور ہم ان کے مقابلہ میں ننگ اسلاف ہیں۔وہ کتنے بہادر تھے اور ہم کتنے مصلحت بین۔وہ کتنے جانباز تھے اور ہم کتنے تساہل کے مارے۔ہائے! ان کی سوچ کی بلندی اور ہائے ہماری سوچ کی پستی۔وہ چل دیئے ہم نے جانا ہے۔لیکن یہ بات سوہان روح ہے کہ ان کا سامنا کیسے کریں گے اور کس منہ سے ان کے سامنے پیش ہوں گے۔الٰہی عاقبت محمود کن!

(۴۴۹)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

(ولادت: جنوری ۱۸۹۷ء، دیوبند ...... وفات: ۱۹۷۶ء، کراچی)

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے رہائشی تھے۔ والد گرامی کا نام مولانا محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو دارالعلوم کے فارسی کے استاذ تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۰ رشعبان ۱۳۱۴ھ، مطابق جنوری ۱۸۹۷ء ہے۔ آپ کے دادا خلیفہ تحسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام محمد مبین تجویز کیا۔ جب کہ محمد شفیع نام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا رکھا ہوا ہے۔ پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں ہی قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم کے لئے داخل ہوئے۔ حافظ محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ناظرہ پڑھا۔ کچھ پارے حفظ بھی کئے۔ لیکن جسمانی صحت نے ساتھ نہ دیا تو حفظ نہ کر پائے۔

والد گرامی سے فارسی پڑھی۔ ناظرہ کے بعد پانچ سال میں فارسی، املاء اور عربی کی کتب پڑھ لی تھیں۔ سولہ سال کی عمر میں متوسطہ میں عربی کتب کے لئے داخلہ لیا۔

دورۂ حدیث شریف کی کتب مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۳۳۶ھ میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کی وجہ سے بجائے حضرت شیخ الہند کے حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کیا۔

اصلاح کا تعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور پھر خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تحصیل علم سے فارغ ہوتے ہی آپ دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ بعد آپ کا بڑے اساتذہ میں شمار ہوا اور پھر دارالعلوم کے دارالافتاء کے صدر نشین بھی مقرر ہوئے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)، مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ کے شاگرد تھے۔

ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے تحفظ اور ردقادیانیت کے حوالہ سے ''البلاغ'' کے مفتی اعظم نمبر میں ایک وقیع و وسیع مضمون لکھا تھا اس کا کچھ حصہ قارئین کی نظر نواز ہے۔

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور تردید قادیانیت

حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اس کائنات میں خیر وشر اور حق وباطل کا سلسلہ ابتدائے تخلیق سے جاری فرمایا اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ اس کی ابتداء اگر ابلیس وآدم کی آویزش سے ہوتی ہے تو اس کی انتہاء دجال ومسیح پر ہوگی۔ اس سنت الٰہیہ کے مطابق جب کسی شر کی قوت نے سر اٹھایا اس کا سر کچلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رجال خیر کو کھڑا کر دیا۔ اس صدی (چودھویں صدی ہجری) کا سب سے بڑا شر، سب سے بڑا فتنہ، سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑا دجل وفریب، لعین ابولعین، لعین قادیان کا دعویٰ نبوت ومسیحیت تھا۔ جس نے گذشتہ صدیوں کے سارے کفر والحاد کا تعفن اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔

یہ فتنہ چونکہ دجل وفریب کی بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ اس لئے شروع میں تو بہت سے لوگ اس کی حقیقت ہی نہ سمجھے اور جن حضرات کو اصل حقیقت تک رسائی ہوئی انہوں نے اس کو دیوانے کی بڑ اور گوزشتر، تصور کرتے ہوئے اسے لائق التفات ہی نہ سمجھا، ادھر انگریز کی عیاری ومکاری، اس کی اعانت ونصرت اور تائید وحمایت نے اس فتنہ کو کم فہم انگریزی خواندہ نوجوانوں اور سرکاری ملازموں میں پنپنے کا موقعہ دیا۔ تا آنکہ رفتہ رفتہ قادیانیت کی رگوں میں دجل وفریب کے علاوہ کبر ونخوت اور شیخی وتعلّی کا خون پھر دوڑنے لگا۔ وہ ہر راہ چلتے کا بازو پکڑ کر اسے حیات مسیح پر بحث کرنے کی دعوت دینے لگے اور انہوں نے گلی کوچوں میں مناظروں اور مباحثوں کی فضا پیدا کر دی۔ وہ ہر داڑھی والے کو دیکھ کر اس پر پھبتیاں کسنے اور اسلامی عقائد کو چیلنج کرنے لگے۔ یہ وہ صورتحال تھی جس نے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کر دیا تھا اور آپ کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی۔ خطرہ ہو چلا تھا کہ اگر اس ملعون فتنہ کو لگام نہ دی گئی تو یہ نہ صرف مسلمانوں کی گمراہی کا ذریعہ بن جائے گا بلکہ دین محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے کم ازکم ہندوستان سے خاتمہ کا سبب ہوگا۔ علمائے امت بحمد اللہ اس فتنہ کی سرکوبی پہلے سے کرتے آرہے تھے۔ مگر حضرت امام العصر رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر اس فتنہ کے قلع قمع کے لئے چند اہم اقدامات تھے۔

اوّل...... اس فتنہ کی ملعونیت وخباثت اس طرح اجاگر کی جائے کہ قادیانیت ومرزائیت کا لفظ بجائے خود گالی بن جائے۔ حتیٰ کہ خود قادیانی بھی اپنے آپ کو مرزائی یا قادیانی کہلانا عار اور شرم کا موجب سمجھیں۔

دوم...... اہل علم کی ایک باتوفیق جماعت تیار کی جائے جو قادیانیوں کی تلبیسات کا پردہ چاک کرے اوران تمام علمی مباحث کونہایت صاف اور منقح کردے جواسلام اور قادیانیت کے درمیان زیر بحث آئے ہیں۔

سوم...... دعوت وتبلیغ اور مباحثہ ومناظرہ کے میدان میں ایسی پیش قدمی کی جائے کہ حریف پسپا ہونے پر مجبور ہوجائے اوراسے ہر گلی کوچہ میں مسلمانوں کوللکارنے کی جرأت نہ ہو۔

چہارم...... ردقادیانیت اور تحفظ ختم نبوت مسلمانوں کاایک مستقل مشن بن جائے تاکہ جہاں کہیں قادیانیت کے طاغوتی جراثیم پائے جائیں وہاں ختم نبوت کاتریاق مہیا کیا جاسکے۔

حضرت شاہ صاحب ؒ کے علمی تعلق اور روحانی توجہ نے پورے دارالعلوم دیوبند کو اس محاذ پر لگادیا۔آپ کے زیراشراف جو جماعت قادیانیت کے استیصال کے لئے تیار ہوئی ان میں حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندی ؒ کی شخصیت بالآخر اپنے دور کی نمایاں ترین شخصیت بن گئی۔حضرت مفتی اعظم ؒ نے ردقادیانیت پر جوکام کیا اسے آسانی کے لئے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اوّل...... دعوت وتبلیغ کے ذریعہ نیز مباحثہ ومناظرہ کے میدان میں اور عدالت کے کٹہرے میں قادیانیت کامقابلہ۔

دوم...... تصنیف وتالیف کے ذریعہ ردقادیانیت کی خدمت۔

سوم...... دارالعلوم دیوبند کی مسند دارالافتاء سے قادیانیوں کی دینی حیثیت کی تشخیص اوران کے شبہات کاازالہ۔

اوّل الذکر دونوں چیزوں کامختصر سا خاکہ خود مفتی صاحب ؒ کے اس مقالہ میں آجاتا ہے جو''حیات انور''میں شامل ہےاور جو ہمارے پاس سب سے مستند ذریعہ معلومات ہے۔ اس لئے اس مقالہ کاضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے اس دور کے بعض اہم واقعات بھی معلوم ہوں گے۔حضرت شاہ صاحب ؒ کے ردقادیانیت کے لئے اہتمام اوراپنے تلامذہ کی تربیت پر روشنی پڑے گی اور حضرت مفتی صاحب ؒ کی خدمات کااجمالی تعارف بھی ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب ؒ لکھتے ہیں:

فتنہ مرزائیت کی شدت اوراس کے بعض اسباب

تقریباً ۱۳۴۰ھ کاواقعہ ہے کہ فتنہ قادیانیت پورے ہندوستان کے اطراف وجوانب

میں اور خصوصاً پنجاب میں ایک طوفانی صورت سے اٹھا۔ اس کا سبب خواہ یہ ہو کہ ۱۹۱۹ء کی جنگ عظیم میں قادیانی مسیح کی امت نے مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں (انگریزوں) کو کافی مدد بہم پہنچائی جس کا اعتراف خود قادیانیوں نے اپنے اخبارات میں کیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب بغداد سات سو سال کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر انگریزوں کے تسلط میں داخل ہوا تو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری امت ان کے رنج وغم میں مبتلا تھی وہیں قادیانی مرزا کی امت قادیان میں چراغاں کر رہی تھی۔ (الفضل قادیان)

اس جنگ میں امداد دینے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزوں کو کامیاب بنانے کے صلہ میں انگریزوں کی حمایت (بقول مرزا قادیانی) اپنے اس خود کاشتہ پودے کو زیادہ حاصل ہوگئی اور اس کا یہ حوصلہ ہو گیا کہ وہ کھل کر مسلمانوں کے مقابلے میں آجائے اور ممکن ہے کہ کچھ اور بھی اسباب ہوں۔ یہ زمانہ دارالعلوم دیوبند میں میرے درس وتدریس کا ابتدائی دور تھا اور میں اس بسم اللہ کے گنبد میں اپنی کتاب اور سبق پڑھانے کے سوا کچھ نہ جانتا تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن ہمارے بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے فروغ اور اسلام کی خدمت ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا، قادیانیت کے اس بڑھتے ہوئے طوفان سے سخت تشویش واضطراب محسوس فرما رہے تھے اور تبلیغ واشاعت کے ذریعہ اس کے مقابلے کی فکر کر رہے تھے۔ بالخصوص حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس فتنہ کا بہت اثر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے ان کو چن لیا ہے۔ جیسا ہر زمانہ میں عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ ہر فتنہ کے مقابلہ کے لئے اس وقت کے علماء دین سے کسی کو منتخب کر لیا گیا اور اس کے قلب میں اس کی اہمیت ڈال دی گئی۔ فتنہ قادیانیت کے استیصال میں حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی شبانہ روز جدوجہد اور فکر وعمل سے دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے آپ کو چن لیا ہے۔

مصر وعراق وغیرہ ممالک اسلامیہ میں فتنہ قادیانیت کا انسداد

میں (مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ) حسب عادت ایک روز استاذ محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی دائمی عادت کے خلاف یہ دیکھا کہ ان کے سامنے کوئی کتاب زیر مطالعہ نہیں۔ خالی بیٹھے ہوئے ہیں اور چہرے پر فکر کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیسا مزاج ہے؟ فرمایا کہ بھائی مزاج کو کیا پوچھتے ہو، قادیانیت کا ارتداد اور کفر کا سیلاب امنڈتا نظر آتا ہے۔ صرف ہندوستان میں نہیں عراق وبغداد میں ان کا فتنہ سخت ہوتا جاتا ہے اور ہمارے

علماء وعوام کو اس طرف توجہ نہیں۔ ہم نے اس کے مقابلہ کے لئے جمعیۃ علماء ہند میں یہ تجویز پاس کرائی تھی کہ دس رسالے مختلف موضوعات متعلقہ قادیانیت پر عربی زبان میں لکھے جائیں اوران کو طبع کراکران بلاد اسلامیہ میں بھیجا جائے۔ مگراب کوئی کام کرنے والا نہیں ملتا۔ اس کام کی اہمیت لوگوں کے خیال میں نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی استعداد پر تو بھروسہ نہیں۔ لیکن حکم ہو تو کچھ لکھ کر پیش کروں۔ ملاحظہ کے بعد کچھ مفید معلوم ہو تو شائع کیا جائے۔ ورنہ بیکار ہونا بظاہر ہی ہے۔

ارشاد ہوا کہ مسئلہ ختم نبوت پر لکھو۔ احقر نے استاذ محترم کی تعمیل ارشاد کو سرمایہ سعادت سمجھ کر چند روز میں تقریباً ایک سو صفحات کا ایک رسالہ عربی زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ممدوح رسالہ دیکھتے جاتے تھے اور بار بار دعائیہ کلمات زبان پر تھے۔ مجھے کوئی تصور نہ تھا کہ اس ناچیز خدمت کی اتنی قدر افزائی کی جائے گی۔ پھر خود ہی حضرت ممدوح نے اس رسالہ کا نام ''ھدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین'' تجویز فرماکر اس کے آخر میں ایک صفحہ بطور تقریظ تحریر فرمایا اور اپنے اہتمام سے اس کو طبع کرایا۔ مصر، شام، عراق مختلف مقامات پر اس کے نسخے روانہ کئے۔

خاص قادیان میں پہنچ کر اعلانِ حق اور ردمرزائیت

اسی زمانہ میں حضرت ممدوح کے ایماء پر امرتسر وپٹیالہ ولدھیانہ کے چند علماء نے یہ تجویز کیا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لئے خاص قادیان میں ایک تبلیغی جلسہ سالانہ منعقد کیا جائے تاکہ قضیہ زمین برسر زمین طے ہوسکے۔ یہ عوام کو فریب میں ڈالنے والے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج جو اکثر اس فرقہ کی طرف سے چھپتے رہتے ہیں ان کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ چند سال مسلسل یہ جلسے قادیان میں ہوتے تھے اور حضرت ممدوح اکثر بذات خود ایک جماعت علماء دیوبند کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔ احقر ناکارہ بھی اکثر ان میں حاضر رہا ہے۔

قادیانی گروہ نے اپنے آقاؤں (انگریزوں) کے ذریعہ ہر طرح اس کی کوشش کی کہ یہ جلسے قادیان میں نہ ہوسکیں۔ لیکن کوئی قانونی وجہ نہ تھی جس سے جلسے روک دیئے جاویں۔ کیونکہ ان جلسوں میں عالمانہ بیانات تہذیب ومتانت کے ساتھ ہوتے اور کسی نقص امن کے خطرہ کو موقع نہ دیتے تھے۔ جب قادیانی گروہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو خود تشدد پر اتر آیا۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اور ان کے رفقاء کو قادیان جانے سے پہلے اکثر ایسے خطوط گمنام ملا کرتے تھے کہ اگر قادیان میں قدم رکھا تو زندہ واپس نہ جاسکو گے اور یہ صرف دھمکی ہی نہ تھی، بلکہ عملاً بھی اکثر اس قسم

کی حرکتیں ہوتی تھیں کہ باہر سے جانے والے علماء ومسلمانوں پر حملے کئے جاتے تھے۔ایک مرتبہ آگ بھی لگائی گئی۔لیکن حق کا چراغ کبھی پھونکوں سے بجھایا نہیں گیا۔اس وقت بھی ان کے اخلاق باختہ پر حملے مسلمانوں کوان جلسوں سے نہ روک سکے۔

مرزائیت میں تصانیف کا سلسلہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم چند خدام جلسہ قادیان میں حضرت ممدوح کے ساتھ حاضر تھے۔صبح کی نماز کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنے مخصوص تلامذہ حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ زمانہ کوالحاد کے فتنوں نے گھیر لیا اور قادیانی دجال کا فتنہ ان سب میں زیادہ شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔اب ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی عمر وتوانائی کا بڑا حصہ اور درس حدیث کا اہم موضوع حنفیت وشافعیت کو بنائے رکھا۔ملحدین زمانہ کے وساوس کی طرف توجہ نہ دی۔ حالانکہ ان کا فتنہ مسئلہ حنفیت وشافعیت سے کہیں زیادہ اہم تھا۔اب قادیانی فتنہ کی شدت نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا تو میں نے اس کے متعلقہ مسائل کا کچھ مواد جمع کیا ہے۔اگر اس کو میں خود تصنیف کی صورت سے مدون کروں تو میرا طرز ایک خالص علمی اصطلاحی رنگ ہے اور زمانہ قحط الرجال کا ہے۔اس قسم کی تحریر کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کیا جاتا۔بلکہ اس کا فائدہ بھی بہت محدود رہ جاتا ہے۔میں نے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر ایک رسالہ ’’فصل الخطاب‘‘ بزبان عربی تحریر کیا۔ اہل علم اور طلباء میں عموماً مفت تقسیم کیا لیکن اکثر لوگوں کو یہی شکایت کرتے سنا کہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔اس لئے اگر آپ لوگ کچھ ہمت کریں تو یہ مواد میں آپ کو دے دوں۔اس وقت حاضرین میں چار آدمی تھے۔احقر ناکارہ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ؒ سابق ناظم شعبہ تعلیم وتبلیغ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا بدرعالم صاحب ؒ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند وجامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت ودارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ وحال مہاجر مدینہ طیبہ اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ؒ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند وشیخ الجامعہ بہاولپور وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔ہم چاروں نے عرض کیا کہ جو حکم ہو ہم امتثال امر کو سعادت کبریٰ سمجھتے ہیں۔

اس وقت فرمایا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لئے علمی طور پر تین کام کرنے ہیں۔اوّل مسئلہ ختم نبوت پر ایک محققانہ مکمل تصنیف جس میں مرزائیوں کے شبہات واوہام کا ازالہ بھی ہو۔ دوسرے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کی مکمل تحقیق قرآن وحدیث اور آثار سلف سے مع ازالہ شبہات ملحدین۔

تیسرے خود مرزا قادیانی کی زندگی، اس کے گرے ہوئے اخلاق اور متعارض ومتہافت اقوال اور انبیاء واولیاء وعلماء کی شان میں اس کی گستاخیاں اور گندی گالیاں، اس کا دعویٰ نبوت ووحی اور متضاد قسم کے دعوے۔ ان سب چیزوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی کتابوں سے مع حوالہ جمع کرنا جس سے مسلمانوں کو اس فرقہ کی حقیقت معلوم ہو اور اصل یہ ہے کہ اس فتنہ کی مدافعت کے لئے یہی چیز اہم اور کافی ہے۔ مگر چونکہ مرزائیوں نے مسلمانوں کو فریب میں ڈالنے کے لئے خواہ مخواہ کچھ علمی مسائل میں عوام کو الجھا دیا ہے۔ اس لئے ان سے بھی اغماض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق تو یہ صاحب (احقر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ایک جامع رسالہ عربی زبان میں لکھ چکے ہیں اور اردو میں لکھ رہے ہیں اور آخرالذکر معاملہ کے متعلق مواد فراہم کر کے مدون کرنے کا سب سے بہتر کام حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ؒ کر سکیں گے کہ اس معاملہ میں ان کو معلومات بھی کافی ہیں اور مرزائی کتابوں کا پورا ذخیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے کر جلد سے جلد پورا کریں۔ اب مسئلہ رفع وحیات عیسیٰ علیہ السلام رہ جاتا ہے۔ اس کے متعلق میرے پاس کافی مواد جمع ہے۔ آپ تینوں صاحب دیوبند پہنچ کر مجھ سے لے لیں اور اپنی اپنی طرز پر لکھیں۔

یہ مجلس ختم ہوگئی۔ مگر حضرت شاہ صاحب ؒ کے قلبی تاثرات اپنا ایک گہرا نقش ہمارے دلوں پر چھوڑ گئے۔ دیوبند واپس آتے ہیں ہم تینوں حضرت شاہ صاحب ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ مواد حاصل کیا۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب نے ''انی متوفیک ورافعک الیّ'' کی تفسیر سے متعلقہ مواد لے کر اس پر ایک مستقل رسالہ اردو میں بنام ''الجواب الفصیح لحیات المسیح'' تحریر فرمایا جو علمی رنگ میں لاجواب سمجھا گیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے پسند فرما کر اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔

احقر ناکارہ کے متعلق یہ خدمت کی گئی کہ جتنی مستند ومعتبر روایات حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات یا نزول فی آخرالزمان کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کردے۔ احقر نے تعمیل حکم کے لئے رسالہ ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' بزبان عربی لکھا اور حضرت ممدوح کی بے حد پسندیدگی کے بعد اسی سال شائع ہوا۔

اس کے بعد حسب ارشاد ممدوح مسئلہ ختم نبوت پر ایک مستقل کتاب اردو زبان میں تین حصوں میں لکھی۔

پہلا حصہ ختم النبوۃ فی القرآن: جس میں ایک سو آیات قرآنی سے اس مسئلہ کا مکمل ثبوت اور ملحدوں کے شبہات کا جواب لکھا گیا ہے۔

دوسرا ختم النبوۃ فی الحدیث: جس میں دوسودس احادیث معتبرہ سے اس مضمون کا ثبوت اور منکرین کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا ختم النبوۃ فی الآثار: جس میں سینکڑوں اقوال صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس کے ثبوت اور منکرین اور ان کی تاویلات باطلہ پر رد کے متعلق نہایت صاف وصریح نقل کئے گئے ہیں۔ یہ تینوں رسالے پہلی مرتبہ ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۵ھ تک شائع ہوئے۔ اسی کے ساتھ مختصر رسالہ ''دعاوی مرزا'' اور ''مسیح موعود کی پہچان'' اردو زبان میں احقر نے لکھ کر پیش کئے۔ ان رسائل کا جو کچھ نفع مسلمانوں کی اصلاح وہدایت اور ملحدین منکرین پر اتمام حجت کے سلسلہ میں ہوا یا ہوگا اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ مجھے تو اپنی محنت کا نقد صلہ حضرت شاہ صاحب ؒ کی مسرت وخوشنودی اور بے شمار دعاؤں سے اسی وقت مل گیا اور جوں جوں ان رسائل کی اشاعت سے مسلمانوں کی ہدایت بلکہ بہت سے قادیانی خاندانوں کی توبہ ورجوع الی الاسلام کے متعلق حضرت کو معلوم ہوئے اسی طرح اظہار مسرت اور دعا کے انعامات ملتے رہے۔

مخدومنا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن ؒ جو عمر اور طبقہ کے اعتبار سے حضرت شاہ صاحب ؒ سے مقدم تھے، لیکن حضرت شاہ صاحب ؒ کے محیر العقول علم کے بے حد معتقد اور آپ کے ساتھ معاملہ بزرگوں کا سا کرتے تھے جو خدمت اس سلسلہ کی ان کے سپرد فرمائی تھی اس کو آپ نے بڑی سعی بلیغ کے ساتھ انجام دینا شروع کیا اور مرزا قادیانی کی پوری زندگی، اس کے اخلاق واعمال اور عقائد وخیالات، دعوے نبوت ورسالت اور تکفیر عام اہل اسلام، گستاخی درشان انبیاء واولیاء کو مرزا قادیانی کی اپنی کتابوں سے بحوالہ صفحہ سطر نہایت انصاف اور احتیاط کے ساتھ نقل کر کے بہت سے رسائل تصنیف فرمائے اور حضرت شاہ صاحب ؒ کے سامنے پیش فرما کر ان کی مراد پوری فرمائی۔

فیروز پور پنجاب میں تاریخی مناظرہ

اسی زمانہ میں چھاؤنی فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں کا ایک خاصا جتھا جمع ہو گیا تھا۔

یہ لوگ وہاں کے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اور اپنے دستور کے موافق عوام مسلمانوں کو مناظرہ مباحثہ کا یہ چیلنج کیا کرتے اور جب کسی عالم سے مقابلہ کی نوبت آتی تو راہ گریز اختیار کرتے۔ اسی زمانہ میں ضلع سہارنپور کے رہنے والے کچھ مسلمان جو فیروز پور میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے ان لوگوں نے روز روز کی جھک جھک کو ختم کرنے کے لئے خود قادیانیوں کو دعوت مناظرہ دے دی۔ قادیانیوں نے سادہ لوح عوام سے معاملہ دیکھ کر بڑی دلیری اور چالا ساتھ دعوت مناظرہ قبول کر کے بجائے اس کے کہ مناظرہ کرنے والے علماء سے شرا طے کرتے انہیں عوام سے ایسی شرائط مناظرہ پر دستخط لے لئے جن کی رو سے فتح بہرحال گروہ کی ہو اور اہل اسلام کو مقررہ شرائط کی پابندی کی وجہ سے ہر قدم پر مشکلات درپیش ہوں۔

ان عوام مسلمین نے مناظرہ اور شرائط مناظرہ طے کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے چند علماء کو دعوت دی جو قادیانیوں سے مناظرہ کریں۔

مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ؒ اور حضرت شاہ صاحب ؒ کے مشورہ سے اس کام کے لئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن ؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ، حضرت مولانا محمد ادریس ؒ اور احقر (مولانا مفتی محمد شفیع ؒ) تجویز ہوئے۔ ادھر قادیانیوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم نے اپنی من مانی شرائط میں مسلم مناظرین کو جکڑ لیا ہے۔ اپنی قوت محسوس کی اور قادیان کی پوری طاقت فیروز پور میں لا ڈالی۔ ان کے سب سے بڑے عالم اس وقت سرور شاہ (قادیانی) اور سب سے بڑے مناظر حافظ روشن علی (قادیانی) اور عبدالرحمٰن مصری (قادیانی) وغیرہ تھے۔ یہ سب اس مناظرہ کے لئے فیروز پور پہنچ گئے۔

ہم چار افراد حسب الحکم دیوبند سے فیروز پور پہنچے تو یہاں پہنچ کر چھپا ہوا پروگرام مناظرہ اور شرائط مناظرہ کا نظر سے گذرا۔ شرائط مناظرہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ان میں ہر حیثیت سے قادیانی گروہ کے لئے آسانیاں اور اہل اسلام کے لئے ہر طرح کی بے جا پابندیاں عوام نے اپنی ناواقفیت کی بناء پر تسلیم کی ہوئی ہیں۔ اب ہمارے لئے دو ہی راستے تھے کہ یا ان مسلمہ فریقین شرائط مناظرہ کے ماتحت مناظرہ کریں جو ہر حیثیت سے ہمارے لئے مضر تھیں یا پھر مناظرہ سے انکار کر دیں کہ ہم ان شرائط کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے جو بغیر ہماری شرکت کے طے کر لی گئی ہیں۔ لیکن دوسری شق پر مقامی مسلمانوں کی بڑی خفت اور سبکی تھی اور قادیانیوں کو اس پروپیگنڈے کا موقع ملتا کہ علماء نے مناظرہ سے فرار کیا۔ اس لئے ہم سب نے مشورہ کر کے مناظرہ کرنے کا تو فیصلہ کر لیا اور بذریعہ تار صورتحال کی اطلاع حضرت شاہ صاحب ؒ کو دے دی۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوگیا۔ ابھی شروع ہی تھا کہ عین مجلس مناظرہ میں نظر پڑی کہ حضرت شاہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب ؒ مع چند دیگر علماء کے تشریف لارہے ہیں۔ ان کی آمد پر ہم نے کچھ دیر کے لئے مجلس مناظرہ ملتوی کی اور ان حضرات کو صورتحال بتلائی۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ جایئے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرطیں اپنی پسند کے موافق عوام سے طے کرالی ہیں۔ اتنی ہی اور لگالو ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ تم چوروں کی طرح عام ناواقف مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے عادی ہو۔ کسی شرط اور کسی طریق پر ایک مرتبہ سامنے آکر اپنے دلائل بیان کرو اور ہمارا جواب سنو۔ پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔

حضرت کے ارشاد کے موافق اسی کا اعلان کردیا گیا اور مناظرہ جاری ہوا۔ ان اکابر کو مناظرہ کے لئے پیش کرنا ہماری غیرت کے خلاف تھا۔ اس لئے پہلے دن مناظرہ مسئلہ ختم نبوت پر احقر نے کیا۔ دوسرے تیسرے دن حضرت مولانا بدر عالم ؒ اور مولانا محمد ادریس ؒ نے دوسرے مسائل پر مناظرہ کیا۔ یوں تو مناظرہ کے بعد ہر فریق اپنی اپنی کہا ہی کرتا ہے۔ لیکن اس مناظرہ میں چونکہ عموماً تعلیم یافتہ طبقہ شریک تھا۔ اس لئے کسی فریق کو دھاندلی کا موقع نہ تھا۔ پھر اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا۔ اس کا جواب فیروز پور کے ہر گلی کوچے سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ قادیانی گروہ کو کس قدر رسوا ہوکر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ خود اس گروہ کے تعلیم یافتہ وسنجیدہ طبقہ نے اس کا اقرار کیا کہ قادیانی گروہ اپنے کسی دعویٰ کو ثابت نہیں کرسکا اور اس کے خلاف دوسرے فریق نے جوبات کہی قوی دلیل کے ساتھ کہی۔

مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ کی تقریریں قادیانی مسئلہ کے متعلق ہوئیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں ایک یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دجل کے شکار ہوچکے تھے اس مناظرہ اور تقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔

حضرت شاہ صاحب کا دورۂ پنجاب

۱۳۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی کوشش سے بذریعہ تصنیف وتحریر قادیانی دجل وفریب کا پردہ پوری طرح چاک کردیا گیا اور قادیانیت سے متعلق ہر مسئلہ پر مختلف طرز وانداز کے بیسیوں رسائل شائع ہوچکے تو آپ نے اس کی بھی ضرورت محسوس فرمائی کہ

ناخواندہ عوام کا طبقہ جو زیادہ کتابیں نہیں پڑھتا اور قادیانی مبلغین چل پھر کر ان میں اپنا دجل پھیلاتے ہیں ان لوگوں کی حفاظت کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں کا ایک تبلیغی دورہ کیا جائے۔

پنجاب وسرحد کے دورہ کا پروگرام بنا۔علماء دیوبند کی ایک جماعت ہمرکاب ہوئی۔اس جماعت میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اکابرین سے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ شریک تھے اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا بدر عالم رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد ادریس رحمہ اللہ اور مولانا محمد نعیم لدھیانوی رحمہ اللہ اور احقر ناکارہ شامل تھے۔یہ علم کے پہاڑ اور تقویٰ کے پیکر پنجاب کے ہر بڑے شہر میں پہنچے اور مرزائیت کے متعلق اعلان حق کیا۔منکرین کو رفع شبہات کی دعوت دی۔لدھیانہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ، کھوڑہ وغیرہ میں ان حضرات کی بصیرت افروز عالمانہ تقریریں ہوئیں۔مرزائی دجال جو آئے دن مناظرہ ومباہلہ کے چیلنج عوام کو دکھانے کے لئے پھرتے تھے۔ان میں سے ایک سامنے نہ آیا۔معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔

اس پورے سفر میں عام مسلمانوں نے جاء الحق وزہق الباطل کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھ لیا۔

مرزائیوں کے مقابلہ میں بہاولپور کا تاریخی مقدمہ

حضرت شاہ صاحب اور دیگر اکابر علماء کے بیانات مرزائیوں کے مرتد ہونے کا فیصلہ۔
۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور کی ایک مسلمان عورت کا دعویٰ اپنے شوہر کے مرزائی ہو جانے کی وجہ سے نکاح فسخ ہونے کے متعلق بہاولپور کی عدالت میں دائر ہوا اور سات سال تک یہ مقدمہ بہاولپور کی ادنیٰ اعلیٰ عدالتوں میں دائر رہتے ہوئے آخر میں دربار معلیٰ بہاولپور میں پہنچا۔ ۱۹۳۳ء میں دربار معلیٰ نے پھر عدالت میں یہ لکھ کر واپس کیا کہ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتنقیح کرنا ضروری ہے۔دونوں فریق کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے علماء کی شہادتیں پیش کریں اور دونوں طرف کے مکمل بیانات سننے کے بعد اس مسئلہ کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے۔

اب مدعا علیہ مرزائی نے اپنی حمایت کے لئے قادیان کی طرف رجوع کیا۔قادیان کا بیت المال اور اس کے رجال کار مقدمہ کی پیروی کے لئے وقف ہوگئے۔ادھر مدعیہ بیچاری ایک

غریب گھرانے کی لڑکی نہایت کسمپرسی میں وقت گذار رہی تھی۔ اس کی قدرت سے قطعاً خارج تھا کہ ملک کے مشاہیر علماء کو جمع کر کے اپنی شہادت میں پیش کر سکے یا اس مقدمہ کی پیروی کر سکے۔ مگر الحمدللہ بہاولپور کے غیور مسلمانوں کی انجمن مؤید الاسلام نے زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد حسین شیخ الجامعہ بہاولپور اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا اور ملک کے مشاہیر علماء کو خطوط لکھ کر اس مقدمہ کی پیروی اور شہادت کے لئے طلب کیا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دے رہے تھے اور کچھ عرصہ سے علالت کے سبب رخصت پر دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ طول علالت سے نقاہت بے حد ہو چکی تھی۔ لیکن جس وقت یہ معاملہ آپ کے سامنے آیا تو مسئلہ کی نزاکت اور ہیئت کے قوی احساس نے اپ کو اس کے لئے مجبور کر دیا کہ اپنی صحت اور دوسری ضرورتوں کا خیال کئے بغیر وہ بہاولپور کا سفر کریں۔ آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش فرمایا۔ بلکہ ملک کے دوسرے علماء کو بھی ترغیب دے کر شہادت کے لئے جمع فرمایا۔

یہ واقعہ تقریباً ۱۳۵۰ھ کا ہے جب کہ احقر ناکارہ بحیثیت مفتی دارالعلوم دیوبند فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ انجمن مؤید الاسلام بہاولپور کی دعوت کے علاوہ استاد محترم حضرت شاہ صاحب ؒ کا ایماء بھی میری حاضری کے متعلق معلوم ہوا۔ احقر نے حاضری کا قصد کر لیا۔

لیکن حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ کی جو خداداد شغف دینی ضرورتوں کے ساتھ تھا اور آپ کو بے چین کئے رکھتا تھا۔ اس کی وجہ سے آپ نے تاریخ مقدمہ سے کافی روز پہلے بہاولپور پہنچ کر اس کام کو پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے کا فیصلہ فرما کر سب بیانات کے اختتام تک تقریباً بیس پچیس روز بہاولپور میں قیام فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کا پرشوکت عالمانہ بیان جو کمرہ عدالت میں ہوا اس کی اصل کیفیت تو صرف انہی لوگوں سے پوچھئے جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہے۔ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ اس وقت کمرۂ عدالت دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث نظر آتا تھا۔ عدالت اور حاضرین پر ایک سکتہ کا عالم تھا۔ علوم ربانی کے حقائق ومعارف کا دریا تھا جو امڈا چلا جاتا تھا۔ تین روز مسلسل بیان ہوا۔ تقریباً ساٹھ صفحات پر قلم بند ہوا۔ یہ بیان اور دوسرے حضرات کے بیانات ایک مستقل جلد میں طبع ہوئے۔

اس مقدمہ میں کیا ہوا؟ اس کی پوری تفصیل تو اس مفصل فیصلہ سے معلوم ہوسکتی ہے جو عدالت کی طرف سے ۷؍فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳؍ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ کو دیا گیا اور جو اسی وقت

بزبان اردو ایک سو باون صفحات پر شائع ہو چکا تھا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام حضرت مولانا محمد صادق استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور وحال ناظم امور مذہبیہ بہاولپور کے دست مبارک سے ہوا۔ اس مقدمہ کی پیروی علماء کے اجتماع اور ان کی ضروریات کا انتظام بھی مولانا موصوف ہی کے ہاتھوں انجام پایا تھا اور مولانا سے میرا پہلا تعلق اسی سلسلہ میں پیدا ہوا۔ آپ نے اس فیصلہ کے شروع میں ایک مختصر تمہید لکھی ہے۔ اس کے چند جملے نقل کر دینے سے کسی قدر حقیقت پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں:

''مدعیہ کی طرف سے شہادت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ ؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری ؒ، حضرت مولانا محمد نجم الدین ؒ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ومولانا محمد شفیع صاحب ؒ مفتی دارالعلوم دیوبند پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی توجہ کے لئے جذب مقناطیسی کا کام کیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمہ کو غیر فانی شہرت حاصل ہوگئی۔ حضرات علماء کرام نے اپنی اپنی شہادتوں میں علم وعرفان کے دریا بہا دیئے اور فرقۂ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور فریق مخالف کی جرح کے نہایت مسکت جواب دیئے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحب ؒ نے ایمان، کفر، نفاق، زندقہ، ارتداد، ختم نبوت، اجماع، تواتر، متواترت کے اقسام، وحی، کشف اور الہام کی تعریفات اور ایسے اصول وقواعد بیان فرمائے جن کے مطالعہ سے ہر ایک انسان علیٰ وجہ البصیرت بطلان مرزائیت کا یقین کامل حاصل کر سکتا ہے۔ پھر فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی۔ مقدمہ کی پیروی اور شہادت پر جرح کرنے اور قادیانی دجل وتزویر کو آشکارا کرنے کے لئے شہرۂ آفاق مناظر، حضرت مولانا ابوالوفا صاحب نعمانی ؒ شاہ جہانپوری تشریف لائے۔ مولانا موصوف مختار مدعیہ ہو کر تقریباً ڈیڑھ سال مقدمہ کی پیروکاری فرماتے رہے۔ فریق ثانی کی شہادت پر ایسی باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ ضالہ کا ارتداد آشکار عالم کر دیا۔ فریقین کی شہادت ختم ہونے کے بعد مولانا موصوف نے مقدمہ پر بحث پیش کی اور فریق ثانی کی تحریری بحث کا تحریری جواب الجواب نہایت مفصل اور جامع پیش کیا۔ کامل دو سال کی تحقیق وتنقیح کے بعد عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر نے اس تاریخی مقدمہ کا بصیرت افروز فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء بحق مدعیہ سنایا۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً بے نظیر وبے عدیل ہے۔ مسلمانان ہند کی بہرہ اندوزی کی خاطر اس فیصلہ کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ مواد مقدمہ کی تیسری جلد ہے۔اس سے پہلے دو جلدیں اور ہوں گی۔

جلد اوّل میں حضرات علمائے کرام کی مکمل شہادتیں اور جلد ثانی میں حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہ جہانپوری ؒ کی بحث اور جواب الجواب شائع کیا جائے گا۔ باقی رہا یہ سوال کہ یہ دونوں جلدیں کب شائع ہوں گی۔اس کا جواب مسلمانان ہند کی ہمت افزائی پر موقوف ہے۔یہ تیسری جلد جتنی جلدی فروخت ہوگی اسی انداز سے پہلے دو جلدوں کی اشاعت میں آسانی ہوگی۔ حضرات علمائے کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزائیت کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔اگر خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہوگئیں تو تردید مرزائیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعاً حاجت نہ رہے گی۔''

اس مقدمہ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے حکم کی بناء پر پہلا بیان اس (مفتی محمد شفیع ؒ) احقر کا ہوا۔تین روز بیان اور ایک دو روز جرح ہوکر تقریباً ساٹھ صفحات پر بیان مرتب ہوا۔ پہلا پہلا بیان تھا۔ابھی لوگوں نے اکابر کے بیان سنے نہ تھے۔سب نے بے حد پسند کیا مجھے یاد ہے کہ دوران بیان میں بھی اور مکان پر آنے کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کے ساتھ اپنی مسرت کا اظہار فرماتے تھے اور اس ناکارہ وآوارہ کے پاس دین ودنیا کا صرف یہی سرمایہ ہے کہ اللہ والوں کی رضا، رضائے حق کی علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ امثال ان یلحقنی بالصالحین!

فتنہ قادیانیت پر حضرت مفتی صاحب ؒ کی تصنیفات

ردقادیانیت کے سلسلہ میں حضرت مفتی اعظم ؒ کی اہم ترین خدمت ان کی وہ گرانقدر تصنیفات ہیں جو آپ نے اسلام اور قادیانیت کے درمیان زیربحث مسائل پر مرتب فرمائیں۔ان میں اکثر کا ذکر اوپر کی تحریر میں آچکا ہے۔مگر مناسب ہوگا کہ ان کا مختصر سا تعارف یہاں پیش کردیا جائے۔

حضرت مفتی صاحب ؒ کی تمام تالیفات میں چند خصوصیات ایسی ہیں جو صرف ان کی تحریر کا مخصوص رنگ کہلاسکتی ہیں اور جن کی وجہ سے ان کی تالیفات مفید خاص وعام ہیں۔پہلی خصوصیت! ان کی زبان کی بے ساختگی اور سلامت ہے۔حضرت مفتی صاحب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسے ایسے عام فہم انداز میں صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ متوسط استعداد کا آدمی بھی اس سے بھرپور استفادہ کرسکتا ہے۔عبارت میں بے جا طول اور مطالب میں پیچیدگی سے ان

کی تحریر مبرا ہوتی ہے۔ دوسری خصوصیت! ان کے لب ولہجہ میں متانت اور سنجیدگی ہے وہ کٹر سے کٹر مخالف کے مقابلہ میں تحمل اور متانت سے بات کرتے ہیں اور تلخی واکتاہٹ سے ہمیشہ دامن کشاں رہتے ہیں۔ ان کی تحریر میں آپ کو فقرے بازی کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

تیسری خصوصیت! یہ ہے کہ وہ جس موضوع کو لیتے ہیں اس کے ساتھ پوری وفاداری کرتے ہیں اور موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیتے۔ چوتھی خصوصیت! ان کا تفقہ، نکتہ سنجی اور استدلال کی قوت ہے جو ان کی ہر تصنیف میں نمایاں ہے۔ وہ فقیہ النفس ہیں اور ان کی ہر عبارت تفقہ کی آئینہ دار ہے۔ پانچویں خصوصیت! مطالب کی تہذیب اور مضامین کی ترتیب کا خداداد سلیقہ ہے۔

(البلاغ مفتی اعظم نمبر۷۹۳تا۸۰۷)

آپ کے ردقادیانیت پر گرانقدر کتب ورسائل یہ ہیں:

’’ھدیۃ المھدیین فی تفسیر آیت خاتم النّبیین ‘‘ اصلاً عربی میں تالیف فرمائی بعد میں ’’ختم نبوت کامل‘‘ کے نام سے اسے جامع ومکمل کتاب کے طور پر شائع فرمایا۔

’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ‘‘عربی میں آپ نے مرتب فرمائی۔ آپ کی سرپرستی آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ نے فرمائی۔ التصریح کی تخریج عرب عالم دین شیخ ابوغدہؒ نے کی۔ ملتان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد میں بیروت ومدینہ طیبہ سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کا اردو ترجمہ ’’نزول مسیح اور علامات قیامت‘‘ کے نام سے حضرت مرحوم کے جانشین ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ نے کیا۔ یہ چاروں مستقل کتابیں ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ ان کی بارہا اشاعت ہوئی۔ عام طور پر مل جاتی ہیں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں ان کو شامل کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے ذیل کے آٹھ رسائل احتساب قادیانیت کی جلد تیرہ (۱۳) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان رسائل کے نام یہ ہیں:

۱...... طریق السداد فی عقوبۃ الارتداد
۲...... دعاوی مرزا
۳...... مسیح موعود کی پہچان
۴...... وصول الافکار الیٰ اصول الاکفار

۵...... عالم الاسلام والقادیانیہ عداوۃ القادیانیۃ للمالک الاسلامیۃ (عربی)
ممالک اسلامیہ سے قادیانیت کی غداری (اردو)
۶...... ایمان وکفر قرآن کی روشنی میں
۷...... البیان الرفیع (بیان درمقدمہ بہاولپور)
۸...... فتاویٰ جات روقادیانیت (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیو بندج ۲)

اس خدمت کے ذریعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ سے ایک گونہ نسبت حاصل ہوگئی جو یقیناً سعادت دارین ہے۔ حق تعالیٰ اس حقیری محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت نوازیں۔ آنحضرت ﷺ کی امت کے لئے باعث ازدیاد ایقان اور قادیانیوں کے لئے باعث ایمان فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

ایک بار خیرالمدارس ملتان کے جلسہ پر تشریف لائے تو مولانا سید سلیمان ندوی ؒ اور آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی رکنیت بھی قبول فرمائی۔ زہے نصیب!

(۴۵۰)

شفیق الرحمٰن کیہال (ایبٹ آباد)، مولانا

حضرت مولانا شفیق الرحمٰن کیہال مدرسہ انوارالاسلام کے بانی ومہتمم ایبٹ آباد میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حدی خوان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں کام کرنے والے رفقاء کے سرپرست اور محسن، علاقہ میں علم وعمل کا وقار ان سے قائم ودائم، ہمیشہ خیر کی بات کہنے والے۔

(۴۵۱)

شفیق ؒ (گجرات)، مولانا محمد

چکوڑی ضلع گجرات کے جناب مولانا محمد شفیق جو مولوی فاضل تھے انہوں نے مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی ؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان محاکمہ کے لئے یہ رسالہ ''مصنوعی قادیانی کے اعمال جو سخت کاذب اور اکفر ہے'' تحریر کیا جو ۱۸۹۹ء کے لگ بھگ کا ہے۔ موصوف نے اپنے مضمون کو خوب نبھایا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۴۵۲)

شفیق مرزا(لاہور)، جناب

بہت ہی عالم فاضل، بہت ہی اچھے اور نامور قلمکار، جناب ''شفیق مرزا'' نوجوانی میں چناب نگر تعلیم کے لئے گئے۔ چناب نگر میں کمینگی، فحاشی وعریانی، بے حیائی، بدکاری وبدکرداری کو دیکھا تو اپنی سلیم الفطرتی کے باعث قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرہ اسلام میں واپس آ گئے اور بجائے چناب نگر کے لاہور رہائش رکھ لی۔ تجربہ ہے کہ قادیانیت ترک کرنے والے بہت سارے تو قادیانیت سے نکل آتے ہیں۔ لیکن قادیانیت ان سے نکلتے نکلتے نکلتی ہے۔ اپنے استاذ محترم مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور برادر شفیق مرزا کے متعلق علی وجہ البصیرت کہا جا سکتا تھا کہ انہوں نے ایسے قادیانیت کو چھوڑا کہ پھر زندگی بھر قادیانیت ان کے نام سے لرزاں وترساں رہی۔ جناب شفیق مرزا نے شہرۂ آفاق کتاب: ''شہر سدوم'' لکھی جو دیکھا تھا وہ لکھ کر پوری قوم کو قادیانیت کی اندرونی کیفیت دکھادی۔

''کھلا خط:'' جناب شفیق مرزا نے اسلامیان وطن کے نام کھلا خط لکھا جس میں قادیانی عقائد وعزائم کو آسان فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے اسے دوورقی پمفلٹ کے طور پر شائع کیا تھا۔ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں شامل اشاعت کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں۔

(۴۵۳)

شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ (ترنگ زئی)، علامہ

(ولادت:۱۸۹۸ء ...... وفات:۱۶/اگست۱۹۸۳ء)

۶/ذیقعدہ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶/اگست۱۹۸۳ء کو بروز سہ شنبہ عالم ربانی حضرت الشیخ العلامہ مولانا سید شمس الحق افغانی مرحوم، امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید اور اس آخری دور میں سلطان العلماء تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں علم وفضل، حلم ووقار، شرافت ومتانت، حسن وجمال اور جاہ وجلال سے وافر حصہ عطاء فرمایا تھا۔ ساری عمر گلشن علم کی آبیاری میں گزری۔ دارالعلوم دیوبند، ڈابھیل اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور ایسے وقیع اداروں میں شیخ التفسیر، شیخ

الحدیث اور شیخ الجامعہ کی مسند پر رونق افروز اور وفاق المدارس العربیہ کے صدر نشین رہے۔ تقسیم سے پہلے ریاست قلات میں وزیر معارف رہے اور اسلام کا نظام عدل صرف کاغذوں میں نہیں بلکہ خدا کی زمین پر نافذ کر کے دکھایا۔

علوم عقلیہ ونقلیہ میں یکساں مہارت اور فلسفۂ قدیم وجدید کی جو جامعیت حضرت مرحوم میں پائی جاتی تھی اس کی مثالیں اس زمانے میں بہت کمیاب ہیں۔ وفور علم اور کمال تقویٰ کے ساتھ قدرت نے بے نظیر حافظہ، نگہ بلند، فطرت ارجمند، قلب سلیم اور شاہانہ دماغ عطاء فرمایا تھا۔ جدید مغربیت کے پرستاروں اور اشتراکیت کے مارگزیدوں پر جب تنقید کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ یہ دنیا ان کے شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے بقول واقعی ''بیت الحمیر'' ہے۔ مرحوم کی تقریر میں علوم ومعارف کا دبستان کھل جاتا تھا۔ عقلیات اور معلومات جدیدہ کی روشنی میں اسلامی اصول ونظریات کی بالاتری وبالادستی کی ایسی وضاحت فرماتے تھے کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ عربی، اردو، پشتو اور فارسی مادری زبان کی طرح لکھتے اور بولتے تھے۔ متعدد علمی کتابیں بھی حضرت مرحوم کے قلم سے نکلیں، جن میں علوم قرآن، معین القضاۃ والمفتین اور اسلام اور اشتراکیت زیادہ معروف ہیں۔

تبلیغ ومناظرہ

ابھی آپ نے طب کا امتحان نہیں دیا تھا اور باقی کتابوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ یعنی طلب علمی کا زمانہ تھا مگر آپ کو خداداد علمی قابلیت کی وجہ سے شیخ العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری ؒ نے شدھی تحریک کے جواب کے لئے ۵۰ جید علماء کرام کا امیر وفد بنا کر راجپوتانہ روانہ کیا۔ جس سے آپ کامیاب اور سرخرو ہو کر لوٹے۔ مناظرہ کا مرکز محلہ ڈھولی کھاد میں قائم کیا گیا۔ آپ کا مزاج اور طرز بیان مناظرانہ تھا تو آپ نے وعظ وتقریر اور مناظروں کے ذریعہ باطل طاغوتی تحریک کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچلا۔ آپ کے ہندوؤں اور عیسائیوں سے کافی مناظرے ہوئے ہیں جن میں بحمداللہ دشمنان اسلام نے بری طرح شکست کھائی۔ خصوصاً شردھانند کی تحریک میں تو بڑے بڑے سرکردہ پنڈتوں کو بری طرح شکست دی جس کی وجہ سے ہندوؤں کی بڑی تعداد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ اس تحریک میں کچھ پنڈت مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت افغانی ؒ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد وہاں استاذ مقرر ہوئے اور

تھوڑے ہی عرصہ میں بڑے اساتذہ کرام میں شمار ہونے لگے۔ ایک دن آپ نے واقعہ سنایا کہ جس دن میرے استاد شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ تحریک قیام پاکستان میں عملاً شریک ہوئے تو میرے کمرے میں تشریف لائے۔ مجھے میرے کندھے سے پکڑ کر اپنے کمرہ میں لائے اور اپنی مسند پر بٹھا کر فرمایا: ''افغانی (ؒ) تم میرے اسباق پڑھاؤ۔ میں ایک کام کو جارہا ہوں۔''

تو حضرت افغانی ؒ نے تعلیم وتدریس کا سلسلہ ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک باقاعدہ مختلف درسگاہوں میں سرانجام دیا۔ درمیان میں (کل دس سال سات ماہ) ریاست قلات کے وزیر معارف الشرعیہ رہے۔ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی، مدرسہ ارشاد العلوم ضلع لاڑکانہ سندھ، مدرسہ قاسم العلوم لاہور، مدرسہ دارالرشاد جھنڈہ ضلع نواب شاہ، مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ ان مذکورہ مدارس میں بحیثیت صدر المدرسین کام کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت شیخ التفسیر علم کی خدمت کی اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی ؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری ؒ کے شاگرد، خانقاہ دین پور شریف کے بانی قدوۃ الصالحین حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری ؒ اور حضرت مولانا مفتی حسن امرتسری ؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ بہاولپور ایسے کئی دینی مراکز میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز رہے۔ حکومتی عہدوں نے بھی آپ سے عزت پائی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے بھی سربراہ رہے۔ آپ کی معروف زمانہ کتاب ''علوم القرآن'' سے آپ کے دو مقالے:

۱...... ''مسئلہ ختم نبوت''

۲...... ''مسئلہ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام''

احتساب قادیانیت جلد ۱۳ میں شامل اشاعت ہیں۔ آپ بہاولپور کے قیام کے دوران سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں شرکت فرماتے تھے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے غائبانہ دعا گو تھے۔ حق تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے مزید درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۴۵۴)

شمس الحق عظیم آبادی، مولانا

مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

''قادیانی نے مذہب الحاد و بے دینی اختیار کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کو ان کی جگہ سے پھیرنا چاہا ہے۔ جس پر کوئی مسلمان جرأت نہیں کرسکتا۔''

(۴۵۵)

شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ (ژوب)، مولانا سید

(پیدائش:۱۹۴۲ء ...... شہادت:۱۷؍مارچ ۱۹۷۴ء)

فورٹ سنڈیمن کے حضرت حاجی محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ گورے چٹے توانا جوان سال تھے۔ فقیر راقم ان کے ساتھ جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور میں حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھتا رہا ہے۔ آپ نے فراغت کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے عملی کام کا آغاز کیا اور ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں بلوچستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ پھر بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے۔ بہت ہی بہادر انسان تھے۔ جناب بھٹو صاحب مرحوم نے ان کو اپنے ساتھ ملانے کی سعی کی، لیکن ناکام رہے۔ مولانا شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ فورٹ سنڈیمن کے باسی تھے۔ وہاں پر قادیانیوں نے قرآن مجید جس کے ترجمہ میں تحریف کی گئی تھی تقسیم کیا۔ مولانا نے احتجاج کیا۔ تحریک چلی۔ جس کی آپ نے قیادت فرمائی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

مرزائیوں نے فورٹ سنڈیمن میں محرف قرآن مجید تقسیم کیا، جس کے خلاف احتجاجی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آج آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے قرآن کے ساتھ کھیلا جارہا ہے اور ختم نبوت کو پارہ پارہ کر چکے ہیں اور اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو میرے ساتھیو! اگر ہمارا یہی حشر رہا تو لامحالہ ہم یہی کہیں گے کہ اگر ہم قیامت کے روز محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے تو لامحالہ وہ یہی کہیں گے کہ: ''میری ناموس لٹ رہی تھی اور قرآن پر ظلم ہورہا تھا، ذرا یہ تو بتاؤ آپ حضرات کہاں تھے؟''

بہر حال حضرات! میں نے تو یہ مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے اور میری رگوں میں ایک بھی خون کا قطرہ ہے اور جب کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اور بیوقوفی کر کے اپنے نام کے ساتھ سید لکھا ہوا ہے تو میں اپنے نانا (ﷺ) کی ناموس پر اس بھٹو حکومت میں ایسا مر مٹوں گا کہ وہ بھی حیران ہوگا اور ان کے کان میں یہ آواز پہنچنی چاہئے کہ بھٹو صاحب! یہاں مرزائیت کا راج نہیں چل سکتا اور یہ میں پھر واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہاں بلوچستان میں ہم نے ختم نبوت کی جو تحریک چلائی تھی اور ہم نے محمد ﷺ کے ناموس کی حفاظت کی جو تحریک چلائی، آج میں پھر حکومت سے کہتا ہوں کہ اس ماہ کی ۲۵ رتاریخ کو میں نے پھر ایکشن کمیٹی کی میٹنگ بلائی ہے اور آج پھر جب میں یہاں سے جاؤں گا تو وہ تحریک اسی طرح چلے گی جس طرح ہم نے چلائی تھی اور جب تک بلوچستان میں مرزائیت کا نام ونشان ہم نہیں مٹائیں گے تو وہاں ہمارا آرام سے بیٹھنا حرام ہے۔"

مولانا سیّد شمس الدین رحمہ اللہ کے عم زاد بھائی مولانا سیّد احمد شاہ خطیب ملٹری مسجد فورٹ سنڈیمن فرماتے ہیں: "۲۷ر اپریل ۱۹۷۴ء کو دوپہر ایک بجے خواب میں مجھے مولانا سیّد شمس الدین شہید رحمہ اللہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ: آپ کی شہادت کے بعد لوگوں نے بہت اشعار آپ کی یاد میں کہے ہیں۔ مولانا شہید رحمہ اللہ نے کہا: "میں نے بھی اشعار کہے ہیں" میں نے عرض کیا کہ: مجھے سنا دیں تا کہ میں لکھ لوں۔ مولانا شہید رحمہ اللہ نے اپنا قلم مجھے دیا اور اشعار سنانے شروع کئے اور ابھی تین شعر پڑھے تھے کہ میں رونے لگا اور میری آنکھ کھل گئی۔

ان اشعار کا اردو میں مفہوم یہ ہے کہ:

"دنیا میں، میں نے ایمان کو تبدیل نہیں کیا، اور ارمانوں کے ساتھ چل بسا، میرے والدین اور اعزہ واقرباء افسوس نہ کریں، میں ختم نبوت پر قربان ہوا ہوں اور حضرت درخواستی مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور دیگر قائدین جمعیۃ افسوس نہ کریں کیونکہ ظالم، مجھے جمعیۃ علمائے اسلام کے منشور سے ہٹا نہیں سکا۔"

بھٹو حکومت نے مولانا کو گرفتار کیا، رہائی کے بعد مولانا شمس الدین رحمہ اللہ نے اپنی گرفتاری کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی:

"وہ مجھے ۴۵ میل دور افغانستان کی سرحد کی طرف والے روڈ میں لے گئے۔ کیونکہ باقی تمام راستے ہمارے جوانوں نے بند رکھے تھے۔ وہاں ایک فوجی کیمپ میں مجھے ان کے حوالے کیا

ر وہاں سے وہ لوگ آگے ۲۵ میل لے کر پہنچے۔اس سڑک پر ہمارے جوان نہیں تھے۔کیونکہ یہ
استہ افغانستان کو جاتا ہے۔لیکن ۲۵ میل دور ایک گاؤں میں پہنچے اور لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں
نے گھیرا ڈال لیا۔ان کے دو نمائندے آئے اور کہا کہ:''تم مولوی شمس الدین کو یہاں سے نہیں
لے جاسکتے۔اس لئے کہ اگر تم یہاں سے لے گئے تو یہ ہماری بے غیرتی ہوگی یا تو تم مولوی صاحب
کو واپس لے جاؤ یا پھر ہم مریں گے یا تم مرو گے۔''

بہر حال مجھے وہاں سے پھر فوجی چوکی میں واپس لائے اور وہاں سے مجھے بذریعہ ہیلی
کاپٹر میونڈ لے جایا گیا۔میونڈ میں ایک فوجی کیمپ تھا وہاں مجھے ان سے دور ایک خیمہ لگا کر رکھا گیا
ور چھ سے دس تک فوجی مجھ پر پہرہ دار مقرر کئے گئے۔میونڈ ایک پہاڑی اور خراب علاقہ ہے اور
یسا پانی ہے جس کے پیتے ہی پیچش شروع ہو جاتے ہیں۔بہر حال مجھے یہ کہا جاتا رہا کہ تمہیں اس
قت تک رہا نہیں کیا جائے گا جب تک تم حکومت وقت کی امداد نہ کرو اور اتنے روپے مجھے دینے پر
یار ہوئے کہ میرے پورے قبیلے کی زندگی کے لئے کافی تھے اور مجھے گورنر نے فوجیوں کے ذریعے
یہاں تک کہا کہ:''آپ کو ہم وزارت اعلیٰ دینے کے لئے تیار ہیں۔'' میں نے کہا: میں پاکستان کی
تاریخ میں اس داغ کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا کہ ایک مجرم کو رہا کر کے وزیر اعلیٰ بنا دیا جائے۔پھر ہائی
کورٹ کے نوٹس کی بنا پر مجھے ۱۸ راگست کو رہا کر کے کوئٹہ لا کر چھوڑ دیا۔''

(بحوالہ ''ترجمان اسلام'' ۳۱ راگست ۱۹۷۳ء)

مولانا سید شمس الدین ؒ کی گرفتاری کے دوران گورنر بگٹی نے اپنے ایلچی مولوی
صالح محمد کے ذریعے مولانا شہید ؒ کے والد محترم مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہٗ کو پیغام بھیجا کہ:
''آپ مجھے کوئٹہ آ کر ملیں تاکہ آپ کے بیٹے کی رہائی کے بارے میں کچھ شرائط طے کی
جاسکیں۔'' مگر مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہٗ نے جواب دیا کہ:''میں کسی قیمت پر گورنر سے
ملاقات نہیں کروں گا۔''

دراصل گورنر بگٹی کی خواہش یہ تھی کہ مولانا شمس الدین ؒ کو اس بات کا پابند کر دیا
جائے کہ وہ رہائی کے بعد تحریک ختم نبوت کی قیادت نہ کریں۔لیکن مولانا محمد زاہد مدظلہٗ نے اس
دام میں آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:''یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اور ایسے دس شمس الدین عقیدۂ
ختم نبوت پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔''

آپ کو ایک سازش سے شہید کیا گیا۔مولانا سید امام شاہ اور خان محمد زمان خان نے بتایا
کہ مولانا شہید ؒ کے خونِ مقدس سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ اس جیسی خوشبو کسی چیز میں نہیں

دیکھی کہ بعض افراد نے جن کے ہاتھوں کو خون لگ گیا تھا۔ سارا دن خون نہیں دھویا۔ یہ خوشبو لوگوں نے عام طور پر محسوس کی۔

متعدد حضرات نے راقم الحروف کو بتایا کہ جب قائدین جمعیۃ مولانا شہید ؒ کی قبر پر دعا میں مصروف تھے۔ اس وقت جلوس پر اوپر سے سفید رنگ کے پھول برس رہے تھے جو کئی لوگوں نے اٹھائے۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید ہوا کے ساتھ قریبی باغ سے بادام کے درختوں کے پھول اڑ کر آ رہے ہیں۔ لیکن جب ان پھولوں سے موازنہ کیا تو یہ پھول باداموں کے پھولوں سے قطعی مختلف تھے، لوگوں نے بجا طور پر اسے شہید ؒ کی کرامت سمجھا۔ قبر پر دعا سے فارغ ہو کر قائدین جمعیۃ فورٹ سنڈیمن سے کوئٹہ واپس آ گئے۔

(۴۵۶)

شمس الدین ؒ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی

(وفات: ۳۱ رمئی ۱۹۸۵ء)

ممتاز عالم دین، بزرگ رہنما، حضرت مولانا حسین علی ؒ واں بھچراں والوں سے گہری عقیدت کے حامل حضرت مولانا قاضی شمس الدین ؒ اکابر کی نشانی تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں آپ کے تبلیغی کارنامے لائق صد تبریک ہیں۔

(۴۵۷)

شمشیر علی خان (ہڈرسفیلڈ)، جناب راؤ

جناب راؤ شمشیر علی خان ؒ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کے متوسلین میں سے تھے۔ آپ نے تقسیم ہند کے بعد برطانیہ میں رہائش اختیار کی۔ برطانیہ کے شہر ہڈرسفیلڈ میں انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا۔ جس کا نام ''انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن'' رکھا۔ ان کی دعوت پر ہمارے استاذ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ نے انگلستان کا دوسالہ تبلیغی دورہ بھی کیا۔ جناب راؤ صاحب ایک مشنری آدمی تھے۔ مختلف رسائل شائع کئے۔ دینی تعلیم تو شاید واجبی سی تھی۔ البتہ اپنے وقت کے مقتدر مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتوں نے ان کو دینی تبلیغ کا دلدادہ بنا دیا تھا۔ قادیانیت کے خلاف انہوں نے رسالہ لکھا جس کا نام ''برطانوی مجہر''

تجویز کیا اور برطانیہ سے اسے شائع کیا جو کہ اب محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۴۵۸)

شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب آغا عبدالکریم

(پیدائش:۱۴/اگست ۱۹۱۷ء وفات:۲۵/اکتوبر ۱۹۷۵ء)

آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں تحفظ ختم نبوت کے بہت بڑے رہنماء تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر، مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کے گلدستہ کو آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ آغا صاحب نے مختلف تحریکات میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ انگریز اور انگریز کے لے پالکوں نے ان کو قید وبند میں سالہا سال تک بند رکھا۔ لیکن وہ جری انسان تھے۔ متذکرہ دونوں طبقوں کے خلاف عمر بھر نبرد آزما رہے۔ تحریر وتقریر کے اپنے دور کے بے تاج بادشاہ تھے۔ خوب طبیعت کے انسان تھے۔ دوستی اور دشمنی میں ان کی طبیعت بہت فیاض واقع ہوئی تھی۔ جس سے دوستی ہوگئی اسے سر پر بٹھانے میں خوشی محسوس کرتے اور اگر پھر اسی سے کسی بات پر اختلاف ہوا تو پاؤں تلے روندنے میں بھی دیر نہ لگاتے تھے۔

البتہ سو فیصد یقین کے ساتھ گواہی دی جاسکتی ہے کہ عمر بھر وہ عقیدہ ختم نبوت کے علمبردار اور قادیان کی جھوٹی نبوت کے لئے تیغ براں رہے اور یہ سب کچھ ان کو عشق رسالت مآب ﷺ کے طفیل حاصل ہوا تھا۔ احتساب قادیانیت جلد۲۷ کے لئے ان کے یہ کتب ورسائل ردقادیانیت پر ہماری دسترس میں آئے۔

۱...... تحریک ختم نبوت۔
۲...... مرزائیل۔
۳...... اسلام کے غدار۔
۴...... عجمی اسرائیل۔
۵...... قادیانیت (قادیانی اسلام کے غدار ہیں) (فیضان اقبال سے اقتباس)

اوّل الذکر کتاب تحریک ختم نبوت عام طور پر آج بھی بازار سے مل جاتی ہے۔ اس لئے اس جلد میں شامل نہ کیا۔ باقی چار رسائل کو شریک اشاعت کیا ہے۔

۱...... ''مرزائیل'' ہمارے ممدوح جناب آغا شورش کاشمیری ؒ نے ۳۰راپریل ۱۹۶۷ء کومجلس طلبائے اسلام چنیوٹ کی دعوت پر ایک تقریر کی۔ مدیر معاون ہفت روزہ چٹان لاہور جناب صادق کشمیری ؒ نے وہ تقریر چٹان میں ۸رمئی ۱۹۶۷ء کوشائع کی۔تقریر کیا تھی۔اس سے قادیانی ایوانوں میں کہرام برپا ہوگیا۔اس پر قادیانی پریس پنجے جھاڑ کر آغا شورش مرحوم کے خلاف مرزا قادیانی کی طرح بازاری دشنام بازی پر اتر آیا۔

آغا شورش کاشمیری ؒ کے قلم نے بھی کروٹ لی اور قادیانیوں کو نتھ ڈالنے کا فریضہ انجام دینے لگا۔اس زمانہ (۱۹۶۷ء) میں شورش کاشمیری ؒ کے قلم سے ہفت روزہ چٹان میں جو شائع ہوا وہ جمع کر کے تقریر سمیت ''مرزائیل'' نامی کتاب میں جناب مختار احمد پرویز شیخ نے شائع کردیا۔ جناب مختار احمد پرویز شیخ اس زمانہ میں زیر تعلیم تھے۔ بلاء کے ذہین اور زرخیز دماغ کے انسان ہیں۔انہوں نے مجلس طلبائے اسلام چنیوٹ قائم کی تھی اور انہوں نے ہی آغا شورش مرحوم کو چنیوٹ میں بلوا کر تقریر کرائی تھی۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ اسلامیہ کالج چنیوٹ کے ابتداء میں پروفیسر اور پھر پرنسپل لگ گئے۔آغا شورش کاشمیری ؒ اور مولانا تاج محمود ؒ کے مخلص فدائی ہیں۔آج سے چند سال قبل تک وہ پرنسپل تھے۔مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے وصال پر ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ پھر ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ معلوم وہ ڈیوٹی پر ہیں یا ریٹائرڈ ہوگئے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کو ہر حال میں خوش رکھے۔انہوں نے یہ کتاب ''مرزائیل'' مرتب کی تھی۔اس کا دیباچہ جناب صادق کاشمیری ؒ نے اور ''سرآغاز'' آغا شورش کاشمیری مرحوم نے تحریر کیا۔اس کتاب میں آغا مرحوم کی تقریر سمیت چٹان کے اداریے، مضامین اور شذرے جو جمع کئے۔ان کی تعداد چوبیس (۲۴) ہے۔جن کی فہرست یہ ہے۔

۱...... مرزائیت کی تاریخ سیاسی دینیات کی تاریخ ہے۔
۲...... قادیانی ایک سیاسی امت ہیں۔
۳...... انگریز کی شخصی یادگار۔
۴...... اقبال سے بغض کی بناء پر نہرو کا استقبال۔
۵...... عجمی اسرائیلی۔
۶...... مسیلمہ کے جانشین۔
۷...... الفضل کا لاہوری متنبی۔

۸...... انگریزوں کے خاندانی ایجنٹ۔
۹...... مرزائی، ہمارا اعتراض ان کے پاکستان میں رہنے پر نہیں مسلمانوں میں رہنے پر ہے۔
۱۰...... سلطان القلم کے جانشین۔
۱۱...... کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں۔
۱۲...... قادیانیوں کا تعاقب اشد ضروری۔
۱۳...... اسرائیل میں مرزائی مشن۔
۱۴...... کبابیر میں جشن مسرت۔
۱۵...... انگلستان میں مرزائی مشن۔
۱۶...... خلیفہ ثالث کا عزم یورپ۔
۱۷...... یہ راگنی بند کرو۔
۱۸...... مرزائی اور چٹان۔
۱۹...... قادیانی ڈھولک۔
۲۰...... اقبال کے بگلہ بھگت۔
۲۱...... نقل کفر کفر نہ باشد۔
۲۲...... چکنی داڑھی کے منفی چہرے۔
۲۳...... سکاٹ لینڈ یارڈ کے گماشتے۔
۲۴...... عجمی اسرائیل (نظم)

راقم نے متذکرہ بالا مضامین کی تخریج کے لئے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی فائل کی ورق گردانی کی، تو سرسری نظر سے ۱۹۶۷ء کی جلد سے چند اور مضامین بھی مل گئے۔ وہ بھی شامل کر دیئے جن کی فہرست یہ ہے۔

۲۵...... ظفر علی خان اکیڈمی کا قیام۔
۲۶...... سات نکات۔
۲۷...... ۳۱۳ قادیانی۔
۲۸...... غلط آدمی کی یادگار کا خاتمہ۔
۲۹...... وحی کا نزول۔
۳۰...... ربوہ والوں کا خفیہ نظام۔

۳۱...... قادیانی امت اور فاطمہ جناح۔
۳۲...... عجمی اسرائیل اور پاکستان کی اقتصادیات۔
۳۳...... قادیانیت (ہندوستان کی پاکستانی سرحد پر کسی مسلمان کو بھارتی شہری بن کر رہنے کی اجازت ہے؟)
۳۴...... قادیانی اور اسرائیل۔
۳۵...... ظفر اللہ خان کو منہ نہ لگایا جائے۔
۳۶...... مرزائیوں کی تاریخ نگاری۔
۳۷...... قادیانی تعاقب جاری رہے۔
۳۸...... مرزائیوں سے قطع تعلق ہے میرا دیں۔
۳۹...... علامہ اقبال کے ملفوظات۔

جماعتی مصروفیات اور ذاتی عوارض کے باعث فقیر کے لئے ممکن نہیں۔ ورنہ لازم وضروری ہے کہ چٹان کی تمام فائلوں سے آغا شورش کاشمیری ؒ کے رد قادیانیت پر رشحات قلم کو جمع کر کے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔

۲...... ''اسلام کے غدار'' اس کا مکمل نام ''مرزا غلام احمد قادیانی سے مرزا ناصر احمد تک قادیانی امت کے استعماری خدوخال، اسلام کے غدار'' یہ بتیس صفحات پر مشتمل رسالہ تھا۔ ۱۹۷۳ء میں اولاً شائع ہوا۔ تقریباً چھتیس سال بعد اسے شائع کرنے پر اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق پر بارگاہ الٰہی میں شکر بجالاتے ہیں۔

۳...... ''عجمی اسرائیل'' یہ چالیس صفحات کا رسالہ تھا۔ یہ بھی ۱۹۷۳ء کے آواخر میں شائع ہوا۔ مکمل نام جو ٹائٹل پر درج تھا وہ ہے۔ ''قادیانی پاکستان میں استعماری گماشتے ہیں۔ عجمی اسرائیل، ایک انڈرگراؤنڈ خطرے کا تجزیہ'' اور یہی اس کا مکمل تعارف ہے۔ آغا صاحب کا قلم اس کتابچہ میں جولانی پر ہے اور ان کا دماغ صفحات پر معلومات منتقل کرنے میں موجزن دریا کی طرح رواں ہے۔

۴...... ''قادیانیت'' قادیانی اسلام کے غدار ہیں۔ جناب آغا شورش کاشمیری ؒ نے فیضان اقبال کی سرخی قائم کر کے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیت کی اسلام دشمنی سے متعلق علامہ اقبال کے تمام ارشادات، مقالات، ملفوظات، خطوط کا باحوالہ انتخاب کیا۔ جو

اس فیضان اقبال کے ص۴۱۹ سے ص۴۵۲ تک کے صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں اس کو بھی ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ ...... متفرقات

خود فرمایا: ''میں نے ایوب خان کی حکومت کی ہٹ دھرمی سے تنگ آ کر کراچی کے ایام نظر بندی میں ۴۵ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ صبح و شام کا معاملہ ہو گیا۔ کسی وقت بھی سناونی آ جانے کا احتمال تھا۔ ایوب خان اور موسیٰ خان، راقم کو موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویش ناک ہو گئی۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ مدیر ''لولاک'' نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول و عرض سے راقم کے نام تاروں کا تانتا بندھ گیا: ''بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔'' اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیز الرحمٰن (کراچی) تشریف لائے اور فرمایا کہ: انہیں لاہور سے مختلف راہنماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا میاں عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ نے تار دیا ہے۔ ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ''بھوک ہڑتال چھوڑ دو، تمہاری زندگی ضروری ہے۔'' راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے۔ راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک روش پر، سیدنا مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز، علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہیں۔ راقم کے شانے کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا: ''شورش! گھبرانا نہیں، آخری فتح تمہاری ہے۔''

جب دن چڑھے راقم کو جگایا گیا تو پائینتی کی طرف پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، کمشنر کراچی اور سپرنٹنڈنٹ جیل کھڑے تھے۔ تینوں آپس میں کانا پھوسی کر کے چلے گئے۔ راقم ایک جاں بلب مریض کی طرح تھا۔ یکایک دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، گورنر موسیٰ سے مل کر لوٹے، جھنجھوڑ کے جگایا، کہنے لگے: ''مبارک ہو! آپ کو حکومت نے رہا کر دیا۔ پولیس چلی گئی۔ اب آپ آزاد ہیں۔'' (تحریک ختم نبوت ص۵۹،۶۰)

آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کریم نے بے پناہ جرأت اور قوت گویائی عنایت فرمائی تھی۔ جس سے قادیانیوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے گئے۔ ''چٹان'' کی فائل آج بھی کھول کر دیکھ لیں تو آغا شورش رحمۃ اللہ علیہ کے خدشات درست نظر آئیں گے۔ قادیانی نبوت اور اس کے گماشتوں کی آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ ٹھنی۔ انہیں اپنی طاقت پر ناز تھا اور آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی تربیت

اور جرأت پر، انہیں ظفر اللہ خان نظر آتا تھا، تو آغا صاحب ؒ، ظفر علی خان ؒ کا قہر بن جاتے۔ انہیں امریکا کی پشت پناہی تھی، تو آغا صاحب ؒ اپنی جان پر کھیلنے کا تہیہ کر لیتے۔ ان کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ان کے اکتساب فیض نے ان میں ختم نبوت کا کتنا احترام پیدا کر دیا تھا اور قادیانیوں سے کس قدر نفرت تھی۔ قادیانیت کو وہ ایک مذہبی تحریک نہیں بلکہ سیاسی گماشتہ سمجھتے تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتاب ''عجمی اسرائیل'' میں اسے سامراجی مہرہ ثابت کیا اور ان کے عزائم سے قوم اور حکمرانوں کو خبردار کیا تھا۔ ان کی خطابت اتنی پرکشش ہوتی تھی کہ یقین مانئے جس شہر میں ان کی تقریر ہوتی۔ اس رات نوجوان سینماؤں میں فلم چھوڑ کر پنڈال میں ہوتے۔ حضور سرور کائنات ﷺ سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ حضور ﷺ سے عشق اس قدر تھا کہ وہ اپنی تقریر میں اس قدر جذباتی ہو جاتے کہ مجمع کربناک ہو جاتا۔ ایک دفعہ ''چٹان'' پریس کی ضبطی پر موچی دروازے میں آغا صاحب ؒ نے ایوب خان سے کہا کہ: ''محمد عربی ﷺ کے نام پر ایک پریس تم نے ضبط کیا ہے۔ جاؤ دوسرا پریس بھی ضبط کرو۔ تم نے کمینگی کا مظاہرہ کیا ہے، میں تو اپنی جان کی بازی لگانے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں۔''

جناب زیڈ۔ اے سلہری ؒ بیان کرتے ہیں کہ بیماری کے دنوں ہم آغا صاحب ؒ سے ہسپتال ملنے گئے۔ کافی دیر ہوگئی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا: آپ اٹھ جائیں۔ لیکن آغا صاحب ؒ کو ہماری موجودگی میں اتنا انہماک تھا کہ اجازت لینے کی جسارت نہ تھی۔ پھر ڈاکٹر افتخار نے ہمیں مخاطب کر کے کہا کہ وہ آغا صاحب کو انجکشن دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ سو کر کچھ آرام کر لیں۔ اس پر ہم فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں ابھی سلام کر کے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ آغا صاحب ؒ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا کہ میں اپنے ہاتھ کو ان کے سر پر رکھ دوں۔ جب میں نے ان کے حکم کی تعمیل میں اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ دیا تو انہوں نے انتہائی رقت بھری آواز میں کہا:

''سلہری صاحب! آپ گواہی دینا کہ میں مسلمان ہوں۔ لا إلٰـــه إلّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه اور میں رسول اللہ ﷺ کا عاشق ہوں۔''

یہ سن کر میں کانپ گیا۔ گو میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ: آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ ابھی تو آپ نے علامہ اقبال ؒ کے متعلق عشق رسول پر کتاب لکھنی ہے (اقبال ؒ کی صد سالہ سالگرہ کی جشن کمیٹی نے آغا صاحب کو اس کام پر مامور کیا تھا) لیکن مجھے یکلخت محسوس

وا کہ آغا صاحب کی آنکھیں آئندہ کا وہ نقشہ دیکھ رہی ہیں جو ہماری نظروں سے ماوراء ہے۔ میرا
ل بھاری ہوگیا۔ میں گھر چلا آیا۔ نماز پڑھی اور آغا صاحب کی صحت کے لئے دعا کی۔ مجھ گنہگار
ی دعا کیا لیکن ایک دوست کی تعمیل فرمائش ضروری تھی اور پھر میں قریب ساری رات ان کے خیال
یں مستغرق رہا اور زیر لب ان کی صحت یابی کے لئے دعا کرتا رہا، لیکن سخت متفکر رہا۔ صبح پانچ بجے
یک دوست کا ٹیلی فون آیا کہ آغا صاحب ؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ہم انہیں سوا سات
بجے چھوڑ کر آئے تھے اور وہ سوا گیارہ بجے فوت ہوگئے۔

خود آغا شورش کاشمیری ؒ تحریر فرماتے ہیں: اتفاق سے پاکستان کی سیاسی زندگی
یں بیوروکریسی کا اقتدار قائم ہو چکا تھا اور بعض نمایاں عہدوں پر اس قماش کے اشخاص فائز تھے
جن کا ضمیر برطانوی استعمار کی مٹی میں گندھا ہوا تھا۔ مثلاً: ملک کے ڈیفنس سیکریٹری میجر جنرل
سکندر مرزا بنگال کے روایتی غدار میر جعفر کی اولاد تھے۔ جب تک انگریز رہے ان کی سیاسی خدمات
بجالانے میں اپنا جوڑ نہیں رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب کے زمانہ وزارت تک مرکزی افسروں میں
تھے۔ لیکن ملک کے عوام بالکل نہ جانتے تھے کہ حکومت کے دوائر میں کوئی سیاسی طاقت رکھتے
ہیں۔ ملک غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کی وزارت کو برخاست کیا تو اس کے ساتھ ہی اسکندر مرزا
مطلع سیاست پر نمودار ہوگئے۔ انہیں پہلے مشرقی پاکستان میں گورنر بنایا گیا۔ پھر مرکزی حکومت
یں وزیر داخلہ ہوگئے۔ اس کے بعد ملک غلام محمد کی مجنونانہ علالت سے فائدہ اٹھا کر گورنر جنرل کا
عہدہ سنبھالا۔ جب چوہدری محمد علی نے پاکستان کا آئین تیار کیا تو ملک کے صدر بن گئے۔ پھر کئی
ایک وزارتوں سے کھیلتے رہے۔ آخر مارشل لا نافذ کیا۔ لیکن انہی کے ہاتھوں مارے گئے اور ملک
سے جلاوطن ہوکر انگلستان چلے گئے۔ وہاں لندن کے ایک ہوٹل میں کچھ عرصہ ملازمت کی۔
آخرکار موت کا بلاوا آ گیا اور مر کے ایران میں دفن ہوئے۔ اسکندر مرزا مسلمہ طور پر لادین تھے۔
انہیں علمائے دین سے سخت نفرت تھی اور ایسے ادارے کو فنا کردینے کے حق میں تھے جس کی اساس
یا مزاج میں مذہب ہو۔ انہیں اس امر کا سخت افسوس تھا کہ تحریک ختم نبوت میں مارشل لا کو وسیع نہیں
کیا گیا اور نہ ملاؤں کو تختۂ دار پر کھینچا گیا۔ یہ بات راقم نے ان کے ہونٹوں سے خود سنی۔ وہ میاں
مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ کے بنگلے پر تشریف لائے۔ تعارف ہوا تو جہاں انہوں نے کئی اور غلیظ
باتیں کیں۔ وہاں یہ گلہ بھی کیا کہ وزارت نے ان کی بات نہیں مانی۔ اگر پاکستان کے ملاؤں کو اس
تحریک کی فضا میں پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تو ملک ہمیشہ کے لئے ان سے پاک ہوجاتا۔ اسکندر مرزا

کے علاوہ ملک غلام محمد بھی علماء سے معاندت میں پیش پیش تھے۔ کچھ اور چہرے بھی تھے، جن کا معاملہ اب اللہ کے سپرد ہے۔ ان تمام چہروں کا ذکر کرتے ہوئے سردار عبدالرب نشتر ؒ نے راقم سے کہا تھا کہ: ''جن لوگوں نے تحریک ختم نبوت میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور ختم نبوت کے مسئلے کو اپنے اقتدار کی مسند پر قربان کیا۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے شب و روز کی ویرانی کا حال کیا ہے؟ اور ان کے دماغ و دل پر کیا بیت رہی ہے؟ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔''

(تحریک ختم نبوت ص۱۴۷)

میاں مشتاق احمد گورمانی ؒ وزیر داخلہ تھے۔ مولانا ظفر علی خان ؒ کی شدید علالت کے پیش نظر راقم انہیں مولانا اختر علی خان ؒ کی رہائی پر آمادہ کر رہا تھا کہ ان کے دولت کدے پر اسکندر مرزا آ گئے۔ مرزا ان دنوں ڈیفنس سیکریٹری تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ مولانا اختر علی خان ؒ کی رہائی کا مسئلہ ہے تو بھڑک اٹھے۔ فرمایا کہ: ''وہ رہا نہیں ہو سکتے۔'' راقم نے عرض کیا کہ: ''ان کے والد بیمار ہیں۔'' کہنے لگے کہ: ''وہ خود تو بیمار نہیں؟'' راقم نے کہا: ''ان کے والد کی عظیم خدمات ہیں۔ اسی کے پیش نظر اختر علی خان ؒ کو رہا کر دیا جائے۔'' اسکندر مرزا نے باپ اور بیٹے دونوں کو گالی لڑھکا دی اور کہا: ''دونوں کو مرنے دو۔'' راقم نے مرزا صاحب کو ٹوکا کہ: ''ہفتہ پہلے آپ کا بیٹا ہوائی حادثے میں موت کی نذر ہو گیا ہے۔ اس قسم کے الفاظ آپ کو نہ بولنا چاہئیں۔'' گورمانی صاحب نے راقم کے تیور دیکھ کر صحبت ختم کر دی۔ لیکن مرزا صاحب نے فرمایا کہ: ''یہ کابینہ کی غلطی ہے کہ اس نے ان ملاؤں کو پھانسی نہیں دی۔ ہمارے مشورے کے مطابق پندرہ بیس علماء کو دار پر کھنچوا دیا جاتا یا گولی سے اڑا دیا جاتا تو اس قسم کے جھمیلوں سے ہمیشہ کے لئے نجات ہو جاتی۔'' جس صبح دولتانہ وزارت برخاست کی گئی اس رات گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں اسکندر مرزا کا ایک ہی بول تھا: ''مجھے یہ نہ بتاؤ کہ فلاں جگہ ہنگامہ فرو ہو گیا یا فلاں جگہ مظاہرہ ختم کر دیا گیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ وہاں کتنی لاشیں بچھائی ہیں؟ کوئی گولی بے کار تو نہیں گئی؟'' عبدالرب نشتر ؒ، راقم کے بہترین دوست تھے۔ ان سے اس مسئلے پر گفتگو ہوئی تو فرمایا: ''جن لوگوں نے شیدائیان ختم نبوت کو شہید کیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ میں اندرخانہ کے رازدار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ ان پر کیا بیت رہی ہے؟ اور وہ کن حادثات و سانحات کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کر لیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے۔''

(تحریک ختم نبوت ص۱۴۲)

(۴۵۹)

شوکت اللہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۲۲ء)

مولانا شوکت اللہ میرٹھی (اصل نام مولانا محمد احسن تھا) اردو، فارسی پر بھرپور دسترس
ھتے تھے۔ انہوں نے ان دونوں زبانوں کی خدمت گزاری کا بھی حق ادا کر دیا تھا۔ خود کو ''مجدد
نۃ شرقیہ'' کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ انہوں نے خاقانی، عرفی اور غالب کے دیوانوں
عجیب وغریب شرحیں لکھیں۔ وہ اپنے ذوق کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتے اور لکھتے رہتے تھے۔

۱۹۰۱ء مرزا قادیانی کے کفر یہ اح کے عروج کا دور ہے۔ اسی سال کذاب قادیان نے
ت کا دعویٰ کیا۔ کذاب قادیان کے دعویٰ نبوت کے دور میں جن لوگوں نے مرزا قادیانی کی
ید کا بیڑا اٹھایا تھا وہ امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہیں خوش نصیب حضرات میں
ے ایک مولانا شوکت اللہ میرٹھی تھے۔ موصوف میرٹھ سے ہفتہ وار ''شحنۂ ہند'' شائع کیا کرتے
ے۔ آپ نے چار سال ابتدائے ۱۹۰۱ء سے دسمبر ۱۹۰۴ء تک ہفتہ وار شحنۂ ہند کا ہفتہ وار ضمیمہ شائع
نا شروع کیا جو عموماً آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ مسلسل شائع ہوا اور چار سال قادیانی رسائل
ے جواب میں اپنی مثال آپ تھا۔

... ہمیں اس کے سال اوّل یعنی ۱۹۰۱ء کا صرف ایک شمارہ مل سکا جو ۸؍جون ۱۹۰۱ء کا پرچہ
ہے اور شمارہ نمبر اس کا بائیس ۲۲ ہے۔ یہ شمارہ ای میل کے ذریعہ مولانا شاہ عالم
گورکھپوری نے دارالعلوم دیوبند سے ارسال فرمایا۔

۱۹۰۲ء کے شمارہ جات کے ایڈیٹر صاحب صفحات کے نمبر مسلسل استعمال کرتے ہیں۔
ہم انہیں مسلسل نمبرات کو سامنے رکھیں تو ۱۹۰۲ء کی فائل کا ص ۱ سے ص ۷۶ موجود
نہیں۔ گویا (شمارہ نمبر ۱، ۲، ۳ شارٹ ہیں) اسی طرح ص ۷۷ سے ص ۱۰۰ تک کے
صفحات موجود ہیں۔ ان پر تاریخ ایک ہے۔ گویا شمارہ نمبر ۷، ۸ اور ۹، ایک ساتھ شائع
ہوئے۔ شمارہ نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲ ص ۱۰۱ تا ۱۲۴ تک شائع ہوئے۔ البتہ ص ۱۲۵ سے ۱۲۸
صفحات موجود نہیں۔ لیکن یہ سہو ہے۔ ورنہ شمارہ نمبر ۱۳ ص ۱۲۹ پر موجود ہے۔ اس کا معنی

یہ ہے کوئی شمارہ شارٹ نہیں۔ البتہ صفحات پر سہو ہوا۔ شمارہ نمبر۱۳ص ۱۲۹ سے شروع ہو کر ص۱۴۰ چلا گیا ہے۔ پھر ص۱۴۱ پر شمارہ نمبر۱۲ درج ہے۔ گویا کوئی صفحہ شارٹ نہیں۔ البتہ شمارہ نمبر۱۳،۱۴،۱۵ ایک ساتھ ص۱۲۹ سے ص۱۴۰ پر مشتمل ہیں۔ پھر ص۱۴۱ سے ص۳۰۸ تک شمارہ نمبر۱۶ سے ۳۷ تمام شمارہ جات اس جلد میں موجود ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سن ۱۹۰۲ء کے شمارہ نمبر۱،۲،۳ ص۱، سے ص۵۶ تک شارٹ ہیں اور پھر ص۳۰۹ سے آخر تک۔ گویا شمارہ نمبر۳۸ سے آخر جلد تک موجود نہیں۔ یعنی ہمیں دستیاب نہ ہوئے۔ جس بندہ خدا کو ۱۹۰۲ء کے شمارہ نمبر۱،۲،۳، پھر شمارہ ۳۸ سے آخر تک مل جائیں تو وہ اس فائل کو مکمل کر سکتا ہے۔

۳...... الحمدللہ! ضمیمہ شحنۂ ہند ۱۹۰۳ء کی مکمل فائل یہاں پر موجود ہے۔ کہیں سے ایک آدھ صفحہ شارٹ ہے۔ تو وہیں نوٹ دے دیا، ورنہ مکمل ہے۔

۴...... اسی طرح ہفتہ وار ضمیمہ شحنۂ ہند کی سن ۱۹۰۴ء کی بھی مکمل فائل احتساب قادیانیت کی جلد ۵۸ پر شائع ہوگئی۔

گویا احتساب کی ان دونوں جلدوں ۵۷، ۵۸ ضمیمہ شحنہ ہند کے چار سالوں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۴ء کے جو شمارہ میسر آئے۔ یعنی ۱۹۰۱ء کا صرف ایک شمارہ اور ۱۹۰۲ء نامکمل اور ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کے مکمل فائل ان جلدوں میں آ گئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ فلحمدللہ!

مولانا شوکت اللہ نے جس طرح مرزا قادیانی کی مٹی پلید کی ہے جس طرح آڑے ہاتھوں لیا ہے یہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

(۴۶۰)

شکیل رحمۃ اللہ علیہ (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)، جناب حاجی محمد

(وفات: ۱۸؍اپریل ۲۰۱۳ء)

حاجی محمد شکیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے نوجوان تھے۔ سادگی، عبادت کا شوق، اعلائے کلمۃ اللہ کی فکر، جذبہ ناموس مصطفیٰ اور فدائے ختم نبوت ایسے اوصاف کے مالک

تھے۔عشق ناموس مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہوکر اپنا نام اس میدان کے شاہسواروں میں لکھوایا جس میدان کے شاہسوار حاجی غلام مصطفیٰ مانک ؒ، غازی علم الدین شہید ؒ، غازی عامر چیمہ شہید ؒ اور غازی ممتاز حسین قادری شہید ؒ بنے۔آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ایک طرف گستاخان مصطفیٰ ﷺ کا گروہ اور دوسری طرف غلامان مصطفیٰ۔اسی جرم کی سزا میں ایک ہفتہ کی دلہن، سالوں پر محیط بہن بھائیوں کا گلدستہ اور ماں باپ کی شفقتیں قربان کر کے جیل کی کال کوٹھری کو گلے لگایا۔جیل کی کال کوٹھری میں ہی ٹی.بی کے مرض نے آپ پر حملہ کیا اور بالآخر یہی موت کا سبب بنا اور حاجی محمد شکیل داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر گئے۔اسیر ناموس مصطفیٰ ﷺ کی نماز جنازہ ۱۹؍اپریل ۲۰۱۳ء بعد از نماز جمعہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ادا کی گئی۔ عاشق کی نماز جنازہ مولانا قاضی احسان احمد (کراچی) نے پڑھائی۔مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا فقیر اللہ اختر، حافظ محمد ثاقب ؒ اور مولانا عارف شامی نے مجلس کی طرف سے شرکت کی۔

(۴۶۱)

شہاب الدین امرتسری، جناب حکیم

کسی زمانہ میں امرتسر سے ماہنامہ ''البلاغ'' شائع ہوتا تھا۔اس کے ایڈیٹر حکیم شہاب الدین امرتسری بھی رہے۔انہوں نے فروری ۱۹۲۶ء میں ساٹھ صفحات پر مشتمل ختم نبوت نمبر شائع کیا تھا۔

(۴۶۲)

شہاب الدینؒ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(وفات:۲۲؍نومبر ۱۹۷۰ء)

مولانا شہاب الدین ؒ لاہور جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز میں خطیب رہے۔آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی ؒ کے شاگرد اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے تربیت یافتہ تھے۔آپ دیوبند کے فاضل تھے۔آپ نے رد قادیانیت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام:

"رفع الحجاب عن وجهه الکذاب" ہے۔آپ نے یہ کتاب ستمبر۱۹۵۲ء میں تحریر فرمائی۔ جب لاہور میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حالات پیدا ہور ہے تھے اس زمانہ کی یہ مرتب کردہ کتاب ہے۔ جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم ۰ اما بعد!

ناظرین پر واضح ہو کہ اس رسالہ میں اکاذیب مرزا کا اظہار مشتے از خروارے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کے جھوٹ اللہ کی قسم ہے۔ اگر جمع کئے جائیں تو کئی سو صفحوں کی کتاب تیار ہو سکتی ہے اور اپنے مخالفین کو سوقیانہ مغلظات سنا کر اپنے دل کا بخار نکالنا اکاذیب سے کئی حصے زیادہ ہے۔ تکبر، تفاخر، تعلی، انا خیر کی بدبو ہر ہر سطر سے آتی ہے۔ جب دلائل قاطعہ سے عاجز اور مضطر ہو جاتا ہے تو اپنی وحی کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر کہتا ہے کہ مجھے اپنی وحی پر اسی طرح ایمان اور یقین ہے۔ جس طرح قرآن پر ہے۔ میں اپنی وحی سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ!

زشت باشد روئے نازیبا وناز
عیب باشد چشم نابینا وباز

میں حکم ہوں اگر احادیث کو اور تفاسیر کو مان لوں۔ تو میری وحی کدھر جائے۔ جس اعتراض کا جواب نہ وارد ہو یہ کہہ کر جان چھوڑانے کے واسطے نہایت بے حیائی اور پوری ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ اس میں تمام انبیاء میرے شریک ہیں۔ اسی طرح اس کی امت خواہ لاہوری ہو یا قادیانی ہو۔ عوام کو دھوکہ اور فریب دینے کے واسطے اپنی اور اپنے پیغمبر کی روسیاہی پر پردہ ڈالنے کے واسطے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارے رد میں ہمارے مخالف ہماری کتابوں کی عبارات کو کٹ کٹا، توڑ پھوڑ کر اور سیاق وسباق کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے جس سے غلط مطلب برآمد ہو، پیش کرتے ہیں۔ سو میں ہر دو طائفہ مرزائیہ کو اعلان کرتا ہوں کہ میری اسی تحریر میں میرے روبرو ہو کر اگر ایسا دکھلا دو تو منہ مانگا انعام یا تاوان دوں گا۔

رسالہ ہذا میں میرا مقصد اور غرض فقط یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ انگریز خدا کی رحمتوں سے ایک بڑی بھاری رحمت ہے۔ برطانیہ خدا کے انعاموں سے ایک عظیم الشان انعام

ہے۔ انگریز ایک اس قسم کے انڈے ہیں کہ عنقریب ان سے اسلام کے چوزے نکلنے والے ہیں۔ برطانیہ اسلام کا خیر خواہ ہے۔ برطانیہ مسلمانوں کے لئے خدا کا سایہ ہے۔ برطانیہ انصاف اور عدل کا مجسمہ ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ برطانیہ کا شاہی خاندان اسلام کی آغوش میں آیا کہ آیا، انگریز کی ناشکری خدا کی ناشکری ہے۔ انگریز کا مخالف خدا کا دشمن ہے۔ اسلام اور مسلمانوں پر انگریز کے احسانات کی بارش رات دن برس رہی ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بقول مرزا قادیانی کے میرے والد کی ساری عمر انگریز کی خوشنودی کے حصول میں عموماً بسر ہوئی اور خصوصاً ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر معہ پچاس سواروں کے بے گناہ مسلمان مرد اور عورتوں کو تہ تیغ کرنا ان اوراق میں مفصل دکھلایا ہے اور بیرون ہند ممالک اسلامیہ میں مرزا قادیانی کی کفر پرستی اور امداد کفار کیا کیا رنگ لائی اور لا رہی ہے۔ اس کے متعلق معلومات صحیحہ کا ایک معتدبہ ذخیرہ بھی ناظرین کو ملے گا۔ ناظرین کو یہ بات ضروری یاد رکھنی چاہئے کہ عالم کون وفساد میں شیاطین استراق اسمع کے طور پر امور تکونیہ اپنے چیلوں کو القا کر دیا کرتے ہیں۔ (جیسا کہ قرآن اور حدیث میں ہے) پھر وہ شیاطین کے چیلے اس القائے شیطانی کو اپنی وحی اور علم سکوتی قرار دے کر عوام جہلاء میں ان کی اشاعت کرتے ہیں اور وہ القاء شیطانی، صدق وکذب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس شیطان کے چیلے کی کئی باتیں صحیح اور سچی ثابت ہوتی ہیں اور کئی غلط اور جھوٹی نکلتی ہیں۔ عوام معتقدین جھوٹ سے اغماض اور چشم پوشی کرتے ہیں اور سچی پر نظر رکھتے ہیں۔

ناظرین! اب مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیاں اور اس کے معجزات کو غور سے دیکھیں تو اس سے ایک انچ بھر کا تفاوت نہ ہوگا۔ بالفرض برطانیہ کا شاہی خاندان (بقول مرزا قادیانی) اگر اسلام کو قبول کر لے تو مرزا قادیانی کو سچا مان لیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ (نزول المسیح ص۲۸، خزائن ج۱۸ ص۴۰۶) پر جہاں یہ جھوٹی گپ ہانکی ہے کہ مکے اور مدینہ کے درمیان جو ریل گاڑی جاری ہو رہی ہے۔ یہ میری نبوت اور مسیحیت کی دلیل ہے۔ پھر اس میں یہ لکھا ہے کہ پیش گوئی کی میعاد یہ نہیں کہ پچاس سال تک ہونی چاہئے۔ اکثر واقعات روزمرہ معمولی اور ادنیٰ ادنیٰ امور عادیہ یا القادہ حقیر اشیاء کو معجزہ کہتا ہے۔

شہاب الدین، مورخہ ۸ر ستمبر ۱۹۵۲ء

آپ کی وفات ۲۲ر نومبر ۱۹۷۰ء میں لاہور ہوئی۔ وہاں پر مدفون ہوئے۔

(۴۶۳)

شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ڈاکٹر سید

(وفات: ۳۰ر اکتوبر ۲۰۱۵ء)

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث تھے۔ مولانا شیر علی شاہ دارالعلوم حقانیہ، جامعہ اشرفیہ لاہور ایسے مدرسوں میں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف حقانیہ سے کیا۔ بعد میں تکمیل جامعہ اشرفیہ میں کی۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دورۂ تفسیر بھی کیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ سے اس دوران ردقادیانیت پر تربیت بھی حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پی۔ایچ۔ڈی کیا۔ آپ دارالعلوم کراچی، احسن العلوم کراچی اور منبع العلوم میران شاہ میں پڑھاتے بھی رہے۔ اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں تشریف لائے اور پھر یہیں سے جنازہ اٹھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے دو ماہ قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

(۴۶۴)

شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں

(پیدائش: ۱۸۶۵ء ...... وفات: ۲۰ر اگست ۱۹۲۸ء)

پیر کرم شاہ سکنہ بھوپن کلاں نزد حافظ آباد، اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ: ''ایک زمیندار مردان علی نامی صاحب ثروت تھا، مگر تھا بڑا آزاد خیال۔ نیچری قسم کے اعتقادات رکھتا تھا۔ مرزائیت کی طرف مائل تھا اور وقتاً فوقتاً قادیان بھی جایا کرتا تھا۔ ایک بار کسی شخص کے ساتھ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔ اس کی نیت یہ تھی کہ اگر اعلیٰ حضرت شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو قادیان جا کر مرزا غلام احمد کی بیعت کرلوں گا۔ پیر کرم شاہ کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک ہی نگاہ سے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور اپنی زبان سے کہنے

لگا: ''مرزا جھوٹا! مرزا جھوٹا! مرزا جھوٹا!'' اس اقرار کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو فوراً اپنے خیالات فاسدہ سے تائب ہوا۔ اللہ اکبر!'' (خزینہ کرم ص۵۱۱، تالیف نور احمد مقبول بی اے)

حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب شرق پوری ؒ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باؤلے کتے کی ہے اور باؤلے پن کا اس پر دورہ پڑا ہوا ہے۔ اس کا منہ دم کی طرف ہے۔ بھونک رہا ہے اور گول چکر کاٹ رہا ہے۔ منہ سے پانی نکل رہا ہے اور بار بار اپنی دم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔ اس کشف کا فقیر راقم نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ کے سامنے ذکر کیا۔ فوراً تڑپ اٹھے۔ فرمایا: ''خدا گواہ ہے واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واقعتاً مرزا کی حقیقت ایسی ہی ہونی چاہئے۔''

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ حضرت میاں صاحب ؒ سے ملنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت میاں شیر محمد شرق پوری ؒ نے بہت اکرام فرمایا اور فرمایا آپ ایسے ختم نبوت کے مجاہد کی زیارت کے بعد نجات کی توقع ہوگئی ہے۔ شاہ صاحب ؒ جب واپس جانے لگے تو حضرت میاں صاحب ؒ سڑک تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے۔ علماء حق اور فتنہ قادیانیت ص۱۵۲ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ۱۱؍اکتوبر ۱۹۹۱ء کے جمعہ میگزین میں یادگار چہرے کے عنوان پر ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں ایک اخبار ''لاہور پنچ'' کا ذکر ہے۔ ۱۸۹۸ء کے اسی اخبار کی خبریں بطور نمونہ کے پیش کی ہیں۔ اس میں ایک خبر یہ بھی ہے۔ ''میاں شیر محمد شرق پوری ؒ گزشتہ سات روز سے بادشاہی مسجد لاہور میں قیام پذیر تھے۔ لیکن مرزا قادیانی مناظرہ کے لئے نہیں آیا۔ لہٰذا آپ کل واپس شرق پور تشریف لے جارہے ہیں۔''

(جمعہ میگزین ۱۱؍اکتوبر ۱۹۹۱ء، بحوالہ علماء حق اور فتنہ قادیانیت ص۱۵۳)

اس خبر سے واضح ہورہا ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مگر اسے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

(۴۶۵)

شیر نواب خان حنفی نقشبندی قصوری ؒ

''نیام ذوالفقار علی ؓ (۱۳۲۹ھ) برگردن خاطی مرزائی فرزند علی ؓ (۱۳۲۹ھ)''

یہ کتاب مولانا شیر نواب خان حنفی نقشبندی مجددی قصوری ؒ کی مرتب کردہ ہے۔ اس کے نام

کے دونوں حصوں میں اس کتاب کا سن اشاعت نکلتا ہے۔اس طرح اس کا ایک تاریخی نام ''حقیقت حیات المسیح ابن مریم'' ہے۔یہ کتاب ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں لکھی گئی۔اس میں حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر زیادہ زور دیا ہے۔فرزند علی قادیانی کے قادیانی رسالہ کا یہ کتاب جواب ہے۔خوب علمی خزانہ ہے۔ایک سو ایک سال بعد اس کی طباعت ثانی کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔اب یہ کتنا احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(ص)

(۴۶۶)

صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

(وفات: یکم/اکتوبر ۱۹۶۴ء)

حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ، بہاولپور میں پیدا ہوئے۔مولانا قوم کے لاڑ تھے۔روحانی تعلق حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد عبداللہ جامی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔والد گرامی کی وفات کے بعد ۱۹۰۷ء میں بہاولپور کی قدیم دینی درسگاہ صدر دینیات میں مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔علوم کی تکمیل کی حصول علم کے بعد ۱۴/مئی ۱۹۱۰ء کو مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ حال مدرسہ عربیہ فاضل میں اوّل مدرس مقرر ہوئے۔آپ عرصہ ۷سال تک صدر مدرس رہے۔ ۲۵/جون ۱۹۲۵ء کو جامعہ عباسیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔اس کے اعلیٰ عہدہ کے لئے شیخ الجامعہ حضرت غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا اور مولانا محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ مدرس اوّل کا اعزاز حاصل کرتے ہوئے ۲۵سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۲۴ء میں بہاولپور عدالت میں قادیانی، مسلم ایک کیس دائر ہوا۔تمام عالم اسلام کی نظریں اس کیس پر مرکوز تھیں۔تب علوم نبوت کے وارث حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اکابرین وقت کے ساتھ حق و باطل کے اس تاریخی معرکہ میں پیش پیش رہے۔فیصلہ کے بعد مولانا محمد صادق صاحب نے مولانا

سید انور شاہ کشمیری ؒ کی قبر مبارک پر جا کر فیصلہ سنایا اور آپ نے مقدمہ بہاولپور کے بیانات قلمبند کئے اور قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کرتے ہوئے مختلف رسائل مرتب کئے۔ جن میں:

۱...... ''مرزا اور یسوع''

۲...... ''تحریف قرآنی بزبان قادیانی''

۳...... ''فرنگی نبی کی ناپاک جھنکیں''

قابل ذکر ہیں جو احتساب قادیانیت جلد۲۹ میں شامل ہیں۔ ان کی گرانقدر خدمات کی بنیاد پر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، حضرت بہاولپوری ؒ کے بڑے قدردان تھے۔ حضرت امیر شریعت ؒ جب آخری بار بہاولپور تشریف لائے تو اپنے میزبان سیٹھ محمد عبدالخالق ؒ کو فرمایا کہ مجھے مولانا صادق بہاولپوری ؒ سے ملواؤ۔ میزبان نے کہا کہ مولانا کو یہاں ہی بلوا لیتے ہیں۔ جس پر حضرت امیر شریعت ؒ نے فرمایا:

''تم مولانا کی کیا قدر جانو وہ بلند پایہ عالم دین ہیں۔ میں کون ہوں کہ انہیں اپنے پاس بلاؤں۔ میں خود تمہارے ساتھ ان کے ہاں چلوں گا۔ چنانچہ حضرت شاہ جی ؒ باوجود ناساز طبیعت کے خود تشریف لے گئے۔''

حضرت کی اولاد میں مولانا محمد معاذ، مولانا محمد نعمان، مولانا محمد عباس تھے جو اب سب مرحوم ہوگئے ہیں۔ حضرت کی وفات ۷۳ سال کی عمر میں یکم ر اکتوبر ۱۹۶۴ء بروز جمعرات بوقت اذان عشاء ہوئی۔ ان کی وفات پر تعلیمی اداروں میں تعطیل رہی۔ حضرت کی تدفین ملوک شاہ قادری کے قبرستان میں ہوئی۔ اللہ رب العزت ان کے درجات کو بلند کرے۔

(۴۶۷)

صادق (سیالکوٹ)، جناب حافظ محمد

مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے روح رواں، بہادری و جرأت کا نشان، حضرت حافظ محمد صادق تھے۔ آپ تحریک کشمیر، تحریک آزادی وطن، تحریک ختم نبوت میں ہمیشہ مجلس احرار اسلام کی پالیسی کے کاربند رہے۔ تحریک کشمیر میں سیالکوٹ کو جو اہمیت حاصل تھی وہ سب کے سامنے ہے۔ اس موقعہ پر تحریک کے بانکپن کو قائم رکھنے میں حافظ محمد صادق ؒ بہت ہی جوانمردی کے ساتھ برسرپیکار رہے۔ حافظ محمد صادق ؒ کو احرار رہنماؤں کی تربیت نے بہت نکھار دیا تھا۔

آپ کی جو ڈیوٹی لگتی آپ اسے پایہ تک پہنچا کر اکابر احرار کی توقعات پر پورا اترتے تھے۔
تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء تمام میں برابر کے نہ صرف شریک عمل رہے بلکہ میدان عمل میں صف اوّل میں رہ کر انمٹ خدمات سرانجام دیں۔ بہت ہی منجھے ہوئے انسان تھے۔ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہ لگاتے تھے۔ صاحب الرائے انسان تھے اور ان کی تمام تر جدوجہد اخلاص کی بدولت ہوتی تھی۔ ایسے مخلص انسان اپنے جانے کے بعد بھی اپنی یادوں کی داستان چھوڑ جاتے ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ اور نشان منزل کا کام دیتی ہے۔ ایسے لوگ جو خود تاریخ ہوتے ہیں اور ان سے تاریخ بنتی ہے۔ انہی میں ایک حافظ محمد صادق بھی تھے۔ خوب انسان تھے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

(۴۶۸)

صادق عباسی رحمۃ اللہ علیہ (بہاولپور)، جناب نواب محمد

مشہور مقدمہ تنسیخ نکاح عائشہ بنام عبدالرزاق میں فاضل جج فریقین کے دلائل اور علماء کے بیانات سن کر ایک نتیجے پر پہنچ گئے تھے اور قادیانیوں کے بارے میں ان کا شرح صدر ہو چکا تھا۔ لیکن عام تاثر یہ تھا کہ کہیں اس فیصلے سے انگریز حکومت، اسلامی ریاست بہاولپور کو نقصان نہ پہنچائے۔
یہ خبر نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو انہوں نے جج صاحب سے بانگ دہل فرمایا:
”آپ قادیانیوں کو علی الاعلان غیر مسلم قرار دیں۔ اگر نواب بہاولپور محمد صادق پنجم کی ایک کیا ہزاروں ریاستیں بھی سرکار محمد ﷺ کی نبوت کے تحفظ میں قربان ہو جائیں تو پروا نہیں۔“
پھر کیا تھا! وہ شہرۂ آفاق فیصلہ سامنے آیا جس کے نتیجے میں قادیان کی جھوٹی نبوت کو ہر جگہ خائب و خاسر ہونا پڑا اور آخر کار ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی غیر مسلم قرار پائے۔
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”اس سلسلے میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاولپور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارا کرتے تھے۔ نواب مرحوم، سر عمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز حکومت کا مجھ

پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاولپور سے اس مقدمے کو ختم کرادیں تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ: ''ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں۔ مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالت مآب ﷺ کا تو ان سے سودا نہیں کیا۔ آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے۔ میں حق وانصاف کے سلسلے میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔'' چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ: ''ان دونوں کی نجات کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے۔''

(۴۶۹)

صادق قادری رضوی، مولانا محمد

''طریقہ مناظرہ مرزائیت المعروف مرزا کے ڈھول کا پول'' مولانا محمد صادق قادری رضوی فاضل جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد نے ۱۴؍رمضان ۱۳۸۹ھ، مطابق ۲۵؍نومبر ۱۹۶۹ء میں تحریر فرمایا اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۴۷۰)

صادق قریشی، جناب محمد

''آئینہ مرزائیت'' محمد صادق صاحب اصلاً قادیانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو قادیانیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ نے آئینہ قادیانیت کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا۔

جناب محمد صادق قریشی قادیانی تھے۔ آپ نے مرزا محمود خلیفہ قادیان کے یار حاضر باش کی خدمات سرانجام دیں۔ مرزا محمود کے قابل اعتماد کارکن ہونے کے حوالہ سے سیاسی، جماعتی وذاتی خدمات میں مرزا محمود کے ہر حکم کو بجالاتے رہے۔ اس قرب نے مرزا محمود کی گھناؤنی زندگی کو ان پر منکشف کر دیا۔ جس سے یہ قادیان کے گرو مرزا محمود کی بیعت سے علیحدہ ہوگئے۔ ''فسخ بیعت خلیفہ قادیان'' کے نام پر آپ نے مرزا محمود پر جو چارج شیٹ لگائی اس پر مشتمل یہ رسالہ ہے۔ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں شائع ہوئے۔

(۴۷۱)

صادق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ محمد

(وفات: ۸/اگست ۱۹۷۵ء)

آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی، ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کے کالم نگار اور منیجر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں متحرک رہے۔

(۴۷۲)

صالح قزاز (مکہ مکرمہ)، جناب محمد

جب آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تب رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے امین العالم (سیکرٹری جنرل) جناب فضیلۃ الشیخ محمد صالح قزاز ایسے فاضل بزرگ تھے۔ آپ نے آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر مبارک باد کا یہ پیغام ارسال کیا۔

''عالمی اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں نے اس متفقہ قرارداد کی خبر شائع کی ہے۔ جسے کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے پاس کیا ہے اور جس میں قادیانیوں کو (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلم قرار دیا ہے۔'' رابطہ عالم اسلامی، اس دانشمندانہ فیصلے کی حمایت کرتا ہے۔ جسے آزاد کشمیر کی حکومت نے سردار عبدالقیوم کی سربراہی میں صادر کیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی، صدر آزاد کشمیر اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان کو اس تاریخی قرارداد پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔

رابطہ، اسلامی ممالک کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور اس قسم کا مبارک قدم اٹھائیں اور اس گمراہ فرقہ کا قلع قمع کریں اور اسے یہ موقع نہ دیں کہ وہ اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد کو مسلمانوں کے اندر پھیلا سکیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی صحیح راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے۔''

(سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی، مکہ)

محمد صالح قزاز

اس کے ساتھ ہی رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ہفتہ وار اخبار ''العالم الاسلامی'' مکہ مکرمہ میں جناب صالح قزاز کی طرف سے بیان شائع ہوا۔ جس کا ترجمہ کراچی کے اخبارات نے شائع کیا جو یہ ہے۔

’’(کراچی) رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری محمد صالح القزاز نے دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور مسلمان ملکوں میں اس گمراہ فرقے کو اپنا شر پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے۔ رابطہ کی ترجمان ’’اخبار العالم الاسلامی‘‘ کی ۱۱رجون ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں رابطہ کے سیکرٹری کا یہ بیان شائع ہوا ہے۔ اس میں حکومت آزاد کشمیر کی اسمبلی نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرارداد منظور کی ہے، اس کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قرارداد تمام مسلمان ملکوں کے لئے لائق تقلید ہے اور اس پر صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم اور ان کی پارٹی کے ارکان قابل مبارک باد ہیں۔ ’’اخبار العالم الاسلامی‘‘ نے اپنے ادارتی کالم میں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی پاکستان کے اتحاد وسالمیت کو پارہ پارہ کرنے میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ پاکستان کا اتحاد اور اس کی سالمیت ان کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ اس فرقے کے لوگ حکومت پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اور محکمہ دفاع اور محکمہ خارجہ میں ان کو اہم عہدے حاصل ہیں۔ اس مسئلہ پر حکومت پاکستان کا خاموش رہنا اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ ہندوستان کا پاکستان کی سرزمین کو ہڑپ کرنے کا شوق خطرناک ہے۔ اس پس منظر میں حکومت آزاد کشمیر کی یہ قرارداد بے حد اہمیت رکھتی ہے اور نہ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ قادیانیوں کو صاف صاف غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔‘‘

اسی طرح مکہ مکرمہ کے بااثر روزنامہ ’’الندوہ‘‘ نے قادیانیوں کے بارے میں سعودی اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا۔ جس میں ان علماء نے قادیانیت اور صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطہ کا انکشاف کیا اور کہا کہ اس رابطے کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے۔ مشترکہ بیان میں مزید کہا گیا کہ برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا کرنے کی غرض سے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔ اسرائیل کے زیر قبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیوں کے مراکز قائم ہیں اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔ قادیانیوں نے حال ہی میں ایک مرکز افریقہ میں منتقل کیا ہے۔ ان علماء نے اسلامی حکومتوں کے سربراہوں اور جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور اپنے ممالک میں اس گمراہ فرقے کو کام

کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اس بیان پر نائیجیریا کے الشیخ السید امین کنتی، الشیخ حسن مشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین الخلوف سابق مفتی مصر، الشیخ ابوبکر جری، سعودی عرب کے الشیخ محمد علوی المالکی، الشیخ اسماعیل زین، الشیخ محمد ندیم الطرازی اور الشیخ عبداللہ بن سعد شامل ہیں۔"

(تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ص ۸۷۱ تا ۸۷۳)

(۴۷۳)

صالح نور (سابق قادیانی)، جناب محمد

محمد صالح نور، مرزا محمود کے زمانہ میں اس کے گھناؤنے اور کمینے کردار کے باعث کچھ لوگ مرزا محمود سے متنفر ہوگئے۔ انہوں نے ایک جماعت بھی "احمدیہ حقیقت پسند پارٹی" کے نام سے بنائی۔ یہ قادیانی تھے۔ لیکن قادیانی خلیفہ کے مخالف تھے۔ اسی پارٹی کے ایڈیشنل سیکرٹری محمد صالح نور تھے جنہوں نے یہ رسالہ "خلیفہ ربوہ کے دو مذہب، عدالت سے باہر اور عدالت کے اندر" لکھا اس میں مرزا محمود کے اختلافات قلمبند کئے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۴۷۴)

صدرالدین گجراتی قادیانی، مولوی

صدرالدین گجراتی، چک سکندر ضلع گجرات کا پیدائشی قادیانی تھا۔ سب کچھ بیچ کر قادیان جا کر رہائش رکھ لی۔ پاکستان بننے کے بعد سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ حاصل ہوئی تو مرزا محمود موسیو کے حکم پر چناب نگر قادیانی جماعت کی ملازمت کرلی۔ قادیانی بیت المال میں سے اس زمانہ میں تین لاکھ کا غبن اس نے پکڑا تو پوری قادیانی قیادت، ملعون خلیفہ قادیانی تک سب ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ضلع جھنگ کے ایس. پی کو درخواست دی۔ جس پر مقدمہ درج ہوا۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ پمفلٹ "خلیفہ ربوہ کے مظالم کی فہرست میں میری داستان مظلومیت کا اضافہ" ہے۔ لکھنے والا قادیانی ہے اور قادیانی قیادت کے خلاف لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیں کہ خنزیر قادیان کے بچونگڑے چناب نگر میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں اور کس طرح حکومت "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" بنی ہوئی ہے۔

''چوہدری سرمحمد ظفر اللہ خاں (قادیانی) کے نام بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ اتمام حجت کے طور پر کھلی چٹھی'' صدرالدین گجراتی قادیانی نے چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو قادیانی مظالم، قادیانی بددیانتی اور قادیانی بدکرداری پر کھلی چٹھی ارسال کی۔ ان دونوں رسائل کو احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شائع کیا ہے۔ ''قادیانیت قادیانی کی نظر میں''

(۴۷۵)

صدیق تارڑ (مریدکے، لاہور)، جناب حکیم محمد

حکیم صاحب ردقادیانیت کے لئے ساعی رہے۔ آپ نے ''آسمانی نکاح'' کے نام سے ایک پمفلٹ بھی مرزا قادیانی کے خلاف شائع کیا۔ محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شامل اشاعت ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی خوب سرگرم عمل رہے۔

(۴۷۶)

صدیق رحمۃ اللہ علیہ (چونڈہ)، مولانا محمد

مولانا محمد صدیق چونڈہ میں اہل حدیث کے نامور عالم دین تھے۔ جب چونڈہ کے رفیق باجوہ نے مولانا تاج محمود کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا تو چناب نگر چھوڑ کر یہ چونڈہ آ گئے۔ انہیں مولانا محمد صدیق نے بہت سہارا دیا۔ بہت ہی مرنجاں مرنج عالم دین تھے۔ حق تعالیٰ کی ڈھیروں رحمتوں کے مستحق ہوں۔ آمین!

(۴۷۷)

صدیق رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۱۲ر ستمبر ۱۹۸۹ء)

فیصل آباد جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث و شیخ الجامعہ مناظر اسلام مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار کے خطیب تھے۔ آپ تاندلیانوالہ کے معروف زمیندار اور بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے دیگر رفقاء

کرام کے ساتھ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنسہائے چنیوٹ میں شرکت اور خطاب سے سرفراز فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ نے بڑی جرأتوں کا امین آپ کو بنایا تھا۔ نامور ثقہ عالم اور مناظر تھے۔

(۴۷۸)

صدیق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خاص حضرت امام گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: ''مرزا قادیانی نے شروع شروع میں مجددیت کا دعویٰ کیا تھا اور مرزا قادیانی اکثر لدھیانہ اس زمانے میں آیا کرتا تھا۔ میرا بھی کبھی کبھار بھائی مشتاق احمد کے ہاں قیام ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ بھائی مشتاق احمد کہنے لگے کہ: ''دریافت تو کریں کہ آیا واقعی یہ قادیانی مجدد ہے بھی سہی یا ویسے ہی یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے۔'' حضرت مولانا مرحوم فرمانے لگے کہ: ''اب کے جب مرزا قادیانی لدھیانہ آئے اور میں بھی موجود ہوں، تب یاد دلانا، اس سے گفتگو کریں گے۔'' اتفاق سے جلد ہی حضرت مولانا اور مرزا قادیانی کا اجتماع ہو گیا۔ حضرت مولانا نے مندرجہ ذیل سوال فرمائے:

حضرت مولانا...... مرزا صاحب! کیا واقعی آپ مجدد ہیں؟

مرزا قادیانی...... ہاں! واقعی مجدد ہوں۔

حضرت مولانا...... مقامات سلوک تو آپ کو ضرور طے کئے ہوں گے؟

مرزا قادیانی...... جی ہاں! مقامات سلوک طے کئے ہیں۔

حضرت مولانا...... مرزا صاحب! یہ بتائیں سیر اجمالی ہوئی یا تفصیلی؟

مرزا قادیانی...... جی! مجھے سیر اجمالی ہوئی۔

حضرت مولانا...... اجمالی والا مجدد نہیں ہوتا۔

مرزا قادیانی...... مجھے اجمالی اور تفصیلی دونوں ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا...... سیر تفصیلی بیان کرو۔

مرزا قادیانی...... ایسی تفصیلی تھی جیسے ریل گاڑی تیز چل رہی ہو، بظاہر تفصیلی تھی لیکن معلوم کچھ نہیں ہوتا تھا۔

حضرت مولانا...... ایسی تفصیلی میں اسٹیشن تو تمام ہی ٹھہرتے ہوں گے، انہیں کے نام شمار کرادیجئے!

مرزا قادیانی کو کچھ جواب نہ بن پڑا اور سانپ سونگھ گیا۔

جس حالت میں کہ قادیانی وجود ملائکہ سے منکر ہے۔ مطلق ختم نبوت کا قائل نہیں صرف تشریعی نبوت کو ختم بتاتا ہے۔اس کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

(۴۷۹)

صدیق رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، شیخ الحدیث مولانا

(وفات:۱۸؍فروری۲۰۱۶ء)

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۸؍فروری بروز جمعرات کونشتر ہسپتال ملتان میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! جامعہ خیرالمدارس ملتان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۶ء میں ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں اگی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اسی گاؤں کے سرکاری سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔مولانا عبدالمجید مظاہری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے گاؤں میں دینی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں خیرالمدارس جالندھر انڈیا میں مزید تعلیم کے لئے داخلہ لیا۔قیام پاکستان کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔حضرت الاستاذ نے آپ کو خیرالمدارس میں پڑھانے کے لئے حکم دیا۔زہے نصیب ۱۹۴۴ء میں خیرالمدارس داخل ہوئے اور ۲۰۱۶ء میں یہاں سے آپ کا سفرآخرت ہوا۔قریباً پون صدی آپ خیرالمدارس سے وابستہ رہے اور یہ وابستگی طالب علم سے شیخ الحدیث کے مناسب کو محیط ہے۔اس سے بہتر ”یک در گیر و محکم گیر“ کی اور کیا عمدہ مثال ہوگی۔

مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور تیسرے امیر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نسبتی بیٹا بنایا۔مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ اپنی انہیں نسبتوں کے باعث مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشیر، غائبانہ دعاگو اور خیرخواہ تھے۔آپ کے شاگردوں کی ایک جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین میں شامل ہے۔مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

صرف جامعہ خیر المدارس کو ہی نہیں بلکہ مجلس تحفظ ختم نبوت، وفاق المدارس، خاندان کے جملہ افراد، تمام شاگردوں اور ہزاروں عقیدت مندوں کو سوگوار کر کے منظور آباد قبرستان میں دیگر علمائے کرام کے قرب میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم علیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ قلعہ کہنہ قاسم باغ کے سٹیڈیم میں ادا کی گئی۔ بلاشبہ جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت نے ملتان میں تاریخی جنازہ کا منظر پیش کیا۔ دعا ہے حق تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

(۴۸۰)

صفوۃ الرحمٰن صابر (حیدرآباد دکن)، جناب

جناب صفوۃ الرحمٰن صابر حیدرآباد انڈیا آندھراپردیش کے تھے۔ آپ نے ’’فتنہ قادیانیت‘‘ کے نام سے رسالہ ترتیب دیا۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں پیش خدمت ہے۔

(۴۸۱)

صفی الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ نے ردقادیانیت پر کتب لکھی جس کا نام ’’قادیانیت اپنے آئینہ میں‘‘ ہے۔ اس کے دوسو ساٹھ صفحات ہیں۔ مارچ ۱۹۷۶ء میں بنارس سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

(۴۸۲)

صلاح الدین (ٹیکسلا)، جناب

ٹیکسلا ضلع راولپنڈی جناب صلاح الدین بی۔اے نے ردقادیانیت پر کئی رسائل لکھے۔ ’’اسلام اور مرزائیت‘‘ ۸؍صفحات کا رسالہ ستمبر ۱۹۷۳ء میں قادیانی عقائد بیان کر کے ثابت کیا گیا کہ ان کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ موصوف حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بعدہ مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ خوب ہمہ جہت دین کی خدمت کرنے والے پڑھے لکھے شخص تھے۔

(۴۸۳)

صہیب حسن (لندن)، جناب

جمعیۃ اہل حدیث لندن کے جناب مولانا صہیب حسن صاحب بہت فاضل مخلص، متحرک اور بھرپور محنتی انسان۔ انہوں نے ایک رسالہ ’’مرزا غلام احمد کے بارہ میں خدائی فیصلہ‘‘ اردو، انگلش میں اعلیٰ اور کاغذ وطباعت سے پیش کیا۔

(ض)

(۴۸۴)

ضیاء البخاری مجددی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

قادیانیوں نے ایک رسالہ ’’آیت خاتم النبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک بزرگان دین کی نظر میں‘‘ اس کا جواب مولانا ضیاء البخاری مجددی پشاوری نے ’’اتمام الحجۃ عن عقیدہ ختم نبوت‘‘ کے نام سے بہتر (۷۲) صفحاتی رسالہ میں دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزاء دیں۔

(۴۸۵)

ضیاء الحق، جناب صدر جنرل محمد

پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے اسے پاکستان کے قوانین کا حصہ بنادیا۔ جناب بھٹو صاحب نے آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ کیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے ان کے متعلق اس آرڈیننس کے ذریعہ قانون سازی کا مرحلہ طے کرا کر قادیانیوں کو بوجہ ان کے کفر کے اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روک دیا۔ ایک سول کا نمائندہ (جناب ذوالفقار علی بھٹو) ایک فوج کا (جنرل محمد ضیاء الحق) دونوں نے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آئین وقانونی کردار ادا کر کے تاریخ میں اپنا نام سنہری حرفوں سے لکھوالیا۔ زہے نصیب!

(۴۸۶)

ضیاءالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ

(پیدائش:۱۸۸٦ء ...... وفات:۲۲؍جون ۱۹۲۹ء، سیال شریف)

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاءالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۹ھ میں ''سردار خان بلوچ'' قادیانی کے رسالہ کے رد میں رسالہ ''معیار المسیح'' تحریر فرمایا۔ حضرت خواجہ ضیاءالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور ولی اللہ تھے۔ ان کا قلم ملعون قادیان، مرزا قادیانی کی تردید میں ہمارے ایسے تہیدستان کے لئے مشعل راہ ہے۔ بہت ہی خوشی کا موجب ہے کہ ایک سو چار سال کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں شامل اشاعت ہوا ہے۔

حضرت خواجہ ضیاءالدین نامور عالم دین تھے۔ اپنے عہد میں تحریک خلافت اور تحریک موالات میں قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ دن کو گھوڑے کی پشت پر رات کو مصلے پر، کے مصداق تھے۔ ہمارے مخدوم حضرت خواجہ قمرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔ سیال شریف کے مدرسہ اور لائبریری کی توسیع میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ ہائے! ان اتحاد امت کے علمبرداروں جیسا اب کہاں؟

(۴۸۷)

ضیاءالرحمٰن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (سمندری)، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۹۷ء)

''عقیدۂ ختم نبوت اور اسلام'' مولانا ضیاءالرحمٰن فاروقی سمندری فیصل آباد کے رہائشی تھے۔ دارالعلوم کبیر والا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال، خیرالمدارس ملتان میں پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث شریف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتویں امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں سے کیا۔ فراغت کے بعد دارالعلوم فاروقیہ کراچی سے رابطہ جوڑا۔ پھر حق تعالیٰ نے تبلیغ اسلام کے محاذ پر لگا دیا۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر کیں۔ تحریر کی طرح تقریر کے بھی صاحب طرز اور ماہر تھے۔ (جنوری ۱۹۹۷ء) میں

لاہور ایک بم دھماکہ میں شہید ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آپ نے ''عقیدہ ختم نبوت اور اسلام'' کے نام سے قادیانیوں کے خلاف کتاب تحریر کی۔
''قادیانی غیر مسلم کیوں؟'' یہ بھی مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کئے۔

(۴۸۸)

ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۳۷ء، جالندھر ...... وفات: ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۰ء، فیصل آباد)

مولانا ضیاء القاسمی جامعہ قاسم العلوم ملتان کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ المعروف صدر صاحب بانی دارالعلوم کبیر والا اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ شعلہ بیان خطیب، عالمی مبلغ اسلام تھے۔ آپ متعدد مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔ جامعہ قاسمیہ فیصل آباد کے بانی اور جامع مسجد گول بازار غلام محمد آباد کے خطیب تھے۔ تنظیم اہل سنت، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی وصوبائی عہدوں پر فائز رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں پیپلز پارٹی کے مولانا کوثر نیازی کے ہمراہ تھے۔ اس لئے نمایاں کردار نہ ادا کر سکے۔ البتہ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں نہ صرف تلافی مافات کی، بلکہ تحریک کو شباب تک پہنچانے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۸۵ء میں ختم نبوت کانفرنس لندن کے روح رواں تھے۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ میں رہے۔ آخر میں کالعدم سپاہ صحابہ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین رہے۔

(ط)

(۴۸۹)

طاہر القادری (لاہور)، جناب پروفیسر

ادارہ منہاج القرآن کے بانی پروفیسر محمد طاہر القادری نے مرزا طاہر کی طرف سے آمدہ مباہلہ کے چیلنج کو قبول کیا۔ اس زمانہ میں متعدد پمفلٹ بھی منہاج القرآن سے شائع کئے۔

مینار پاکستان پر ختم نبوت کانفرنس بھی کرائی۔ خوب معرکہ برپا کیا۔ پھر دوسرے امور میں ایسے پھنسے کہ اس طرف کما حقہ دھیان نہ دے پائے۔

(۴۹۰)

طاہر رفیق اختر، جناب

راسپوٹین نامی روس میں ایک عیاش تھا جو دنیا بھر میں عیاشی کی ضرب المثل بن گیا۔ اس عیاش کو چیلا، اور مرزا محمود کو عیاشی کا گرو قرار دے کر راسپوٹین کو مرزا محمود کے قدموں میں بٹھا دیا ہے۔ یہ ٹائٹل سٹوری ہے۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل یہ کتاب ''ربوہ کا راسپوٹین (مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی) دور حاضر کا دجال'' ہے جو قادیانی رہنما جناب محمد رفیق اختر نے مرتب کی ہے۔ اس کو بھی احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شائع کیا گیا۔

(۴۹۱)

طفیل رشیدی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب محمد

آپ غالباً جامعہ رشیدیہ کے فارغ تھے۔ آپ نے منیر انکوائری رپورٹ کا خلاصہ شائع کیا۔ پھر ''پاکستان میں قادیانیت ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۳ء'' کے نام سے کتاب بھی شائع کی۔

(۴۹۲)

طیب شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (قصور)، مولانا سید محمد

(وفات: ۲۰ر فروری ۱۹۹۹ء)

مرزا قادیانی کے خلاف اوّلین فتویٰ دینے والوں میں سے ایک مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ قصور میں آپ کے ایک شاگرد مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو سید علی ہمدانی امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ مولانا سید مبارک شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادہ کا نام مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سید ظہیر شاہ صاحب ہمدانی قصوری کی روایت کے مطابق قصور کے قریب بھارتی پنجاب میں ایک قصبہ ہے جس کا نام ''پٹی'' ہے۔ یہ وہی

پٹی ہے جہاں مرزا قادیانی کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم مرزا سلطان بیگ سے بیاہ کرلائی گئی تھیں۔
اس قصبہ پٹی میں ایک دینی مدرسہ تھا جس کے سالانہ جلسہ پر نامور علماء زمانہ تشریف لاتے تھے۔
ایک جلسہ پر سید مبارک علی شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایک ساتھ ایک اجلاس میں سٹیج پر جمع ہوگئے۔ دائیں بائیں یہ حضرات تھے۔
درمیان میں مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ خطاب کررہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ علماء اور مشائخ کے صاحبزادے بگڑ جائیں تو کئی گھرانے بگڑ جاتے ہیں اور اگر یہ سنور جائیں تو کئی لوگوں کے سنورنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ میں دونوں علماء و پیران سید مبارک علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنا اپنا ایک صاحبزادہ مجھے پڑھنے کے لئے دے دیں تو سید مبارک علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادہ محمد طیب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھنے کے لئے جالندھر خیر المدارس مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھجوایا۔ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کی بسم اللہ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی تھی۔ اپنے والد سے پڑھتے رہے۔ مولانا محمد دین خوشابی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا۔ مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف ڈابھیل میں کیا۔ مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد سلیم دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد تھے۔
حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث کی سند حاصل فرمائی۔ فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ قصور میں پڑھاتے رہے۔ پھر عیدگاہ میں اپنا مدرسہ قائم کیا۔ قصور مونسپلٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ نادر کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پورے قصور ضلع کو سراپا تحریک بنادیا۔ گرفتار بھی ہوئے اور کئی ماہ بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔
آپ محقق اور گہری وسیع نظر رکھنے والے ثقہ عالم دین تھے۔ جب تک رہے بڑی شان سے رہے۔
ان سے علم کی شان تھی اور علم ہی آپ کی پہچان تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں قائدانہ وقار کے ساتھ حصہ لیا اور اپنے والد مرحوم مولانا سید مبارک علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاذ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کو پروان چڑھایا۔

(۴۹۴)

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ؒ(دیوبند)

(پیدائش:۱۸۹۷ء ...... وفات:۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء)

قبرستان قاسمی دیوبند میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے پہلو میں بجانب غرب حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ کا مزار مبارک ہے۔ قاری محمد طیب ؒ حضرت نانوتوی ؒ کے پوتے ہیں۔ آپ ۱۸۹۷ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ سات سال کے ہوئے تو حضرت شیخ الہند ؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن ؒ اور آپ کے والد گرامی مولانا محمد احمد صاحب ؒ نے بسم اللہ کرائی۔ دو سال میں آپ نے حفظ مکمل کرلیا۔ حفظ کے ساتھ قرأت وتجوید کی بھی مہارت حاصل کی۔ بعدہ مکمل فارسی کا نصاب عرصہ پانچ سال میں مکمل کیا۔ اس کے بعد عربی کتب کی تعلیم کے لئے ساعی ہوئے۔ آٹھ سال میں آپ دورہ حدیث شریف کی تعلیم مکمل کر کے فارغ ہوگئے۔ آپ نے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ سے حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ آپ کے ہم سبق تھے۔ حضرت کشمیری ؒ کے علاوہ، حضرت شیخ الہند ؒ، حضرت تھانوی ؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ؒ، سید اصغر حسین ؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا اعزاز علی امروہی ؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ، مولانا رسول خان ہزاروی ؒ ایسے اساتذہ سے آپ نے مختلف کتابیں پڑھیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ نے آپ کو سند حدیث سے سرفراز فرمایا۔ تعلیم کے مکمل ہوتے ہی مسند تدریس، مسند اہتمام اور مسند رشد وہدایت تینوں مسندوں کے آپ اہل قرار پائے۔ فقہ، منطق، معانی، فلسفہ، صرف ونحو، تفسیر وحدیث کوئی ایسا فن نہیں جس کی بنیادی کتابیں آپ نے نہ پڑھائی ہوں۔ حضرت قاری محمد طیب ؒ بلا مبالغہ متکلم اسلام تھے۔ دنیا نے آپ کو ''حکیم الاسلام'' کے نام سے یاد رکھا۔ قاری صاحب کی درسی اور عام تقاریر حشو وزوائد سے بالکل پاک ہوتی تھیں۔ آپ کی تقریر میں سے ایک جملہ نہ حذف کیا جاسکتا تھا اور نہ ایزاد کیا جاسکتا تھا۔ اتنی جامع تقریر کہ اسے مرتب کریں تو کتاب بنانے کے لئے نظر ثانی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مہتمم

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب کے طور پر ۱۹۳۰ء میں نائب مہتمم بنایا گیا۔ حضرت عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد پہلے قائم مقام اور پھر مہتمم بنادیئے گئے۔ جب آپ کو مہتمم بنایا گیا تو دفتر اہتمام کے ایک کونہ میں چٹائی بچھا کر بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو آپ کا ہاتھ پکڑا، اٹھایا اور اہتمام کی گدی پر بٹھادیا اور فرمایا میاں! اب ان سخن سازیوں سے بات نہیں چلے گی۔ آپ سے متعلق فقیر نے ایک واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر عالمی مجلس ختم نبوت سے خود سنا۔ فرمایا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک بار حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے لاہور جامعہ اشرفیہ عرض کیا کہ آپ کے دور اہتمام میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث اور صدر مدرس رہے۔ ان کا کوئی خاص واقعہ سنادیں۔ تو حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تو تمام واقعات ہی اہم ہوتے تھے۔ ایک سنا دیتا ہوں کہ ایک بار مدرسہ کی سالانہ چھٹیاں سر پر آگئی تھیں۔ اساتذہ کی تنخواہیں، مطبخ کے مصارف اور بہت سارے امور انجام دینے تھے اور مدرسہ کا خزانہ بالکل خالی تھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑھانے کا وقت ہوا۔ آپ گھر سے نکلے تو میں (قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) دارالاہتمام سے جلدی میں چل کر آپ کے پاس گیا۔ آپ دیکھتے ہی رک گئے۔ فرمایا کہ خیر ہے؟ میں نے ساری صورتحال عرض کی تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو کام کرو۔ ایک تو یہ کہ ابھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر چلے جاؤ اور پوری صورتحال کھڑے ہو کر عرض کر دو اور دوسرا یہ کہ دیوبند کے فلاں فلاں (اہل اللہ) حضرات کو دارالاہتمام میں جمع کرو، میں بھی آتا ہوں۔ آپ گئے۔ سبق پڑھایا پھر دارالاہتمام میں تشریف لائے۔ تمام حاضرین کے ساتھ لمبی دعا فرمائی۔ اسی رات فجر سے پہلے میرے (قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ) دروازہ پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو ایک سیٹھ صاحب باہر کے کسی شہر سے گاڑی پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں رقم کی پوٹلی تھی جو مجھے پکڑائی اور فرمایا کہ کافی عرصہ سے دارالعلوم کے لئے یہ رقم رکھی تھی۔ پہنچانے کا موقع نہ ملا۔ رات خیال آیا تو اسی وقت چل دیا۔ یہ آپ سنبھالیں۔ مجھے ابھی واپسی کا سفر کرنا ہے۔ صبح ہونے پر رقم شمار کی تو جتنے کام رکے تھے سب کے لئے وہ رقم کفایت کرگئی۔'' یہ سنا کر حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا قاری محمد طیب رحمہ اللہ سے فرمانا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی قبر پر جاکر صورتحال عرض کرو۔ یہ صاحب قبر سے استعانت نہیں مانگی تھی۔اطلاع دی تھی۔

آپ کے اہتمام کے دور میں مسجد ودارالحدیث کی تکمیل ہوئی۔ دورۂ تفسیر کا اجراء ہوا۔ دارالعلوم کی تنظیم وترقی کے نام سے مستقل شعبہ قائم کیا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں تعمیرات جدید ہوئیں۔ ۱۹۳۸ء میں دارالعلوم سے اسٹیشن دیوبند تک سڑک بنی۔ ۱۹۱۵ء میں تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ پہلے افغانستان پھر ترکی وروس گئے۔ ۲۵ سال آپ بیرون ہند رہے۔ ۱۹۳۹ء میں بغیر اطلاع کے واپس آئے۔ ۶ رصفر ۱۳۵۸ھ کو نماز فجر سے قبل دارالعلوم کی مسجد میں تشریف لائے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ کو اطلاع ہوئی۔ ملنے گئے تو مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ نے پیروں کو ہاتھ لگایا اور زار وزار رودیئے۔

آپ کی آمد پر دارالعلوم میں خیر مقدی جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں باب الظاہر اور اس کے گردوپیش کی عمارات کی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۴۱ء میں دارالاقامہ کی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۸ھ سے دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی میں ''القاسم'' جاری ہوا۔ جو صرف گیارہ سال جاری رہا۔ ۱۳۶۰ھ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا اجراء ہوا۔ جو تسلسل کے ساتھ اس وقت تک جاری ہے۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی گرفتاری پیش آئی۔ جس جلسہ کی بنیاد پر گرفتاری ہوئی اس کے صدر حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ تھے۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ، حضرت مدنی رحمہ اللہ کو مرادآباد جیل ملنے کے لئے گئے تو حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مزاحا سپرنٹنڈنٹ جیل سے فرمایا کہ صدر جلسہ تو آزاد پھر رہے ہیں اور بوڑھے مقرر کو آپ نے جیل میں بند کر رکھا ہے تو حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ نے برجستہ فرمایا۔ ''حضرت اس وقت تو میں بھی آپ کے ساتھ جیل میں ہوں۔'' حضرت مدنی رحمہ اللہ کی گرفتاری کے خلاف دیوبند میں جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر حکومت اس گرفتاری سے دارالعلوم یا دارالعلوم کی جماعت کو چیلنج کرنا چاہتی ہے تو میں سب کی طرف سے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔''

دارالعلوم میں شعبہ خوش خطی ۱۹۴۵ء میں قائم ہوا۔ اس سال ہی دارالصنائع کا شعبہ بھی قائم ہوا۔ بہار اور میرٹھ کے فسادات میں دارالعلوم نے مثالی خدمات سے مسلمانوں کی خدمت کا ریکارڈ قائم کیا۔ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوا۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ پاکستان آگئے۔ آپ کے عزیز واقارب خاندان سب کچھ انڈیا میں تھا۔ یہاں آئے تو دوستوں نے روک

لیا۔ اتنا عرصہ رکنا ہوا کہ اب واپسی کے راستے مسدود ہو گئے۔ اب حضرت قاری صاحب ؒ کو واپس لانے کے لئے حضرت مدنی ؒ دہلی جا کر حضرت مولانا آزاد ؒ سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ وہ پاکستان رہ جائیں تو کیا حرج ہے؟ حضرت مدنی ؒ نے فرمایا: ''مولانا آزاد! میں دارالعلوم کے بانی، حضرت نانوتوی ؒ کے جانشین کو واپس لانے کے لئے آیا ہوں۔ دارالعلوم یہاں اور وہ وہاں۔ یہ سمجھ نہیں آرہا۔'' تب حضرت مولانا آزاد ؒ نے جواہر لال نہرو سے فرمایا تو سپیشل جہاز سے حضرت قاری صاحب ؒ کو دہلی منگوایا گیا۔ دہلی سے ٹرین کے ذریعہ دیوبند آئے تو حضرت مدنی ؒ کی سربراہی میں دارالعلوم کے تمام خوردوکلاں نے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا۔ جب ایک دوسرے سے ملے تو فرط جذبات سے دونوں طرف آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ آپ کے عہد اہتمام میں دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی میں اشتراک باہمی کی راہیں کھلیں۔ پوری دنیا میں دارالعلوم کا تعارف حضرت قاری صاحب ؒ کا مرہون منت ہے۔ عرب وعجم، ہندوسندھ، امریکہ وافریقہ تک دارالعلوم کا فیض حضرت قاری صاحب ؒ کے عہد اہتمام میں عام وتام ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری کا دنیا کی بڑی لائبریریوں میں شمار ہوتا ہے۔ جو قاری صاحب ؒ کے ذوق عالی کا مظہر ہے۔ تقسیم کے بعد ہند کے مسلمانوں اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے دارالعلوم اور جمعیۃ علماء ہند نے جو خدمات سرانجام دیں۔ وہ تاریخ کا سنہری باب ہے۔

۲۱ تا ۲۳ر مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں سترہ ہزار فضلاء کو دستار فضیلت اور سند دی گئی۔ پاکستان سے ایک ہزار علماء کے وفد نے حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب ؒ کی قیادت میں شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔ جمعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ نے پڑھایا۔ جس میں اٹھارہ بیس لاکھ افراد نے شرکت کی۔ سٹیج پر تین ہزار مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ یہ تمام تر وسیع انتظام حضرت قاری محمد طیب صاحب ؒ کے حسن اہتمام کا مرہون منت تھا۔ ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کے احاطہ میں ایک لاکھ افراد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جو آپ کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد سالم قاسمی نے پڑھائی اور آپ اپنے دادا کے پہلو میں سپرد خدا کر دیئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

''خاتم النبیین'' یہ کتاب مخدوم العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ کی تصنیف

لطیف ہے۔جنوری ۱۹۷۷ء کا ایڈیشن جو ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔انارکلی لاہور نے شائع کیا تھا۔ اسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اس ایڈیشن میں قرآنی آیات،احادیث مبارکہ اور عربی عبارات کا ترجمہ حاشیہ میں دیا گیا تھا۔جسے ہم نے اصل مقام پر ساتھ شامل کر کے حاشیہ سے ختم کر دیا۔تاہم ترجمہ یا توضیحی حواشی کی عبارات کو بین القوسین کر دیا ہے۔تاکہ امتیاز قائم رہے۔کتاب کے ٹائٹل پر یہ تعارف ناشر نے درج کیا تھا:''یہ کتاب جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے مخصوص کمالات کا ذات محمدی ﷺ میں بیک دم جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔اس کا مطالعہ آپ پر واضح کر دے گا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ،نوح علیہ السلام کی استجابت،نار ابراہیم علیہ السلام کی گلزاری،یعقوب علیہ السلام کا گریہ،ایوب علیہ السلام کا صبر،موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضاء اور عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء موتی کس انداز سے ذات اقدس محمدی ﷺ میں ظاہر وجلوہ گر ہوا:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قاری محمد طیب ؒ قاسمی دار العلوم دیوبند کے پون صدی مہتمم رہے۔اپنے دور میں علوم مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ صاحب کے آپ ترجمان ووارث تھے۔ان کی اس کتاب کو پڑھ کر ہر قاری کا دل پکارے گا کہ آپ ﷺ ایسے باکمال خاتم النبیین کے بعد کسی اور کی قطعاً ضرورت نہیں۔اس لئے آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی دعویٰ نبوت کرے لاریب،کافر ودائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہ کتاب ''خاتم النبیین'' حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمی ؒ نے ۱۷شعبان ۱۳۷۷ھ کو مکمل فرمائی تھی۔گویا آج ۱۴۴۳ھ میں اس کتاب کی عمر پینسٹھ سال ہوگئی ہے۔

''ختم نبوت سورۂ کوثر کی روشنی میں'' ہمارے مخدوم،مخدوم العلماء،حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب ؒ کی ایک تقریر جس میں سورۂ کوثر سے مسئلہ ختم نبوت کا استنباط کیا گیا۔جسے دیوبند سے شائع کیا گیا۔اس کا عکس صدیقی ٹرسٹ کراچی نے شائع کیا۔جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

مولانا قاری محمد طیب نے فرمایا کہ:''مولانا سمیع اللہ مرحوم کی دکان پر ہر قسم کے لوگ آتے تھے۔ہندو بھی اور مسلم بھی اور لوگوں سے بے تکلفی تھی کہ کوئی اگر مٹھائی طلب کرتا تو کوئی جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسے نکال لیتا۔وہ سب کی خاطر داری کرتے تھے۔ایک مرتبہ ان کی دکان پر

ایک ہندو آیا۔ اس کی بول چال مسلمانوں جیسی تھی۔ ایک قادیانی ان کی تاک میں لگ گیا۔ ان کو مسلمان سمجھ کر دکان پر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر آدھ گھنٹہ تقریر جھاڑی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ نبی ہے۔ اس کی نبوت کو مانو، اس نے اپنی یادداشت میں خوب دلائل سے تقریر کی۔ وہ ہندو خاموشی سے سنتا رہا۔ قادیانی نے سمجھا کہ میری تقریر کا اثر ان پر ہوگیا ہے اور یہ مرزا صاحب کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔ تقریر ختم کرنے کے بعد قادیانی کہتا ہے کہ: ''آپ نے میری تقریر کا اثر لیا ہے؟'' تو وہ ہندو ہنسا اور کہا کہ: ''ابھی تک تو ہم نے اصلی نبی ہی کو نہیں مانا، نقلی نبی کو کیا مانیں گے؟'' اس پر مجلس کے سارے حضرات ہنس پڑے۔ قاری صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ: ''جب قادیانی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ غیر مسلم ہے تو بہت شرمندہ ہو کر وہاں سے بھاگا اور پھر وہاں نہیں آیا۔''

(ماخوذ: مجالس حکیم الاسلام ص۲۳۶)

سرحد کے نامور عالم دین، دارالعلوم امدادالعلوم پشاور صدر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کا ایک وفد غلطی سے قادیانیوں کے مرزاڑے میں چلا گیا۔ قادیانیوں نے جب تبلیغی جماعت کو دیکھا تو انہیں وہاں سے نکال دیا۔ جس پر جماعت کے امیر نے قادیانیوں سے کہا کہ: ہم آپ کو بالکل دعوت نہیں دیتے۔ مگر آپ لوگ ہمیں صرف تین دن یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دیں۔ ہم اپنی نمازیں پڑھیں گے اور تمہارے کسی کام میں مخل نہ ہوں گے۔ جس پر قادیانیوں نے اجازت دے دی۔ جب تین دن ہوگئے تو جماعت کے امیر نے اللہ کے حضور گڑگڑانا شروع کر دیا کہ: ''اے اللہ! ہم سے وہ کونسا گناہ ہوگیا کہ ہمیں یہاں تین دن ہو چکے ہیں۔ ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ تبلیغ میں جانے کے لئے تیار نہ ہوا۔'' ابھی وہ مصروف دعا تھے کہ ایک شخص آیا جو قادیانی جماعت کا امیر تھا۔ اس نے جب امیر صاحب کو روتے دیکھا تو پوچھا کہ: ''آپ رو کیوں رہے ہیں؟''

جناب امیر صاحب نے فرمایا کہ: ''ہم اللہ کے راستے میں اس کے سچے دین کی تبلیغ کے لئے نکلے ہیں اور تین دن سے یہاں قیام پذیر ہیں، لیکن کوئی ایک شخص بھی ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار نہ ہوا۔'' جس پر اس قادیانی نے کہا: ''یہ تو معمولی بات ہے۔ میں تین دن کے لئے آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔ لیکن میری شرط ہے کہ آپ مجھے کسی قسم کی دعوت نہ دیں گے۔'' چنانچہ معاہدہ ہوگیا اور وہ قادیانی ان کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ تیسری رات اس نے ایک خواب

دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو اس قادیانی نے جماعت کے امیر صاحب سے کہا کہ: ''آپ مجھے کلمہ پڑھائیں اور مسلمان بنائیں۔'' جس پر امیر جماعت نے کہا کہ: ''ہم معاہدے کے پابند ہیں۔ ہم آپ کو کلمہ پڑھنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ یہ تبدیلی کیوں آئی؟'' اس نے کہا: ''میں نے خواب میں سرکار دوعالم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: تم میرے عاشقوں کے ساتھ پھرتے ہو اور اس کتے کو بھی مانتے ہو؟'' وہ کتا مرزا قادیانی تھا۔ جس پر امیر جماعت نے اسے کلمہ پڑھایا اور سینے سے لگایا۔ جب اس شخص نے واپس اپنے گاؤں جا کر یہ واقعہ کچھ اور قادیانیوں کو سنایا تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ مولانا حسن جان نے حضرت مولانا قاری محمد طیب سے سنا۔

(ظ)

(۴۹۴)

ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب علامہ

(ولادت: ۱۳؍ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ ...... وفات: ۲۳؍ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے اکابر علماء و مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل اجل تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف کئی مضامین لکھے۔ مناظرے کئے اور ردقادیانیت کے لئے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے پاکستان میں جداگانہ انتخاب کی سفارش کی تو اس کے منطقی نتیجہ کے طور پر ۱۹۵۳ء میں جن اکابرین اور مسلمانان پاکستان نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ: ''پاکستان میں بسنے والی دوسری اقلیتوں کی طرح قادیانی گروہ کو بھی قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تاکہ ان کا شمار قانوناً مسلمانوں کی فہرست میں نہ ہو سکے اور وہ اپنے کو مسلمان کہلا کر حکومت کے عہدوں اور مسلمانوں کی انتخابی نشستوں پر اپنے حق سے زیادہ غاصبانہ قبضہ نہ کرتے رہیں۔'' ان میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

(۴۹۵)

ظفر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی

(ولادت: ۱۲۷۵ھ ...... وفات: ۲۹ر رمضان ۱۳۲۲ھ/ یکم ردسمبر ۱۹۰۴ء)

قصیدہ رائیہ کے مؤلف مولانا قاضی ظفر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔
قاضی ظفر الدین بن قاضی محمد امام الدین بن قاضی نور محمد بن قاضی فیض رحیم۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد جموں کشمیر سے آ کر گوجرانوالہ میں آباد ہوئے۔ گوجرانوالہ سے شمال مغرب میں ایک قصبہ کوٹ قاضی کے نام سے موسوم ہے۔ قاضی ظفر الدین کے اجداد ''قاضی'' کے منصب پر فائز رہے۔ اس لئے ان کے رہائشی گاؤں کا نام ''کوٹ قاضی'' قرار پایا۔ اسی ''کوٹ قاضی'' میں ۱۲۷۵ھ میں قاضی ظفر الدین پیدا ہوئے۔ پھر ''کوٹ قاضی سے جنڈیالہ باغ'' میں منتقل ہو گئے۔ مغلیہ عہد میں گوجرانوالہ ''ایمن آباد'' کے تحت ''کوٹ قاضی'' میں منصب قضاء پر یہ خاندان فائز تھا۔ قاضی ظفر الدین کے والد گرامی عالم، فاضل تھے۔ آپ نے انہیں سے عربی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے والد گرامی اور دیگر اساتذہ سے حدیث، تفسیر، طب، ادب، معقولات، فقہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی۔

پنجاب یونیورسٹی سے آپ نے فاضل عربی، مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ پھر اورینٹل عربی کالج لاہور میں ۱۸۸۱ء سے آخری دور حیات تک تعلیم دیتے رہے۔ اس طرح حکومتی دوسرے تعلیمی اداروں میں بھی آپ کے لیکچرز ہوتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں مدرسہ حمیدیہ لاہور میں پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ جامعہ حمیدیہ، انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر اہتمام تھا۔ جامعہ حمیدیہ کو قاضی حمید الدین رئیس حمایت اسلام لاہور کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔

جب مدرسہ حمیدیہ کے ناظم قاضی ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے تو آپ نے ندوۃ العلماء، پنجاب یونیورسٹی اور جامعہ ازہر کے نصاب ہائے تعلیم سے مدرسہ حمیدیہ کا نصاب ترتیب دے کر رائج کیا جو دینی و دنیوی تعلیمی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ قاضی ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حصول تعلیم اور تدریسی سرگرمیوں کا تمام وقت لاہور میں گزرا۔ اس لئے وہ ''قاضی ظفر الدین لاہوری'' کے نام سے معروف ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کی صحت گرنے لگی تو آپ رہائشی قصبہ

جنڈیالہ باغ گوجرانوالہ میں منتقل ہو گئے۔ حتیٰ کہ ۱۳۲۲ھ ۲۹ ماہ رمضان المبارک، مطابق یکم ردسمبر ۱۹۰۴ء کو آپ کا یہاں وصال ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش جمعہ کے روز ہوئی اور وصال جمعرات کو ہوا۔ آپ نے سینتالیس سال عمر پائی۔ قاضی ظفر الدین مرحوم نے جبال العلم اساتذہ سے کسب علم کا شرف حاصل کیا۔ ان میں:

۱...... علامہ فیض الحسن سہارنپوری (وفات:۱۳۰۴ھ)

۲...... مولانا غلام قادر بھیروی بگوی (وفات:۱۳۲۶ھ)

۳...... مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکوی (وفات:۱۹۲۴ء)

۴...... مولانا محمد الدین لاہوری (وفات:۱۸۹۸ء، مطابق ۱۲رر جب ۱۳۱۶ھ)

بہت معروف ہیں۔ ان اساتذہ کرام کے حالات جاننے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ یہ تمام حضرات اپنے اپنے دور میں یگانہ روزگار شخصیات تھیں۔ ان سے مولانا قاضی ظفر الدین ؒ نے کسب فیض کیا اور پھر ان کے علوم کے ناشر وشارح قرار پائے۔ مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کے شاگردوں میں مولانا اصغر علی روحی ؒ (وفات: مئی ۱۹۵۳ء) ایسے نامور علماء ومشائخ شامل تھے۔ مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کے حلقہ احباب میں:

۱...... مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ (وفات: مارچ ۱۹۴۸ء)

۲...... حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ؒ (وفات: ۱۱رمئی ۱۹۳۷ء)

۳...... مولانا سید نذیر حسین دہلوی ؒ (وفات:۱۳۲۰ھ)

۴...... مولانا محمد حسین بٹالوی

۵...... مولانا عبدالجبار غزنوی (وفات: جمعۃ الوداع رمضان ۱۳۳۱ھ)

۶...... استاذ ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ (وفات: ۹رجون ۱۹۳۰ء)

ایسے اہل علم حضرات، نامور شخصیات، علماء ومشائخ شامل تھے۔ آپ کے اساتذہ اور دوستوں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کتنے بڑے فاضل شخص تھے۔ حسن المعاشرت، منکسر المزاج، شریف الطبع، علامہ، فہامہ تھے۔ انہیں خوبیوں کے باعث بڑے بڑے ہمعصر علماء اور اکابر آپ کو مخدوم کے خطاب سے یاد فرماتے تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

انجمن اسلامیہ پنجاب، انجمن حمایت اسلام لاہور، محمدیہ ایسوسی ایشن، جامعہ حمیدیہ،

ینٹل کالج، انجمن ہمدردان اسلام، انجمن مستشار العلماء، انجمن معاونین محمدی برادران، ندوۃ
ماء ایسی تنظیمات واداروں میں آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ آپ اپنے دور میں انسانیت
خادم اور مسلمانوں کے بہت بڑے خیر خواہ شمار ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں:

...... سبیل النجات فی ترجمہ کتاب الصلوٰۃ لابن القیم۔
...... سواء السبیل الیٰ معرفۃ المعرب والدخیل۔ (لغت)
...... الوشاح۔ (شعر، وعروض)
...... سلک جواہر (انٹرمیڈیٹ کورس عربی کے نصاب میں شامل تھی)
...... علق نفیس قصائد سبعہ معلقہ کی شرح اور شعراء قصائد کا تعارف مشہور ومعروف ہیں۔ ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت فاضل شخص تھے۔ تمام علوم پر کامل دسترس تھی۔ لیکن عربی لغت وعربی ادب میں آپ کو مثالی درک حاصل تھا۔ بجاطور پر آپ عربی کے ماہر وممتاز شاعر سمجھے جاتے تھے۔

لانا قاضی ظفر الدین ؒ اور رد قادیانیت

مولانا قاضی ظفر الدین ؒ صاحب دفاع عن الاسلام، تردید فرق باطلہ میں نمایاں
م رکھتے تھے۔ رد قادیانیت میں آپ کو تحریک ختم نبوت کے نامور جرنیل کا مقام حاصل تھا۔
نچہ یہی وجہ ہے کہ جب جھوٹے مدعی نبوت، کذاب قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا پیر مہر
شاہ گولڑوی ؒ کو جامع بادشاہی مسجد لاہور میں مناظرہ وتفسیر نویسی کا چیلنج دیا جسے پیر مہر علی شاہ
لڑوی ؒ نے قبول فرمایا اور لاہور مقررہ تاریخ ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کو تشریف لائے۔ آپ کے
تھ ۸۶ جید علماء کرام کی جماعت تھی جس میں سینتالیسویں نمبر پر مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کا اسم
رامی تھا اور جب مرزا قادیانی نے قصیدہ اعجازیہ یعنی ''اعجاز احمدی'' لکھا جہاں اس میں اور حضرات
مخاطب کیا۔ وہاں مرزا قادیانی نے مولانا قاضی ظفر الدین صاحب ؒ کو مخاطب کیا۔ (اعجاز
ی ص۴۹،۸۶، خزائن ج۱۹ ص۱۶۰،۱۹۹) پر مرزا قادیانی نے جل بھن کر مولانا قاضی ظفر الدین ؒ
ے نام کو اپنے مقابلہ کے لئے پکارا ہے۔ کذاب قادیان نے اعجاز احمدی میں شامل عربی قصیدہ لکھ کر
ئع کیا اور مخالفین کو کہا کہ بیس دن میں جواب لکھ کر شائع کر کے مجھے پہنچاؤ۔ اس ملعون سے کوئی
چھے کہ اگر یہ اعجاز ہے تو جواب کے لئے بیس دن کی قید کیوں؟ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ اس قصیدہ

سے قبل مرزا قادیانی کے مولانا پیر مہر علی شاہ ؒ کے مقابلہ میں نہ آنے کے باعث اگست ۱۹۰۰ء میں علماء نے قرارداد منظور کی تھی کہ اب مرزا قادیانی کو قابل تخاطب نہ سمجھا جائے۔ اسے معلوم تھا کہ علماء اس کے جواب کے لئے حسب قرارداد جو اس قصیدہ سے دو سال قبل منظور ہو چکی تھی علماء اسے تخاطب کے لائق نہیں سمجھتے۔

۲...... پھر مزید مرزا نے دجل یہ کیا کہ قصیدہ لکھ کر ان مخاطب علماء کو نہ بھجوایا۔

۳...... جب ادھر ادھر سے ان کو معلوم ہوا یا مدت گزرنے کے بعد ظاہر کیا گیا جب کہ مرزا قادیانی ڈینگ وہینگ کا بازار گرم کر چکا تھا۔ تب علماء پر منکشف ہوا کہ اس ملعون نے اسے قصیدہ اعجازیہ بھی قرار دیا اور بیس دن جواب کی قید بھی لگادی۔ کیا بیس دن کے بعد اس قصیدہ کا اعجاز عنقاء ہو جائے گا؟ لیجئے! جن جن حضرات کو خطاب کیا۔ ان سب نے مرزا قادیانی کے گلے میں پٹہ، گھنٹی سمیت باندھ دیا تا کہ اس کذاب کا ''باؤلا پن'' دنیا پر واضح ہو جائے۔

ان حضرات میں سے ایک حضرت مولانا قاضی ظفر الدین ؒ تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کے مقابلہ میں ''قصیدہ رائیہ جوابیہ'' تحریر کیا۔

مرزا قادیانی کے چیلنج کو صرف قبول ہی نہ کیا بلکہ جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر پہنچا دیا۔ تا کہ جھوٹے کو گھر پہنچانا اور جھوٹے کو ہی نہیں اس کی ماں کو مارنا، دونوں مثالوں کا مشار الیہ قوم کے سامنے آجائے۔ مرزا قادیانی کے قرض کو اتار چکے۔ لیکن ابھی اس قصیدہ کو شائع نہ کیا تھا کہ لاہور سے اپنے آبائی قصبہ جنڈیالہ باغ گوجرانوالہ آگئے۔ وفات کے بعد آپ کے مسودات اور کتب کو جمع کیا گیا تو یہ قصیدہ بھی ملا۔ مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد داؤد ؒ نے اپنے دوسرے استاذ اور مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کے دوست، مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کو قصیدہ رائیہ دیا کہ اسے آپ شائع کردیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ نے اپنے ہفتہ وار اخبار اہل حدیث امرتسر کی اشاعت ۱۱، ۱۸، ۲۵ر جنوری، یکم، ۱۵، ۲۲ر فروری اور ۸ر مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ گویا سات اقساط میں یہ قصیدہ مکمل طور پر شائع ہو گیا۔

رب کریم جل جلالہ کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس ذات کی ہر وقت شان نرالی ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں مصنف قصیدہ رائیہ جوابیہ نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں قصیدہ تحریر کیا۔ مصنف اپنی زندگی میں شائع نہ کر پائے۔ لیکن رب کریم نے مصنف کے وصال

کے عرصہ بعد ایسے وقت میں مکمل شائع کرادیا۔ جب مرزا قادیانی ابھی زندہ تھا۔ مرزا قادیانی کے مرنے سے قبل جواب کا چھپ جانا اور اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد مرزا قادیانی کا سال بھر زندہ رہنا اور اپنے رد میں قصیدہ کا جواب الجواب نہ لکھنا۔ ''مرزا کی بولتی بند ہوگئی۔'' بولو رام ہوگیا۔ ''جیتے جی نمونہ عبرت بن گیا'' کہ ایسا دم بخود ہوا کہ یہ قصیدہ ''درّہ عمرؓ کا منظر''، ''قاضی ظفر کا خنجر برگلوئے مرزا......'' ثابت ہوا۔ اسے کہتے ہیں کہ ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔''

عرصہ ہوتا ہے کہ فقیر نے احتساب قادیانیت کے نام پر ردقادیانیت پر اکابر کے رشحات قلم کو یکجا کرنا شروع کیا۔ اس دوران میں مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں تمام قصائد کو جمع کرنے کا خیال ہوا کہ ان سب کو ایک جلد میں جمع کردیا جائے۔

اب حضرت مولانا قاضی ظفر الدین ؒ کے قصیدہ رائیہ جوابیہ کی تلاش شروع ہوئی۔ اوائل ۱۹۰۷ء کے پرچہ کی تلاش ایک سو سال بعد شروع ہوئی۔ اخبار جو پڑھنے کے بعد ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ سو سال بعد ان کی تلاش، جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔ فقیر نے سالہا سال اس کی تلاش میں در، در کی ہوا کھائی۔ احتساب جلد اوّل سے شروع ہوکر جلد ۵۸ تک شائع ہوگئیں۔ ایک عرصہ بیت گیا۔ چہار جانب تلاش کے باوجود قصیدہ نہ ملا اور قریباً ملنے سے مایوسی ہوچلی۔ اب اس خیال نے جڑ پکڑنا شروع کی کہ احتساب قادیانیت کے کام کو قصائد کی جلد کے بغیر سمیٹ اور لپیٹ دیا جائے۔ اس دوران میں ایک دن بورے والا سے جناب محمد سہیل صاحب کا فون آیا کہ قصیدہ رائیہ جوابیہ مکمل مل گیا ہے۔ فرمائیں تو ای میل سے بھجوادوں۔ فقیر نے عرض کیا کہ چند دنوں تک خود لینے کے لئے حاضر ہوں گا۔ وہاڑی میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جمعہ کے بعد بورے والا گیا۔ اس قصیدہ کی فوٹو لایا۔ قصیدہ کا کیا ملا؟ سالہا سال کی گم شدہ متاع عزیز حاصل ہوگئی۔ فقیر کو جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مؤلف تحریک ختم نبوت کی طرف سے اس قصیدہ کی کمپوزنگ کا پرنٹ بھی مل گیا۔

شعبان ۱۴۳۵ھ میں سالانہ ختم نبوت کورس کے موقعہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری دامت برکاتہم نے فقیر کی درخواست پر اس قصیدہ کا ترجمہ کردیا۔ بعد میں جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف پروفیسر پنجاب یونیورسٹی اور مولانا محمد عبداللہ معتصم نے بھی اس پر نظر ثانی اور اعراب لگادیئے۔ رمضان المبارک میں حجاز مقدس اور شوال میں یو۔کے کا سفر درپیش تھا۔

اس دوران میں برادر عدنان سنپال نے کمپوزنگ کا کام مکمل کر دیا۔ یوں سالہا سال بعد کی جدوجہد سے اس قصیدہ کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ فقیر کے جسم کا رواں رواں رب کریم بے نیاز کے دروازہ پر سراپا عجز و نیاز ہے۔ بڑھاپے میں سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا دیا۔ فقیر کو یہ قصیدہ کیا ملا کہ حی وقیوم نے بڑھاپے میں اس نعمت سے سراپا شکر بنا دیا۔ فلحمدللہ علیٰ ذالک!

مولانا قاضی ظفر الدین کا یہ قصیدہ احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں شائع ہو گیا ہے۔

(۴۹۶)

ظفر علی خان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: جنوری ۱۸۷۴ء ...... وفات: نومبر ۱۹۵۶ء)

برصغیر کے نامور صحافی، اردو کے قادر الکلام شاعر و ادیب خطیب اور مترجم تھے۔ قومی، سیاسی رہنما تھے۔ آپ نے تحریک آزادی کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ روزنامہ ''زمیندار'' لاہور، ہفت روزہ ''ستارہ صبح'' کے ایڈیٹر تھے۔ تحریک خلافت و تحریک مسجد شہید گنج لاہور میں نمایاں تھے۔ کرم آباد تحصیل وزیر آباد سے سیالکوٹ کے لئے جائیں تو برلب سڑک پر ان کا مزار مبارک ہے۔ آپ نے قادیانیت کو وہ ناکوں چنے چبوائے کہ قادیانیت بلبلا اٹھی۔ آپ کے بہت سارے مجموعہ کلام ہیں۔ ان میں ارمغان قادیان، قادیانیوں کے رد میں آپ کا شعری کلام ہے۔

مولانا نے ۱۹۳۳ء میں قادیانیت کے عوامی احتساب کے لئے ایک جماعت بنائی۔ اس جماعت نے تقریباً ہر روز پبلک جلسے منعقد کرنا شروع کر دیئے۔ حکومت نے قادیانی امت کی پشت پناہی کے لئے اندیشۂ نقض امن کی آڑ لے کر ۴ر مارچ ۱۹۳۳ء کو مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور خان احمد یار رزمی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا۔ یہ پہلا مقدمہ تھا جو سیاسی پس منظر کے تحت مرزائیت کی حمایت میں حکومت نے پہلی دفعہ مسلمان زعماء کے خلاف تیار کیا۔ ٹھاکر کیسر سنگھ مجسٹریٹ درجہ اوّل نے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی۔ مولانا

احمد علی ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن ؒ اور مولانا محمد بخش مسلم ؒ کے عقید تمندوں نے ضمانتیں داخل کر دیں۔ لیکن مولانا ظفر علی خان ؒ، مولانا عبدالحنان ؒ، مولانا لال حسین اختر ؒ اور احمد یار خان نے انکار کر دیا۔ عدالت نے وہ نوٹس پڑھ کر سنایا جو اس مقدمے کی بنیاد تھا کہ:

''تمہارے اور احمدی جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ تم نے اس کے عقائد اور اس کے مذہبی پیشوا پر حملے کئے ہیں۔ جس سے نقص امن کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ وجہ بیان کرو کہ تم سے کیوں نہ نیک چلنی کی ضمانت طلب کی جائے۔''

مولانا نے عدالت کو جواب دیتے ہوئے کہا:

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مرزائیوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے گا۔ لیکن جہاں تک مرزا غلام احمد کا تعلق ہے ہم اس کو ایک بار نہیں، ہزار بار دجال کہیں گے۔ اس نے حضور ﷺ کی ختم المرسلینی میں اپنی نبوت کا ناپاک پیوند جوڑ کر ناموس رسالت پر کھلم کھلا حملہ کیا ہے۔ اپنے اس عقیدے سے میں ایک منٹ کے کروڑویں حصے کے لئے بھی دست کش ہونے کو تیار نہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مرزا غلام احمد دجال تھا، دجال تھا، دجال تھا۔ میں اس سلسلے میں قانون انگریزی کا پابند نہیں، میں قانون محمدی کا پابند ہوں۔''

(تحریک ختم نبوت ص ۶۸)

(۴۹۷)

ظہور احمد بگوی ؒ (بھیرہ)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۲۹/ مارچ ۱۹۴۵ء)

مولانا ظہور احمد بگوی ؒ خاندان بھیرہ کے چشم وچراغ تھے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی ؒ کے ہاں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائیوں مولانا محمد ذاکر بگوی ؒ اور مولانا محمد یحیٰی بگوی ؒ سے حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انجنئر ین کالج بہاولپور، اسلامیہ کالج لاہور میں بھی پڑھتے رہے۔ آل انڈیا خلافت کانفرنس دہلی ۱۹۲۶ء میں شرکت فرمائی۔ تحریک میں حصہ لیا۔ سنت یوسفی بھی ادا کی۔ دوران جیل مولانا غلام معین الدین اجمیری ؒ، مولانا محمد حسن ؒ سے درس نظامی کی تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ انڈین نیشنل

کانگریس اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بھیرہ مسلم لیگ کے (پاکستان بننے سے قبل) صدر بھی رہے۔

۱۹۲۹ء میں مرکزی حزب الانصار کی بنیاد رکھی اور اس کی ترقی میں سرگرم عمل رہے۔ آپ نے اس زمانہ میں ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ سے شائع کرنا شروع کیا جو آج تک شائع ہو رہا ہے۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں کل ہند تنظیم اہل سنت کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے۔ واپسی پر کئی مقامات پر بیانات کرتے ہوئے چنیوٹ آخری خطاب فرمایا۔ چنیوٹ میں دل کی تکلیف ہوئی۔ چنیوٹ سے بھیرہ لے جاتے ہوئے سرگودھا سے قبل وصال فرمایا۔ لاولد تھے۔ آپ کے بھتیجے مولانا افتخار احمد بگوی ؒ آپ کے جانشین قرار پائے۔ آپ کی قائم کردہ حزب الانصار نے تحفظ ختم نبوت اور تحفظ عقائد اہل سنت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

مولانا ظہور احمد بگوی ؒ کا روحانی رشتہ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان ؒ سے تھا۔ حضرت مولانا نے اپنے رسالہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ میں مرزا قادیانی کے رد میں اعمال نامہ مرزا کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ آپ کی رد قادیانیت پر تصنیف لطیف ''برق آسمانی برخرمن قادیانی'' ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۱۹ میں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱۹۳۲ء میں مرزا محمود قادیانی کی ہدایت پر ضلع شاہ پور (اب یہ ضلع سرگودھا میں شامل ہے) سرگودھا کے علاقہ میں قادیانی مبلغین کی ٹیم کو بھیجا۔ مولانا ظہور احمد بگوی ؒ اپنی جماعت حزب الانصار بھیرہ کی جانب سے علماء کرام کی ایک جماعت لے کر قادیانیوں کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ قادیانیوں کو کہیں نہ ٹکنے دیا۔ ان کے ناک میں دم کر دیا۔ ان قادیانیوں سے بھیرہ، سلانوالی، چک ۳۷ جنوبی میں مناظرے بھی ہوئے۔ قادیانی گروہ نے منہ کی کھائی۔ پوری روئیداد اس کتاب میں موجود ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان مناظروں اور قادیانی تار پود بکھیرنے کی جدوجہد میں آپ کے دست و بازو حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ تھے۔ جو ان دنوں حزب الانصار کے ناظم تبلیغ تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانیوں میں سے تھے۔ اسی طرح مناظرین میں حضرت مولانا لال حسین ؒ اختر بھی تھے۔ یہ بھی مجلس کے نہ صرف بانی رہنماؤں میں سے تھے بلکہ مجلس کے چوتھے امیر مرکزیہ بھی منتخب ہوئے۔

اس کتاب میں مولانا ظہور احمد بگوی ؒ، مولانا لال حسین اختر ؒ، مولانا مفتی محمد

شفیع سرگودھوی ﷫، حضرت مولانا محمد اسماعیل دامانی خوشابی ﷫ اور دوسرے اکابر کی جہاد آفریں دو ماہ کی جدوجہد کی سرگذشت قلمبند کی گئی ہے۔ مولانا ظہور احمد بگوی ﷫ نے اس رودئیداد کو تحریر فرمایا اور یوں اعمال نامہ مرزا اور مناظروں وجلسوں کی رودئیداد پر مشتمل یہ کتاب ہے۔

مولانا نے مناظروں کی روئیداد پہلے حصہ میں بیان فرمادی اور ان مناظروں، قادیانیوں کے اعتراضات اور مسلمانوں کے جوابات ودلائل کو یکجا ابواب قائم کر کے دوسرے حصہ میں شائع کیا۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں باب اوّل حیات مسیح علیہ السلام شائع ہوا۔ اس میں حیات مسیح علیہ السلام پر قرآن وسنت سے چالیس دلائل بیان کئے اور ان پر قادیانی اعتراضات کے جوابات تحریر فرمائے۔

افسوس کہ دوسرا باب ختم نبوت اور تیسرا باب کذب قادیانی اس کتاب میں شامل نہیں۔ نہ معلوم کہ آپ تحریر نہ کر پائے۔ یا یہ کہ وہ اشاعت پذیر نہ ہوئے۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ شمس الاسلام بھیرہ کے فائل چھان مارے۔ پوری لائبریری کنگھال ڈالی ان کے خاندان کے حضرات کے دروازہ پر بھیرہ سے کوئی مسودہ نہ مل سکا۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ جتنا لکھا وہ شائع ہوگیا جو ہمارے مشغل راہ ہے۔ باقی دو باب نہ لکھ سکے، زندگی نے وفانہ کی۔ اتنی ایمان پرور جدوجہد ان حضرات کا ہی حصہ تھی۔ مولانا ظہور احمد بگوی ﷫ اپنے دور میں ردقادیانیت پر کام کرنے والوں کی آنکھوں کا تارا اور دلوں کا سہارا تھے۔

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی ﷫ کے زیرادارت ''ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، کادیان نمبر'' بھیرہ میں حزب الانصار کے قائد اپنے دور میں حضرت مولانا ظہور احمد بگوی ﷫ بھی رہے ہیں جو نامور عالم دین اور صحیح معنی میں مجاہد ملت تھے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے خلاف وہ خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ آپ کے زیرسایہ بھیرہ سے رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا نام ''ماہنامہ شمس الاسلام'' بھیرہ تھا۔ دسمبر ۱۹۳۳ء میں اس کا ''قادیان نمبر'' شائع ہوا جو احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۴۹۸)

ظہور احمدؒ (چنیوٹ)، جناب چوہدری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ کے ناظم عمومی چوہدری ظہور احمد تھے۔ ان کا لکڑی کا

ٹال وآرہ مشین تھی۔ کوہاٹ سے عمدہ فرنیچر وتعمیرات کی لکڑی منگواتے تھے۔ دھڑے کے بڑے پکے تھے۔ مجلس کے نظریاتی ساتھی تھے۔ کام کیا اور خوب کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال بخشش فرمائیں۔ آمین!

(۴۹۹)

ظہور احمد سالک رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، مولانا

(وفات: ۳۰/اکتوبر۲۰۱۲ء)

مولانا ظہور احمد سالک رحمۃ اللہ علیہ ۱۲/اپریل۱۹۵۲ء کو بستی ساہجر نزد اٹھارہ ہزاری ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ جب تعلیم کے قابل ہوئے تو والدین نے قرآن مجید کے حفظ پر لگادیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ نے پہلی بار نماز تراویح میں قرآن مجید سنایا جس سے آپ کے والدین کو بہت خوشی ہوئی۔ اسی سال ہی مولانا نے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ نئے سال سے آپ کو دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں درس نظامی کی تعلیم کے لئے داخل کیا گیا۔ ۴/سال دارالعلوم کبیر والا میں پڑھا۔ اسی زمانہ میں قاری کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت جمال القرآن پڑھی اور مشق بھی کی۔

۱۹۷۰ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اٹھارہ ہزاری کے حضرت مولانا حکیم عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ وحکم سے جھنگ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں تعلیم کے لئے داخل ہوگئے۔ یہاں آپ نے بقیہ تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۷۳ء میں نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں موقوف علیہ کیا۔ ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ اسی سال شعبان میں دورہ تفسیر حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحیٔ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شجاع آباد میں پڑھا۔

فراغت کے بعد جامع صدیقیہ اتاولی بستی، جھنگ میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ سال بعد یہاں سے چھٹی لے لی۔ بعد میں حضرت سید صادق حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم وسعی سے جامع مسجد قاضیاں والی جھنگ میں محکمہ اوقاف کی جانب سے چھ ماہ کے لئے عارضی تقرر ہوا۔

حضرت مولانا اسداللہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ جھنگ نے خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ انہوں نے محکمہ اوقاف پنجاب کے ناظم مساجد ڈاکٹر ناظر حسین

نظر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ مستقل خطیب مسجد قاضیاں والی میں مقرر کرادیا۔ شیخ محمد اقبال مرحوم ایم پی اے جو بلدیہ جھنگ کے چیئرمین بھی رہے ان کی کوشش سے مولانا ظہور احمد سالک ۱۹۹۰ء ڈسٹرکٹ خطیب خوشاب مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۹۳ء میں زونل خطیب فیصل آباد مقرر ہوئے۔ ۲۰۰۹ء میں سرگودھا تبادلہ ہوا۔ ۱/اپریل ۲۰۱۲ء میں زونل خطیب سرگودھا سے ریٹائرڈ ہوئے۔ شوگر کے مریض تھے۔ اس نے گردوں پر بھی اثر کیا۔ علاج جاری رہا۔

۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو وصال ہوا۔ اگلے دن جھنگ میں شیخ الاسلام مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مولانا فضل الرحمٰن درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ پڑھایا۔ دوسرا جنازہ اٹھارہ ہزاری ساجر گاؤں میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ دوست پرور محبت والے انسان تھے۔ عقیدہ ختم نبوت پر دل وجان سے فدا تھے۔

(۵۰۰)

ظہور الحق شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، جناب صاحبزادہ

(وفات: ۷/ستمبر ۱۹۸۴ء)

پیر طریقت، سراجیہ ہائی سکول فیصل آباد کے بانی، پیر طریقت سراج الحق چشتی صابری گورداسپوری کے فرزند ارجمند، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نمایاں خدمات کے حوالہ سے ممتاز رہے۔

(۵۰۱)

ظہور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، جناب چوہدری

(پیدائش: ۷/مارچ ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۲۵/ستمبر ۱۹۸۱ء)

پاکستان کے نامور سیاستدان، رکن قومی اسمبلی، رہنما قومی اتحاد وتحریک نظام مصطفیٰ، دفاقی وزیر بلدیات پاکستان چوہدری پرویز الٰہی کے والد گرامی۔

مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ۶/ستمبر ۱۹۷۴ء کی شام چوہدری ظہور الٰہی نے

مسکراتے ہوئے فرمایا کہ: ''آج انشاء اللہ! مذاکرات کامیاب ہوں گے۔'' اور گزشتہ رات کا ایک واقعہ بڑے دلچسپ انداز میں حاضرین کو سنایا۔ فرمایا کہ: رات مسز بندرانائیکے وزیراعظم سری لنکا کا عشائیہ تھا۔ جب وہ ختم ہوا تو مسز بندرانائیکے اور جناب بھٹو صاحب گیٹ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ تمام مدعوئین جارہے تھے۔ میں جب گیٹ کے قریب پہنچا تو جناب بھٹو صاحب مرحوم سے آنکھ بچا کر ایک طرف سے ہو کر نکلنے کی کوشش کی لیکن بھٹو صاحب مرحوم نے دیکھ لیا۔ مجھے بلایا اور کہا کہ: ''چوہدری ظہور الٰہی صاحب مرحوم! آپ کسی زمانے میں میرے دوست تھے اور آج کل دشمن ہو رہے ہیں۔ آپ کو کیا ہو گیا؟'' چوہدری صاحب مرحوم نے کہا کہ: ''بھٹو صاحب! یہ مسئلہ ختم نبوت جو حضور ﷺ کے ناموس کا مسئلہ ہے، تیرے سامنے ہے۔ اسے حل کر دے تو ہیرو ہو جائے گا۔'' بھٹو صاحب مرحوم نے کہا کہ: ''نہیں! اب میں کیا ہیرو ہوں گا۔ ہیرو تو میں جب ہوتا اگر ۱۴ ارجون کو اس مسئلے کو حل کر دیتا۔'' چوہدری صاحب مرحوم نے کہا کہ: ''نہیں اب بھی اگر آپ یہ مسئلہ حل کر دیں تو نہ صرف دنیا میں تجھے بہت بڑی عزت نصیب ہو جائے گی۔ بلکہ آپ کی آخرت بھی سنور جائے گی۔'' بھٹو صاحب نے کہا کہ: ''اگر میں مسئلہ حل کر دوں تو تم میری مخالفت چھوڑ کر میرے دوست بن جاؤ گے؟'' چوہدری صاحب مرحوم نے کہا کہ: ''دوستی اور مخالفت اصولوں کی بنیاد پر ہے۔ اگر آپ مسئلہ حل کر دیتے ہیں اور ہماری طرف محبت اور دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے تو ہم بھی جواب میں آپ سے دوستی اور محبت کا ہاتھ ضرور بڑھائیں گے۔''

چوہدری صاحب مرحوم کا خیال صحیح نکلا۔ دوسرے دن مذاکرات میں بھٹو صاحب مان گئے۔

(۵۰۲)

ظہور حسین قادری (سجادہ نشین بٹالہ)، جناب سید

جناب سید ظہور الحسن وسید ظہور حسین بٹالہ میں سجادہ نشین تھے۔ مؤخر الذکر کا فتویٰ مرزا قادیانی کے بارہ میں ملاحظہ ہو۔

''مجھے اپنے بعض بھائیوں پر سخت افسوس ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں بالخصوص توضیح المرام، فتح الاسلام، ازالہ اوہام کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں علانیہ

عقائد مخالف شریعت غراء وملت بیضاء درج ہیں اور پھر اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی دوستی ومحبت کا دم بھرتے ہیں۔ حالانکہ ایسے عقائد رکھنے والا شخص بلا ریب زمرۂ اسلام سے خارج اور زمرۂ کفار میں داخل ہے۔ ہادی مطلق ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو ایسے اشخاص کی صحبت اور ان کی کتابوں سے مطالعہ سے مامون ومصئون فرمائے۔ آمین!"

(۵۰۳)

ظہور شاہ (سجادہ نشین جلالپور جٹاں)، جناب پیر

(پیدائش:۱۸۸۸ء ...... وفات:۸؍فروری ۱۹۵۳ء)

آپ شیخ طریقت تھے۔ اردو، پنجابی کے نامور شاعر تھے۔ اپنے والد پیر غلام محمد قادری کے پیر ظہور شاہ ؒ جلال پور جٹان، ضلع گجرات کے سجادہ نشین تھے۔ آپ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف بھی تھے۔ فتنہ مرزائیت کی تردید میں آپ نے ایک کتاب "قہر یزدانی برسر دجال قادیانی" لکھی تھی جو فتویٰ ختم نبوت جلد۲ میں شامل اشاعت ہے۔ آپ کی ایک کتاب "ظہور صداقت دررد مرزائیت" بھی ہے جو تا حال نہیں ملی۔

(۵۰۴)

ظہیر الدین ؒ (سیالکوٹ)، مولانا محمد

شہر سیالکوٹ کے رہائشی مولانا ظہور الدین عرف عبدالقدوس بن مفتی مولانا محمد سلطان مسجد شیخاں پتہ لکھا ہے۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں کذاب قادیان کے خلاف رسالہ لکھا۔ جس کا نام ہے "دجل دجال یعنی مسٹر سندھی بیگ المبدل بر غلام احمد ثم المبدل بر کرشن رودر گوپال کادیانی کی اکاذیب" یہ حصہ دوم ہے۔ حصہ اوّل نہ مل پایا۔